تجلّیاتِ انور

جلد اوّل

تالیف

مناظر اسلام، وکیل اہل السنت والجماعت
حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی
رئیس شعبہ دعوت و ارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر
مکتبہ امدادیہ
ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان پاکستان فون [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تجلیاتِ انور

جلد اوّل

تالیف

مناظرِ اسلام، وکیل اہل السنّت والجماعت

حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی دام ظلہٗ

رئیس شعبہ دعوت وارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

عنوانات وترتیب وتصحیح

مولانا نعیم احمد

اُستاذ جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

نام کتاب : تجلّیاتِ انور (جلد اوّل)

تالیف : مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب

ترتیب و تصحیح : مولانا نعیم احمد صاحب مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

کمپوزر : حافظ محمد نعمان حامد (Mobile No. 0300-7334677)

ناشر : مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
(Phone No. 061-4544965)

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی

ضروری گزارش: اس کتاب کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اگر اس کے باوجود کہیں کتابتی اغلاط نظر آئیں تو نشاندہی فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کی تصحیح کی جاسکے۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین ....(ادارہ)

فہرست "تجلیاتِ انور"

ابتدائیہ

از حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی دامت برکاتہم (مصنفِ کتاب)

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد: اللہ تعالیٰ نے حق و باطل، کفر و اسلام، توحید و شرک، بدعت و سنت کے اختلافات کو وجود دے کر انسانوں کی قوتِ نظریہ کا امتحان لیا ہے کہ کون راہِ ہدایت اختیار کرتا ہے اور کون ضلالت کے گڑھے میں گرتا ہے۔ اس دار الامتحان میں انسانوں کی راہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت سے معصمین (انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) کا انتخاب فرمایا کہ وہ وقتاً فوقتاً اولادِ آدم کو شیاطین الجن والانس کے اغواء سے بچاتے رہیں اور شیطانی وساوس کو تقریر، تحریر اور مناظرہ کے ذریعے دور کرتے رہیں۔ ہر زمانہ میں اہلِ حق نے یہ فرض کما حقہٗ ادا کیا۔ ماضی قریب میں اور بہت سے اس میدان کے شہسواروں کے ساتھ ساتھ انتخابِ الٰہی اور بعض بزرگوں کی دعاؤں نے ایک سکول ماسٹر کو اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے منتخب فرمایا۔ میری مراد مناظرِ اسلام، وکیلِ اہلِ سنت برادرِ مکرم حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی نور اللہ مرقدہٗ ہیں، جنہوں نے ساری زندگی عیسائیت، مرزائیت، اہلِ رفض، منکرینِ حدیث، منکرینِ فقہ، غرضیکہ ہر باطل فرقہ کے مناظرین کے دانت کھٹے کر دیئے۔ تقریر و مناظرہ کے علاوہ ان کی بہت سی تحریرات بھی ان کی یادگار ہیں۔ ان کے جامعہ خیر المدارس کی تدریس کے دوران ماہنامہ "الخیر" میں ان کے لامذہبیت کی رد میں ماہانہ مضامین چھپتے رہے۔ ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اور کچھ مضامین جو انہوں نے اپنی زندگی میں لکھے، کتابی شکل میں شائع ہوئے اور وہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ بخیر و خوبی مولانا نعیم احمد صاحب، مالک مکتبہ امدادیہ کو یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

برادرِ مکرم نور اللہ مرقدہٗ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت مولانا محمد حنیف صاحب حفظہ اللہ، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان کے حکم اور بعض اکابر کے مشورہ سے بندہ خیر المدارس آ گیا اور ماہانہ مضامین کا سلسلہ اور الدعوۃ والارشاد کے شعبہ کے ساتھ بندہ منسلک ہو گیا۔ ان مضامین کی برادرِ مکرم نور اللہ مرقدہٗ کے مضامین کے ساتھ نسبت سورج کے مقابلہ میں چراغ کی نسبت سے بھی کم ہوگی۔ مگر مولانا نعیم احمد صاحب مدظلہٗ کے اصرار پر، بلکہ ان کی محنت سے وہ

مضامین جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے ہی ۔ "برعکس نام نہند زنگی را کافور" کے محاورہ کے مطابق اس کا نام "تجلیاتِ انور" تجویز کیا ہے۔ ان کے حسنِ ظن کے مطابق اگر مالکِ کائنات میری اُلٹی بھی سیدھی فرما دے تو یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات کا مظاہرہ ہوگا اور مثنوی شریف کے مصرع "خون بنافِ نافہ مشکے مے کنی" کا مصداق بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعۂ خیر کو قارئین کے لئے راہِ ہدایت کا ذریعہ اور بندہ اور ناشرین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیں اور اس کے شر سے عوام کی حفاظت اور بندہ ناچیز کی پردہ پوشی فرمائیں۔ اہلِ علم حضرات علمی کوتاہی پر متنبہ فرمائیں تو بندہ کے ہاں مشکور ہوں گے۔ اگر قارئین کو کوئی بات پسند آئے تو اس میں والدین کی دعاؤں اور برادرِ مکرم حضرت اوکاڑوی نور اللہ مرقدہٗ کی محنت اور اساتذۂ کرام کی شفقت اور "آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند" کے مصداق حضرت اقدس منبع رحمت و شفقت آیۃ من آیات اللہ مولانا و بالفضل اولنا شاہ عبد العزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ و برد اللہ مضجعہ، چک نمبر ۱۱/ والوں اور حضرت اقدس عزتِ اولیاء محافظِ ناموسِ صحابہ و اہلِ بیت، پاسدارِ مسلکِ اہلِ سنت علمائے دیوبند سید نفیس شاہ صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ کی توجہات کا دخل ہوگا۔ اس لئے ان حضرات کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔ نیز برادرِ مکرم پروفیسر مولانا محمد افضل صاحب اطال اللہ بقاءہ کی خاص توجہ بھی اس میں شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرما کر دین کی خدمت کی توفیق عنایت فرمائیں۔

مولانا نعیم احمد صاحب مدظلہٗ نے کچھ حالات لکھنے کا کہا ہے۔ خاندانی حالات تو "الخیر" اوکاڑوی نمبر اور "تجلیاتِ صفدر" کے شروع میں آ گئے ہیں۔ بندہ کی پیدائش چک نمبر 55/2-L اوکاڑہ کی ہے۔ برادرِ مکرم حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑویؒ سے سترہ یا اٹھارہ سال چھوٹا ہوں۔ سات بھائیوں میں وہ سب سے بڑے اور میں سب سے چھوٹا ہوں۔ ابتدائی دو کلاسیں چک نمبر ۵۵ یعنی پیدائشی گاؤں میں پاس کیں۔ باقی تین کلاسیں عیدگاہ اوکاڑہ میں پڑھ کر پرائمری کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ اس کے بعد جامعہ عثمانیہ گول چوک اوکاڑہ میں حضرت قاری خدا بخش صاحب مدظلہٗ سے حفظ کیا۔ اس کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں فارسی سے لے کر ہدایہ اولین تک پڑھا۔ ہدایہ والے سال درمیان میں چند مہینے جامعہ انوریہ اوکاڑہ میں حضرت مولانا عبد الحنان صاحبؒ سے جلالین اور شرح جامی کی تکمیل اور شرح ابن عقیل پڑھیں۔ پھر تحریک ختمِ نبوت ۱۹۷۳ء میں گرفتار ہو کر ساہیوال جیل میں جانا ہوا۔ اس کے بعد حضرت مولانا مختار احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مشورہ سے جامعہ دار العلوم کبیر والا میں چار سال گزار کر یہیں دورۂ حدیث پاک سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد چند ماہ جامعہ مجددیہ ساہیوال میں، پھر محمد پور سنساراں جامعہ قادریہ میں، اس کے

بعد جامعہ عربیہ اسلامیہ بورے والا، پھر جامعہ رشیدیہ ساہیوال، اس کے بعد دوبارہ جامعہ عربیہ اسلامیہ بورے والا میں، پھر ایک سال دارالعلوم کبیر والا اور اس کے بعد تا حال جامعہ خیر المدارس ملتان میں شعبہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد کی تدریس کی ذمہ داری نبھا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس ذمہ داری کا صحیح حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)۔

زمانۂ طالب علمی میں اساتذۂ کرام کی شفقتیں استحقاق سے زائد رہیں۔ ایک واقعہ طلباء کرام کی عبرت کے لئے لکھ کر مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ جامعہ رشیدیہ میں شب جمعہ کو کسی استاد صاحب کی نگرانی میں طلبہ کی بزم منعقد ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ استاذی المکرّم حضرت مولانا حافظ محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی کی سرپرستی میں بزم کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد حضرت حافظ جی صاحب مدظلہٗ نے فرمایا کوئی طالب علم نظم پڑھے۔ میری کلاس کے طلباء نے میرا نام لیا۔ حضرت تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا کہ کوئی اور پڑھے۔ دوبارہ پھر بعض طلباء نے میرا نام لیا۔ حضرت نے کچھ سکوت کے بعد فرمایا عبید اللہ عارف نظم پڑھے۔ انہوں نے نظم پڑھی۔ پروگرام کے بعد حضرت نے مجھے اپنے گھر بلوایا اور پوچھا کہ کیا تو نظمیں پڑھا کرتا ہے؟ میں نے کہا حضرت! اپنے کمرہ میں بیٹھ کر کچھ اشعار وغیرہ پڑھ لیتا ہوں۔ مجمع میں پڑھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ فرمایا کہ میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں۔ شعر و شاعری بلکہ تقریروں کا شوق بھی دل سے نکال دے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تو دل لگا کر کتابیں پڑھ اور پھر مدرّس بن۔ اگر ان کاموں میں تو پڑ گیا تو پڑھ نہیں سکے گا۔ پھر وقت کے ایک مشہور خطیب (جو اس وقت اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے ہیں) کا نام لے کر فرمایا کہ تیرا دل بھی چاہتا ہوگا کہ فلاں خطیب بنوں، مگر وہ ہمارا شاگرد ہے، اس کے پاس صرف لفاظی ہے، علم نہیں۔ پھر فرمایا کہ مقرر بننے کے لئے دو چیزوں میں سے ایک چیز ضروری ہے۔ یا تو انتہائی علم ہو اور اپنے علم کے زور پر تقریر کرے، یا انتہائی بے حیا ہو جو منہ میں آئے بکتا رہے، وہ بھی ایک دن اعلیٰ مقرر بن جائے گا۔ پھر پوچھا کہ بتا ان دو مقرروں میں سے بہتر مقرر کون سا ہے؟ میں نے کہا کہ جو علم کی بنا پر تقریر کرے۔ فرمایا کہ پھر میری خواہش یہی ہے کہ تو علم میں پختگی پیدا کر، فی الحال تقریر کا شوق چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ تجھے یہ نعمت بھی عطا فرما دیں گے۔ حضرت کی اس نصیحت نے بندہ کو طالب علمی کے زمانہ میں بہت فائدہ دیا کہ سوائے اسباق کے اور تمام اطراف سے توجہ ہٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت حافظ جی صاحب کو دونوں جہانوں میں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائیں، آمین۔

کتبہ محمد انور اوکاڑوی

مدرّس جامعہ خیر المدارس ملتان (۸/اگست ۲۰۰۵)

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رحمۃ للعٰلمین پر درود سلام کے بعد قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا سلسلہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع فرما کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم فرما دیا۔ اگرچہ یہودی آخری نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری نبی قرار دیتے ہیں مگر یہ مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے کیونکہ نہ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام نے آخری نبی ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ قرآن کہتا ہے:

﴿یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل﴾

کہ آنحضرت ﷺ کو وہ لوگ توراۃ و انجیل میں مذکور پاتے ہیں۔

ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد. (الصف)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے رسولؐ کی بشارت دیتے کہ جو میرے بعد آئیگا اس کا نام نامی احمد ہوگا توراۃ و انجیل کے محرف ہونے کے باوجود بھی آج ان میں حضور اقدس ﷺ کے بارہ میں پیشگوئیاں موجود ہیں، ان آیات کے نازل ہونے کے وقت اگر توراۃ انجیل میں آپ کی پیش گوئیاں نہ ہوتیں تو کفار کو آپؐ کے خلاف شور کرنے کا ایک بڑا موقع میسر آتا مگر ان کا خاموش رہنا قرآنِ پاک کی مذکورہ آیات کے سچا ہونے کی اظہر من الشمس دلیل ہے۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی

اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ اتفاقاً بیمار ہوگیا تو آپ اس کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے
گئے تو دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے کھڑا ہوا تورات پڑھ رہا ہے آنحضرت ﷺ نے
اس سے کہا کہ اے یہودی میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات
نازل فرمائی ہے کہ کیا تو تورات میں میرے حالات اور صفات اور میرے ظہور کا بیان پاتا
ہے؟ اس نے انکار کیا تو بیٹا بولا یارسول اللہ ﷺ یہ غلط کہتا ہے توراۃ میں ہم آپ کا ذکر اور آپ
کی صفات پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے
رسول ہیں، آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو حکم دیا کہ اب یہ مسلمان ہے انتقال کے بعد اسکی
تجہیز وتکفین مسلمان کریں باپ کے حوالہ نہ کریں۔ (معارف قرآن ۸۰) توراۃ میں ہے
یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب جمع ہو جاؤ تاکہ میں تم کو بتاؤں کہ
آخری دنوں میں تم پر کیا کیا گزرے گا۔ اے یعقوب کے بیٹو جمع ہو کر سنو اور اپنے باپ
اسرائیل کی طرف کان لگاؤ اور پھر فرمایا یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل
سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا جب تک شیلوہ نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی۔
(پیدائش ۴۹۔۱،۲،۱۰۔) شیلوہ وہی ہوگا جس نے فتح خیبر کے وقت یہودیوں کی حکومت ختم
کی اور تمام دنیا کی قومیں اس کی مطیع ہیں، یعقوب بن سفیان باسناد حسن حضرت عائشہؓ سے
راوی ہیں کہ ایک یہودی مکہ میں بغرض تجارت رہتا تھا جس شب میں آپؐ پیدا ہوئے تو مجلس
میں قریش سے یہ دریافت کیا کہ اس شب میں تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے، قریش نے کہا ہم کو
معلوم نہیں۔ یہودی نے کہا اچھا ذرا تحقیق تو کر کے آؤ آج کی شب میں اس امت کا نبی پیدا
ہوا ہے اس کے دونوں شانوں میں ایک علامت ہے (یعنی مہر نبوت) وہ دو رات تک دودھ نہ
پئے گا ایک جنی نے اس کے منہ پر انگلی رکھ دی ہے لوگ فوراً اس مجلس سے اٹھے اور اس کی
تحقیق کی معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی نے کہا مجھ کو بھی چل

کر دکھاؤ یہودی نے جب دونوں شانوں کے درمیان علامت (مہر نبوت) دیکھی تو بے ہوش
ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو کہا کہ نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی۔ اے قریش والو یہ مولود تم
پر ایسا حملہ کرے گا کہ جس کی خبر مشرق سے لیکر مغرب تک پھیل جائے گی (فتح الباری بحوالہ
سیرت مصطفےٰ ۴۳) اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ شیلوہ یہی ہے جس نے نبوت اور حکومت
بنی اسرائیل کی ختم کرنی ہے آخری دنوں کے لفظ سے معلوم ہوا کہ وہ نبی آخری ہوگا اس کے
بعد نبوت ختم ہو جائے گی توراۃ کی مذکورہ پیشین گوئی کے مصداق موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں
کیونکہ انہوں نے یہوداہ کی سلطنت ختم نہیں کی بلکہ باقی رکھی اور ان کی نبوت تمام قوموں کے
لئے بھی نہیں تھی۔ توراۃ میں جابجا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہیں۔ کاتھولک
بائبل میں توراۃ کا تعارف ہی یہ ہے کہ جس پر عمل کرنے سے اسرائیل قوم خدا کی مہربانیوں
کے لائق بن جاتی ہے۔ (اسفار خمسہ: ص ۱) بلکہ موسیٰ علیہ السلام تو اپنے بعد بھی کسی کی انتظار
میں قوم کو چھوڑ کر جاتے ہیں۔ چنانچہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔ میں ان کے لئے
ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں
گا (استثنا: ۱۸:۱۸) معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پر نبوت کو ختم سمجھنا تورات کے خلاف ہے۔
عیسیٰ علیہ السلام بھی آخری نبی نہیں کیونکہ وہ بھی اپنے بعد ایک آنے والے رسول کی بشارت
دے کر گئے۔ واضح ہو کہ انجیل ایک یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہی خوشخبری کے ہیں
تو عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے بعد آنے والے رسول کی خوشخبری دے کر گئے ہیں اس لئے ان کا
دعویٰ بھی آخری نبی ہونے کا نہیں چنانچہ انجیل میں ہے کہ اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا
اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ (متی: ۵:۱۷)
عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارہ شاگردوں کو بھی یہ حکم دیا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور
سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس

جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت قریب آ چکی ہے۔ (متی ۱۰: ۵ تا ۸) اور فرمایا کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہوگا کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دونگا وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ (یوحنا ۱۶: ۷: ۸) معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کسی آنے والے کی خوشخبری دیکر اس کی انتظار میں چھوڑ کر گئے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے آخری نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ دعویٰ ہماری کتاب قرآن پاک میں ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پہلے نبیوں کی مثال موسمی پھول کی سی ہے کہ وہ اپنے موسم میں بہار دکھلاتا ہے مگر موسم ختم ہوتے ہی وہ بھی ختم ہو جاتا ہے گرمی کا پھول گرمی میں سردی کا سردی میں خوشبو دے گا۔ رات کی رانی رات کو مہکتی ہے اور دن کو اس کی مہک ختم ہو جاتی ہے دن کے راجہ کی بہار دن کو ہوگی رات کو ختم ہو جائے گی۔ مگر ایک پھول سدابہار ہوتا ہے کہ موسم بدلتے رہیں لیکن اسکی آب و تاب میں فرق نہیں آئے گا۔ ہمارے نبی سدابہار پھول ہیں اور انکی خوشبو تمام عالم کیلئے ہے۔

﴿وما ارسلنک الا رحمة للعلمین﴾ (انبیاء: ۱۰۷) "یعنی ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمة بنا کر بھیجا ہے۔"

﴿ومآ ارسلناک الا کافة لناس بشیر او نزیرا﴾ (سبا: ۲۸) "ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے بشیر، نذیر بنا کر بھیجا ہے۔"

﴿تبٰرک الّذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا﴾.
(الفرقان: ۱) "بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ پر نازل کی تا کہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈرانے والا ہو جائے۔"

پہلی آسمانی کتابوں میں بعد میں آنے والے کی پیشگوئیاں تھیں مگر اس کتاب میں

﴿یومنون بمآانزل الیک ومآانزل من قبلک﴾ تو ﴿وما انزل من بعدک﴾ نہیں۔

معلوم ہو جس ذات والا صفات کے سب منتظر تھے وہ تشریف لا چکی اب ان کے بعد نزول وحی کا دروازہ بند ہو گیا اور قیامت تک بند رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی خاتم النبیین کا تاج پہنا دیا۔ (احزاب ۴۰)

اور خود بھی فرمایا: انا خاتم النبیین (بخاری ۵۰۱)

کہ میں آخری نبی ہوں۔ نیز فرمادیا:

لیس نبی بعدی. اور ایک نسخے میں لا نبی بعدی. ہے۔

(بخاری ص ۶۳۳ ج ۲)

یعنی میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے ختم نبوت پر دلالت کرنے والی ایک سو آیات اور دو سو سے زائد احادیث جمع کی ہیں اسی وجہ سے تمام امت کا فیصلہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے خواہ وہ مسیلمہ کذاب ہو یا مسیلمہ پنجاب۔ اس مسئلہ کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ نبی اقدس ﷺ کے ساتھ مختلف لڑائیوں میں شہید ہونے والے صحابہ کرام ؓ کی تعداد ۲۵۹ ہے جبکہ ختم نبوت کے دفاع کیلئے یمامہ کی لڑائی میں مسیلمہ کذاب کے لشکر کا مقابلہ کرتے ہوئے صحابہ و تابعین کی تعداد (۱۲) سو ہے جن میں سات سو قاری تھے۔ اسد الغابہ میں ہے کہ حضرت حبیب بن زید انصاری ؓ کو آنحضرت ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے پاس بھیجا اس نے حضرت حبیب ؓ سے کہا کہ تم محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو آپ ؓ نے فرمایا ہاں، مسیلمہ نے کہا کہ تم میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو آپ نے فرمایا نہیں۔ میں تیری بات نہیں سنتا مسیلمہ بار بار یہ سوال کرتا رہا اور وہ یہی جواب دیتے رہے اور مسیلمہ نے آپ کا ایک ایک عضو کاٹ کر آپ کو شہید کر دیا۔ بہر حال جہاں حضور ﷺ نے

اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا وہاں بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت کی پیشین گوئی فرمائی جو وعدۂ الٰہی ہونے کی وجہ سے پوری ہوئی۔ بہت سے لوگوں نے مختلف اعتراض کی بنا پر دعویٰ نبوت کیا۔ متحدہ ہندوستان میں انگریزی کے منحوس قدم آنے کے بعد انہوں نے مسلمانوں میں لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کو اپنایا اور مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا۔ مذہبی آزادی کا مطلب یہ تھا کہ ہر شخص آزاد ہے۔ دعویٰ اسلام کے ساتھ خدا کا انکار بھی کرے تو اس کو حق حاصل ہے، انبیاء علیہم اسلام کو گالیاں دے ضروریات دین کا انکار کرے، اسلام کے اولین گواہ صحابہ کرام ؓ کو معاذ اللہ کافر کہے آئمہ مجتہدین کو شیطان اور ان کی اتبا کو شرک قرار دے، اس کو روکنے والا کوئی نہیں۔ کیونکہ وہ مذہبا آزاد ہے۔ اس کام کیلئے اس نے بہت سے جعلی پیر جعلی اہلحدیث اور جعلی نبی، اصلی پیروں، اصلی محدثین اور اصلی نبی کے مقابلہ میں کھڑے کر دیئے۔ ان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے اوٹ پٹانگ دعووں کے ساتھ اپنے ظلی نبی ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا اور اس ظلیت کو کبھی سیرت صدیقی کی کھڑکی سے تعبیر کیا کبھی فنا فی الرسول کا عنوان دیا اور ۱۹۰۱ء میں ''ایک غلطی کا ازالہ'' کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا۔ اور اس میں لکھا کہ حق یہ ہے، کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳)

نیز لکھتا ہے کہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں انہیں سے ایک یہ وحی اللہ ہے:

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله.

اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳،۴)

پھر کہتا ہے! اسی کتاب میں، اس مکالمے کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے۔

محمد رسول اللّٰه والّذین معه اشداء علی الکفار. رحماء بینهم.

اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی (ایک غلطی کا ازالہ ۴)

مولوی ظفر علی خان نے کہا تھا:

مسیلمہ کے جانشیں گرہ کٹوں سے کم نہیں

کتر کے جیب لے گئے پیغمبری کے نام سے

مگر مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف جیب کترا نہیں تھا۔ وحی چور بھی تھا۔ کہ حضور اقدس ﷺ کی وحی چوری کر کے اپنی طرف منسوب کر لیتا تھا۔

بہر حال مرزا صاحب کا فنا فی الرسول ہونے کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کہ ''نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وحی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵)

اور اس کی مزید یہ وضاحت کرنا کہ اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پا لیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے۔ گو ظلی طور پر۔ (ایک غلطی ص ۶)

اس فنا فی الرسول کا نتیجہ یہی نکلا کہ حضور ﷺ کا عکس نعوذ باللہ مرزا کی زندگی میں آ گیا۔ اب مرزا نے جو بدکرداریاں کی ہیں وہ نعوذ باللہ حضور ﷺ کی طرف منسوب ہوں گی، اس لئے ماننا پڑے گا کہ فنائیت والا جو مفہوم مرزا نے ذکر کیا ہے وہ بھی مرزا میں نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ساری زندگی جھوٹ بولے ہیں اور ہمارے پیغمبر ﷺ کا لقب ہی الصادق تھا۔ جھوٹ ان کے قریب بھی نہیں آیا۔

مرزا کے چند جھوٹ:

(۱) ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیش گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کیلئے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائیگی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ (اربعین نمبر ۳)

یہ افتریٰ علی اللہ اور افتراء علی الرسول ہے نہ قرآن میں یہ بات مذکور ہے نہ کسی حدیث میں۔

(۲) یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توراۃ کے بعض صحیفوں میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔ (کشتی نوح ص ۹)

(۳) وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی کہ ھذا خلیفة اللہ المھدی اب سوچو کہ یہ حدیث کس مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے (شہادت القرآن ص ۴۱)

صحیح بخاری یہ وہ کتاب ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے۔ (کشتی نوح)

محترم حضرات اور اس جیسے ہزاروں جھوٹ ہیں جو مرزا نے بولے تو کیا مرزا میں محمدی چہرہ نعوذ باللہ منعکس ہوا ہے۔ اس فنافی الرسول کے لفظ سے نعوذ باللہ حضور اقدس ﷺ کو بدنام کرنا چاہتا ہے۔ اور کافروں بلکہ مسلمانوں کے سامنے یہ اپنا عکس محمدی دکھا کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ان کو متنفر کرنا چاہتا ہے۔ اور سیرت صدیقی کہہ کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی زندگی کو بھی داغدار کرنا چاہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ سیرت محمد یہ علی صاحبہا

الصلوٰۃ والسلام اور سیرت صدیق اور مرزا کی زندگی میں رات اور دن اندھیرے اور اجالے سیاہ اور سفید کی طرح تضاد ہے۔ حضور ﷺ کا ظل یا عکس مرزا میں آجائے یہ تو محال ہے البتہ ظل کا معنی سایہ اور تاریکی بھی آتا ہے تو ظلی نبوت کا معنی تاریکی اور اندھیرے میں رکھنے والی نبوت کیا جائے تو درست ہے کیونکہ مرزا اور تمام مرزائی نور ایمان سے کٹ کر کفر کی تاریکی میں گر چکے ہیں۔

ہاں البتہ ظل بمعنی عکس پر لطیفہ یاد آیا کہ مشہور ہے کہ: ایک کتے کے منہ روٹی کا ٹکڑا تھا پانی میں اس نے اپنا عکس دیکھا اور سمجھا کہ یہ کوئی اور کتا ہے اس لالچ میں کہ اس کے منہ کا ٹکڑا اس سے چھین لوں پانی چھلانگ لگادی نتیجہ یہ نکلا کہ جو ٹکڑا پہلے منہ میں تھا وہ بھی گر گیا اسی طرح مرزا نے عکس رسالت کے پیچھے چھلانگ لگا کر اپنا پہلا ایمان بھی گنوادیا۔

اللہ تعالیٰ تمام امت محمد یہ کو ایسے گمراہ کن دجال اور کذاب لوگوں سے بچنے اور اپنے ایمان کو محفوظ رکھنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ (آمین یا ارحم الراحمین)

بشکریہ ماہنامہ "ملیہ" فیصل آباد

اُونی، نائیلونی اور سوتی جرابوں پر مسح کا حکم

اہمیت نماز:...... برادرانِ اسلام! جن چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے ان میں کلمہ کے بعد اہم چیز نماز ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ (عنکبوت: ۴۵) حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ رات کو نماز پڑھتا ہے اور صبح کو چوری کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جس نماز کا ذکر کرتا ہے وہ عنقریب اس کو (چوری سے) روک دے گی۔ (ابن کثیر فی التفسیر، صفحہ ۳۲۷، جلد ۵) نیز حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی الفاظ منقول ہیں۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۱۵، جلد ۷) حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اور کفر کے درمیان نماز کا ترک کرنا ہے۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷) یعنی نماز کا ترک بالآخر انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے نماز کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور بے وضو کی نماز نہیں ہے۔ (مسندِ بزار بحوالہ کنز العمال، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷) مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ نماز دین کا ایک اہم رکن ہے، اس کا تارک ہر قسم کے گناہ میں مبتلا ہوتا ہے حتیٰ کہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور نماز کی پابندی تمام گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

اہمیت وضو:...... نماز کے لئے طہارۃ شرط ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً

منقول ہے کہ تم میں سے کسی کی نماز قبول نہیں ہوتی جبکہ بے وضو ہو جائے یہاں تک کہ وضو کرے۔ (مسلم بحوالہ کنز العمال، صفحہ ۱۲۵، جلد ۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کی جاتی۔ اس روایت کو ابو عوانہ نے حضرت ابوبکرؓ سے، طبرانی نے حضرت ابن مسعودؓ سے مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان نے والد ابوملیح سے، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت عمرؓ اور ابن ماجہ نے حضرت انس اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے۔ (کنز العمال) ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگر وضو درست نہ ہو تو نماز نہیں ہوگی۔

فرائض وضو:...... قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے وضو میں پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے اور اہلِ سنّت کا اسی پر اجماع ہے۔ احادیث میں بھی پاؤں کے دھونے پر سختی کی گئی۔ چند روایات نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی وضو کرکے آیا، اس کے پاؤں کی پشت پر انگوٹھے کے ناخن کی مثل ایسی جگہ تھی جس کو پانی نہیں پہنچا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ واپس جا کر اپنا وضو کامل کر تو اس نے وضو کامل کیا۔ کنز العمال، صفحہ ۱۸۵، جلد ۹)

(۲) حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے نماز کے لئے وضو کیا اور اپنے پاؤں کی پشت پر ایک ناخن کی جگہ چھوڑ دی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس جا کر اچھی طرح وضو کر، وہ لوٹ گیا، پھر وضو کرکے اس نے نماز پڑھی۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۸۵، جلد ۹)

(۳) ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک آدمی کو اس حالت میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کے پاؤں سے ناخن کی مقدار جگہ (وضو میں) چھوٹی ہوئی تھی، تو حضرت عمرؓ نے اس کو وضو اور نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ (مسند عبدالرزاق)

(۴) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔ (مسند احمد و ترمذی)

وضو کو کامل کرنے، اعضاء وضو تک مبالغہ کے ساتھ پانی پہنچانے اور غفلت کی وجہ سے اعضاء وضو میں سے کسی جگہ کے خشک رہ جانے پر عذاب کا ہونا مندرجہ بالا روایات کے علاوہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

لقیط بن صبرہؓ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۱، جلد ۱)، ابن مسعودؓ (صفحہ ۱۲، جلد ۱)، حسن بصریؒ (صفحہ ۱۲)، ابوبکر الصدیقؓ (صفحہ ۱۲)، ابوسلمہؓ (صفحہ ۲۶)، حضرت جابرؓ (صفحہ ۲۶)، عبداللہ بن عمرؓ، ابوہریرہؓ، عبدالرحمٰن بن ثابتؓ (صفحہ ۲۶)، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، ابوالحکمؒ (صفحہ ۱۹) عکرمہؒ، عروہؒ، ربیعؒ (صفحہ ۲۰)

ان اور ان جیسی بہت سی روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اصل پاؤں میں دھونا ہے، البتہ موزوں پر مسح متواتر روایات سے ثابت ہے اس لئے موزوں والی حالت اس حکم سے مستثنٰی ہے۔ ابن منذر عبداللہ بن مبارک سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ مسح علی الخفین کے بارہ میں صحابہ سے کوئی اختلاف منقول نہیں کیونکہ جس کسی صحابی سے مسح کا انکار منقول ہے اس سے اس کا اثبات بھی روایت کیا گیا ہے۔ (فتح الباری، صفحہ ۴۰۴، جلد ۱)

نیز ابن حجرؒ نقل فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ موزوں پر مسح متواتر ہے اور بعض حفاظ حدیث نے موزوں پر مسح کے راویوں کو جمع کیا تو ان کی تعداد اسی سے تجاوز کر گئی جن میں عشرہ مبشرہ، صحابہ کرامؓ بھی ہیں اور ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب میں حضرت حسن بصریؒ کا یہ فرمان منقول ہے کہ مجھ سے ستر صحابہ کرامؓ نے موزوں پر مسح کی روایت بیان کی ہیں۔ (فتح الباری، صفحہ ۴۰۴، جلد ۱) در مختار میں تحفۃ الفقہاء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ موزوں پر مسح کا ثبوت اجماع بلکہ تواتر کے ساتھ ہے، اس کے راوی اسی (۸۰) سے زائد ہیں جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ (الدر المختار مع الشامیہ، صفحہ ۱۲۶۵، جلد ۲۶۶) ابو

عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ سفر میں موزوں پر مسح اجماع مسلمین سے جائز ہے اور اس کے جواز کے منکر خوارج ہیں۔ (رحمۃ الامہ، صفحہ ۲۱) ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ فرماتے ہیں کہ موزون پر مطلقاً مسح کا جائز ہونا قولِ مشہور ہے اور جمہور فقہاء امصار کا یہی قول ہے۔ (بدایۃ المجتہد، صفحہ ۱۳، جلد ۱) مُلا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ موزوں پر مسح ایسی سُنّت سے ثابت ہے جو قریب ہے کہ متواتر ہو۔ (شرح فقہ اکبر، صفحہ ۹۰) علامہ کرخیؒ فرماتے تھے کہ موزوں پر مسح کے منکر پر مجھے کفر کا خوف ہے کیونکہ اس کے بارہ میں آثار حیز تواتر میں ہیں۔ (حلبی کبیر، صفحہ ۱۰۴) بہر حال موزوں کے بغیر پاؤں کے دھونے کا حکم ہے، البتہ جو موزے کے حکم میں جرابیں ہیں یعنی پورا چمڑا چڑھا ہو یا عربی جوتے کے برابر چمڑا اسلا ہوا ہو تو وہ موزہ کے حکم میں ہیں۔ بعض حضرات نے ایسی جرابیں جو اپنے موٹاپے کی وجہ سے پنڈلی پر ٹھہری ہوں اور ان میں فوراً پانی نہ داخل ہو اور تین میل بغیر جوتا کے چلنے سے نہ پھٹیں ان تین شرطوں کی وجہ سے اس کو حکماً موزہ ہی قرار دے کر ان پر مسح کو جائز قرار دیا ہے۔ زمانہ حال کی عام سوتی، اونی، نائیلون کی جرابوں پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر جرابیں ایسی پتلی ہوں کہ ان میں پانی فوراً نفوذ کر جاتا ہے تو ان پر بالاجماع مسح جائز نہیں۔ (بدائع الصنائع، صفحہ ۱۰، جلد ۱) ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی شافعی فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ مجلد ہوں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب اتنی موٹی ہوں کہ پاؤں پر پانی فوراً نہ جائے تو مسح جائز ہے۔ (رحمۃ الامۃ، صفحہ ۲۲) شیخ حامد مرزا فقہ علی المذاہب الاربعہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ جراب پر مسح کے جواز کی شرائط ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ ہیں کہ وہ ایسی موٹی ہو کہ بغیر کسی روکنے والی چیز کے خود پنڈلی پر ٹھہری ہوں۔ وہ باریک جراب جو خود پنڈلی پر نہ ٹھہرے اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ (المسائل المنتع شائع کردہ مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ، صفحہ ۲۱)

نوٹ:...... یہ رسالہ ۱۴۰۵ھ میں مدینہ منورہ سے شائع ہوا ہے جس میں جرابوں

کے مسح کے علاوہ رفع یدین، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا جمعہ کے قبل سنتوں، اذان وغیرہ عبادات پر اُجرت صفوں کو سیدھا کرنا، تسبیح ہاتھ میں رکھنا وغیرہ تو مسائل پر فقہ حنفی کے مطابق سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ بہر حال دورِ حاضر کی سوتی، اُونی، نائیلون کی جرابوں پر بالاتفاق مسح جائز نہیں، ان پر مسح کرنے والے کا وضو نہیں ہوگا اور ایسے امام کے پیچھے نماز بھی نہیں ہو گی۔ ایسی تمام نمازیں جو ان جرابوں پر مسح کر کے پڑھی گئی ہیں یا ایسے امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو جس نے جرابوں پر مسح کر کے نماز پڑھائی ہو ان کا لوٹانا ضروری ہے۔

ہمارے برصغیر میں لامذہبیت کی تحریک کے بعد بھی عرصہ دراز تک یہ مسئلہ اتفاقی رہا کہ ان جرابوں پر مسح جائز نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ سے قبل تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان جرابوں پر مسح کے مسئلہ پر عمل ہوتا، کیونکہ یہاں ہمیشہ فقہ حنفی کے مفتی بہ قول پر عمل ہوتا رہا ہے۔ اس حقیقت کو علامہ احسان الٰہی صاحب ظہیر نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ شاہ ولی اللہؒ کی تحریک سے قبل تو لوگ اپنے مسائل کے حل کے لئے فقہ سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے۔ (فتاویٰ علماء حدیث، صفحہ ۸، جلد ۱)

حضرت شاہ ولی اللہؒ متوفی ۱۱۷۶ھ کے بعد بھی لامذہبیت کی تحریک نے اس مسئلہ کو نہیں چھیڑا، کیونکہ اس تحریک لامذہبیت کا سب سے پہلا فتویٰ فتاویٰ نذیریہ اور آخری فتاویٰ ثنائیہ تھا، جیسا کہ علامہ احسان الٰہی صاحب بھی اس حقیقت کو ان الفاظ میں تسلیم کرتے ہیں:...... ''اس سلسلہ کا پہلا مجموعہ فتاویٰ نذیریہ تھا جو شیخ الکل حضرت مولنا سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کے فتاویٰ یا ان کی تصدیقات پر مشتمل تھا اور آخری مجموعہ فتاویٰ ثنائیہ تھا جو شیخ الاسلام مولنا ثناء اللہ امرتسریؒ کے فتاویٰ اور مولنا شرف الدینؒ کی تعلیقات پر مشتمل ہے۔''

(فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۸، جلد ۱)

اس مسئلہ کا وجود پہلے فتاویٰ میں نہیں بلکہ پہلے تمام اکابرین غیر مقلد جمہور ائمہ کی

طرح ان جرابوں پر مسح کی تردید کرتے تھے، البتہ آخری مجموعہ فتاویٰ میں مولوی ثناء اللہ صاحب متوفی ۱۹۴۸ء نے ۲۴/ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو ان جرابوں پر مسح کے جواز کا فتاویٰ دیا جس کی تردید حاشیہ پر مولوی شرف الدین غیر مقلد نے کر دی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح کرنے کا مسئلہ معرکۃ الآراء ہے۔ مولنا (ثناء اللہ) نے جو لکھا ہے یہ بعض ائمہ امام شوافع وغیرہ کا مسلک ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بھی یہی مسلک ہے، مگر یہ مسلک صحیح نہیں، اس لئے کہ دلیل صحیح نہیں ہے۔ استدلال حدیث جامع ترمذی سے کیا جاتا ہے جو یہ ہے:

عن المغیرة بن شعبة قال توضا النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح انتهی واخرجه ایضاً ابوداؤد و ابن ماجه و احمد وغیره وان حسن وصححه الترمذی لکنه ضعفه المحدث الکبیر عبدالرحمٰن بن مهدی وابوداؤد و شیخ البخاری علی بن المدینی وغیرهم وقالو الروایة عن المغیرة المسح علی الخفین لاالجوربین وفی الباب عن ابی موسیٰ وغیره ولا یثبت شی منها کما فی المطولات اور نیز یہ کہ حدیث مذکورہ بلفظ مسح علی الجوربین والنعلین ہے اور واو بمعنی مع ہے۔ یعنی جوربین کے ساتھ نعلین پر دونوں پر مسح کیا نہ کہ صرف جوربین پر، لہٰذا صرف جوربین پر مسح کا استدلال اس حدیث سے ثابت نہ ہوا اور نہ صرف نعلین پر بھی مسح کرنا لازم ہوگا:...... واللازم باطل فالملزوم مثله نیز نیل الاوطار میں بحوالہ قاموس وغیرہ جراب کا معنی خف کبیر لکھا ہے اور خف چرمی ہوتا ہے اور اگر جورب سوتی، اُونی بھی تسلیم کیا جائے کہ ہوتی تھی یا ہوتی ہے تو پھر اس چیز کا ثبوت ہونا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جورب پر مسح کیا تھا وہ کس قسم کی تھی؟...... ولم یثبت عنه و اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ہاں چند صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مسح علی الجوربین ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں کہ اس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو تا حکماً حدیث مرفوع ثابت ہو۔ اس

میں اجتہاد کو بھی دخل ہے اور علت منصوصہ نہیں جس سے استدلال صحیح ثابت ہو، پھر صحابہؓ سے علت بھی منقول نہیں کہ کیا ہے......؟ نہ ہی روایت صاحب وحی سے۔ نیز پھر یہ بھی ثابت نہیں کہ صحابہؓ نے صرف جوربین پر مسح کیا یا مع النعلین پر بلکہ بعض صحابہؓ سے جوربین کے ساتھ ہی نعلین پر ثابت ہے، جیسے حضرت علیؓ اور براء ابن عازبؓ اور ابو مسعود انصاری کے جورب کی تعیین بھی ثابت نہیں کہ کس قسم کی تھیں، چرمی یا غیر چرمی پھر یہ مسئلہ نہ قرآن سے ثابت ہوا نہ حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع نہ قیاس صحیح سے نہ چند صحابہؓ کے فعل اور اس کے دلائل سے اور غسل رجلین نص قرآنی سے ثابت ہے، لہٰذا خف چرمی (جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے) کے سوا جورب پر مسح ثابت نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۴۴۱، ۴۴۲، جلد ۱)

جرابوں پر مسح غیر مقلد علماء کی نظر میں:

فتاویٰ نذیریہ میں عبدالرحمٰن مبارک پوری کا فتویٰ مصدقہ میاں نذیر حسین صاحب یہ ہے کہ مذکورہ (اُونی، سوتی) جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۲، جلد ۱) مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی فرماتے ہیں جرابوں پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۹، جلد ۱) مولوی علی محمد سعیدی مرتب فتاویٰ علمائے حدیث لکھتے ہیں، صحیح مسلک یہ ہے کہ رقیق جراب پر مسح کرنے سے احتیاط کرنی چاہئے جیسا کہ مولانا عبیداللہ مبارک پوری نے مرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں طول طویل بحث کے بعد فیصلہ احتیاط پر کیا ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۱۰۰، جلد ۱) شیخ حسین بن محسن انصاری فرماتے ہیں، حاصل یہ کہ ثقہ حفاظ اثبات کی متواتر صحیح احادیث ایسے حفاظ جن پر نقدِ رجال میں اعتماد کیا جاتا ہے ان کی صحیح احادیث میں جرابوں اور جوتیوں پر مسح کا ذکر نہیں، ان میں صرف موزوں پر مسح کا ذکر ہے تو جرابوں اور جوتیوں پر مسح کی روایت شاذ ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۱۱۶، جلد ۱) مولوی عبدالستار دھلوی اور مولی محمد گوندلوی کے شاگرد اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کے استاد مولوی ابوالبرکات

احمد غیر مقلد فرماتے ہیں، کہ جرابوں پر مسح کرنے کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ علماء نے جرابوں پر مسح کرنے کو موزوں پر مسح کے ساتھ قیاس کیا ہے۔ (فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۱۸)

نیز فرماتے ہیں:...... ''احتیاطاً علماء نے جرابیں موٹی ہونے کی شرط لگائی ہے، یعنی صاحب عون المعبود اور تحفۃ الاحوذی وغیرہ کے مصنفین نے نیز امام احمدؒ سے بھی جرابیں موٹی ہونے کی شرط مروی ہے، امام ابو حنیفہؒ جرابوں پر مسح کے قائل نہیں ہیں لیکن ان کے شاگرد رشید امام محمدؒ نے جرابوں پر مسح کو جائز قرار دیا ہے، لیکن اس وقت جبکہ وہ موٹی ہوں۔''

(فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۱۸)

پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:...... ''اقرب الی الصواب یہی ہے کہ موٹی جرابوں پر مسح کیا جائے۔'' (فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۱۸) مولانا نے مسح والی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، البتہ قیاس کو صحیح قرا ہے اور حدیث کو اس کا موید قرار دیا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ:......

''امام ابن تیمیہ جرابوں کے موٹا ہونے کو اہمیت نہیں دیتے اور نہ شرط ہی لگاتے ہیں۔'' (فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۱۸) مولوی عبیداللہ مبارک پوری غیر مقلد فرماتے ہیں کہ:...... ''میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ جرابیں جب ایسی موٹی ہوں کہ بغیر (ربڑ یا دھاگے وغیرہ سے تاقل) باندھنے کے پنڈلی پر ٹھہری رہیں اور ان میں (مسلسل) چلنا ممکن ہو تو ان پر مسح جائز ہے کیونکہ وہ موزوں کے حکم میں ہیں اور اگر ایسے نہ ہوں تو ان پر میرے نزدیک مسح کے جائز ہونے میں تامل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کہ شک والی چیز کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کر جس میں شک نہ ہو۔'' (مرعاۃ المفاتیح، صفحہ ۵۸۲، جلد ۱) غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین صاحب اس سوال کے جواب میں کہ مروجہ اُونی اور سوتی جرابیں جو موٹی نہ ہوں اور منعل بھی نہ ہوں ان پر مسح جائز ہے یا نہیں، جبکہ اس کی حدیث ضعیف ہے اور ائمہ کرام نے ترمذی کی تصحیح کو قبول نہیں کیا، آیا ان جرابوں کو موزوں پر صرف پاؤں کے ساتر اور دفع حرج کی علت کی بنا پر قیاس کرنا درست ہے یا موٹے ہونے اور

عدمِ نفوذ ماء کی قید بھی بڑھانا ضروری ہے جیسا کہ ائمہ نے یہ قید لگائی ہے۔ مفصل فتویٰ صادر فرماتے ہیں جس کے چند اہم مقامات کا ترجمہ ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے جواز پر کوئی صحیح دلیل قائم نہیں ہے اور وہ تمام مستدلات جن سے قائلینِ جواز استدلال کرتے ہیں ان میں ظاہری خدشات ہیں اور ان کے مستدلات تین ہیں۔ (۱) حدیث مرفوع (۲) افعال صحابہ ؓ (۳) قیاس ...... حدیث مرفوع تو وہی ہے جس کو ترمذی وغیرہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے استدلال میں یہ خدشہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس سے استدلال جائز نہیں ہے۔ امام ابو داؤدؒ نے اس کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اس حدیث کو اس لئے بیان نہیں کرتے تھے کہ مغیرہ بن شعبہؓ کی معروف روایت موزوں پر مسح کی ہے اور یہ جرابوں پر مسح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح کیا اور یہ روایت نہ متصل ہے نہ قوی (انتہیٰ)۔

امام بیہقیؒ نے اپنی سنن میں فرمایا کہ ابو محمد یحییٰ بن منصور نے فرمایا کہ:...... "میں نے مسلم بن حجاج کو دیکھا کہ وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے اور فرمایا کہ (اس روایت کے راوی ناقل) ابو قیس اودی ہذیل بن شرحبیل اس جراب کے لفظ کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، خصوصاً ان کے ان جلیل القدر محدثین کی مخالفت کے ساتھ جنہوں نے اس حدیث کو حضرت مغیرہؓ سے موزوں پر مسح کا لفظ نقل کیا ہے اور فرمایا کہ ظاہر قرآنی کو ابو قیس اور ہذیل جیسے لوگوں کی وجہ سے نہیں چھوڑا جائے گا۔" یحییٰ بن منصور فرماتے ہیں کہ:...... "میں نے امام مسلمؒ کی اس حکایت کو ابوالعباس محمد بن عبدالرحمٰن الدغولی سے بیان کیا تو میں نے ان کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے علی بن محمد بن شیبان سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابو قدامہ سرخسی کو سنا وہ فرماتے تھے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے کہا کہ اگر تو مجھ سے ابو قیس کی حدیث ہذیل سے بیان کرے تو میں اس کو تجھ سے قبول نہیں کروں گا تو سفیان نے

کہا یہ حدیث ضعیف ہے، پھر امام بیہقیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے اپنی سند سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صرف ابو قیس اودی سے نقل کی جاتی ہے اور عبدالرحمٰن بن مہدی اس حدیث کی روایت کرنے پر انکار کرتے تھے اور انہوں نے اس کو منکر قرار دیا اور بیہقی نے علی بن المدینی سے سند کے ساتھ ذکر کیا کہ مسح کے بارہ میں مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت کو حضرت مغیرہؓ سے اہل مدینہ اور اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے روایت کیا ہے اور ہذیل بن شرحبیل نے حضرت مغیرہؓ سے اس روایت کو نقل کیا، مگر اس نے جرابوں پر مسح کا ذکر کیا۔ پس اس نے تمام لوگوں کی مخالفت کی اور بیہقیؒ نے یحییٰ بن معین سے بھی سند سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ سب لوگ اس روایت کو موزوں کے لفظ سے ذکر کرتے ہیں، سوائے ابو قیس کے اور بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں فرمایا کہ جوربین اور نعلین پر مسح کو ابوالقیس اودی نے ہذیل بن شرحبیل سے، انہوں نے حضرت مغیرہؓ سے نقل کیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوربین اور نعلین پر مسح کیا اور یہ حدیث منکر ہے، اس کو سفیان ثوریؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معین علی بن مدینیؒ اور مسلمؒ بن حجاج نے ضعیف قرار دیا ہے اور حضرت مغیرہؓ سے معروف موزوں پر مسح کی روایت ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ، صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴، جلد ۱)

اس کے بعد میاں صاحب ابن دقیق العید کے قول کہ:...... "ابو قیس کی روایت دوسری روایات کے معارض نہیں بلکہ اس نے ایک امرِ زائد کا ذکر کیا ہے جو دوسرے راویوں نے نہیں کیا۔" کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ماقبل سے تیرے لئے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ مسح کے بارہ میں مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث کو نقل کرنے والے تمام اہل مدینہ واہل کوفہ اور اہل بصرہ ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا سوائے ہذیل بن شرحبیل کے کہ جس نے جوربین اور نعلین کے الفاظ ذکر کئے ہیں تو اس نے تمام راویوں کی مخالفت کی ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس کی یہ روایت باقی راویوں کی روایت کے معارض اور منافی ہے کیونکہ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوربین اور نعلین پر مسح کیا نہ (کہ) موزوں پر اور باقی راویوں کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا نہ جوربین اور نعلین پر تو ابن دقیق العید کا یہ قول کیسے درست ہوگا کہ اس کی روایت جمہور کی روایت سے معارض ومخالف نہیں اور ابن دقیق العید کا یہ قول کہ یہ جمہور کی روایت کے معارض نہیں بلکہ یہ ان کی روایت پر زیادتی ہے تو یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ جمہور کی روایت میں موزوں پر مسح کا ذکر اور ہذیل نے اس لفظ (مسح علی الخفین) پر لفظ جوربین والنعلین زائد نہیں کیا اس کو اچھی طرح سمجھ۔ علاوہ اس بات کے کہ ہذیل بن شرحبیل کی روایت کو ضعیف قرار دینے پر سفیان ثوریؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، ابن معینؒ، احمد بن حنبلؒ، ابن مدینیؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، اور نسائی جیسے لوگ متفق ہیں تو ان جلیل القدر محدثین کے اتفاق کے بعد ابن دقیق العید کا قول کچھ نفع مند نہیں۔ بہرحال ترمذی کا اس حدیث کو حسن صحیح کہنا تو نووی نے بقول صاحب فتح القدیر فرمایا کہ ان جلیل القدر محدثین میں سے ہر ایک اگر اکیلا ہوتا تو امام ترمذیؒ پر مقدم تھا (چہ جائیکہ یہ سب اس کی تضعیف پر متفق ہیں) باوجود اس بات کے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ، صفحہ ۱۹۴، جلد ۱) اس کے بعد میاں صاحب یہ احتمال نقل کر کے کہ جورب کا معنی موزہ بھی ہے جیسا کہ شوکانیؒ، امیر یمانی اور طیبی کے اقوال سے ثابت ہے، فرماتے ہیں کہ ہمارا مقصود بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح نہیں کیا، پھر فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ جرابوں پر مسح کے بارہ میں حدیث مرفوع صحیح نہیں ہے تو جرابوں پر مسح جائز قرار دینے والوں کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ (ملخص فتاویٰ نذیریہ، صفحہ ۱۹۵، جلد ۱) پھر میاں صاحب نے علامہ طیبی اور خطابی کی یہ توجیہ نقل فرمائی ہے کہ یہ مسح منعل جرابوں پر تھا کیونکہ اگر صرف جرابوں اور چپلیوں پر علیحدہ علیحدہ مسح ثابت ہوتا تو لازم آتا کہ صرف چپلوں پر بھی مسح جائز ہوتا حالانکہ صرف چپلی پر مسح کے یہ لوگ بھی قائل نہیں جو صرف جرابوں پر مسح کے جواز کے قائل ہیں۔

اس کے بعد میاں صاحب نے یہ احتمال بھی ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قسم کی جراب پر مسح فرمایا اور کسی خاص قسم کی تعیین کی، اس لئے ضرورت ہے کہ یہ حدیث فعلی ہے اور اس میں عموم نہیں کہ ہر قسم اس میں داخل ہو، اگر یہ حدیث قولی ہوتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح کا حکم دیا ہوتا تو عموم مراد ہو سکتا تھا، تو اس صورت میں مجلد جراب مراد ہوگی جو موزہ کے حکم میں ہے اور اس پر یقیناً مسح جائز ہے کیونکہ جو موزے کے حکم میں نہیں اس پر مسح پر دل مطمئن نہیں اور فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:...... ''شک والی بات کو چھوڑ کر یقینی بات کو اختیار کرو۔''

اس کے بعد آثار صحابہ کرامؓ کا جواب دیتے ہوئے میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ان افعالِ صحابہؓ میں اجتہاد کی گنجائش ہے (تو یہ حکماً مرفوع نہیں ہوں گے) لہٰذا قابل استدلال نہیں ہیں...... پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ صحابہ کرامؓ نے کس قسم کی جرابوں پر مسح کیا تھا، کیونکہ راویوں نے یہ تو بیان کیا ہے کہ (بعض) صحابہ کرامؓ نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور اکثر روایتوں میں یہ وضاحت نہیں کہ وہ جرابیں کیسی تھیں اور یہ اصول معلوم ہے کہ فعل مثبت میں عموم نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ صحابہ کرامؓ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کے قائل تھے یا بعض قسموں پر قائل تھے اور بعض پر قائل نہیں تھے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ مسح جوربین مع النعلین پر تھا یا صرف جوربین پر۔ حضرت ابومسعود انصاری، حضرت علی اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جوربین مع النعلین پر مسح تھا۔ (تو یہ مسح محل نزاع سے خارج ہے) اور اس کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ جرابوں کو موزوں پر قیاس کرتے ہیں تو یہ بھی مخدوش ہے کیونکہ قیاس کی علت یہاں منصوص نہیں تو موزوں پر مسح کی علت یقیناً معلوم نہیں ہوگی کہ کیا ہے اور قیاس علت غیر منصوصہ سے محض ظنی ہوگا تو اس جیسے قیاس سے قرآن اور حدیث متواتر سے ثابت ہونے والا پاؤں کو دھونے والا حکم کیسے چھوڑا جائے گا۔ پھر فرماتے ہیں، حاصل یہ کہ سوال میں ذکر کی گئی مروجہ جرابوں پر مسح کے جواز کی دلیل نہ کتاب

اللہ سے، نہ سنّتِ رسول اللہ سے اور نہ اجماع سے اور نہ ہی قیاسِ صحیح سے ثابت ہے، جیسا کہ تجھے معلوم ہو چکا اور کتاب اللہ سے پاؤں کا دھونا ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی رخصت دی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جرابوں پر مسح کی رخصت ثابت نہیں تو ان جرابوں پر مسح کیسے جائز ہوگا۔ (ملخص فتاویٰ نذیریہ، صفحہ ۱۹۵ تا ۱۹۷)

نوٹ:...... یہ فتویٰ عبدالرحمن مبارکپوری کا تحریر کردہ اور میاں نذیر حسین صاحب کا مصدقہ ہے۔ ان اکابرین غیر مقلدین کے فتاویٰ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آج کل کے غیر مقلدین مروجہ جرابوں پر مسح کر کے صرف قرآن و سنّت کے منکر نہیں بلکہ اپنے اکابر کے مسلک سے بھی غداری کر رہے ہیں اور ان کے پاس دلیل صرف قیاس غیر صحیح ہے۔ اب افسوس یہ ہے کہ جو لوگ دن رات قیاس کی تردید کرتے ہیں اور عوام کو یہ ذہن دے رہے ہیں کہ مقلدین ائمہ کے قیاس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور ہم صرف قرآن و سنّت کو مانتے ہیں تو یہ بات واضح ہوگئی کہ زبان پر ہی قرآن و حدیث کے الفاظ ہیں اور وہ بھی صرف عوام کو دھوکا دینے کے لئے ورنہ یہ بات مسلّم ہے کہ اگر دعویٰ خاص ہو تو دلیل بھی خاص ہونی چاہئے۔ جب اختلاف باریک جرابوں میں ہے تو باریک کا لفظ کسی روایت میں نہ ملے تو دعویٰ ثابت نہیں ہوتا اور یہ بات بہت سے مقامات پر یہ حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً دُعا بعد الجنازہ کے قائلین دُعا کے بارہ میں جتنی عمومی آیات و احادیث ہیں ان سے اپنے مدعا پر استدلال کرتے ہیں مگر غیر مقلدین بھی اس کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ دعویٰ خاص کے لئے دلیل خاص ہونی چاہئے۔ دلیل عام اس جگہ کام نہیں دے گی، اسی طرح اذان سے قبل درود کے اثبات میں اہل بدعت تمام درود پاک کے متعلق آیات و احادیث دلائل میں تحریر کر دیتے ہیں جن میں اذان کا کہیں نام و نشان نہیں ہوتا، مگر تمام غیر مقلدین اس عام استدلال کو جائز قرار نہیں دیتے۔

اسی طرح قبر پر اذان کا جواز دعویٰ خاص ہے جب تک دلیل خاص نہیں ہوگی اس وقت تک عمومی فضائلِ اذان کی روایات غیر مقلدین زمانہ کے نزدیک بھی قابلِ استدلال

نہیں ہوں گی، اگر کوئی نمازِ جنازہ اور عیدین کی نماز سے قبل عمومی فضائلِ اذان کی روایت پیش کر کے ان مقامات میں اذان کے جواز کا دعویٰ کر دے تو بالاتفاق یہ استدلال مردود ہوگا، بالکل اسی طرح مطلق جورب کے لفظ سے دورِ حاضر کی باریک جرابوں پر استدلال قطعاً درست نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ:...... دورِ حاضر کی رقیق جرابوں کو مطلق جوربین کے مفہوم میں نہ اللہ تعالیٰ نے داخل کیا، نہ اللہ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے، نہ ان کے شاگرد ہذیل بن شرحبیلؒ نے، نہ ان کے شاگرد ابو قیسؒ نے، نہ ان کے شاگرد سفیانؒ نے، نہ ان کے شاگرد وکیعؒ نے، نہ ان کے شاگرد محمود بن غیلانؒ اور قتادہؒ نے، نہ ان کے شاگرد رشید امام ترمذیؒ نے، بلکہ امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں ثخینین (موٹی) کی قید ذکر کر کے باریک جرابوں کی تردید فرما دی۔ چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اسحٰقؒ اس حدیث کے موافق فرماتے ہیں کہ جرابیں جب موٹی ہوں تو ان پر مسح کیا جائے گا اگرچہ وہ مجلد یا منعل نہ ہوں تو موٹی کی قید سے انہوں نے بھی موجودہ جرابوں کو اس حکم سے نکال دیا۔

اسی طرح جتنے صحابہ کرامؓ کے نام اس سلسلہ میں ذکر کئے جاتے ہیں ان میں سے کسی نے بھی دقیق جرابوں کو ان میں داخل نہیں کیا۔ چودہ سو سال کے عرصہ میں آٹھویں صدی ہجری کے ابن تیمیہ کے علاوہ کسی اور شخص کا نام نہیں ملتا، ان کے مسلک کو قرآن و سنّت کے نام سے پھیلا کر موجودہ جرابوں پر مسح کروایا جاتا ہے اور عوام کی نمازوں کو ضائع کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ:...... ان جرابوں پر مسح کرنے سے نہ وضو ہوگا، نہ نماز ہوگی، اگر ان جرابوں پر مسح کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ بھی نہیں ہوگی۔ زندگی میں ایسی پڑھی ہوئی نمازوں کو لوٹانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فہمِ اسلاف کے مطابق قرآن و سنّت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور فہمِ سفہاء سے عقائد و اعمال کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قلّتِ منام بصورتِ قیامِ رمضان

برادرانِ اسلام پر یہ بات واضح ہے کہ رمضان المبارک گناہوں کو جلا کر ختم کر دینے والا مہینہ ہے، کیونکہ اصلاحِ نفس کے تمام مجاہدات (قلتِ طعام، قلتِ منام، قلتِ کلام، قلب اختلاط مع الانام یعنی تھوڑا کھانا، تھوڑا سونا، تھوڑا بولنا، لوگوں سے میل جول کم رکھنا) کی اس مبارک مہینہ میں مشق کرائی جاتی ہے۔ کم سونے سے نفس کی اصلاح مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض غیر مسلم اس مجاہدہ کے لئے نمک کی سلائیاں آنکھ میں لگاتے ہیں تاکہ نیند ختم ہو جائے۔ بعض ہندو اپنی چوٹی کو رسی کے ساتھ باندھ کر رسی کو چھت سے باندھ لیتے ہیں تاکہ نیند کا جھٹکا لگتے ہی آنکھ کھل جائے، لیکن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام مشقتوں سے بچا کر تھوڑا سا مجاہدہ کرایا کہ عشاء کے بعد اپنی عبادت یعنی تراویح میں لگا دیا اور سحری کے وقت کھانا کھانے کے لئے رات کے آخر سے بھی کچھ نیند کی کمی کر دی۔ یہ مجاہدہ اگرچہ معمولی ہے لیکن سنّتِ نبویہ ﷺ کے عین مطابق ہے، اس لئے مسلمان کو اس میں وہ اجر ملتا ہے جو غیر مسلم کو کثیر مشقت پر بھی نہیں ملتا۔

معنیٰ تراویح:...... تراویح "ترویحہ" کی جمع ہے جس کا معنی آرام پہنچانا ہے اور شرعی اصطلاح میں رمضان کی اس خاص سنّت موکدہ نماز کو تراویح کہا جاتا ہے جو عشاء کے بعد سے فجر تک پڑھی جا سکتی ہے۔ عام معمول عشاء کے متصل بعد پڑھنے کا ہے۔

معنی لغوی سے مناسبت:...... اس نماز کو تراویح اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نماز کی ہر چار رکعت پر نفس کو راحت پہنچانا مستحب ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت

ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو چار رکعت پڑھتے، پھر کچھ دیر آرام کرتے تو بہت دیر تک ایسے نماز پڑھتے یہاں تک کہ مجھے ان پر رحم آتا تو میں عرض کرتی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف فرما دی ہیں (تو اتنی مشقت کیوں؟) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (بیہقی صفحہ ۴۹۷، جلد ۲) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں ثم یتروّح کے الفاظ امام کے راحت اور آرام پر دلالت کرتے ہیں جو (چار رکعت کے بعد) تراویح میں راحت آرام کی اصل ہے۔ (حوالہ بالا) امام بیہقیؒ نے اس روایت کے راوی مغیرہ بن زیاد پر یہاں قوی نہ ہونے کا اور باب خل الخمر میں صاحب مناکیر کا حکم لگایا ہے، مگر علامہ ماردینی متوفی ۷۴۵ھ نے ناقدانہ انداز میں فرمایا کہ ابن حبان اور ان کے علاوہ ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے جس کو بیہقیؒ نے ذکر نہیں فرمایا۔ (الجوہر النقی مع البیہقی، صفحہ ۴۹۷، جلد ۲) مقصد یہ ہے کہ یہ حسن درجہ سے کم درجہ کا راوی نہیں ہے بلکہ تلقی بالقبول کی وجہ سے یہ روایت درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے۔

فائدہ:...... امام بیہقیؒ نے اس روایت سے قبل زید بن وہب کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ:...... كان عمر بن الخطابؓ يروحنافي رمضان يعني بين الترويحتين قدر ما يذهب الرجل من المسجد الى سلع یعنی حضرت عمر بن الخطابؓ رمضان میں ہمیں دو ترویحوں کے درمیان اتنی دیر راحت کا موقع دیتے تھے کہ جتنی دیر میں آدمی مسجد نبوی سے سلع نامی پہاڑی تک جا سکے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی صفحہ ۴۹۷، جلد ۲) اسی طرح ابو الحسناء کی روایت میں پانچ ترویحوں کا ذکر حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ (بیہقی صفحہ ۴۹۷، جلد ۲) نیز خلف ربیع سے نقل کرتے ہیں کہ ابو البختری پانچ ترویحے پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۳، جلد ۲) اور سعید بن جبیر کی روایت میں (فرض سمیت) چھ ترویحوں کا ذکر ہے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۳، جلد ۲)...... اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کے ہم معنی اور ہم مادہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے زمانے میں بھی استعمال ہوتے رہے ہیں۔

تعداد رکعات تراویح:...... آج کل یہ مسئلہ نااہلوں کے ہاتھ آنے کی وجہ سے محل نزاع بنا ہوا ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے چند تمہیدی باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

۱:...... دنیا میں شاذ اور متروک اقوال ملتے ہیں مگر تمام اہل فن معروف اور غیر متروک اقوال کو لیتے اور اس کے مدمقابل کو ترک کر دیتے ہیں۔ مثلاً متواتر آیات کے مقابلہ میں شاذ قراءتوں کو نہ قبول کیا جاتا ہے نہ ان کو نماز میں پڑھنا درست ہے۔ اگر کوئی سند صحیح سے بھی شاذ قراءۃ کو بیان کرے تو وہ قابل قبول نہ ہوگی، اسی طرح خبر متواتر یا مشہور یا خبر واحد صحیح کے مقابلہ میں شاذ روایات بالاتفاق متروک ہوتی ہیں شاذ روایات کو متواتر روایات کے مقابلہ میں عوام میں پھیلانا خدمت دین نہیں بلکہ دین کی تباہی کی ایک صورت ہے۔ اسی طرح فقہ کے مفتیٰ بہ اقوال کے مقابلہ میں غیر مفتیٰ بہ اقوال کو عوام میں پھیلانا فقہ کی خدمت نہیں بلکہ اس فن کی تباہی ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس علم صرف، علم نحو، علم طب، علم اصول حدیث، علم اصول تفسیر وغیرہ سب علوم میں معروف مسائل کے مقابلہ میں غیر معروف مسائل کو عوام میں پھیلانا ان علوم کی خدمت نہیں بلکہ ان کی تباہی کا ذریعہ بنے گا۔

۲:...... اسی طرح ہمیشہ محکم کو مؤول پر ترجیح ہوتی ہے مؤول کو محکم کے مقابلہ میں ذکر کرنا عقل اور نقل کے خلاف ہے۔

۳:...... جب تک دلائل میں تطبیق ممکن ہو تو ان میں تعارض والا معنی پیدا کرنا درست نہیں مگر آج کل ہر باطل فرقہ ان اصولوں کو نظر انداز کر کے عوام کو گمراہ کرتا ہے۔ تعداد رکعات تراویح میں بھی آج کل شہرت یافتہ روایات کو چھوڑ کر غیر شہرت یافتہ اور محکم کے مقابلہ میں غیر محکم روایات کو پیش کیا جاتا ہے اور مختلف روایات میں تطبیق کی بجائے تعارض پیدا کرنے کی کوشش

کی جاتی ہے۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:...... حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:...... ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر یعنی یہ یقینی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۴، جلد ۲) اس حدیث پر صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اجماع ہو گیا ہے اس لئے تلقی امت بالقبول کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ صحت کے درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ قاضی ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے تراویح کے بارہ میں اور حضرت عمرؓ کے عمل کے بارہ میں پوچھا تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو اپنی طرف سے نہیں گھڑ لیا اور وہ اس میں بدعت سیۂ کے مرتکب نہیں اور انہوں نے اس کا حکم کسی ایسی دلیل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی وجہ سے دیا ہوگا جو اُن کے پاس تھا۔ (رد المحتار صفحہ ۴۳، جلد ۲)...... فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ قاضی ابو یوسفؒ نے بیس رکعت کے بارہ میں سوال کیا تھا تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ عمرؓ بدعتی نہیں تھے۔ (فیض الباری، صفحہ ۴۲۰، جلد ۲)...... علامہ اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ فرماتے ہیں کہ ہماری (بیس رکعت کی) دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور اس کے بعد تین وتر پڑھتے تھے۔ (قاضی خان، صفحہ ۲۳۴، جلد ۱، برحاشیہ عالمگیری)...... معلوم ہوا کہ چھٹی صدی کے اخیر تک اس روایت سے استدلال کیا جاتا تھا اور فقیہ کا کسی حدیث سے استدلال اس حدیث کی تصحیح شمار کی جاتی ہے۔ علامہ ظفر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ جب مجتہد کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ اس حدیث کی تصحیح ہوتی ہے جیسا کہ ابن ہمامؒ کی التحریر وغیرہ میں ہے۔ (شامی، صفحہ ۵۷، جلد ۴) اور تدریب الراوی میں ہے کہ ابوالحسن ابن انحصار نے تقریب المدارک

علی موطا مالک میں فرمایا ہے کہ فقیہ کبھی حدیث کی صحت ایسے معلوم کرتا ہے کہ اس کی سند میں کوئی کذب نہ ہو اور وہ کتاب اللہ کی آیت یا بعض اصول شرعیہ کے موافق ہو تو یہ بات اس کو اس حدیث کے قبول اور اس پر عمل کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے۔ (مقدمہ اعلاء السنن، صفحہ ۱۵) قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ آیت استخلاف میں بھی یہی فرماتے ہیں کہ:.......
ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم "یعنی جما دے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا اُن کے واسطے۔" (سورہ نور: ۵۳) صلاح الدین یوسف بھی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ بات ضرور ہے کہ عہد خلافتِ راشدہ اور عہد خیر القرون میں اس وعدہ الٰہی کا ظہور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دین کا غلبہ عطا فرمایا، اپنے پسندیدہ دین اسلام کو عروج دیا۔ (توضیح البیان، شائع کردہ شاہ فہد، صفحہ ۹۸۷)...... حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں یہ بھی اہل فہم وانصاف پر روشن ہو گیا کہ ان (خلفاء راشدین) کے زمانے میں ان کے ہاتھوں سے جو کچھ دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اس نے رواج پایا جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو فدک کا نہ دینا اور حضرت عمرؓ کا متعہ سے منع کرنا اور تراویح کی تاکید اور حضرت عثمانؓ کا جمعہ میں ایک اذان کا بڑھا دینا وہ سب منجملہ دین پسندیدہ اور مصداق مضمون "ارتضیٰ لھم" ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اس زمانہ میں جس مسئلہ پر ان کی وجہ سے اجماع اور اتفاق ہو گیا وہ لاریب حق وصواب ہے۔ (ہدیۃ الشیعہ، صفحہ ۶۹)

معلوم ہوا کہ وعدہ قرآن بھی اس روایت کے مطابق پورا ہوا کہ خلافت راشدہ کے دور میں بیس رکعت کو تمکین اور استقرار نصیب ہوا۔ لہٰذا اس قرآنی پیشین گوئی سے اس روایت کا صحیح ہونا نصف النہار کے سورج کی طرح آشکار ہو گیا اور معلوم ہوا کہ رضائے خداوندی کا محل یہی بیس والی روایت ہے اور "رضائے خدا" ہی "رضائے مصطفیٰ" ہے۔ اب اس کے خلاف ہزار روایات بھی اگر کوئی پیش کرے جن کو تمکین نصیب نہیں ہوئی تو ان کا پیش کرنا

فضول ہے۔ ہمارا فریق مخالف سے مطالبہ ہے کہ کوئی ایسی ایک روایت پیش کریں جو اس کے خلاف ہو اور خلافت راشدہ میں اس پر استقرار ہو؟

تضعیف محدثین:...... آج کل محدثین اور بعض علماء کی فہرست تیار کر کے عوام کے سامنے پیش کی جاتی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ **سوال یہ ہے** کہ جب ان محدثین نے ضعیف کہنے کے باوجود عمل اسی حدیث پر کیا ہے اور ساری زندگی بیس رکعات پڑھی ہیں تو اسے ضعیف کہنے کا کیا فائدہ؟

تنبیہ:...... ترمذی شریف کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ امام ترمذیؒ بہت سی احادیث پر ضعف کا حکم لگا کر فرماتے ہیں کہ عمل اہل علم کے نزدیک اسی حدیث پر ہے جس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات ایک روایت کا ضعف خارجی قرائن کی وجہ سے دور ہو جاتا ہے۔ مثلاً قرآن کی موافقت اور عمل تواتر جس کو تلقی بالقبول کہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:...... یحکم للحدیث بالصحۃ اذا تلقاہ الناس بالقبول وان لم یکن لہ اسناد صحیح (تدریب الراوی، صفحہ ۲۹) "یعنی جب کسی حدیث کو لوگ قبول کر لیں تو اس کی صحت کا حکم لگا دیا جاتا ہے اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔" مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:...... والقبول تارۃً یکون بالقول وتارۃً بالعمل علیہ ولذا قال المحقق فی الفتح وقول الترمذی العمل علیہ عند اھل العلم یقتضی قوۃ اصلہ وان ضعف خصوص ھذا الطریق (جلد ۱، صفحہ ۱۸۸) یعنی حدیث کا قبول کرنا کبھی قولاً ہوتا ہے کبھی عملاً اس طرح کہ اس پر امت کا عمل شروع ہو جائے۔ اسی وجہ سے محقق ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ترمذی کا یہ کہنا کہ اہل علم کے نزدیک عمل اس حدیث پر ہے یہ اصل حدیث کی قوت کا تقاضا کرتا ہے اگرچہ یہ خاص سند ضعیف ہو۔ (مقدمہ اعلاء السنن، صفحہ ۱۵)...... نیز مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ سیوطیؒ نے

تعقبات میں ایک حدیث کے بارہ میں فرمایا کہ ترمذیؒ نے اس کو ذکر کیا ہے اور حسینؒ نے کہا کہ امام احمدؒ وغیرہ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے اور عمل اہل علم کے نزدیک اس حدیث پر ہے تو امام ترمذیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ حدیث اہل علم کے قول کی وجہ سے قوی ہوگئی ہے اور بہت سے لوگوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اہل علم کا اس حدیث کے مضمون کا قائل ہونا بھی ہے، اگرچہ اس کی سند جیسی سند پر اعتماد نہ کیا جاتا ہو۔ (صفحہ ۱۲) اور اسی (تعقبات) میں ہے کہ امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ ابن مبارکؒ وغیرہ کی رائے صلوۃ التسبیح کی ہے، انہوں نے اس کی فضیلت بیان کی ہے اور علامہ بیہقیؒ نے فرمایا کہ عبداللہ بن مبارک صلوۃ التسبیح پڑھتے تھے اور اس کو بعض صلحاء نے بعض صلحاء سے لیا ہے اور اس میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔ (صفحہ ۱۳) بلکہ حدیث کو جب امت قبول کرلے تو وہ ہمارے نزدیک متواتر کے ہم معنی ہوجاتی ہے۔ علامہ جصاصؒ نے احکام القرآن (صفحہ ۲۸۶، جلد۱) میں فرمایا ہے:...... وقد استعملت الامة هذين الحديثين وان كان وروده من طريق الآحاد فصار فى حيز المتواتر لان ماتلقاه الناس بالقبول من اخبار الآحاد فهو عندنا فى معنى المتواتر یعنی امت نے ان دونوں حدیثوں پر (نقصان عدت میں) عمل کیا ہے اگرچہ ان کا ورود خبر واحد کے طریقہ پر ہے لیکن یہ متواتر کی جگہ ہیں کیونکہ جس خبر واحد کو امت قبول کرلے وہ ہمارے نزدیک متواتر کے معنی میں ہوجاتی ہے۔

(مقدمہ اعلاء السنن، صفحہ ۱۵، جلد ۱۹)

فائدہ:...... حدیث کی تصحیح وتضعیف کے تفصیلی اصول نہ قرآن پاک میں ہیں نہ حدیث پاک میں بلکہ مجتہدین کے اجتہاد پر مبنی ہیں، اگر کسی حدیث پر تمام امت کے فقہاء عمل شروع کردیں تو وہ اجماع والی دلیل سے صحیح ہوگی اور اگر تمام فقہاء اس کو ترک کردیں تو وہ بالاجماع ضعیف ہوگی اور اگر بعض عمل کریں اور بعض ترک کریں تو اس کی تصحیح وتضعیف

اجتہادی ہوگی۔ ہر مقلد اپنے امام کے قول کا مکلف ہوگا، دوسرے امام کا قول اس کے لئے حجت نہیں ہوگا چہ جائیکہ کسی مقلد کا شاذ قول اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

حقیقت جرح:...... اس روایت پر جرح ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ واسطی کی وجہ سے کی جاتی ہے اور جرح اصولاً یا تو حافظہ پر ہوتی ہے یا عدالت پر۔ اس کے حافظہ کے بارہ میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:..... ابراهيم بن عثمان العبسى بالموحدة الحافظ (فتح الباری، صفحہ ۹۶، جلد ۸) اور اس کی عدالت کے بارہ میں شعبہ متوفی ۱۶۰ھ فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ بولا کرتا تھا لیکن علامہ ذہبی نے مفسر جرح ذکر کرکے اس کو رد کردیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ شعبہ نے اس کی اس لئے تکذیب کی ہے کہ اس نے حکمؒ سے اور انہوں نے ابن ابی لیلی سے نقل کیا کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ شریک ہوئے تھے تو شعبہ نے کہا اللہ کی قسم! اس نے جھوٹ بولا ہے۔ واللہ! میں نے حکم سے مذاکرہ کیا تو ہم نے صفین میں سوائے حضرت خزیمہؓ کے کسی بدری کو نہیں پایا۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! شعبہ نے عجیب بات کہی ہے۔ کیا صفین میں حضرت علیؓ نہ تھے، کیا حضرت عمارؓ صفین میں نہیں تھے؟ (میزان الاعتدال، صفحہ ۴۷، جلد۱) نیز حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ شعبہ باوجود ابراہیم سے بڑا ہونے کے ابراہیم سے روایت لیتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، صفحہ ۱۴۴، جلد ۱) جب خود ان سے روایت لیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ انہوں نے جرح سے رجوع کرلیا تھا۔ ویسے مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے پہلے طبقہ کے متشددین میں شعبہ کو شمار کیا ہے۔ (دیکھئے الرفع والتکمیل، صفحہ ۳۰۶) تو جب شعبہ متشدد ہیں تو ان کی جرح اصول کے مطابق معتبر ہی نہیں۔ پھر ذہبیؒ کے ذکر کردہ الفاظ میں غور کیا جائے تو ابراہیم بن عثمان حکم کے واسطہ سے ابن ابی لیلی کا قول ستر بدریوں کے صفین میں شریک ہونے کا نقل کرتا ہے اور شعبہ حکم سے اپنے مذاکرہ کا ذکر کرتا ہے تو اس میں ابراہیم بن عثمان کی تکذیب کا کوئی پہلو نہیں کیونکہ حکم نے ابراہیم سے ابن ابی لیلیٰ کا قول ذکر کیا اور شعبہ کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کردیا۔ اس میں کوئی تضاد نہیں

کہ ابراہیم کی تکذیب کی جائے۔ ہاں اگر حکم یہ کہتے کہ میں نے ابراہیم سے ستر بدریوں کی شرکت والا قول ذکر نہیں کیا تو بات قابل غور تھی مگر اس صورت میں بھی احتمال رہتا ہے کہ بعض اوقات استاذ شاگرد سے ایک بات بیان کر کے اس کو بھول جاتا ہے اور شاگرد کو وہ بات یاد رہتی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:...... ان نسیان الراوی للحدیث الذی رواہ لایقدح فی صحته عند جماهیر العلماء بل یجب العمل به یعنی راوی کا ایک روایت کو نقل کر کے بھول جانا اس روایت کی صحت میں عند الجمہور قادح نہیں بلکہ اس پر عمل واجب ہے۔

(نووی بر مسلم، صفحہ ۲۳۰، جلد ۲)

حاصل یہ کہ:...... ابراہیم پر صرف شعبہ کی جرح مفسر تھی تمام جارحین شعبہ کے تابع ہیں اور وہ جرح ختم ہوگئی۔ تو معلوم ہوا کہ بیس رکعات تراویح سنّت مؤکدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم نصیب فرما کر "سنّت" پر تاحیات عمل کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین!

نمازِ تراویح اور غیر مقلدین

برادرانِ اسلام! اللہ رب العزت نے جس طرح جسمانی اور مادی چیزوں کے موسم رکھے ہیں، موسم میں ہر ایک چیز سستی اور آسانی سے مل جاتی ہے اسی طرح روحانی موسم بھی رکھے ہیں جن میں روحانی اور ایمانی جلاء سستی اور آسانی سے مل جاتی ہے۔ انہی روحانی موسموں میں ایک موسم رمضان المبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر دیتے ہیں۔ (کنز العمال، صفحہ ۲۲ جلد ۸) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں بہ نسبت غیر رمضان کے بڑھ جاتی تھی۔ (بیہقی) نیز فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک میں آپ ﷺ خود کمر بستہ ہو جاتے، جب تک رمضان گزر نہ جاتا آپ بستر پر نہ آتے۔ (شعب الایمان بیہقی) ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان کی نماز غیر رمضان سے بڑھ جاتی تھی۔

تعداد تراویح

۱:...... حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۴ جلد ۲) یہ حدیث تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح ہے۔

۲:...... حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات رمضان میں نکلے پھر لوگوں کو چوبیس رکعت (مع ۴ فرض) پڑھائیں اور تین وتر پڑھے۔ (تاریخ

رکعت پڑھتے پایا ہے۔(ابن ابی شیبہ،صفحہ ۳۹۳ جلد ۲)

۱۹:...... حضرت ابراہیم نخعیؒ متوفی ۹۶ھ فرماتے ہیں کہ میں نے تمام لوگوں (صحابہ و تابعین) کو رمضان میں بیس تراویح پڑھتے پایا ہے۔(کتاب الآثار لابی یوسف،صفحہ ۴۱)

۲۰:...... شتیر بن شکل جو حضرت علیؓ کے شاگرد تھے،لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔اس سند میں عظیم قوت ہے۔(بیہقی سنن کبریٰ،صفحہ ۴۹۶)

۲۱:...... حضرت ابوالبختری (متوفی ۸۳ھ یہ بھی حضرت علیؓ کے شاگرد ہیں) پانچ ترویحے (۲۰ رکعت) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔(ابن ابی شیبہ،صفحہ ۳۹۳ جلد ۲)

۲۲:...... ابوالخصیب فرماتے ہیں کہ سوید بن غفلہ (متوفی ۸۰ھ) ہمیں رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔(بیہقی،صفحہ ۴۹۶ جلد ۲)

۲۳:...... نافع بن عمر فرماتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ (متوفی ۱۱۷ھ) ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔(ابن ابی شیبہ،صفحہ ۳۹۳ جلد ۲)

۲۴:...... سعید بن عبید فرماتے ہیں کہ علی بن ربیعہ لوگوں کو رمضان میں پانچ ترویحے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔(ابن ابی شیبہ،صفحہ ۳۹۳ جلد ۲)

۲۵،۲۶،۲۷:...... عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور سعید بن ابی الحسن اور عمران العبدی (یہ تینوں حضرت علیؓ کے شاگرد ہیں) جامع مسجد (بصرہ) میں پانچ ترویحے پڑھاتے تھے۔

(قیام اللیل مروزی،صفحہ ۱۵۸)

۲۸:...... محدث ابواسحٰق فرماتے ہیں کہ حضرت حارث رمضان میں رات کے وقت لوگوں کو بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے تھے۔(ابن ابی شیبہ،صفحہ ۳۹۳ جلد ۲)

۲۹،۳۰:...... امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے تمام متون میں بیس رکعت تراویح کو سنت کہا گیا ہے۔اسی طرح امام مالکؒ کے ہاں بیس تراویح ۱۶ نفل کل ۳۶ رکعات ہیں۔

خلاصہ کلام!

یہ ہے کہ صحابہ،تابعین اور تبع تابعین کے دور میں کوئی شخص بیس رکعت سے کم کا قائل نہیں تھا۔امام مالکؒ سے ۳۶،۳۹ یا اکتالیس کی روایات منقول ہیں،مگر ان میں بھی اصل تراویح بیس ہی رہی ہے کیونکہ اہل مکہ ہر چار رکعت پر ایک طواف کر لیتے تھے۔اہل مدینہ اس فضیلت سے محروم تھے تو انہوں نے ہر چار رکعت کے بعد چار نفل شروع کر دیئے تو (۲۰+۱۶=۳۶) رکعت ہوئیں اور بعض نے تین وتروں کو ملا کر ۳۹ رکعت کا ذکر کر دیا اور بعض نے وتر کے بعد کے دو نفل ملا کر ۴۱ رکعت کا ذکر کر دیا۔اسی کی طرف بدایۃ المجتہدین میں ابن رشد مالکیؒ نے اشارہ کیا ہے۔امام شافعیؒ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے مکہ میں بیس تراویح کی جماعت دیکھتا ہوں اور یہی مجھے محبوب تر ہیں۔(قیام اللیل،صفحہ ۱۵۹) اور امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک بھی المغنی میں بیس تراویح کا نقل کیا ہے۔(صفحہ ۸۰۳،جلد ۱)...... اس کے بعد ائمہ اربعہ کا مسلک پورے عالم میں پھیل گیا اور مشرق و مغرب میں بیس رکعت پڑھی پڑھائی جاتی رہیں۔ان کو کسی نے بدعت نہیں کہا یہاں تک کہ ۱۲۹۰ھ میں ہندوستان میں انگریز کے خلاف جہاد کی حرمت کا رسالہ الاقتصاد لکھ کر انعام میں جاگیر اور اپنی جماعت کے لئے ''اہل حدیث'' کا نام الاٹ کرانے والے محمد حسین بٹالوی نے یہ فتویٰ دیا کہ بیس رکعت تراویح کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور حضرت عمرؓ کا اور دیگر صحابہؓ کا بیس کا عمل بھی ضعیف حدیثوں پر مبنی ہے۔جس نے بیس رکعت پڑھی اس کی گیارہ رکعت مسنون اسی طرح نہیں ہوئیں جیسے مغرب چار رکعت پڑھنے والے کی تین رکعت ادا نہیں ہوتیں،کیونکہ نماز میں خاص ہیئت اور صورت کو دخل ہے۔(ملخص فتویٰ مولوی محمد حسین مندرجہ رسالہ تراویح،صفحہ ۲۱) اس کی تردید میں میاں نذیر حسین کے شاگرد مولوی غلام رسول قلعہ میاں سنگھ والے غیر مقلد نے ''ینابیع'' نامی رسالہ تحریر کیا اور لکھا کہ محمد حسین نے ابن ابی شیبہ

کی حدیث کو ضعیف مانا ہے اور موضوع نہیں کہا اور حدیث ضعیف پر فضائل میں عمل کا جائز ہونا ائمہ اسلام کا اتفاقی مسئلہ ہے بلکہ حدیث ضعیف ''تعدد طرق'' سے درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

''لمعات'' میں ہے کہ جب حدیث ضعیف تعدد طرق کی وجہ سے ''حسن'' کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے وہ بھی قابل استدلال ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے، نہ اس کے علاوہ اس سے مراد مفرد حدیث ضعیف ہے نہ طرق متعددہ کے مجموعہ والی کیونکہ وہ تعدد طرق کی وجہ سے حسن ہے نہ ضعیف، اس بات کی ائمہ نے تصریح کی ہے۔ (ینابیع مترجم، صفحہ ۲۴، ۲۵) اور آگے فرماتے ہیں کہ ان احادیث کی حالت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی دوسری فعلی احادیث صحیحہ سے انہوں نے قوت حاصل کر لی ہے۔ (ایضا)

محمد حسین بٹالوی نے کہا تھا کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل وقول کی محبت ہو گی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر چلے گا اور جس کو اپنے بزرگوں اور مشائخوں کی زیادہ محبت ہو گی وہ اپنے بزرگوں کے قول وفعل پر چلے گا۔ (ینابیع، صفحہ ۲۶، ۲۷)

جواب میں مولوی غلام رسول لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ:...... ''تم میں سے ہر گز کوئی مومن نہیں ہو گا یہاں تک کہ میں اس کو اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں'' کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ محبت کی علامت یہی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلفائے راشدینؓ کی بھی اتباع کریں اور سنت خلفاء کو مضبوطی سے اور ڈاڑھوں سے پکڑنے والی حدیث نبوی کو ہم اپنا نصب العین بنائیں۔ (ینابیع، صفحہ ۲۷)

اور پھر فرماتے ہیں کہ ہمارا مستدل اس بارہ میں اولاً احادیث نبویہ اور ثانیاً صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا فعل ہے اور حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک مسلمانوں کے سواد اعظم کا مشرق ومغرب میں عمل یہی ہے کہ وہ ۲۳ رکعت پڑھتے ہیں بخلاف

اس غالی مفتی کے جو اس کو بدعت اور خلاف سنت کہتا ہے اور شرعی حد سے تجاوز والا راستہ اختیار کرتا ہے۔ (ینابیع، صفحہ ۲۸)

مسلک غیر مقلدین:

عام آدمی اس بارہ میں یہ سمجھتے ہیں کہ غیر مقلدین نفس تراویح کے قائل ہیں، جھگڑا صرف آٹھ یا بیس رکعت کا ہے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ غیر مقلدین زمانہ حال تراویح کے مستقل نماز ماننے کے قائل نہیں۔ چنانچہ صادق سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:...... نماز تراویح اور تہجد (رات کی نماز) دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، رات کی نماز غیر رمضان میں جب سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے تو تہجد کہلاتی اور اگر رمضان میں سونے سے قبل عشاء کے ساتھ پڑھ لی جائے تو اس کو تراویح کہتے ہیں۔ رمضان شریف میں روزہ کے سبب چنانچہ طبائع ضعیف اور مضمحل سی ہو جاتی ہیں اور افطاری اور سیری کے بعد سونے اور پھر آدھی رات گئے بیدار ہو کر تہجد کے لئے طویل قیام کرنا بہت مشکل ہے اس لئے نبی رحمت ﷺ نے رات کی نماز (تہجد) کو رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ ہی پڑھ کر لوگوں کے لئے سہولت اور آسانی پیدا کی تا کہ وہ تراویح کے بعد پوری طرح آرام کی نیند سوئیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر سحری کھا کر روزہ کے لئے تازہ دم ہو جائیں۔ (صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۳۷۸)

یہی وجہ ہے کہ مسئلہ تراویح پر یہ لوگ حضرت عائشہؓ کی تہجد والی حدیث جو پورے سال کی نماز تہجد سے متعلق ہے استدلال میں پیش کرتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رمضان المبارک میں تہجد کے بعد تراویح پڑھنا درست نہیں حالانکہ تہجد اور تراویح میں کئی طرح سے فرق ہے:

۱:...... تہجد کا ذکر قرآن میں ہے، تراویح کا صرف حدیث پاک میں ہے۔

۲:...... تہجد سارے سال کی نماز ہے، تراویح رمضان کے ساتھ خاص ہے۔

۳:...... تہجد کا اصل وقت آخر رات ہے، تراویح کا اصل وقت عشاء کے متصل ہے۔

۴:...... تراویح میں جماعت بالاتفاق مسنون ہے، تہجد میں جماعت نہیں۔

۵:...... تراویح میں ختم قرآن سنت ہے نہ تہجد میں۔

۶:...... تراویح کی تین رات جماعت کرانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ یہ نماز فرض نہ ہو جائے حالانکہ تہجد فرض رہنے کے بعد اس کی فرضیت منسوخ ہو چکی تھی۔ اس کے فرض ہونے کا احتمال نہیں تھا۔

۷:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں حضرت انسؓ وغیرہ کو نماز پڑھانے کے بعد بقول حضرت انسؓ فصلی صلوة لایصلیها عندنا کہ آپ ﷺ نے وہ نماز پڑھی جو ہمارے ساتھ نہیں پڑھی تھی۔ (مسلم، صفحہ ۵۳۲) اسی طرح قیس بن طلق فرماتے ہیں کہ حضرت طلق بن علیؓ رمضان میں ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے، شام ہمارے پاس ہو گئی اور انہوں نے افطاری کی، پھر اس رات انہوں نے ہمیں تراویح اور وتر پڑھائے، پھر اپنی مسجد میں جا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ابوداؤد، صفحہ ۲۰۳ جلد ۱) اسی طرح امام مالکؒ مسجد میں لوگوں کے ساتھ تراویح پڑھتے، وتر گھر میں نفلوں کے بعد پڑھتے۔ ابو محمد اور ابو الحسن زیات وتر تو تراویح کے بعد پڑھ لیتے پھر تہجد کے ساتھ دوبارہ وتر نہ پڑھتے۔

(المدخل لابن الحاج، صفحہ ۲۹۹ جلد ۲)

۸:...... تمام محدثین نے تہجد کے ابواب علیحدہ اور تراویح کے علیحدہ باندھے ہیں، اسی طرح فقہاء نے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ دو علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

۹:...... بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ساری رات جاگتے اور گھر والیوں کو بھی جگاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین راتوں میں جماعت کرائی۔ پہلی رات تہائی رات اور دوسری رات نصف رات تک نماز پڑھائی اور باقی رات بیداری کی صورت بھی نماز ہے۔ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک

سوج جاتے تو اس سے بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت ہوا۔ (بخاری، صفحہ ۱۷۳ جلد ۱)

۱۰:...... محمد بن نصر مروزیؒ نے قیام اللیل صفحہ ۱۷۷ پر "باب التعقیب" میں تعقیب کا خوب معنی بیان کیا ہے کہ لوگوں کا مسجد سے جانے کے بعد دوبارہ مسجد میں آنا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین میں تراویح کے بعد مسجد میں آ کر تہجد میں اختلاف تھا کہ تہجد مسجد میں پڑھے یا نہیں، نفسِ تہجد میں اختلاف نہیں تھا۔

۱۱:...... امام ابو حنیفہؒ خیرات الحسان، امام شافعیؒ طبقات شافعیہ وغیرہ، میاں نذیر حسین الحیاۃ بعد الممات صفحہ ۱۳۸ بھی رمضان میں تہجد پڑھا کرتے تھے۔

(امام بخاری ہدی الساری، صفحہ ۲۵۳ جلد ۱)

حرمین شریفین:

غیر مقلدین اکثر حرمین شریفین کا نام لیا کرتے ہیں تو یاد رکھیں کہ مسجد حرام میں حضرت عمرؓ کے دور سے آج تک بیس رکعت کی جماعت ہو رہی ہے اور مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سوائے امام مالکؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کے ہمیشہ بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ صرف ان ایام میں ۳۶ کی جماعت ہوتی تھی جن میں تراویح بیس ہی ہوتی تھیں جیسا کہ پہلے گزرا آٹھ رکعت تراویح سے حرمین شریفین نا آشنا ہیں۔

فائدہ:

مدینہ سے شیخ عطیہ محمد سالم نے التراويح اكثر من الف عام فى مسجد النبى عليه الصلوٰة والسلام شائع کی ہے جس میں ہر صدی کا عمل ذکر کیا ہے اور آٹھ کا ذکر تک نہیں۔ اسی طرح جامعہ ام القریٰ مکہ کے استاذ شیخ محمد علی صابونی نے الهدى النبوى الصحيح فى صلوٰة التراويح ۱۴۰۳ھ میں لکھی، جس میں لکھا ہے کہ آٹھ کا شور مچانے والے اُمت میں تفریق پیدا کر رہے ہیں۔ (صفحہ ۳۳) اور بیس رکعت کو مشرق و مغرب

میں پھیلنے والا عمل قرار دیا اور فرمایا کہ یہی وہ مسلکِ حق ہے جس پر نصوصِ کریمہ دلالت کر رہی ہیں۔ یہی اسلاف کا عمل ہے اور ائمہ کا اس پر اجماع ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور سے آج تک اُمت اس پر متفق رہی ہے اور بیس رکعت سنت کے خلاف نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین کی اتباع ہے بلکہ اس میں اتحاد بین المسلمین کی دعوت ہے۔ (صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴)

اس کے مقدمہ میں عبداللہ بن ابراہیم انصاری نے ''منکرین بیس'' کے قول کو قولِ باطل اور اللہ تعالیٰ کے قُرب سے دُور کرنے والا اور ارأیت الذی ینھیٰ عبداً اذا صلی کا مصداق قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۱۱)

تو فکر کرنی چاہئے کہ حرم شریف والے تو اس آیت کے مصداق ابوجہل وغیرہ کے ساتھ ان کی نسبت بتاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم حرم والے ہیں۔

وکل یدعی حباً للیلی　　　ولیلی لاتقر لھم بذاک

یہ رسالہ ۱۴۰۴ھ میں شائع ہوا۔ آج تک کسی غیر مقلد نے اس کی تردید میں کچھ نہیں لکھا۔ اللہ تعالیٰ اُمت کے انتشار کو دُور کر کے سلفِ صالحین کے مسلک پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

تکبیرات عیدین

برادرانِ اسلام! اہلِ سُنّت والجماعت اللہ تعالیٰ نے عید کے دِن کو خوشی کا دِن بنایا ہے۔ اس کو عید کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ یہ دِن زندگی میں بار بار آئے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یوم الفطر یوم الجوائز۔ یعنی عید الفطر کا دِن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات ملنے کا دن ہے۔ مگر لامذہب فرقہ جس طرح وضو، نماز، رمضان میں تراویح، نماز جنازہ پر اُمت میں اختلاف ڈالتا ہے۔ اسی طرح اس خوشی کے دِن میں بھی مسلمانوں کا اتفاق واتحاد اس فرقہ کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی پسند نہیں۔ حضور ﷺ نے اس دِن اجتماعیت کو پسند فرمایا۔ ہمیشہ آپ ﷺ نے عید جماعت کے ساتھ پڑھائی۔ جماعت المومنین میں شامل ہونے کا حکم دیا مگر انہوں نے اس اجتماعیت کو ختم کرنے کے لئے فتویٰ جاری کر دیا کہ اکیلا آدمی بھی عید پڑھ سکتا ہے۔ (الروضۃ الندیہ صفحہ ۱۴۲ عرف الجادی صفحہ ۲۴۲) حالانکہ اکیلے عید کی نماز نہ حضور ﷺ سے قولاً ثابت ہے نہ فعلاً نہ تقریراً۔

تکبیرات عیدین:

اسی طرح اس علاقے میں جب سے اسلام آیا اس وقت سے متواتر عیدیں چھ زائد تکبیروں سے پڑھی جاتی تھیں، مگر ان لوگوں نے اس کو بھی محلِ نزاع بنالیا اور فتویٰ دیا کہ عیدین کی نماز بارہ تکبیروں سے پڑھنی سُنّت ہے۔ (فتویٰ مولوی محمد یونس دہلوی بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث صفحہ ۱۸۸، جلد ۳) نیز انہی مولوی صاحب نے لکھا کہ ''چھ تکبیروں والی روایت سنداً سخت ضعیف ہے اور مدعیٰ پر غیر دال ہے اس لئے قابل عمل نہیں ہے۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ بارہ تکبیریں ہونی چاہئیں (فتاویٰ علمائے حدیث صفحہ ۱۸۸، جلد ۳) مولوی عبدالجبار کھنڈیلوی

نے ''الاعتصام'' میں لکھا کہ عیدین کی نماز بارہ تکبیرات کے ساتھ مسنون ہے اور چھ تکبیرات کا صحیح ثبوت نہیں، اس لئے اہلحدیث کے لئے عیدین میں احناف کی اقتداء درست نہیں۔ (بحوالہ فتاویٰ سلفیہ، صفحہ ۷۳) جماعت غرباء اہلحدیث (جس کی بنیاد سنہ ۱۳۱۳ھ میں رکھی گئی، خطب امارت، صفحہ ۲۶) نے فتویٰ دیا کہ ''عیدین کی تکبیریں شریعت محمدیہ میں بارہ ہیں اور نو بھی، بعض صحابہؓ سے ثابت ہیں۔ جیسا کہ جامع ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے اور تیرہ بھی بعض وقت کہنی ثابت ہیں، جیسا کہ مجمع الزوائد میں موجود ہے اور جو ماسوا ان کے ہیں وہ سب بدعت ہیں، کیونکہ بدعت اسی چیز کو کہتے ہیں کہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ثابت نہ ہو اور لوگ اس کو اپنی طرف سے شرعی حکم سمجھ کر عوام الناس میں مروج کریں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ جو آج کل لوگوں میں صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں یہ بالکل بدعت اور سبب گمراہی ہیں کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۱۳۷، جلد ۱) نیز لکھا کہ جو یہ چھ تکبیریں ہیں۔ یہ مذہبی تکبیر گھڑی گھڑائی ہے۔ خدا اور رسول کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول کا ہے تو وہ شخص بڑا کاذب بلکہ کذاب ہے۔

(فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۱۳۸، جلد ۱)

بہرحال اس علاقے کے متواتر عمل کو انہوں نے بدعت اور گمراہی کہا اور سپیکروں میں اعلان ہونے شروع ہوئے کہ جس نے سنت کے مطابق عید کی نماز پڑھنی ہے وہ ادھر آ جائیں، اسی طرح خوشی کا عید والا دن بھی لڑائی میں تبدیل ہو گیا اور انگریز کا اصول کہ لڑاؤ اور حکومت کرو کامیاب ہو گیا۔

نوٹ:...... فتاویٰ ستاریہ میں جو بعض صحابہؓ کے حوالہ سے نو تکبیرات کا مسلک لکھا ہے یہ مسلک ہی ہمارا ہے کیونکہ اس میں چھ زائد تکبیریں ہیں اور ایک تکبیر تحریمہ اور دونوں رکوع کی دو تکبیریں ملا کر کل نو بنتی ہیں۔ مفتی صاحب کو یہ بھی پتہ نہیں کہ جن چھ کی تردید کر رہے ہیں اور ان کو بدعت اور گمراہی کہہ رہے ہیں وہی ان صحابہ کرامؓ کا مسلک ہے۔ یہ تشریح آگے

روایات میں آ جائے گی۔

فائدہ:...... بعض روایات میں چار چار کا ذکر ہے۔ وہاں بھی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع سمیت چار چار مراد ہیں اور بعض میں ان کے مجموعہ کو آٹھ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

مکی، مدنی یا دہلوی:

آج کل یہ لوگ عوام کو کہا کرتے ہیں کہ ہمارا دین مکہ مدینہ والا ہے اور حنفیوں کے پاس کوفہ والا دین ہے۔ آپ نے اوپر محمد یونس دہلوی کا فتویٰ پڑھ لیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ بارہ تکبیریں ہونی چاہئیں۔ مکہ اور مدینہ میں آج کل حنبلیوں کی حکومت ہے جو تکبیر تحریمہ سمیت بارہ تکبیروں کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک پہلی رکعت چھ زائد تکبیریں قال مالک واحمد ست فی الاولی وخمس فی الثانیہ (رحمۃ الامہ، صفحہ ۶۲) یعنی امام مالکؒ اور امام احمدؒ پہلی رکعت میں چھ اور دوسری میں پانچ تکبیرات زائد کے قائل ہیں۔ پھر چھ مستحب تکبیریں کہے۔ (کتاب الفقہ ترجمہ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ مذہب حنابلہ، صفحہ ۵۵۲ جلد ۱) اسی طرح ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں تکبیر تحریمہ سمیت کہے۔ (المغنی، صفحہ ۲۳۸، جلد ۲) اسی طرح ابو الفرج حنبلی فرماتے ہیں پہلی رکعت میں چھ تکبیریں تکبیر تحریمہ کے بغیر کہے۔ (الشرح الکبیر مع المغنی، صفحہ ۲۳۸، جلد ۲)

نوٹ:...... بعض غیر مقلدین نے آج کل یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہم تکبیر تحریمہ سمیت سات تکبیروں کے قائل ہیں۔ لہٰذا ہمارا مسلک مکہ مدینہ والوں کا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ عوام کو یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کی بات نہیں مانتے اس لئے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ زائد چھ تکبیریں تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہیں اور ایسا یہ ہرگز نہیں کر سکتے، تو معلوم ہوا کہ یہ فقہاء کے اجتہادی مسائل چوری کر کے سنتِ نبویہ کا لیبل لگاتے ہیں۔ بہرحال مکہ مدینہ والے جو چھ زائد تکبیریں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کہتے

ہیں وہ امام احمد بن حنبلؒ کے اجتہاد کی وجہ سے کہتے ہیں اور اس مسئلہ کو فقہ حنبلی کا مسئلہ کہتے ہیں نہ کہ فقہ محمدی کا اور یہ غیر مقلد اس کو فقہ محمدیہ کا مسئلہ بتا کر عوام میں پھیلاتے ہیں تو ان کی تکبیروں اور اہل حرمین کی تکبیروں میں سچ اور جھوٹ کا فرق ہوگیا، اور اگر یہ امام احمدؒ یا امام مالکؒ کے مقلد ہو جائیں جو ان کے ہاں شرک ہے تو بھی شرک کا ارتکاب کرنے کے باوجود ان کی تکبیرات تقلیدی ہوں گی نہ کہ تحقیقی اور اگر یہ تقلید گوارا نہیں کرتے اور پھر کہتے ہیں کہ ہماری تکبیرات مکہ مدینہ والی ہیں تو بھی یہ چور ثابت ہوں گے کہ فقہ حنبلی کا ایک مسئلہ چوری کر کے یہاں لے آئے اور چور کے بارہ میں قطع ید کا حکم قرآنی ہے اور چوری کبیرہ گناہ ہے۔

علمائے حرمین اور انفرادی عید:

علمائے حرمین جو حنبلی ہیں وہ انفرادی عید کو جائز نہیں سمجھتے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ نماز عید کی شرائط میں سے وطن، تعداد اور اجازت امام ہے۔ (رحمۃ الامہ صفحہ ۶۲) تعداد سے مراد وہ تعداد ہے جو جمعہ کے لئے شرط ہے اور وہ چالیس آدمیوں کی تعداد ہے۔ (رحمۃ الامہ، صفحہ ۵۸) اسی طرح ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:...... وکذالک العدد المشترط للجمعة لانها صلاة عيد فاشبهت الجمعة (المغنی صفحہ ۲۵۳، جلد ۲) یعنی اسی طرح عید کے لئے وہ تعداد شرط ہے جو جمعہ کے لئے شرط ہے کیونکہ جمعہ کو بھی عید کہا گیا ہے، اسی لئے عید جمعہ کے مشابہ ہوگئی۔

لطیفہ:...... بندہ اوکاتوالا بنگلہ چیچہ وطنی کے علاقے میں جمعہ وعید پڑھاتا ہے۔ ایک دفعہ عید کے دن غیر مقلدین کی مسجد میں اعلان ہو رہا تھا کہ عید کی نماز ساڑھے آٹھ بجے پڑھائی جائے گی۔ ایک حاجی صاحب جو وہاں رہ کر آئے تھے مجھے کہنے لگے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم مکہ مدینہ والوں کے ساتھ ہیں کیونکہ وہاں سورج نکلنے کے بعد کوئی ہوٹل میں چائے پینے چلا جائے تو اس کی عید کی نماز رہ جاتی ہے۔ یعنی وہ سورج کے تھوڑا سا بلند ہونے کے بعد اشراق کا وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ واقعی مکہ مدینہ والے ہیں تو

ان کو ہم سے ایک دن پہلے روزہ رکھنا اور ایک دن پہلے عید کرنی چاہئے کیونکہ وہاں روزہ بھی ہم سے ایک دن پہلے ہوتا ہے اور عید بھی ایک دن پہلے ہوتی ہے، مگر یہ پوری عید وہاں سے نہیں لاتے یعنی ایسا نہیں کرتے کہ یہاں تیسواں روزہ ہو اور یہ لڑیں کہ سعودیہ میں عید ہوگئی ہے، روزہ توڑ دو۔ عید کے دن شیطان کا روزہ ہوتا ہے۔ تم سب مکہ مدینہ کے منکر ہو وغیرہ۔ بلکہ خود بھی اس دن یہاں روزہ رکھتے ہیں اگر یہ ایسا کریں کہ اس دن روزہ رکھیں تو سب کے نزدیک خادم حرمین نہیں بلکہ فتنہ باز سمجھے جائیں گے۔ صرف یہاں کے لوگ ناراض نہیں ہوں گے بلکہ اہل حرمین بھی ناراض ہوں گے، تو جب ''کل'' عید لانے والے خادم حرمین نہیں تو اس کا جزء (تکبیرات) لانے والے کیسے مکہ مدینہ والے ہو سکتے ہیں......؟

حقیقت حال:...... یہ ہے کہ جب یہ فتنہ ہندوستان میں پیدا ہوا اس وقت عرب میں حنفیوں کی حکومت تھی اور یہاں انگریز کی اور مذہب حنفی کے مطابق چھ زائد تکبیروں کے ساتھ بالاتفاق نماز عید پڑھی جاتی تھی لیکن انگریز کو یہ اتفاق زہر قاتل معلوم ہوتا تھا اس لئے اس نے اس علاقے کے متواتر مسائل کے خلاف شاذ اقوال کو رائج کر کے مسلمانوں کو لڑایا، ان میں یہ تکبیرات عیدین والا مسئلہ بھی ہے اس لئے اگر یوں کہا جائے کہ بارہ تکبیرات محمدی نہیں (کیونکہ ان روایات کی ترجیح کا فیصلہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں) نہ اجتہادی ہیں (کیونکہ یہاں کے لامذہب کسی مجتہد کے قائل نہیں) بلکہ انگریزی ہیں تو حق بحق دار رسید کا صحیح مصداق ہوگا۔

دلائل احناف:

۱:...... حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھی ابو عائشہ فرماتے ہیں کہ سعید بن العاصؓ نے ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمانؓ سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں تکبیریں کیسے کہتے تھے......؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا جنازہ پر تکبیروں کی طرح چار تکبیریں (ہر رکعت میں) کہتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ابو موسیٰؓ نے سچ کہا تو حضرت

ابو موسیٰ الاشعریؓ نے فرمایا کہ میں بصرہ میں جب اہل بصرہ کا امیر تھا اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔ ابو عائشہ فرماتے ہیں کہ میں سعید بن عاصؓ کے پاس خود حاضر تھا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۱۶۳)
اس کی سند حسن ہے (آثار السنن، صفحہ ۳۱۴)

فائدہ:...... پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع سمیت چار چار تکبیریں بنتی ہیں۔

۲:...... ابو عبدالرحمٰن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرامؓ نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید کے دن نماز پڑھائی تو چار چار تکبیریں کہیں، پھر نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، بھول نہ جانا جنازے کی تکبیروں کی طرح ہیں اور اپنا انگوٹھا بند کر کے چار انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷۱، جلد ۲) یہ حدیث حسن الاسناد ہے۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷۱، جلد ۲)

۳:...... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ دور فاروقیؓ میں جنازے کی تکبیروں میں اختلاف ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب تم اصحاب رسول کا گروہ لوگوں پر اختلاف کرے گا تو تمہارے بعد لوگ بھی اختلاف کریں گے اور جب تم لوگ کسی چیز پر اتفاق کر لو گے تو لوگ بھی اس پر متفق رہیں گے تو کوئی ایسی شئ دیکھو جس پر تمہارا اتفاق ہو جائے۔ گویا حضرت عمرؓ نے ان کو بیدار کر دیا تو صحابہ کرامؓ نے کہا اے امیر المومنین! بہت اچھا جو آپؓ کی رائے ہو، آپؓ ہمیں اشارہ کر دیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا بلکہ تم مجھے مشورہ دو میں تمہارے جیسا انسان ہوں تو انہوں نے آپس میں تبادلہ خیال کیا تو ان کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ جنازے کی تکبیریں عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی تکبیروں کی طرح چار ہوں تو اس پر ان کا اتفاق ہو گیا۔

(طحاوی، صفحہ ۳۱۹، جلد ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں جنازہ کی تکبیروں سے پہلے عیدین کی تکبیروں کے چار ہونے میں اتفاق ہو چکا تھا۔ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ یہ ابراہیم نخعی کی مرسل ہے اور مراسیل ابراہیم حجت ہیں۔ (اعلاء السنن، صفحہ ۲۱۸، جلد ۸)

۴:...... حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے عیدین کی تکبیروں کے بارہ میں نو تکبیروں پر متفق ہو گئی تھی۔ پہلی رکعت میں پانچ (تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع سمیت) اور دوسری رکعت میں چار (تکبیر رکوع سمیت)۔

(طحاوی، صفحہ ۳۷۲، جلد ۲)

۵:...... حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص (ابو عائشہ) نے خبر دی جو سعید بن العاصؓ کے پاس حاضر تھا کہ سعید بن العاصؓ نے بیعت رضوان میں شریک ہونے والے چار صحابہ کرامؓ کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے عید کی تکبیروں کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے کہا آٹھ تکبیریں ہیں۔ مکحول کہتے ہیں میں نے اس کا تذکرہ ابن سیرین سے کیا تو انہوں نے کہا کہ سچ کہا، مگر تکبیر تحریمہ سے غافل ہو گیا۔ یعنی تکبیر تحریمہ سمیت نو بنتی تھیں۔

(ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۲، جلد ۲)

۶:...... حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہم کو عیدین میں نو تکبیروں کی تعلیم دیتے تھے۔ پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری میں چار۔

(ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۲-۱۷۳، جلد ۲)

۷:...... حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ کوفہ کے ایک امیر سعید بن عاص یا ولید بن عقبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان اور عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیج کر کہا کہ یہ عید آ گئی ہے تو تمہاری کیا رائے ہے......؟ تو سب نے اپنا معاملہ عبداللہ بن مسعودؓ کے سپرد کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا نو تکبیریں کہے، ایک تکبیر کے ساتھ نماز شروع کرے پھر تین تکبیریں کہے، پھر سورت پڑھے پھر اللہ اکبر کہے پھر رکوع کرے پھر کھڑا ہو کر سورۃ پڑھے پھر چار تکبیریں کہے۔ ان میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۳، جلد ۲) اس روایت میں نو کی تشریح ہے۔

۸:...... حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا نو رکعت ہیں۔

(ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۴، جلد ۲)

۹:...... عبداللہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ ہمیں ابن عباسؓ نے عید کے دن نماز پڑھائی تو نو تکبیریں کہیں۔ پانچ پہلی رکعت میں، چار دوسری رکعت میں۔ (ابن ابی شیبہ)

۱۰:...... محمد بن سیرین حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے، پھر انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی مثل روایت نقل کی (ابن ابی شیبہ)

۱۱:...... یوسف بن ماھک فرماتے تھے کہ ابن الزبیرؓ ہر ہر رکعت میں برابر چار چار تکبیریں کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق، صفحہ ۲۹۱، جلد ۳) پہلی میں تحریمہ اور دوسری میں رکوع والی تکبیر سمیت۔

۱۲:...... عبداللہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ابن عباسؓ کی طرح کیا۔ یعنی نو تکبیریں کہیں۔ (عبدالرزاق، صفحہ ۲۹۵، جلد ۳)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ کے مسلک کی مثل بہت سے صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے اور یہ اہل کوفہ کا قول ہے اور اسی کے قائل سفیان ثوری ہیں۔ (ترمذی، صفحہ ۱۲۰، جلد ۱)

تابعین عظامؒ:

۱:...... حضرت مسروقؒ اور حضرت اسودؒ دونوں عیدوں میں نو تکبیریں کہا کرتے تھے۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷۳، جلد ۲)

۲:...... حضرت حسن بصریؒ نو تکبیریں کہتے تھے۔ پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں نماز والی تکبیروں کے ساتھ۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷۳، جلد ۲)

۳:...... حضرت ابراہیم نخعیؒ نو تکبیروں کے قائل تھے۔ (طحاوی)

۴:...... امام شعبیؒ فرماتے تھے، تین تین تکبیریں ہیں سوائے نماز کی تکبیروں کے۔ (ایضاً، طحاوی)

۵:...... محمد بن سیرینؒ کا قول عیدین کی تکبیروں کے بارہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کی مثل تھا۔ (ایضاً)

۶:...... حضرت سعید بن المسیبؒ نو تکبیروں کے قائل تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، صفحہ ۱۷۴، جلد ۲)

۷:...... ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد عید میں نو تکبیریں

کہتے تھے۔

۸:...... امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷۴، جلد ۲)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ بقیہ تمام نمازیں ان تکبیرات سے خالی ہیں اور عیدین کی تکبیروں میں اختلاف ہے تو نظر وفکر کا تقاضا یہ ہے کہ عیدین میں صرف اتنی تکبیروں کی زیادتی کی جائے جو اتفاقی ہے اور وہ یہی تین زائد تکبیروں کی زیادتی ہے۔ لہٰذا اس مسلک کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔

فائدہ:...... آج کل ان کی ایک نئی جماعت ''تحریک محمدی'' نے جنم لیا ہے۔ انہوں نے بالکل زائد تکبیروں کا انکار کر دیا ہے کہ صرف دو رکعتیں بغیر زائد تکبیروں کے پڑھے۔ انہوں نے ایک دو ورقہ سوال جواب کی شکل میں شائع کیا ہے۔ تکبیرات والا حصہ ملاحظہ فرمائیں:...... سائل...... السلام علیکم! عبداللہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کہیئے کیا حال ہیں آپ کے۔ سائل، الحمدللہ سب خیر وعافیت ہے۔ عبداللہ، سنائیں کیسے آنا ہوا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ سائل، میں یہیں کراچی سے آیا ہوں۔ مجھے پتہ چلا کہ آپ کے ہاں عید کی نماز بغیر زائد ۱۲ یا ۶ تکبیرات کے پڑھی جاتی ہے۔ کیا ۱۲ یا ۶ تکبیرات عیدین کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں؟ عبداللہ، تکبیرات عیدین کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، پھر ابوداؤد کی عمرو بن شعیب کی بارہ تکبیرات والی روایت کے بارے میں لکھا ہے۔ اس کے راوی عمرو بن شعیب کو مندرجہ ذیل اسماء رجال کے ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔

۱:...... وقال الأجری قلت لابی داؤد و عمرو بن شعیب عندک حجة قال لا ولا نصف حجة (تہذیب التہذیب، صفحہ ۴۴، جلد ۸ ومیزان الاعتدال، صفحہ ۲۶۴، جلد ۳)

۲:...... وقال علی بن المدینی عن یحیی بن سعید حدیثه عندنا واہ.
(تہذیب التہذیب، صفحہ ۴۴، جلد ۸ ومیزان الاعتدال، صفحہ ۲۶۵، جلد ۳)

۳:...... وقال ابن ابی خیثمة عن ابن معین لیس بذاک
(تہذیب التہذیب، صفحہ ۴۴، جلد ۸)

۴:...... وقال ابن حبان ذکرہ فی الضعفاء (میزان الاعتدال، صفحہ ۲۶۷، جلد ۳)

۵:...... امام بخاری نے خود عمرو ابن شعیب کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ (التاریخ الصغیر، صفحہ ۲۷۰)

۶:...... وقال ابو زرعۃ ...... وانما انکروا روایۃ عن ابیہ عن جدہ (تہذیب التہذیب، صفحہ ۴۴) اس کے علاوہ آپ نے امام ترمذی کی کثیر بن عبداللہ والی روایت کو اس باب میں سب سے اچھی کہا ہے تو اس میں کثیر بن عبداللہ ضعیف ہے۔ قال ابن معین لیس بشئ وقال الشافعی و ابو داؤد رکن من ارکان الکذب وقال الدار قطنی وغیرہ متروک وقال ابو حاتم لیس بالمتین وقال النسائی لیس بثقۃ.

(میزان الاعتدال، صفحہ ۴۰۷، جلد ۳)

سائل، اگر مذکورہ بالا احادیث ضعیف ہیں تو اس حدیث مبارک کو علماء کرام صحیح کہتے ہیں۔ جو یہ ہے کہ ابن سرح ابن وہب، ابن لہیعہ، خالد، ابن شہاب، عروہ، عائشہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہتے تھے اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہتے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۴۳۱، جلد ۱) عبداللہ اس حدیث میں عبداللہ بن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں قال ابن معین ضعیف لایحتج بہ ہے۔ (میزان الاعتدال، صفحہ ۴۷۵، جلد ۲) اس کے علاوہ اس حدیث کے نیچے "ف" علامہ وحید الزمان نے بھی اس کو ضعیف بسبب ابن لہیعہ لکھا ہے۔ سائل: اگر کوئی حدیث صحیح تکبیرات عیدین یعنی ۱۲ یا ۶ کی نہیں ملتی تو پھر سب علماء کیوں اس عمل کو کرتے ہیں اور عوام بھی کرتے ہیں؟ عبداللہ: علماء چونکہ شروع سے کرتے آ رہے ہیں اگر اب اس عمل کو ترک کرتے ہیں تو ان کی توہین ہے کہ لوگ کہیں گے کہ مولوی صاحب! اتنی عمر آپ بے علم تھے کہ یہ غیر ثابت شدہ کام کرتے رہے۔ رہا معاملہ عوام کا تو وہ علم ہو جانے کے باوجود یہود و نصاریٰ کے طریقہ پر چل پڑے کہ اللہ فرماتا ہے:...... اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ (التوبہ) انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا

ہے۔ گویا جو مولوی درویش حلال کہتے ہیں وہ بلا دلیل اسے حلال جانتے اور جو حرام کہتے اسے حرام جانتے۔ (پمفلٹ عید الاضحیٰ، مصنفہ ڈاکٹر عبدالجبار تحریک محمدی، صفحہ ۱۲) لیجئے اگر غرباء اہلحدیث والوں نے چھ تکبیروں کو بدعت اور گمراہی کہا تھا تو یہ ڈاکٹر صاحب ان کے مولویوں کو یہود کے احبار و رہبان اور پوری جماعت کو یہودی اور نصرانی کہہ رہے ہیں۔ اولیاء اللہ کی توہین کا یہ دنیوی انتقام ہے۔ ولعذاب الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون کاش! یہ جماعت آج بھی اپنے اس رویے سے باز آ جائے۔ واللہ الموفق

فائدہ:...... قارئین کرام! گزشتہ مضمون سے یہ بخوبی اندازہ لگا چکے ہوں گے کہ غیر مقلدین شاذ اور متروک روایات کو اس علاقہ میں رواج دینا چاہتے ہیں اور جو روایات علاقے کے عمل کے موافق ہیں ان کو چھپانا چاہتے ہیں، اگر عوام کے سامنے ان کا اظہار کر دیا جائے تو فوراً کہیں گے یہ ضعیف ہے۔ تو یاد رکھیں کہ بات ہمیشہ دلیل سے ہونی چاہئے اور غیر مقلدین کے ہاں دلیل صرف قول خدا یا قول مصطفیٰ علیہ السلام ہے اس لئے اگر وہ کسی حدیث کو صحیح کہیں تو بھی صحت قرآن و حدیث سے ثابت کریں اور اگر کسی حدیث کو ضعیف کہنا ہو تو اس کا ضعف بھی قرآن و حدیث سے ثابت کریں، اُمتیوں کے اقوال پیش کر کے مشرک نہ بنیں اور اپنا قیاس کر کے شیطان نہ بنیں۔ ہمارے ہاں اجماع اور قیاس بھی حجت ہیں، تو جس حدیث پر ائمہ اربعہ عمل کریں تو ہم اس کو دلیل اجماع سے صحیح تسلیم کریں گے اور اگر کسی حدیث کو ائمہ اربعہ ترک کر دیں تو ہم اجماع سے اس حدیث کو غیر مقبول کہیں گے اور اگر بعض ائمہ نے اس کو لیا اور بعض نے چھوڑ دیا تو ہم اس وقت اپنے امام صاحبؒ کے عمل سے فیصلہ کریں گے، اگر انہوں نے اس حدیث کو ترک کر دیا تو ہم بھی ترک کر دیں گے اور اگر انہوں نے عمل کیا تو ہم بھی اس پر عمل کریں گے۔ اس وقت ہم کسی دوسرے مجتہد کا قول بھی نہیں مانیں گے چہ جائیکہ اُمتیوں اور مقلدوں کے صحت و ضعف کے اقوال۔

فائدہ:...... قارئین کو یہ بھی متنبہ کیا جاتا ہے کہ جس طرح یہ لوگ حدیث پوری

بیان نہیں کرتے اسی طرح یہ فقہ کا مسئلہ بھی پورا بیان نہیں کرتے بلکہ اکثر فقہ کی کتابوں کا نام لے کر عوام کو اپنا بنانے کے لئے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔

مسئلہ تکبیرات کے متعلق جھوٹ:

۱۔۲:...... نماز عیدین کی بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے۔ (ہدایہ، صفحہ ۲۲۶، جلد۱، شرح وقایہ، صفحہ ۱۵۱، حقیقۃ الفقہ، صفحہ ۲۰۲)

۳۔۴:...... عیدین کی چھ تکبیروں کی بابت ابن مسعودؓ کا قول ہے۔ (ہدایہ، صفحہ ۲۲۵، جلد۱، شرح وقایہ، صفحہ ۱۵۲، حقیقۃ الفقہ، صفحہ ۲۰۲)

قارئین کرام! ان دو سطروں میں یوسف جے پوری نے سفید نہیں سیاہ جھوٹ بولے ہیں۔ یہ دونوں باتیں نہ ہدایہ میں ہیں نہ شرح وقایہ میں۔ وقایہ کی عبارت یہ ہے:...... یصلی بھم یکبر الاحرام ثم یکبر ثلاثا ویقراء الفاتحۃ و سورہ ثم یرکع مکبراً وفی الثانیۃ یبدء بالقراء ۃ ثم یکبر ثلاثا واخریٰ للرکوع (شرح وقایہ، صفحہ ۱۹۳، جلد۱) یعنی امام لوگوں کو عیدین کی نماز پڑھائے، تکبیر تحریمہ سے، پھر تین تکبیریں کہے اور فاتحہ اور سورۃ پڑھے، پھر تکبیر کہتا ہوا رکوع کرے اور دوسری رکعت میں قراءۃ سے ابتداء کرے، پھر تین تکبیریں کہے اور ایک دوسری رکوع کے لئے۔

قارئین کرام! آپ نے اصل عبارت اور ترجمہ دیکھ لیا۔ اس میں کہیں بارہ تکبیرات والی روایت کا ذکر نہیں چہ جائیکہ اس کو صحیح کہا ہو اور نہ ہی چھ تکبیرات کو ابن مسعود کی طرف منسوب کیا ہے اور ہدایہ کے متن میں ہے:...... ویصلی الامام بالناس رکعتین یکبرَ فی الاولی للافتتاح وثلاثاً بعدھا ثم یقرء الفاتحۃ و سورۃ ویکبر تکبیرۃ یرکع بھاثم یبتدی فی الرکعۃ الثانیۃ بالقراء ۃ ثم یکبر ثلاثاً بعدھا ویکبر رابعۃ یرکع بھا (ہدایہ، صفحہ ۱۵۳، جلد۱) یعنی امام لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائے، پہلی رکعت میں شروع کی تکبیر کہے اور اس کے بعد تین تکبیریں کہے، پھر فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور ایک تکبیر کہہ کر اس کے ساتھ رکوع کرے، پھر دوسری رکعت میں ابتداء قراءۃ سے کرے، پھر اس کے بعد تین تکبیریں کہے اور چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع کرے۔ شرح میں لکھا کہ یہ ابن مسعودؓ کا قول اور ہمارا قول ہے اور پھر حضرت ابن عباسؓ کے قول کو ذکر کیا اور مرفوع روایت یہاں کوئی بھی ذکر نہیں کی۔ صاحب ہدایہ اپنا عمل قول ابن مسعودؓ پر اور شوافع کا عمل قول ابن عباسؓ پر بتاتے ہیں۔ بارہ تکبیرات والی حدیث کی تصحیح بالکل نہیں بلکہ قیاس سے تین والے قول کی ترجیح ذکر کی ہے اور قول ابن مسعودؓ سے جے پوری صاحب عوام کو یہ مغالطہ دے گئے ہیں کہ چھ زائد تکبیرات والا قول ہے اور بارہ تکبیرات والی حدیث نبوی، حالانکہ صاحب ہدایہ نے دونوں مذہبوں کی بنیاد اقوال پر رکھی ہے۔ البتہ علامہ ماردینی نے فرمایا کہ قول صحابی حکماً مرفوع ہے تو اس صورت دونوں حکماً مرفوع ہوں گے۔ یہاں بعض غیر مقلد مغالطہ دیتے ہیں کہ حقیقۃ الفقہ کے ہر صفحہ پر لکھا ہے کہ کتب مندرجہ فقہ سے مراد ان کے تراجم ہیں۔ تو یاد رکھیں کہ ترجمہ عربی عبارت کا ہوتا ہے اگر ترجمہ کی عربی عبارت اصل کتاب میں موجود ہو تو اس کو ترجمہ کہیں گے ورنہ ترجمہ کے نام سے تحریف ہوگی۔ ہمارا غیر مقلدین سے مطالبہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں عبارتوں کی عربی اصل کتابوں میں دکھا دیں تو ان کو ترجمہ کہنا درست ہوگا اور اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو اس کو ترجمہ نہیں تحریف کہیں گے۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل سُنّت والجماعت کو ایسے مغالطوں سے محفوظ رکھیں اور جو بھٹک چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو راہ راست پہ آنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

احکام و تکبیراتِ عید

تمام تعریفیں خالقِ کائنات کے لئے ہیں اور درودِ پاک اُس ذات پر نازل ہو جنہوں کے وصول الی اللہ کے اَن مٹ نشانات اُمتِ محمدیہ کو دیئے اور فرمایا کہ علم تین قسم پر ہے: (۱) محکم آیت (۲) سُنّتِ قائمہ (۳) فریضہ عادلہ (اجتہاد مجتہدین) اور بتا دیا کہ فریضہ عادلہ سُنّتِ قائمہ تک اور سنّتِ قائمہ آیت محکمہ تک پہنچانے والی ہے اور آپ ﷺ کی آل اور صحابہ کرامؓ پر جنہوں نے ان علوم ثلاثہ کو خود بھی مضبوطی سے پکڑا اور پھر اُمت کو بھی یہ امانت بلاکم وکاست پہنچادی۔ حمد وثناء وصلوٰۃ کے بعد قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان گنت انعامات میں سے ایک عید بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو گواہ بنا کر عید کے اجتماع کی بخشش کا اعلان فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بہت سے احسانات بندوں کی طرف لوٹتے ہیں اور ہر سال اس میں خوشی کا اعادہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات عرف میں ہر فرحت وخوشی والی چیز کو عید کہہ دیا جاتا ہے جیسا کہ ایک عربی شاعر کہتا ہے ؎

عید و عید و عید صرن مجتمعه

وجه الحبیب و یوم العید والجمعه

کہ میری تین عیدیں اکٹھی ہوگئی ہیں، ایک محبوب کا چہرہ، دوسرا عید کا دِن اور تیسرا جمعہ، اور کسی شاعر نے کہا ہے کہ ؎

عید کی سچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے

جو دوستوں سے دُور ہے کیا خاک اس کی عید ہے

بہرحال یہ سن ایک ہجری سے لے کر آج تک اُمتِ مسلمہ خوشی کا دِن مناتی آئی

ہے اور تمام مسلمان نمازِ عید کی صورت میں اپنے رَب کے سامنے سجدہ شکر بجالاتے ہیں اور عملاً بتاتے ہیں کہ مسلمان کو ہر خوشی میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ عام حالات میں اگر پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو عید میں خوشی کے موقع پر ایک جمعی حاضری بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں ضروری ہے۔

کیا عید سے جمعه ساقط هو جاتا هے؟

آج کل بعض لوگوں نے یہ مسئلہ چلایا ہے کہ عید پڑھنے والے پر جمعہ ضروری نہیں، چاہے پڑھے، چاہے نہ پڑھے۔ تو انہوں نے عید کی خوشی میں جمعہ کی فرضیت کا انکار کردیا بلکہ مولوی وحید الزمان صاحب نے تو عید کے دِن جمعہ کے ساتھ ظہر کے ساقط ہونے کا بھی تحریر فرمایا ہے جو کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:...... والجمعة فی یوم العید رخصته مطلقاً لاهل البلد وغیرهم فان شاء صلی العید والجمعة کلیهما وان شاء صلی العید فقط ولم یصل الجمعة وفی سقوط الظهر خلاف والحق جواز ترکه ایضاً "یعنی جمعہ عید کے دن میں مطلقاً شہری اور غیر شہری کے لئے رخصت ہے اگر چاہے تو عید کی نماز اور جمعہ دونوں پڑھے اور اگر چاہے تو صرف عید پڑھے اور جمعہ نہ پڑھے، اور ظہر کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے اور حق ظہر کے ترک کا جواز ہے۔" (نزل الابرار، صفحہ ۱۵۵، جلد ۱) نیز فرماتے ہیں:...... والذی رجحنا فی الهدیة عدم سقوط الظهر الابصلوٰة العید یوم الجمعة "یعنی وہ مسلک جس کو میں نے ہدیۃ المہدی میں ترجیح دی ہے صرف جمعہ کے دِن عید نماز کی وجہ سے ہی ظہر کا ساقط ہونا ہے۔" (نزل الابرار، صفحہ ۱۵۵، جلد ۱) نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں کہ نمازِ عید کے وجوب کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ جب جمعہ کے ساتھ ایک دِن میں اکٹھی ہو جائے تو جمعہ کو ساقط کرنے والی ہے اور جو چیز خود واجب نہ ہو تو وہ واجب کو ساقط کرنے والی نہیں ہوتی۔ (الروضۃ الندیہ، صفحہ ۲۲، جلد ۱) یہی بات نواب نور الحسن صاحب نے عرف الجادی میں لکھی

ہے۔ فرماتے ہیں:...... وازادلة وجوب اوست مسقط بودنش از برائے جمعہ نزد اتفاق دریک روز و غیر واجب مسقطِ واجب نمی تو اند شد (عرف الجادی، صفحہ ۴۵، ۴۶) نیز فرماتے ہیں جب جمعہ اور عید ایک دن میں اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی امام اور تمام لوگوں کو رخصت ہوتی ہے۔ (عرف الجادی، صفحہ ۴۳) علامہ شوکانی بھی فرماتے ہیں:...... وھی فی یوم العید رخصة ''یعنی جمعہ عید کے دن میں رخصت ہے۔'' (الدرر البھیة مع الروضة، صفحہ ۱۴۱، جلد ۱) نواب صدیق حسن صاحب اس کی شرح میں فرماتے ہیں:...... وظاھر احادیث الترخیص یشمل من صلی العید ومن لم یصل ''یعنی رخصت دینے والی احادیث کا ظاہری مفہوم عید پڑھنے والوں اور نہ پڑھنے والوں سب کو شامل ہے۔'' (الروضة الندیہ، صفحہ ۱۴۲، جلد ۱)

مولوی محمد یونس قریشی فرماتے ہیں:...... ''جمعہ کے روز اگر عید آ پڑتی تو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ نماز عید تو ادا فرماتے اور نماز جمعہ کی رخصت دیتے کہ چاہے پڑھیں یا نہ پڑھیں مگر خود جمعہ بھی ترک نہ کرتے تھے۔'' (دستور المتقی، صفحہ ۱۷۰) صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:...... ''کہ جمعہ کے روز اگر عید آ جائے تو عید کی نماز پڑھ لی جائے اور پھر چاہے جمعہ پڑھیں یا ظہر۔'' (صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۳۸۹) ...... نیز فرماتے ہیں اگر عید کے روز جمعہ ہو تو عید کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ پڑھیں اور اگر جمعہ نہ پڑھیں ظہر پڑھ لیں تو بھی جائز ہے۔ (صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۴۰۶) شفیق الرحمٰن زیدی لکھتے ہیں:...... ''عید اگر جمعہ کے دن ہو تو نماز عید پڑھنے کے بعد جمعہ پڑھ لیں یا ظہر، اختیار ہے۔''

(نماز نبوی، صفحہ ۲۵۹)

درج بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ ان حضرات میں سے بعض کے نزدیک عید پڑھنے سے جمعہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے مگر ظہر کی فرضیت باقی ہے اور بعض کے نزدیک جمعہ اور ظہر دونوں کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک عید پڑھے یا نہ پڑھے اس

رخصت پر عمل کر سکتا ہے۔ یہ ان حضرات کے اختلاف کا حال ہے جو لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ ہم آپ کو فقہاء کے اختلافات سے نکال کر قرآن و سنت سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ فقہاء کی غلطی پر بھی اجر کا وعدہ ہے۔ (بخاری، صفحہ ۱۰۹۲) اور جبکہ غیر فقیہ کا فیصلہ مردود ہے۔ (بخاری، صفحہ ۱۰۹۲) اور وہ جہنمی اور خطا کار ہے۔ (ترمذی، صفحہ ۲۱۹)

علاقے کا عرف:

مزاج شریعت یہ ہے کہ اختلافی اجتہادی مسائل میں علاقے کے متدین حضرات کے معروف مسائل کو لیا جائے اور منکر کو چھوڑ دیا جائے، اسی کو نیکی قرار دیا گیا ہے اور قرآن پاک میں متعدد آیات میں معروف کا حکم اور منکر کی نہی کو خیرات ہونے اور ایمان داروں کی علامت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ دسویں پارہ میں معروف سے روکنا اور منکر کا حکم دینا منافقوں کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیعت اسلام میں بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے **ولا یعصینک فی معروف** ''کہ کسی معروف میں یہ آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔'' (الممتحنہ) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں بہت جھوٹے اور دجال پیدا ہوں گے۔ یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم ولا آباءکم ''کہ جو تمہارے پاس ایسی احادیث لے کر آئیں گے جو تم نے اور نہ تمہارے آباء و اجداد نے سنی تک نہ ہوں گی۔ تم ان کے پاس نہ جانا اور ان کو اپنے پاس نہ آنے دینا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔

(مسلم، صفحہ ۱۰)

اس حدیث پاک میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول بتایا کہ معروف عمل کے خلاف غیر معروف احادیث پھیلانا گمراہی اور فتنہ کا سبب ہوگا اور ایسے لوگوں کو کذاب اور دجال کہا ہے اور عوام کو ان سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ

فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ میں میرا ترکِ تقلید کی طرف رجحان ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ مکاشفہ میں فرمایا کہ امام صاحب اور صاحبین کے مسلک سے خروج نہ کرنا اور حکم ہوا کہ خبردار کبھی تو قوم کا مخالف "فروع" میں نہ ہونا اس لئے کہ یہ مناقضہ ہے حق کی مراد کا، پھر کھلا ایک نمونہ، اس سے ظاہر ہوئی کیفیت و تطبیق سُنّت کے ساتھ فقہ حنفیہ کے اخذ کرنے سے ایک کے قولِ ثلاثہ یعنی امام اعظمؒ اور صاحبینؒ سے اور کشف ہوئی تخصیص ان کے عمومات کی اور ان کے مقاصد کا وقوف اور اقتصار اس پر جو لفظ سُنّت سے سمجھا جاتا ہے اور اس میں نہیں تاویل بعید اور نہ ضرب بعض حدیث کے بعض پر اور نہ ترک کرنا ہے حدیث صحیح کا ساتھ قول ایک کے امت میں سے اور یہ طریقہ اگر پورا کردے اور کامل، اللہ تعالیٰ تو کبریت احمر اور اکسیر اعظم ہے۔ (فیوض الحرمین مترجم، صفحہ ۴۶) نیز فرماتے ہیں کہ مجھ کو سمجھو ادیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حنفی مذہب میں ایک بہت اچھا طریقہ ہے وہ بہت موافق ہے اس طریقہ سُنّت سے جو تنقیح ہوا زمانہ بخاری اور اس کے ساتھ والوں کے اور وہ یہ ہے کہ اقوال ثلاثہ یعنی امام اعظمؒ اور صاحبینؒ سے جو قول اقرب ہو وہ لے لیا جائے، پھر بعد اس کے فقہائے حنفی کی پیروی کی جائے جو علمائے حدیث سے ہیں کیونکہ بہت چیزیں ہیں کہ امامؒ اور صاحبینؒ نے اصول میں نہیں بیان کیں اور نہ ان کی نفی کی ہے اور حدیثیں ان پر دلالت کرتی ہیں تو ان کا اثبات ضرور ہے اور سب مذہب حنفی ہیں۔ (فیوض الحرمین مترجم اُردو، صفحہ ۳۵)

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ علاقے کے معروف عمل کے خلاف عمل کرنا مرادِ حق سے مناقضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے رفع یدین کو محبوب کہنے کے باوجود یہ فرمایا کہ انسان کے لئے مناسب نہیں کہ ایسے فعل سے اپنے شہر کے عوام کو اپنے خلاف فتنہ میں مبتلا کردے۔ (حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ ۱۰، جلد ۲) بلکہ حضرت شاہ صاحبؒ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ جب کوئی جاہل انسان ہندوستان یا ماوراء النہر کے

شہروں میں رہتا ہو جہاں کوئی شافعی یا مالکی یا حنبلی عالم نہیں اور نہ ان مذاہب کی کتب ہیں تو اس پر واجب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرے اور اس پر امام صاحبؒ کے مذہب سے [illegible] حرام ہے، اس لئے کہ وہ اس وقت شریعت کی رسی کو نکال پھینکے گا اور بیکار مہمل بن کر زندگی گزارے گا۔ (الانصاف، صفحہ ۲۲) عید سے سقوطِ جمعہ کا مسئلہ بھی اس علاقے کے معروف عمل کے خلاف ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے صرف حنابلہ کا مسلک ہے، جس علاقہ میں حنابلہ ہوں وہاں تو اس کو بیان کرنا درست ہے۔ احناف کے علاقہ بلکہ شوافع اور مالکیہ کے علاقہ میں بھی اس مسئلہ کو پھیلانا فتنہ ہے۔ پھر حنابلہ بھی اتنے عموم کے قائل نہیں کہ جمعہ کے ساتھ فرضیت ظہر بھی ساقط ہو جائے۔ یہ تو اجماعِ امت کی مخالفت ہے۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ فرماتے ہیں:...... اما اسقاط فرض الظهر والجمعة التي هي بدله لمكان صلاة العيد فخارج عن الاصول جدا "یعنی ظہر اور اس کے بدل جمعہ کا ساقط کر دینا عید کی نماز کی وجہ سے یہ اصول شریعت سے بہت زیادہ خروج ہے۔"

(بدایۃ المجتہد، صفحہ ۱۵۹، جلد ۱)

دلائل مسلک معروف:

۱...... یایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله (الآیۃ سورۃ جمعہ، آیت ۹) "یعنی اے ایمان والو! جب اذان ہو جمعہ کی تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تمہیں سمجھ ہے۔" اس آیت میں یومِ عید کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا، معلوم ہوا جیسے بقیہ ایام میں جمعہ فرض ہے اسی طرح یومِ عید میں بھی فرض ہے۔

۲...... حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں میں اور جمعہ میں سبح اسم ربک الاعلی اور هل اتک حدیث الغاشیه پڑھا کرتے تھے اور بسا اوقات عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاتے تو دونوں میں یہی سورتیں پڑھتے۔ (ترمذی، صفحہ ۱۰۲) معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ نہیں چھوڑا۔

۳:...... حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے منبر پر یہ فرماتے سنا ہے کہ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دِلوں پر مہر لگا دے گا جس کی وجہ سے وہ غافلین میں سے ہو جائیں گے۔ (رواہ مسلم بیہقی، سنن کبریٰ، صفحہ ۱۷۱، جلد ۳)

۴:...... حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے بھی پہلی روایت کی مثل الفاظ منقول ہیں۔ (بیہقی فی السنن الکبریٰ، صفحہ ۷۲، جلد ۲)

۵:...... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ میں حاضر نہ ہونے والوں کی وجہ سے فرمایا، البتہ میرا ارادہ ہوا کہ میں ایک آدمی کو لوگوں کا امام بناؤں پھر جو جمعہ میں حاضر نہیں ہوئے ہیں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (السنن الکبریٰ، صفحہ ۱۷۲، جلد ۳) ان تمام روایات میں عید اور غیر عید کا فرق نہیں جن پر جمعہ فرض ہے ہر حال میں فرض ہے خواہ عید ہو یا نہ ہو۔

مخالف روایات کا جواب:

جس روایت میں یہ ہے کہ جو واپس جانا چاہے چلا جائے اس سے مراد وہ باہر سے آنے والے لوگ ہیں جن پر جمعہ فرض ہی نہیں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ:......

۱:...... حضرت عثمانؓ نے اہل عوالی کو کہا کہ تم میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے کرلے اور جو واپس جانا چاہے چلا جائے۔ (بخاری، صفحہ ۸۳۵، جلد ۲)

۲:...... حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عوالی سے فرمایا کہ تم میں سے جو بیٹھنا چاہے بیٹھ جائے اس پر کوئی تنگی نہیں۔ (کتاب الام، صفحہ ۲۳۹، جلد ۱)

۳:...... امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ دو عیدیں ایک دِن میں جمعہ ہو جائیں تو پہلی سُنّت اور

...سری فرض ہے، ان میں سے کسی کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ (جامع الصغیر، صفحہ ۱۱۳)

...:...... امام شافعیؒ بھی فرماتے ہیں کہ عید کے بعد امام دیہاتیوں کو لوٹنے کی اجازت دے، ...ہریوں کے لئے جمعہ ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ (ملخصا کتاب الام، صفحہ ۲۳۹، جلد ۱)

۵:...... ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ عید کی نماز کی وجہ سے جمعہ اور ظہر کا ساقط ہو جانا متروک ...ب مجبور ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور سقوط کی تاویل اہل عالیہ اور ان تمام لوگوں کے حق ...یں ہے جن پر جمعہ واجب نہیں۔

نوٹ:...... عالیہ اور عوالی سے مراد وہ گاؤں ہیں جو مدینہ کے اطراف بلندی پر واقع ...یں۔ نزدیک والا گاؤں مدینہ سے تین میل پر اور دُور والا آٹھ میل پر واقع ہے۔ (لغات الحدیث، صفحہ ۱۹۱، جلد ۳)

تعداد تکبیرات زوائد:

اس مسئلہ میں بھی متواتر فقہ حنفی کا یہاں اختلاف کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں چھ زائد ...کبیرات سے عید پڑھی جاتی رہی ہے۔ یہاں بعض جماعتوں نے تو اجماع اُمت کو ترک کر ...یا کہ عیدین میں زائد تکبیریں ہیں ہی نہیں۔ عام نمازوں کی طرح دو رکعتیں پڑھ لینی چاہئیں ...جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں۔ اس نے بارہ یا چھ زائد تکبیریں کہنے والوں کو یہودی ...احبار و رہبان کہا ہے۔

دلائل احناف:

۱:...... ابو عبدالرحمٰن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض صحابہ کرامؓ نے بیان کیا کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دِن نماز پڑھائی تو (تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع سمیت) چار چار تکبیریں کہیں، پھر ہماری طرف اپنے چہرے کو متوجہ کر کے فرمایا کہ نہ بھولنا جنازے کی تکبیروں کی طرح ...ے اور انگوٹھا بند کر کے اپنی انگلیوں سے (چار کا) اشارہ کیا۔ (طحاوی، صفحہ ۴۳۸، جلد ۲) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن الاسناد ہے۔ (طحاوی، صفحہ ۴۳۸)

۲:...... حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھی ابو عائشہ فرماتے ہیں کہ سعید بن عاص نے ابو موسیٰ اشعریؓ اور حذیفہؓ ابن یمان سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحی اور عید الفطر میں کیسے تکبیریں کہتے تھے تو حضرت ابو موسیٰ ؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی تکبیروں کی طرح (تکبیر تحریمہ کے علاوہ) چار تکبیریں کہا کرتے تھے تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ ابو موسیٰ ؓ نے سچ کہا ہے تو حضرت ابو موسیٰ ؓ نے فرمایا کہ میں بصرہ میں جب بصرہ والوں کا امیر ہوتا تھا تو ایسے ہی تکبیریں کہا کرتا تھا۔ ابو عائشہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت سعید بن عاصؓ کے پاس موجود تھا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۱۶۴، جلد ۱، طحاوی، صفحہ ۴۳۹)

۳:...... حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو موسیٰ ؓ کے قاصد نے بیان کیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں پہلی تکبیر کے علاوہ چار چار تکبیریں کہتے تھے۔ (طحاوی، صفحہ ۴۳۹)

۴:...... حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بھی یہی تکبیر تحریمہ سمیت چار تکبیروں کا ذکر ہے۔

(مصنف عبدالرزاق)

صدقۃ الفطر:

جس پر زکوٰۃ واجب ہو یا ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال واسباب ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو تو عید کے دن اس پر صدقہ دینا واجب ہے چاہے وہ مال تجارت ہو یا نہ ہو خواہ اس پر سال گزرا ہو یا نہ گزرا ہو۔ اگر گندم یا گندم کے آٹے یا گندم کے ستو سے صدقہ فطر ادا کرے تو احتیاطاً (دو کلو اور اگر جو یا جو کے آٹے یا جو کے ستو یا کھجور یا کشمش سے صدقہ فطر ادا کرے تو اس سے دوگنا ادا کرنا ہوگا۔ یہ گندم کے نصف صاع والا مسلک حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ، حضرت اسماءؓ سے اسانید صحیحہ سے منقول ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔

(الروضۃ الندیہ، صفحہ ۳۱۵، جلد ۱)

مسائلِ قربانی اور تکبیراتِ عید

قربانی کا فلسفہ:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ فصل لربک وانحر ○ صدق اللہ العظیم ○

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ نے جس طرح جسم انسانی کے مختلف امراض کے مختلف طرق علاج پیدا فرمائے ہیں اسی طرح روحانی بیماریوں کے بھی متعدد علاج پیدا فرمائے۔ روحانی بیماریوں میں ایک خطرناک بیماری حب مال ہے جس کو حدیث پاک میں پانی سے گھاس کی طرح دل میں نفاق بڑھانے والا کہا گیا ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مال کی محبت کی وجہ سے باپ بیٹے، ماں بیٹی میں لڑائی ہوتی ہے۔ مال کی محبت قتل وغارت، رشوت، سود، لوٹ کھسوٹ، بخل، حرص، عدم ادائے زکوٰۃ وحج وغیرہ ہزاروں بیماریوں کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مالی عبادات کے ذریعہ مال خرچ کر کے اس کی محبت کو دل سے نکالنے کی مختلف صورتیں پیدا فرمائیں، جن میں ایک قربانی ہے۔

حکم قربانی

سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی واجب ہے بشرطیکہ مقیم صاحب نصاب ہو اور یہ وجوب کا قول حضرت مجاہدؒ مکحولؒ اور شعبیؒ کا بھی ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی یہ وجوب منقول ہے۔ (محلی ابن حزم، صفحہ ۳۵۸، جلد ۷)

روک دیا اور عتیرہ وہ ذبیحہ تھا جس کو رجب میں ذبح کرتے تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس سے روک دیا اور قربانی کا حکم دیا۔ (مجمع الزوائد، صفحہ ۱۸، جلد ۴)

۱۴:...... حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! قربانی
کرو۔ الخ (مجمع الزوائد، صفحہ ۱۷، جلد ۴) والامر للوجوب اور یہ وجوب قربانی کا مسئلہ ہمارے
ہاں معروف چلا آ رہا تھا اور تمام احناف یامرون بالمعروف پر عمل کرتے ہوئے صاحب
نصاب پر وجوب قربانی کے قائل تھے مگر غیر مقلدین نے احناف میں آہستہ آہستہ قربانی کے عدم
وجوب کو پھیلانا شروع کیا اور یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف پر منافقانہ عمل کیا،
مگر عوام کو دھوکا یہ دیتے ہیں کہ ہم خدا یا رسولِ خدا کو مانتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
عملِ معروف کے خلاف احادیث پھیلانے کو فتنہ اور گمراہی کا سبب قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جن
علاقوں میں احناف کی اکثریت ہے وہاں عدمِ وجوب کے متعلق روایات فتنہ کا سبب بنیں گی۔
ہاں جہاں دوسرے ائمہ کے مقلدین ہیں وہاں اُن کے مسلک کے مطابق ہی روایات ذکر کی
جائیں گی جو عین مزاج شریعت ہے۔ بعض غیر مقلدین حضرت ابن عمرؓ کے قول ہی سنة و
معروف (بخاری) سے عدمِ وجوب پر اسی طرح ومن ذبح بعد الصلوة فقد تم نسكه
واصاب سنة المسلمين (جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو تحقیق اس کی قربانی کامل ہوگئی اور
اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پالیا سے استدلال کرتے ہیں) مگر ان دونوں جگہ سنة سیرۃ
المسلمین اور طریق المسلمین کے معنی میں ہے، جس میں فرائض و واجبات بھی داخل ہیں اور یہ سبیل
المومنین بن کر ضروری قرار پائے گی۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے مجوس کے بارہ میں حضرت
عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ ان کے بارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
سنّوا بهم سنة اهل الكتاب (موطا امام مالک، صفحہ ۲۸۷، کتاب الزکوۃ) یعنی خراج اور جزیہ
میں ان کے ساتھ اہلِ کتاب والا معاملہ کرو یہ لفظ سنة فرض اور واجب کو بھی شامل ہے۔ امام

بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ کے قول الختان سنة کی تشریح یہ کی ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنتِ واجبہ ہے۔ اسی طرح علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین میں بہت سے
واجب امور داخل ہیں۔ بالکل اسی طرح قربانی کو سنت کہنا اس کے وجوب کے منافی نہیں، اسی
طرح نواب نور الحسن غیر مقلد نے من اراد ان یضحی فلیمسک عن شعره واظفاره
(مسلم) سے مطلقاً عدمِ وجوب قربانی پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں قربانی کو
ارادہ کے ساتھ معلق کیا ہے۔ (یعنی اگر ارادہ ہو تو کرے نہ ہو تو نہ کرے) (عرف الجادی، صفحہ
۲۳۲) علامہ ماردینی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ روایات میں بہت سے واجبات کو بلکہ
فرائض کو بھی ارادہ کے ساتھ معلق فرمایا گیا ہے۔ جیسے من اراد الحج فلیلب (جو حج کا ارادہ
کرے وہ تلبیہ کہے) من اراد الجمعة فلیغتسل (جو جمعہ کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ وہ غسل
کرے) من اراد الحج فلیتعجل (جو حج کا ارادہ کرے تو جلدی کرے) ان روایات میں
حج اور جمعہ کو ارادہ سے معلق کرنے سے جس طرح اُن کی فرضیت کی نفی پر استدلال غلط ہے اسی
طرح قربانی کو ارادہ سے معلق کرنے سے عدمِ وجوب پر استدلال بھی غلط ہے۔

غیر مقلدین اور شوافع وغیرہ میں فرق:

یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھانے کی ہے کہ ہمارا مقصد غیر مقلدین کی تردید ہے جو
فرقہ باطلہ ہے، نہ کہ شوافع یا حنابلہ کی جو اہلِ سنت کے گروہ ہیں اور ان میں اور غیر مقلدین میں
زمین و آسمان یا یوں سمجھو کہ سچ اور جھوٹ کا فرق ہے، کیونکہ ان ائمہ کے مقلدین ان اجتہادی
مسائل کو اپنے مجتہد (امام شافعی یا امام احمد رحمہما اللہ) کی طرف منسوب کر کے اپنی فقہ کا مسئلہ کہتے
ہیں اور احناف کے بارہ میں یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے خدا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی
ہے، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے امام کی مخالفت کی ہے اور اپنے امام (یعنی امام ابوحنیفہؒ)
کی فقہ کے مسئلہ کو لیا ہے اور یہ بات بالکل سچ ہے جبکہ غیر مقلدین ان اجتہادی مسائل میں عوام کو یہ

روک دیا اور عتیرہ وہ ذبیحہ تھا جس کو رجب میں ذبح کرتے تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک دیا اور قربانی کا حکم دیا۔ (مجمع الزوائد، صفحہ ۱۸، جلد ۴)

۱۴:...... حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! قربانی کرو۔ الخ (مجمع الزوائد، صفحہ ۱۷، جلد ۴) والامر للوجوب اور یہ وجوبِ قربانی کا مسئلہ ہمارے ہاں معروف چلا آ رہا تھا اور تمام احناف یامرون بالمعروف پر عمل کرتے ہوئے صاحبِ نصاب پر وجوبِ قربانی کے قائل تھے مگر غیر مقلدین نے احناف میں آہستہ آہستہ قربانی کے عدم وجوب کو پھیلانا شروع کیا اور یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف پر منافقانہ عمل کیا، مگر عوام کو دھوکا یہ دیتے ہیں کہ ہم خدا یا رسولِ خدا کو مانتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملِ معروف کے خلاف احادیث پھیلانے کو فتنہ اور گمراہی کا سبب قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جن علاقوں میں احناف کی اکثریت ہے وہاں عدم وجوب کے متعلق روایات فتنہ کا سبب بنیں گی۔ ہاں جہاں دوسرے ائمہ کے مقلدین ہیں وہاں اُن کے مسلک کے مطابق ہی روایات ذکر کی جائیں گی جو عینِ مزاج شریعت ہے۔ بعض غیر مقلدین حضرت ابن عمرؓ کے قول ہی سنۃ و معروف (بخاری) سے عدم وجوب پر اسی طرح ومن ذبح بعد الصلوۃ فقد تم نسکہ واصاب سنۃ المسلمین (جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو تحقیق اس کی قربانی کامل ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پا لیا سے استدلال کرتے ہیں) مگر ان دونوں جگہ سنۃ سیرۃ المسلمین اور طریق المسلمین کے معنی میں ہے جس میں فرائض و واجبات بھی داخل ہیں اور یہ سبیل المومنین بن کر ضروری قرار پائے گی۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے مجوس کے بارہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ ان کے بارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنوا بھم سنۃ اھل الکتاب (موطا امام مالک، صفحہ ۲۸۷، کتاب الزکوۃ) یعنی خراج اور جزیہ میں ان کے ساتھ اہلِ کتاب والا معاملہ کرو یہ لفظ سنۃ فرض اور واجب کو بھی شامل ہے۔ امام

بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ کے قول الختان سنۃ کی تشریح یہ کی ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ واجبہ ہے۔ اسی طرح علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین میں بہت سے واجب امور داخل ہیں۔ بالکل اسی طرح قربانی کو سنت کہنا اس کے وجوب کے منافی نہیں، اسی طرح نواب نور الحسن غیر مقلد نے من اراد ان یضحی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ (مسلم) سے مطلقاً عدم وجوب قربانی پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں قربانی کو ارادہ کے ساتھ معلق کیا ہے۔ (یعنی اگر ارادہ ہو تو کرے نہ ہو تو نہ کرے) (عرف الجادی، صفحہ ۲۳۲) علامہ ماردینی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ روایات میں بہت سے واجبات کو بلکہ فرائض کو بھی ارادہ کے ساتھ معلق فرمایا گیا ہے۔ جیسے من اراد الحج فلیلب (جو حج کا ارادہ کرے وہ تلبیہ کہے) من اراد الجمعۃ فلیغتسل (جو جمعہ کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ وہ غسل کرے) من اراد الحج فلیتعجل (جو حج کا ارادہ کرے تو جلدی کرے) ان روایات میں حج اور جمعہ کو ارادہ سے معلق کرنے سے جس طرح اُن کی فرضیت کی نفی پر استدلال غلط ہے اسی طرح قربانی کو ارادہ سے معلق کرنے سے عدم وجوب پر استدلال بھی غلط ہے۔

غیر مقلدین اور شوافع وغیرہ میں فرق:

یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھانے کی ہے کہ ہمارا مقصد غیر مقلدین کی تردید ہے جو فرقہ باطلہ ہے، نہ کہ شوافع یا حنابلہ کی جو اہلِ سنت کے گروہ ہیں اور ان میں اور غیر مقلدین میں زمین و آسمان یا یوں سمجھو کہ سچ اور جھوٹ کا فرق ہے، کیونکہ ان ائمہ کے مقلدین ان اجتہادی مسائل کو اپنے مجتہد (امام شافعی یا امام احمد رحمہما اللہ) کی طرف منسوب کر کے اپنی فقہ کا مسئلہ کہتے ہیں اور احناف کے بارہ میں یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے خدا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے امام کی مخالفت کی ہے اور اپنے امام (یعنی امام ابوحنیفہؒ) کی فقہ کے مسئلہ کو لیا ہے اور یہ بات بالکل سچ ہے جبکہ غیر مقلدین ان اجتہادی مسائل میں عوام کو یہ

دھوکا دیتے ہیں کہ ہم تو امام ابوحنیفہؒ کو چھوڑ کر خدا یا رسول کو مانتے ہیں اور حنفی خدا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کو مانتے ہیں اور یہ سو فیصد جھوٹ ہے بلکہ اجتہادی مسائل میں جب خدا عزوجل اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہی نہیں ہے تو گویا کہ غیر مقلد اپنے آپ کو خدا یا رسول کہتا ہے جو قبیح قسم کا شرک ہے۔

فائدہ:...... منکرین حدیث کھل کر قربانی کے مخالف ہیں جبکہ قرآنی فیصلہ میں لکھا ہے قرآن میں جانور ذبح کرنے کا ذکر حج کے ضمن میں آیا ہے، عرفات کے میدان میں جب یہ تمام نمائندگانِ ملت ایک لائحہ عمل طے کرلیں گے تو اس کے بعد منیٰ کے مقام پر دو تین دن تک اُن کا اجتماع رہے گا جہاں یہ باہمی بحث و تمحیص سے اس پروگرام کی تفصیلات طے کریں گے۔ ان مذاکرات کے ساتھ باہمی ضیافتیں بھی ہوں گی۔ آج صبح پاکستان والوں کے ہاں، شام کو اہل افغانستان کے ہاں، اگلی صبح شام کی طرف و قس علی ذالک۔ ان دعوتوں میں مقامی لوگ بھی شامل کرلئے جائیں گے۔ امیر بھی، غریب بھی اس مقصد کے لئے جو جانور ذبح کئے جائیں گے قربانی کے جانور کہلائیں گے۔ (قرآنی فیصلے، صفحہ ۵۵) آگے لکھا ہے مقام حج کے علاوہ (یعنی اپنے اپنے شہروں میں) قربانی کے لئے کوئی حکم نہیں۔ (قرآنی فیصلے، صفحہ ۵۵) آگے لکھا ہے یہ ساری دُنیا میں اپنے اپنے طور پر قربانیاں ایک رسم ہے۔ اسی طرح حاجیوں کی وہ قربانیاں جو آج کل کرتے ہیں محض ایک رسم کی تکمیل رہ گئی ہے۔ ایک ایک حاجی پانچ پانچ سات سات دنبے انفرادی طور پر ذبح کردیتا ہے اور چونکہ اس قدر گوشت کا مصرف کچھ نہیں ہوتا اس لئے ان ذبح شدہ جانوروں کو گڑھے کھود کر دبا دیتے ہیں۔ ذرا حساب لگایئے اس رسم کو پورا کرنے میں اس غریب قوم کا کس قدر روپیہ ہر سال ضائع ہوجاتا ہے۔

اگر آپ ایک کراچی شہر کو لے لیں تو اس آٹھ دس لاکھ کی آبادی میں سے اگر پچاس ہزار نے بھی قربانی دی ہو اور ایک جانور کی قیمت تیس روپیہ بھی سمجھ لی جائے تو پندرہ

لاکھ روپیہ ایک دن میں صرف ایک شہر سے ضائع ہوگیا۔ (قرآنی فیصلے، صفحہ ۵۶) **جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:......** قربانی صرف مکہ میں حاجیوں کی ضرورتِ ضیافت کی مقدار درست ہے۔ اس سے زائد اور اسی طرح مکہ کے غیر میں ایک رسم اور ملی خسارہ ہے۔ (نعوذ باللہ) اسی طرح منکرینِ فقہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکہ میں بھی اس کی ضرورت کے قائل نہیں۔ چنانچہ نواب نور الحسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے بعد اس دعا:...... اللھم تقبل من محمد وآل محمد وامة محمد (اے اللہ! اس کو محمدؐ آلِ محمدؐ اور اُمتِ محمدؐ کی طرف سے قبول فرما) سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایک مینڈھے کی قربانی کے اس کرنے والے اور اس کے اہل و عیال اور اس کے غیر کی طرف سے کافی ہونے کی دلیل ہے۔ (عرف الجادی، صفحہ ۲۴۱) نیز لکھتے ہیں کہ یہ خیال کہ بکری صرف ایک یا تین کے علاوہ کفایت نہیں کرتی محتاج دلیل ہے۔ (عرف الجادی، صفحہ ۲۴۳) تو جب ایک مینڈھا پوری اُمت کی طرف سے کافی ہوگیا تو اب مکہ میں حاجیوں کی مہمانی کے لئے بھی قربانی کی ضرورت نہ رہی۔

نوٹ:...... واضح رہے کہ مذکورہ بالا حدیث کا مقصد پوری اُمت کی طرف سے قربانی کرنا نہیں بلکہ قربانی کے ثواب میں اُمت کو شریک کرنا ہے۔

قربانی کے جانور

قرآنِ پاک میں قربانی کے جانوروں کے لئے بھیمة الانعام کا لفظ ہے۔ امام راغب م ۵۰۲ھ مفردات القرآن میں فرماتے ہیں:...... الانعام تقال للابل والبقر والغنم (انعام کا لفظ اونٹ نر و مادہ، گائے نر و مادہ، غنم بکرا، بھیڑ نر و مادہ پر بولا جاتا ہے) (مفردات القرآن، صفحہ ۴۹۹) یقال للابل والبقر والغنم الانعام علی التوسع (معجم الفاظ القرآن، صفحہ ۷۰۳، جلد ۲) یعنی اصل میں اونٹ کو نعم کہا جاتا تھا، بعد میں توسع

کے طور پر اونٹ گائے غنم نر مادہ کو انعام کہا جانے لگا۔ غیر مقلد صلاح الدین یوسف لکھتا ہے انعام اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کو کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی چال میں نرمی ہوتی ہے۔ یہ بہیمۃ الانعام نر اور مدہ مل کر آٹھ قسمیں ہیں۔ (تفسیر مطبوعہ سعودیہ، صفحہ ۳۸۱) شرح مہذب میں ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ قربانی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری ہی کی جائز ہے۔ ان کے علاوہ باقی جانوروں کی جائز نہیں۔ (بحوالہ اعلاء السنن، صفحہ ۲۱۰، جلد ۱۷) مگر غیر مقلدین کی جماعت غرباء اہلحدیث نے بلا قرآن و حدیث کی دلیل کے اس اجماع کی مخالفت کی اور لکھ دیا کہ گھوڑا جن کے نزدیک حلال ہے ان کے نزدیک (اس کی) قربانی بھی جائز ہے۔ جمہور محدثین حلت کے قائل ہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۱۴۷، جلد ۱) اس پر ۴۲ غیر مقلدین علماء کے تصدیقی دستخط ہیں۔ ان میں سے محمد موسیٰ امرتسری نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ گھوڑے کی قربانی بھی سنتِ صحابہؓ ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۱۴۹) کوئی غیر مقلد سنت کی تعریف کر کے اس کا سنت ہونا ثابت نہیں کر سکتا۔ اس پر عبدالرحمٰن جھنگوی غیر مقلد نے مزید لکھ دیا کہ سنتِ صحابہ کا اجراء بھی مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ خاص کر جب لوگ سنتِ صحابہ کے مخالف ہوں۔ (فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۱۴۹) ...... بیس تراویح، ایک مجلس کی تین طلاقوں کا تین ہونا وغیرہ بہت سے صحابہ کرام کے اجماعی مسائل ہیں جو یہاں معمول بہا ہیں، ان کی دن رات یہ لوگ کھلم کھلا مخالفت کرتے ہیں مگر متواتر عمل کے خلاف کوئی شاذ قول مل جائے تو اس کی اشاعت ضروری قرار دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔

عیدین میں چھ زائد تکبیریں ہیں:

۱:...... عن القاسم ابی عبدالرحمٰن انه قال حدثنی بعض اصحاب رسول الله قال صلی بنا النبی یوم عید فکبر اربعا واربعا ثم اقبل علینا بوجهه فقال لاتنسوا کتکبیر الجنائز واشار باصابعه وقبض ابهامه (طحاوی، صفحہ ۳۲۸، جلد ۲)

ابو عبدالرحمٰن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے بتایا کہ آپ نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو چار چار تکبیر کہیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح چار ہیں۔ آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند فرما لیا (چار تکبیریں بشمول رکوع کی تکبیر کے) حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں حضرت حذیفہؓ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

۲:...... کان رسول الله یکبر فی الاضحیٰ والفطر وکان یکبر اربعا تکبیرہ علی الجنائز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں جنازہ کی طرح چار چار تکبیریں کہتے تھے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۱۶۳، جلد ۱، مسند احمد، صفحہ ۴۱۶، جلد ۴)

۳:...... عن عبدالله بن مسعودؓ انه کان یکبر اربعا ثم یقرأ ثم یکبر فیرکع ثم یقوم فی الثانیة فیقرء ثم یکبر اربعا بعد القراءة (مصنف عبدالرزاق، صفحہ ۲۹۳، جلد ۳، طبرانی کبیر، صفحہ ۳۰۳، جلد ۹) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (مع تکبیر تحریمہ) چار تکبیریں کہتے، پھر قراءت کرتے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو پہلے قراءت کرتے، پھر چار تکبیریں کہتے (مع تکبیر الرکوع)

۴:...... عن ابن مسعودؓ فی الاولی خمس تکبیرات بتکبیرة الرکعة وتکبیرة الاستفتاح وفی الرکعة (الاخریٰ) اربعة بتکبیرة الرکعة (مصنف عبدالرزاق، صفحہ ۲۹۳، جلد ۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ (عید کی نماز میں) پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت پانچ تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر سمیت چار تکبیریں ہیں۔

۵:...... عن محمد عن انس بن مالکؓ انه قال تسع تکبیرات خمس فی الاولی واربع فی الاخرة مع تکبیرة الصلوة (طحاوی، صفحہ ۳۴، جلد ۲) حضرت محمد بن

سیرین حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا عید کی نماز میں نو تکبیریں ہیں۔ پانچ پہلی رکعت میں چار، دوسری رکعت میں نماز کی تکبیر سمیت۔

۶:...... امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی مجلس میں سب صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہوگیا کہ جس طرح جنازہ کی تکبیریں چار ہیں عیدین کی بھی چار چار ہیں۔

(طحاوی شریف، صفحہ۳۳۳، جلد۱)

۷:...... امام ابراہیم نخعی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب عید میں نو تکبیریں کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، صفحہ۱۷۴، جلد۲)

۸:...... حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ اور سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ نماز عید میں نو تکبیریں اور قراءت پے در پے ہے۔ یعنی پہلی رکعت میں تکبیروں کے بعد اور دوسری رکعت میں تکبیروں سے پہلے۔ (مصنف ابن شیبہ، صفحہ۱۷۱، جلد۲)

۹:...... حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے بصرہ میں عید کی نماز میں نو تکبیریں کہیں اور دونوں رکعتوں میں قراءتیں پے در پے کیں۔ حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ (مصنف عبدالرزاق، صفحہ۲۹۴، جلد۳، مصنف ابن ابی شیبہ، صفحہ۱۷۴، جلد۲)

۱۰:...... عن مکحول قال اخبرنی ابو عائشه جلیس لابی هریرةؓ ان سعید ابن العاص سأل ابا موسیٰ الاشعری وحذیفة بن الیمان کیف کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یکبر فی الاضحیٰ والفطر فقال ابو موسیٰ کان یکبر اربعا تکبیره علی الجنائز فقال حذیفة صدق فقال ابو موسیٰ کذلک کنت اُکبّر فی البصرة حیث کنت علیهم قال ابو عائشه وانا حاضر سعید بن العاص (ابوداؤد، صفحہ۱۷۰، جلد۱، طحاوی، جلد۲، مسند احمد) حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہؓ کے ہم نشین ابوعائشہ نے بتلایا کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہا کرتے تھے جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا جب میں بصرہ کا حاکم تھا تو اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔ حضرت ابوعائشہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے سوال کے وقت خود موجود تھا۔

۱۱:...... عن علقمه والا سود بن یزید قالا کان مسعود جالسا وعنده حذیفة و ابو موسیٰ الاشعری فسالهما سعید بن العاص عن التکبیر فی الصلوٰة یوم الفطر والاضحیٰ فجعل هذا یقول سل هذا وهذا یقول سل هذا فقال له حذیفة سل عبد اللّٰہ بن مسعود فساله فقال ابن مسعود یکبر اربعا ثم یقرء ثم یکبر فیرکع ثم یقول فی الثانیه فیقرء ثم یکبر اربعا بعد القراء ة (مصنف عبدالرزاق، صفحہ۲۹۳، جلد۳، معجم طبرانی کبیر، صفحہ۳۰۳، جلد۹) حضرت علقمہ اور اسود بن یزید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت سعید ابن عاصؓ نے ان دونوں بزرگوں سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں تکبیر کے متعلق سوال کیا، یہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو اور وہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو۔ حضرت حذیفہؓ نے ان سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا چار تکبیریں کہے (بشمول تکبیر تحریمہ کے) پھر قراءت کرے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے، پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو اور قراءت کرے، پھر چار تکبیریں

(بشمول تکبیر رکوع کے) کہے، قراءت کے بعد۔

۱۲:...... عن عبداللہ قال التکبیر فی العید اربعا کالصلوۃ علی المیت (معجم طبرانی کبیر، صفحہ ۳۰۵، جلد ۹) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عید میں چار تکبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ نماز جنازہ میں۔

۱۳:...... عن کردوس قال ارسل الولید الی عبداللہ بن مسعودؓ و حذیفۃؓ وابی مسعودؓ و ابی موسیٰ الاشعریؓ بعد العتمہ فقال ان ھذا عید المسلمین فکیف الصلوۃ فقالوا سل اباعبدالرحمن فسالہ فقال یقوم فیکبر اربعا ثم یقرء بفاتحہ الکتاب و سورۃ من المفصل ثم یکبر ویرکع فتلک خمس ثم یقوم فیقرء بفاتحۃ الکتاب و سورۃ من المفصل ثم یکبر اربعا یرکع فی آخرھن فتلک تسع فی العیدین فما انکرہ واحد منھم (معجم طبرانی کبیر، جلد ۹، مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۲) حضرت کردوسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن عقبہؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابومسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس ایک تہائی رات کے بعد پیغام بھیجا (جس میں انہوں نے کہا کہ) یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے؟ ان سب بزرگوں نے کہا کہ ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعودؓ) سے پوچھو۔ چنانچہ قاصد نے ان سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کھڑے ہوکر چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریمہ کے) کہے، پھر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ پس یہ پانچ تکبیریں ہوئیں، پھر کھڑے ہوکر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورۃ پڑھے، پھر چار تکبیر کہے جن میں آخری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ پس یہ نو تکبیریں ہوئیں۔ دونوں عیدوں میں ان بزرگوں میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

 اللہ تعالیٰ حق بات کو سمجھنے اور پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

اصحاب ظواہر اور غیر مقلدین میں فرق

بسمہ سبحانہٗ و تعالیٰ

عزیز من جناب مولوی عبدالہادی صاحب زید علمکم و عملکم

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ نے زمانہ حال کے غیر مقلدین اور اصحاب ظواہر میں فرق پوچھا ہے، نیز یہ کہ جب اصحاب ظواہر کو برا بھلا نہیں کہا جاتا تو غیر مقلدین کو بھی بنظر احترام دیکھنا چاہئے۔ تو ہمارا عرض ہے کہ اول تو اصحاب ظواہر کو تمام حضرات نے بنظر احترام نہیں دیکھا، کیونکہ سب سے پہلا ظاہری داؤد بن علی بن خلف اصبہانی ہے جو ۲۰۲ھ میں پیدا ہوا اور ۲۷۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے نسبت ظاہریہ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا اور زبانی طور پر احکام میں قیاس کا انکار کیا، اور بالفعل قیاس کی طرف مجبور ہوا تو اس کا نام اس نے "دلیل" رکھا۔ (تاریخ بغداد، صفحہ ۳۷۴، جلد ۸)

عبدالرحمٰن بن خراش نے اس کو کافر کہا۔ (تاریخ بغداد، صفحہ ۳۷۴، جلد ۸) ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اہل علم کے مقام پر رہتا تو اس کے حسن بیان، تردید بدعت کے اسباب کی وجہ سے میں یہ سمجھتا کہ یہ اہل بدعت کے لئے ضرب کاری ہے، مگر یہ مقام علماء سے تجاوز کر گیا۔ نیشاپور سے یہ ہمارے پاس آیا، تو نیشاپور کے مشائخ محمد بن رافع، محمد بن یحییٰ، عمرو بن زرارہ، حسین بن منصور اور دوسرے مشائخ نے مجھے خط کے ذریعے وہاں اس کی ایجاد کردہ بدعات کی اطلاع کی لیکن میں نے اس کے انجام کا خوف کرتے ہوئے اس کی پردہ پوشی کی اور میں نے ان (قابل اعتراض باتوں) میں سے کوئی اس میں تبدیل ہوتی نہیں پائی، پھر یہ شخص بغداد میں گیا

اور امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے صالحؒ سے تعلقات قائم کئے، پھر ان سے کہا کہ میرے لئے کوئی حیلہ کریں کہ آپ کے والد سے ملاقات کی اجازت مل جائے، تو حضرت صالحؒ نے اپنے والد (امام احمد بن حنبلؒ) کے پاس آئے اور کہا کہ ایک شخص مجھ سے آپ کے پاس آنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا اس کا نام کیا ہے؟ حضرت صالحؒ نے فرمایا کہ داؤد۔ حضرتؒ نے پوچھا کہاں کا ہے؟ تو حضرت صالحؒ نے بتایا کہ اصبہان کا۔ امام احمدؒ نے پوچھا کہ اس کا کیا پتہ ہے؟ ابوزرعہؒ فرماتے ہیں کہ صالحؒ حضرت امام احمدؒ کو اس کی پوری پہچان نہیں کرانا چاہتے تھے، مگر امام احمدؒ پوری جستجو کرتے رہے یہاں تک کہ آپ سمجھ گئے کہ یہ وہی داؤد ظاہری ہے، تو آپؒ نے فرمایا کہ مجھے محمد بن یحییٰ نیشاپوری نے اس کے بارہ میں یہ خط لکھا ہے کہ یہ قرآن کو حادث کہتا ہے، اس لئے یہ میرے قریب نہ آئے۔ حضرت صالحؒ نے کہا کہ وہ اس کی نفی اور اس کا انکار کرتا ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا محمد بن یحییٰ میرے نزدیک اس سے زیادہ سچا ہے، اس لئے اس کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دینا۔

(تاریخ بغداد، صفحہ ۳۷۳، ۳۷۴، جلد ۸)

قاضی ابن کامل نے جب ابوعبداللہ الوراق سے داؤد ظاہری کا یہ قول سنا کہ وہ کہتا ہے کہ جس قرآن کے بارے میں لایمسهٗ الا المطهرون (نہیں ہاتھ لگاتے اس کو مگر پاکیزہ لوگ) اور فی کتاب مکنون نازل ہوا ہے، وہ غیر مخلوق ہے اور وہ قرآن جو ہمارے درمیان ہے جس کو حائضہ اور جنبی بھی ہاتھ لگاتے ہیں وہ مخلوق ہے تو قاضی ابن کامل نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔ (تاریخ بغداد، صفحہ ۳۷۴، جلد ۸)

ابوالعباس عبداللہ بن محمد نے داؤد ظاہری کے خلاف کچھ شعر کہے ہیں، جن میں سے دو شعر یہ ہیں:

عذلت علی ما لو علمت بعضه

فسحت مکان اللوم والعذل من عذر

جهلت ولم تعلم بانک جاهل

فمن لی بان تدری بانک لاتدری

ترجمہ:...... ”یعنی تجھے ایسی باتوں پر ملامت کی گئی ہے کہ اگر تو ان میں سے بعض کو جان لیتا تو عذر سے ملامت اور برائی کا میدان وسیع کر دیتا، تو جاہل ہے اور اپنے جاہل ہونے سے لاعلم بھی ہے، کون میرے لئے اس بات کا ضامن ہو سکتا ہے کہ جان لے کہ میں جاہل ہوں۔“ (تاریخ بغداد، صفحہ ۳۷۵، جلد ۸)

اسی طرح خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ اس کی کتابوں میں احادیث کثیر ہیں، مگر ان سے روایۃ بہت کم ہے۔ (تاریخ بغدادی، صفحہ ۳۷۰، جلد ۸)

محمد بن ابراہیم نیشاپوری فرماتے ہیں کہ ایک دن اسحاق بن راہویہ اپنے گھر میں داؤد ظاہری کی کچھ باتیں سن کر اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کی پٹائی کی اور اس پر انکار کیا۔

(سیر اعلام النبلاء، صفحہ ۴۹۵، جلد ۱۰)

محمد بن عبدۃ فرماتے ہیں کہ میں داؤد ظاہری کو ملنے کے لئے گیا تو امام احمد بن حنبلؒ مجھ سے ناراض ہو گئے۔ چنانچہ میں جب ان کے پاس گیا تو مجھ سے بات نہ کی، پھر ایک آدمی نے امام احمدؒ سے کہا کہ اے ابوعبداللہ! اس نے داؤد ظاہری کی ایک مسئلہ میں تردید کی ہے تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ وہ کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا کہ اس نے پوچھا تھا کہ جب خنثیٰ مر جائے تو اس کو غسل کون دے گا؟ داؤد نے کہا کہ اس کے خدام، تو محمد بن عبدۃ نے کہا کہ خدام تو آدمی ہیں، اس کو تو تیمم کرایا جائے گا۔ امام احمدؒ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ اس نے درست کہا، اس نے درست کہا، اس نے کس قدر عمدہ جواب دیا۔ (سیر اعلام النبلاء، صفحہ ۴۹۵، ۴۹۴، جلد ۱۰)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کے اختلاف قابل گنتی اور قابل شمار ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔ پس جو لوگ ان کے اختلاف کو (اپنی کتب میں) لائق شمار سمجھتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمارا ان کو شمار کرنا اس لئے نہیں کہ ان کے

تفردات حجت ہیں، بلکہ اس لئے کہ تھوڑی سی اس کی حکایت کردی جائے، ان کے بعض اختلاف قابل جواز ہیں اور بعض ساقط الاعتبار ہیں، پھر جن مسائل میں وہ متفرد ہیں وہ ایسے ہیں جو اجماع ظنی کی مخالفت کے قبیل سے ہیں اور ان کی اجماع قطعی کی مخالفت کم ہے اور جنہوں نے ان کا ابطال کیا ہے اور ان کو لائق شمار نہیں سمجھا انہوں نے ان کو مسائل متفردہ کی بنا پر دین سے خارج شمار نہیں کیا اور نہ ان کی وجہ سے ان کو کافر کہا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ عوام کے مقام کے ہیں، یا یہ فروع میں شیعوں جیسے ہیں۔ ہم نہ ان کی باتوں کی طرف توجہ کریں گے نہ ان کے ساتھ اختلاف قائم کریں گے اور نہ ان کی کتب کی تحصیل کا ارادہ کیا جائے گا اور نہ ہم عوام فتویٰ پوچھنے والوں کی ان کی طرف رہنمائی کریں گے، جب یہ لوگ آپس میں کسی ایسے مسئلہ کو ظاہر کریں گے جو یقیناً باطل ہے، جیسے (وضو میں) دونوں پاؤں کا مسح کرنا، تو ہم ان کو مہذب بنانے کے لئے سزا دیں گے اور ان پر قطعی طور پر پاؤں کا دھونا لازم کریں گے۔

استاد ابو اسحاق سفرائنی نے فرمایا کہ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ قیاس کی نفی کرنے والے کبھی بھی مرتبہ اجتہاد کو نہیں پہنچتے اور (اسلامی حکومت) میں ان کو جج بنانا جائز نہیں ہے اور استاد ابو منصور بغدادی نے ابو علی بن ابی ہریرۃ اور شوافع کے ایک گروہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ داؤد ظاہری اور تمام منکرین قیاس کے اصول سے پہلے فروع میں بھی اختلاف کا اعتبار نہیں۔ ابو المعالی امام الحرمین فرماتے ہیں کہ اہل تحقیق کا مذہب یہ ہے کہ منکرین قیاس کو علماء امت میں سے شمار نہ کیا جائے گا اور نہ ہی وہ حاملین شریعت ہیں اس لئے کہ وہ ان مسائل میں جو شہرت اور تواتر سے ثابت ہیں راہِ عناد پر ہیں اور جھوٹ کی وجہ سے لوگوں کو حیرت زدہ کرنے والے ہیں، کیونکہ شریعت کا اکثر حصہ اجتہاد سے صادر ہونے والا ہے اور نصوص صریحہ شریعت کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچتیں، اور یہ لوگ عوام کے ساتھ ملحق ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، صفحہ ۷۔۴۹۶، جلد ۱۰)

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری متوفی ۴۵۶ھ

داؤد ظاہری کی طرح ابن حزم ظاہری کو بھی بعض نے بالکل رد کر دیا اور بعض نے اس کے نقل آثار کو سراہا اور اس کی کتب سے استفادہ کیا۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ:...... "ابن حزم نے پہلے علم ادب، علم تاریخ، علم شعر، علم منطق اور علم فلسفہ میں مہارت حاصل کی۔ منطق اور فلسفہ نے اس میں ایسا اثر کیا کہ کاش وہ اثر سے بچ جاتا اور یقیناً میں نے اس کی ایک کتاب دیکھی جس میں وہ منطق کے اہتمام پر ابھارتا ہے اور اسے دوسرے علوم پر مقدم کرتا ہے تو مجھے اس کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی، اس لئے کہ وہ علوم اسلامیہ کا رئیس اور نقل میں متبحر اور بے نظیر ہے۔ باوجود اس خشکی کے جو اس میں پائی جاتی ہے اور فروع میں حد سے زیادہ ظاہریت نہ کہ اصول میں کہا گیا ہے کہ اس نے پہلے فقہ شافعی حاصل کی، پھر اس کا اجتہاد اس کو ہر قسم کے قیاس جلی و خفی کی نفی اور نصوص کے ظاہر اور قرآن وحدیث کے عموم اور براءۃ اصلیہ اور استصحاب حال کی طرف لے گیا، اور اس بارے میں اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور اس پر مناظرے کئے اور اپنی زبان اور قلم کو سونت لیا اور ائمہ کرام سے خطاب میں کسی ادب کا لحاظ نہ کیا بلکہ سخت عبارات لکھیں اور برا بھلا کہا اور ناک کان کاٹنے میں کسر نہ چھوڑی، تو اس کو جزا بھی اس کے فعل جیسی ملی، اس طرح کہ ائمہ کرام کی ایک جماعت نے اس کی تصانیف سے اعراض کیا اور ان کو چھوڑ دیا اور ان سے نفرت کی اور ایک وقت میں ان کو جلا دیا گیا۔ دوسرے علماء نے ان کا اہتمام کیا اور ان کی تفتیش حرج اور استفادہ کے طور پر اور (کچھ مسائل) لینے اور مواخذہ کے طور پر کی اور ان میں نکمی کوڑیوں کی ترتیب میں کچھ قیمتی موتی ملے ہوئے پائے۔ تو کبھی تو خوش ہوتے اور کبھی تعجب کرتے اور کبھی اس کے تفردات سے مذاق کرتے۔"

(سیر اعلام النبلاء، صفحہ ۵۴۱، جلد ۱۳)

علامہ ذہبیؒ ابو القاسم صاعد کا یہ قول نقل کرکے کہ...... "ابن حزم نے علم منطق میں بہت ترقی کی پھر اس کو چھوڑ دیا۔" فرماتے ہیں کہ اس نے منطق کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اس

منطق نے اس کے دل میں سنت سے انحراف اور ایسی بہت سی چیزوں کا بیج بو دیا۔

(سیر اعلام النبلاء، صفحہ ۵۴۲، جلد ۱۳)

خلاصہ کلام یہ ھے:...... کہ اصحاب ظواہر کو اکابر اسلاف نے کلی طور پر قبول نہیں کیا، بلکہ ان کے تفردات پر گرفت کی ہے، تو غیر مقلدین اگر ان جیسے بھی ہوتے تو گرفت سے نہ بچتے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اہل ظاہر پھر بھی کچھ علمی گروہ تھا جبکہ یہ گروہ کسی علمی تحقیق کے نتیجہ میں نہیں بلکہ انگریزی حکومت کی سیاسی ضرورت پوری کرنے کے لئے معرض وجود میں آیا۔ غیر مقلدیت کا دوسرا نام "لامذہبیت" ہے۔ جس کو مذہبی آزادی کے نام سے انگریز نے اس علاقے میں پھیلایا جیسا کہ درج ذیل حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے۔

۱:...... نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں کہ:...... "یہ آزادگی ہماری مذہب جدیدہ (مذاہب اربعہ فقہاء "ناقل") سے عین مراد قانون انگلشیہ ہے۔"

(ترجمان وہابیہ، صفحہ ۲۰)

۲:...... نیز نواب صاحب فرماتے ہیں کہ:...... "فرمانروایان بھوپال کو ہمیشہ آزادگی مذہب میں کوشش رہی جو خاص منشاء گورنمنٹ انڈیا کا ہے۔" (ترجمان وہابیہ، صفحہ ۳)

۳:...... نیز فرماتے ہیں کہ:...... "دولت عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں قدیماً وحدیثاً ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی، کسی جگہ مجرد تہمت و اختراء پر کارروائی خلاف واقعہ نہیں فرمائی بلکہ اشتہار آزادگی مذہب جاری کئے۔ (ترجمان وہابیہ، صفحہ ۳)

۴:...... "اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ دادوں کی طرف سے چلا آتا ہے جما ہوا ہے۔" (ترجمان وہابیہ، صفحہ ۵)

۵:...... مولوی محمد حسین بٹالوی بھی اس لامذہبیت کو یورپ سے آنے والی کہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:...... "اے حضرات یہ مذہب سے آزادی اور خودسری اور خود اجتہادی کی

تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے۔ جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔"

(اشاعۃ السنہ، صفحہ ۲۵۵، جلد ۱۹، شمارہ ۸، صفحہ ۲۵۵)

۶:...... مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی کے شاگرد پروفیسر محمد مبارک استاد اسلامیات ضیاء الدین میموریل گورنمنٹ کالج فرماتے ہیں کہ:...... "جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی تھی، صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد (شہید) کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا۔" (علماء احناف اور تحریک مجاہدین، صفحہ ۴۸)

نوٹ:...... واضح رہے کہ یہ غرباء اہلحدیث غیر مقلدین کی سب سے پہلی جماعت ہے جس کی بنیاد ۱۳۱۳ھ میں رکھی گئی۔ بقیہ تمام جماعتیں بقول مولوی عبدالستار اس کے بعد میں بنیں۔ (خطبہ امارات، صفحہ ۳۶)

علمی قابلیت:...... پھر اہل ظواہر علمی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جبکہ غیر مقلدین اس نعمت علم سے خالی ہیں یا برائے نام علمی حصہ رکھتے ہیں۔ اکثر دوسرے لوگوں کی کتب کی تلخیص کر کے اپنے نام سے شائع کرتے رہتے ہیں، ان کی تفسیر "فتح المنان" مصنفہ ۱۳۰۷ھ شوکانی کی "فتح القدیر" کا خلاصہ ہے اور "الروضة الندية" شوکانی کی "الدرالبھیہ" کا ترجمہ ہے۔ "عنوان الباری" شوکانی کی "نیل الاوطار" سے ماخوذ ہے۔

میاں نذیر حسین صاحب جن کی وجہ سے ہندوستان میں غیر مقلدیت پھیلی ہے، ان کا مبلغ علم بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت رائے پوریؒ ان کے درس قرآن کا حال تحریر فرماتے ہیں:...... "میاں صاحب تشریف لائے تو لوگ اُن کے گرد جمع ہو گئے اور قرآن پاک کا درس شروع ہو گیا۔ دہلی کے ایک سوداگر جس کی آواز بلند اور بھاری بھر کم تھی ترجمہ کرتے تھے اور میاں صاحب تفسیر بیان فرماتے تھے۔ جب کوئی آیت کفار کی خرابیٔ عقائد کی یا یہود کے

بارے عقائد واعمال کی خرابی کے بیان میں آتی تو پڑھنے والے کہنے لگتے کہ حنفی بھی ایسا کرتے ہیں، حنفی بھی ایسا مانتے ہیں۔ اس پر میاں صاحب کسی وقت تو فرمادیتے چلو آگے، کسی وقت فرماتے بکتے ہیں۔ اس سے میرے دل میں ان کے متعلق اچھی رائے قائم نہ ہوسکی اور میں یہ سمجھا کہ یہ تو سب جہلاء کا مجمع ہے۔ درسِ حدیث میں بھی ایسا ہی مشغلہ تھا جس کی وجہ سے میرے جو خیالات ان کو دیکھ کر پہلے والے قائم ہوئے تھے اب اس کے خلاف خیالات ہوتے چلے گئے۔ میاں صاحب کے چہرے پر نورانیت بھی نہ تھی مگر اس کی تو میں نے تاویل کرلی تھی کہ بڑھاپے کی وجہ سے یہ کیفیت ہے۔ مگر کہاں تک تاویل کرتا۔ ایک حدیث میں ایک لفظ آیا جس کا ترجمہ نہ تو پڑھنے والوں کو آیا اور نہ میاں صاحب کو۔"

(مجالسِ حضرت رائے پوری، صفحہ ۱۱۸)

نیز فرماتے ہیں:...... "یہی حال خیر سے وہاں کے طلباء اور حدیث کی سند لینے والے علماء کا تھا۔ چنانچہ ایک صاحب بھوپال کے مشہور عرب عالم کے پاس حدیث پڑھ کر آیا ہوا اپنے آپ کو بتانے لگا، مگر میری جب ان سے بحث ہوئی تو میں بعض اوقات کہتا کہ حاشیہ دیکھو تو حاشیئے تو عموماً حنفیوں کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں وہ چونکہ صرف ونحو کے بغیر بے قاعدہ پڑھے ہوئے لوگ تھے حاشیہ نہ پڑھ سکتے، یہ حالت تھی محدثین کی۔"

(مجالسِ حضرت رائے پوری، صفحہ ۱۱۹)

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ حضرت تھانویؒ کے ایک خواب اور اس کی تعبیر کا ذکر فرماتے ہیں:...... "حضرت والا کے ایک زمانہ طالب علمی کا خواب یاد آگیا، یہ دیکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب کی دہلیز میں کچھ طلباء جمع ہیں اور چھاچھ تقسیم ہورہی ہے۔ گو حضرت والا کو چھاچھ سے طبعاً بے حد رغبت ہے لیکن خواب میں اس چھاچھ کے لینے سے انکار کردیا جو وہاں تقسیم ہورہی تھی۔ حضرت والا کے ذہن میں اس خواب کی تعبیر فوراً یہ آئی کہ اس جماعت کا طریق دین کی محض صورت ہے جس میں معنی نہیں ہے، جیسے چھاچھ گو صورتاً دودھ کے مشابہ

ہوتی ہے لیکن اس میں روغن نہیں ہوتا۔ دین کی اور علم کی صورت مثالی دودھ ہے۔ جس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے اور یہاں دودھ کی بجائے چھاچھ تقسیم ہوتے دیکھی گئی جو دودھ کے مشابہ تو ہوتی ہے لیکن دودھ میں جو اصل چیز ہے یعنی روغن وہ اس میں نہیں ہوتا۔"

(اشرف السوانح، صفحہ ۱۲۴)

مولوی عبدالمجید صاحب ہزاروی فرماتے تھے کہ جب میں نے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے پاس حدیث شریف پڑھنی شروع کی تو دل اندر سے گھبراتا تھا اور خواب میں اکثر خنزیر کے بچے نظر آیا کرتے کہ میرے چاروں طرف پھرتے ہیں۔ ایسی خوابیں دیکھ کر میرا دل بالکل اچاٹ ہوگیا اور میں وہاں سے روانہ ہوکر سیدھا گنج مرادآباد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ وہاں حاضر ہوکر میں نے اپنے پڑھنے اور خوابوں کی حالت بیان کی۔ مولانا نے دریافت فرمایا پڑھتے کہاں ہو؟ میں نے عرض کیا دہلی میں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کے پاس۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گنگوہ مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں جاکر پڑھو، وہاں حدیث کی دوکان کھلی ہوئی ہے۔"

(تذکرۃ الرشید، صفحہ ۳۲۰، جلد ۲)

میاں صاحب کی عربی استعداد ہدایۃ النحو تک محدود تھی۔ اسی وجہ سے وہ جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ کے حلقۂ درس میں اس وقت شریک ہونے کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ (الحیات بعد الممات، صفحہ ۳۳) قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری غیر مقلد فرماتے ہیں:...... "اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث، مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء بہ الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ و روافض کے۔"

(کتاب التوحید والسنۃ، صفحہ ۲۶۲)

نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں:...... "اس زمانہ میں ایک شہرت پسند ریاکار فرقہ پیدا ہوا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ قرآن وحدیث کا عالم اور عامل ہے، حالانکہ

قرآن و حدیث کی ان کو سمجھ بھی نہیں، بلکہ قرآن و حدیث کے خادم علوم صرف، نحو، لغت، معانی، بیان سے بھی کورے ہیں۔ ان میں جو بڑا کند ذہن ہو اس کو فقیہ کہتے ہیں، نہ ان میں حدیث کی سمجھ ہے نہ حدیث پر عمل، بلکہ صرف زبانی دعووں پر زور دیتے ہیں اور تاویلات شیطانیہ کا نام اتباع سنت رکھتے ہیں اور یہ اس فرقے کے ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب، تندرست بیمار سب کی یہی عادت ہے۔ حلال حرام کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے۔ ان کے دماغ میں اسلام کی مٹھاس کا بھی گزر نہیں۔ ان کے قول و فعل میں تضاد ہے کہ "احادیث" زبان سے اس رسول کو پڑھتے ہیں جو ساری مخلوق سے افضل ہیں مگر خود یہ لوگ ساری مخلوق سے بدترین ہیں۔ ان کی مثال اس شخص کی ہے جو لوگوں کو بتاتا ہے کہ چاندی کے پیالہ میں پانی پینا حرام ہے مگر خود چاندی کا پیالہ چرا کر لے جاتا ہے۔ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ وہ اپنے آپ کو خالص توحید والا کہتے ہیں، دوسروں کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں حالانکہ وہ دین میں سب سے زیادہ متعصب ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی آنکھیں دکھنے لگتی ہیں، حلق زخمی ہو جاتے ہیں، دلوں میں ٹیسیں اٹھتی ہیں، روحیں بخار میں مبتلا ہو جاتی ہیں، سینے غم سے بھر جاتے ہیں اور دل بیمار ہو جاتے ہیں۔ یہ فرقہ دین میں بہت عظیم فتنہ ہے اور بہت بڑا فساد ہے۔"

(الحطہ، صفحہ ۱۴۱ تا ۱۳۹، ملخصاً)

ماضی قریب کے کثیر التصانیف غیر مقلد عالم علامہ احسان الٰہی ظہیر کے بارہ میں عبدالرحمٰن مدنی غیر مقلد تحریر کرتے ہیں:...... "الحمد للہ مجھے اس شخص کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں کہ اپنی تعریف میں خود مضمون لکھ کر دوسروں کے نام سے یا دوسروں سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں۔ اس سلسلہ میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں بلکہ میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں جو خود احسان الٰہی ظہیر کے لئے عربی اُردو میں کتابیں لکھتے ہیں، پھر احسان الٰہی ظہیر ان کا نام دیئے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دُنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص

انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اس کے نام سے شائع ہوں۔ جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہو۔ چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں جبکہ یہ شکایت اس کی کتابوں میں اُردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اُردو عبارت کچھ ہوتی ہے اور عربی عبارت کچھ، جو یونہی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔ پھر یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ ہر کتاب کے اوپر احسان الٰہی ظہیر کے تعارف کے لئے بہترین الفاظ "رئیس التحریر مجلہ ترجمان الحدیث لاہور پاکستان" طبع کئے جاتے ہیں اور کون اس سے واقف نہیں کہ مجلہ ترجمان الحدیث سالہا سال تک نہ صرف اپنے رئیس التحریر کی کاوش سے خالی رہتا ہے بلکہ مہینوں یہ بے چارہ ان رئیس التحریر صاحب کی زیارت کے شرف سے بھی محروم رہتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی حالت کا نقشہ قرآن مجید نے یوں کھینچا ہے:......

لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بمالم یفعلوا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب ترجمہ:...... اے میرے نبی! جو اپنے کئے پر اتراتے ہیں اور یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی اس کام پر تعریف کی جائے جسے انہوں نے نہ کیا ہو تو آپ انہیں ہرگز عذاب الٰہی سے کامیاب گمان نہ کیجئے۔" پھر مسجد چینیاں والی اور احسان الٰہی ظہیر کے سابق اہل محلہ ان دنوں کو نہیں بھولے جب یہ شخص چھوٹے بچوں کو چند ٹکے بلکہ بسا اوقات روپے دے کر سکھلایا کرتا تھا کہ مجھے علامہ کہا کرو۔"

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور، ۳۰/ اگست ۱۹۸۴ء بمطابق ۵/ ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ، صفحہ ۶)

لطیفہ:...... اس مضمون کی پہلی قسط شائع ہونے کے بعد ابھی دو چار دن پہلے بندہ کو فیصل آباد سے ایک دوست نے فون کیا کہ علامہ احسان الٰہی صاحب نے اپنی کتاب

"البریلویہ" میں علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ کی کتاب مطالعہ بریلویت سے کافی سرقہ کیا
ہے۔ واللہ تعالی اعلم ...... یہ تو چند داخلی اور خارجی شہادات ان غیر مقلدین
کے بارہ میں ہیں جن کو علمی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ باقی اس جماعت
میں ایسے لوگوں کی بہتات ہے جن کو عربی تو عربی اُردو کی ذرہ برابر واقفیت نہیں، اپنا نام لکھنا
نہیں جانتے لیکن ائمہ عظام کے خلاف زبان طعن ہر وقت کھلی رہتی ہے۔

چیچہ وطنی میں محکمہ جنگلات میں ایک غیر مقلد ملازم اپنے افسر اور دوسرے لوگوں کو
اپنے مسلک کی تبلیغ کرتا تھا، ایک آدمی نے اس سے نماز سنی تو نماز نہیں آتی تھی۔ کیا یہ قیامت
سے کم ہے کہ خود کو نماز نہ آتی ہو اور پوری اُمت کو بے نمازی کہیں؟ ...... اسی طرح بورے
والا کے علاقہ میں ایک حافظ صاحب دیہات میں امام تھے، وہاں کسی شخص نے اعتراضات
شروع کئے کہ امام صاحب بہت جلد نماز پڑھاتے ہیں، ہمیں فاتحہ کا موقع نہیں ملتا اور مقتدیوں
میں فاتحہ خلف الامام کی خوب تبلیغ کرتے تھے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حافظ صاحب جو
امام تھے ایک دن انہوں نے کہا کہ تو پوری نماز سنا تو فرماتے ہیں کہ اس کو فاتحہ نہیں آتی تھی اور
یہ تو بارہا کا تجربہ ہے کہ ان کے نام نہاد مولویوں نے شور مچایا کہ رفع یدین سُنّت ہے۔ جب
سوال کیا گیا کہ نماز کی کل سنتیں بتاؤ کتنی ہیں تو اپنا سا منہ لے کر اٹھ گئے، تو بڑے افسوس کی
بات ہے کہ ہم ان کو اہل ظاہر کے ایک علمی طبقے کے افراد قرار دے کر انزلوا الناس
منازلهم کی مخالفت کریں۔

نتائج ظاہریت و غیر مقلدیت:...... یہ بات ہر طبقہ میں مسلّم ہے کہ
درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اگر اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو بھی واضح ہوتا ہے
کہ زمانہ قدیم میں اصحاب ظواہر سے اتنے کڑوے نتائج صادر نہیں ہوئے جتنے کڑوے پھل
دور حاضر کی لامذہبیت کے شجر کو لگ رہے ہیں۔ بیگانے تو بیگانے اپنے بھی سر پیٹ رہے
ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱:...... مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی فرماتے ہیں:...... "پچیس برس کے تجربہ سے ہمیں
یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں)
اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں بعض عیسائی
ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے، اور احکام شریعت
سے فسق و فجور تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جماعت، نماز
اور روزہ چھوڑ دیتے ہیں، سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی
سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح
میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیلوں سے لوگوں کے اور خدا کے مال و حقوق دبا رکھتے ہیں، کفر و
ارتداد کے اسباب دُنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے
لئے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔

(رسالہ اشاعت السنۃ نمبر ۴، جلد ۱۱، مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

۲:...... مولوی عبدالاحد خانپوری فرماتے ہیں:...... "جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں
باب اور دہلیز "کفر و نفاق" کے تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف۔ اسی
طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں، ملاحدہ اور زنادقہ
منافقین کے بعینہ مثل تشیع کے ...... مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے
حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں اور پھر
جس قدر الحاد و زندقہ پھیلا دیں، کچھ پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال کاذب اہل حدیثوں
میں (جو) ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابو
حنیفہؒ کے جن کی امامت فی الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر بداعتقادی اور
الحاد و زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بہ چیں
نہیں ہوتے، اگرچہ علماء فقہاء اہل سُنّت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں، ہرگز نہیں سنتے۔

"البریلویہ" میں علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ کی کتاب مطالعہ بریلویت سے کافی سرقہ کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ...... یہ تو چند داخلی اور خارجی شہادات ان غیر مقلدین کے بارہ میں ہیں جن کو علمی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ باقی اس جماعت میں ایسے لوگوں کی بہتات ہے جن کو عربی تو عربی اُردو کی ذرہ برابر واقفیت نہیں، اپنا نام لکھنا نہیں جانتے لیکن ائمہ عظام کے خلاف زبانِ طعن ہر وقت کھلی رہتی ہے۔

چیچہ وطنی میں محکمہ جنگلات میں ایک غیر مقلد ملازم اپنے افسر اور دوسرے لوگوں کو اپنے مسلک کی تبلیغ کرتا تھا، ایک آدمی نے اس سے نماز سنی تو نماز نہیں آتی تھی۔ کیا یہ قیامت سے کم ہے کہ خود کو نماز نہ آتی ہو اور پوری اُمت کو بے نمازی کہیں؟ ...... اسی طرح بورے والا کے علاقہ میں ایک حافظ صاحب دیہات میں امام تھے، وہاں کسی شخص نے اعتراضات شروع کئے کہ امام صاحب بہت جلد نماز پڑھاتے ہیں، ہمیں فاتحہ کا موقع نہیں ملتا اور مقتدیوں میں فاتحہ خلف الامام کی خوب تبلیغ کرتے تھے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حافظ صاحب جو امام تھے ایک دن انہوں نے کہا کہ تو پوری نماز سنا تو فرماتے ہیں کہ اس کو فاتحہ نہیں آتی تھی اور یہ تو بارہا کا تجربہ ہے کہ ان کے نام نہاد مولویوں نے شور مچایا کہ رفع یدین سنّت ہے۔ جب سوال کیا گیا کہ نماز کی کل سنّتیں بتاؤ کتنی ہیں تو اپنا سامنہ لے کر اٹھ گئے، تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم ان کو اہل ظاہر کے ایک علمی طبقے کے افراد قرار دے کر انزلوا الناس منازلهم کی مخالفت کریں۔

نتائج ظاہریت و غیر مقلدیت:

...... یہ بات ہر طبقہ میں مسلّم ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اگر اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو بھی واضح ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں اصحاب ظواہر سے اتنے کڑوے نتائج صادر نہیں ہوئے جتنے کڑوے پھل دورِ حاضر کی لامذہبیت کے شجر کو لگ رہے ہیں۔ بیگانے تو بیگانے اپنے بھی سر پیٹ رہے ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱:...... مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی فرماتے ہیں:...... "پچیس برس کے تجربہ سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے، اور احکامِ شریعت سے فسق و فجور تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جماعت، نماز اور روزہ چھوڑ دیتے ہیں، سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحتِ دنیاوی سے فسقِ ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسقِ خفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیلوں سے لوگوں کے اور خدا کے مال و حقوق دبا رکھتے ہیں، کفر و ارتداد کے اسباب دُنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔

(رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۴، جلد ۱۱، مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

۲:...... مولوی عبدالاحد خانپوری فرماتے ہیں:...... "جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز "کفر و نفاق" کے تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف۔ اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہلِ حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں، ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل تشیع کے ...... مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلا دیں، کچھ پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال کاذب اہلِ حدیثوں میں (جو) ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابو حنیفہؒ کے جن کی امامت فی الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر بداعتقادی اور الحاد و زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بہ جبیں نہیں ہوتے، اگرچہ علماء، فقہاء اہلِ سنّت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں، ہرگز نہیں سنتے۔

(عیون زمزم، صفحہ ۱۹) اس پر محمد حسن چیمہ مرزائی نے مولوی محمد علی اور ان کی تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:...... ہم آج بڑی خوشی سے اعلان کرتے ہیں کہ مولانا مرحوم (محمد علی) کے رشحات قلم سے متاثر ہو کر ضلع گجرات کے سب سے بڑے عالم اور فقیہ اور محدث نے جو پاکستان بھر کے چیدہ فاضلوں میں سے ایک مستند عالم ہیں اور جماعت اہلحدیث کے امیر اور مسجد اہلحدیث گجرات کے خطیب ہیں جن کا اسم گرامی حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی ہے، حال ہی میں انہوں نے ایک مفصل اور مبسوط کتاب جو ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے، شائع کی ہے۔ اس کتاب میں قرآن شریف کی متعدد آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ نہیں تھے۔ یہ بڑی دلچسپ اور پُر معارف کتاب ہے۔ آگے فرماتے ہیں شکر ہے ہمارے علماء میں سے اس عالم کو جرأت ہوئی کہ عیسائیت کے بڑھتے ہوئے فتنہ کے پیش نظر انہوں نے مسیح علیہ السلام کی شخصیت کا جائزہ لیا اور انہیں عام انسانوں میں لا کھڑا کیا۔ ہم حافظ عنایت اللہ صاحب سے یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ جہاں انہوں نے جرأت سے کام لے کر حضرت مسیح کو باباپ ثابت کیا ہے وہاں وہ یہ بھی قرآن و حدیث ہی سے ثابت کر دیں گے کہ مسیح علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۷۰۰ سو سال قبل دنیوی زندگی کو خیر باد کہہ کر اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے اور جنت الفردوس میں داخل ہو گئے۔" (العطر البلیغ، صفحہ ۱۸۳،۱۸۴)

اندکے باتو گفتم غم دل و ترسیدم
کہ آزردہ دل نشوی ورنہ سخن بسیار است

تو ایسے گروہ کے بارہ میں تاویلات کر کے حسن ظن پیدا کرنا حدود شرع کو توڑنا ہے۔ اللہ تعالیٰ افراط و تفریط سے محفوظ فرما کر ہم سب کو حدود شرعیہ کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

رسالہ

"غیر مقلدین کی فقہ کے دو سو مسائل"

کے بارہ میں ضروری وضاحت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب عالی عرض یہ ہے کہ مرحوم مولانا محمد امین اوکاڑوی صاحب نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "غیر مقلدین کی فقہ کے دو سو مسائل" ہے۔

ان مسائل کو چیک کیا گیا تو بڑی مشہور کتب حنفیہ مثلاً غایۃ الاوطار (در مختار) بہشتی زیور، فتاویٰ عالمگیری، ہدایہ وغیرہ میں یہ موجود ہیں۔

اس کا آپ بھی اعتراف کرتے ہیں لیکن فرماتے ہیں یہ الزامی طور پر لکھا ہے، اس کا جواب ذرا تفصیل سے دیجئے۔ شکریہ!

...... عبدالرؤف ۲۰۰۳/۳/۲۷

الجواب بتوفیق ملہم الصواب

واضح ہو کہ غیر مقلدین عوام کا یہ ذہن بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا ہر مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور مقلدین بالخصوص احناف قرآن و سنت کے خلاف فقہی اقوال کو مانتے ہیں۔ نیز فقہ حنفی کے بہت سے مسائل شرم و حیاء کے خلاف ہیں۔ ان مسائل نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کر دیا ہے، ان کی ان باتوں کی حقیقت واضح کرنے کے لئے

غیر مقلدین کے دوسو مسائل شائع کئے گئے ہیں اور ان سے مطالبہ کیا گیا کہ ''ان مسائل کے موافق ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر دیں۔'' تا کہ عوام کو پتہ چل جائے کہ واقعی یہ قرآن وحدیث سے ہی مسائل لیتے ہیں ورنہ ان پر ان کے پہلے دعویٰ میں جھوٹے ہونے کا الزام لگے گا۔ اسی طرح فقہ کے بہت سے مسائل جن کو شرم وحیا کے خلاف کہا جاتا تھا وہی مسائل غیر مقلدوں کی کتاب سے ذکر کر دیئے صرف یہ الزام دینے کے لئے کہ اگر یہ شرم وحیا کے خلاف ہیں تو آپ کی کتابیں بھی شرم وحیاء سے خالی ہیں۔ ہم ان مسائل کو عوامی ضرورت کے تحت لکھتے ہیں۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ انگلی وغیرہ کے قُبُل یا دُبُر میں داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا اور وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ فقہ کے اس مسئلہ کو بھی خلاف حیاء کہہ کر نشر کیا گیا۔ کبھی یہ کہا گیا کہ انگلی بازی کی فقہ میں نعوذ باللہ اجازت دی گئی ہے تو دوسو مسائل میں نزل الابرار، صفحہ ۲۴، جلد ۱ سے بعینہ یہی حوالہ نقل کر دیا گیا کہ اگر آپ کے نزدیک اس مسئلہ کے ذکر کرنے سے بے حیائی اور انگلی بازی کا دروازہ کھلتا ہے تو یہ آپ کی کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے، بلکہ آپ کی کتاب کا حوالہ ہمارے حوالہ سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ ہمارے مسئلہ کی نسبت فقہ کی طرف سے جو امتیوں کی ہے جن سے خطا اور صواب دونوں کا احتمال ہے مگر آپ نے اپنی کتاب کا نام ''نزل الابرار من فقہ النبی المختار'' رکھ کر اس مسئلہ کو فقہ نبوی قرار دیا اور اس بے حیائی اور بدکاری کی نسبت نعوذ باللہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی، آپ کو الزام دینے کے لئے یہ مسئلہ ہم نے لکھا۔

حقیقت واقعیہ

ایسے فقہی مسائل کے بارہ میں توضیح یہ ہے کہ فقہاء کرام فقہ میں ہر اس مسئلہ کا حکم لکھتے ہیں جو عوام کو قلت یا کثرت کی صورت میں پیش آتا ہو یا پیش آسکتا ہو خواہ وہ کام جائز ہو یا ناجائز تا کہ تکمیل دین کی شان کھل کر سامنے آئے کیونکہ کامل دین میں ہر مسئلہ کا حل

ضروری ہے۔ دنیوی قوانین میں بھی جرائم کا تذکرہ اور ان کی سزاؤں کا ذکر ہوتا ہے تو کوئی شخص یہ کہے کہ قانون کی کتابوں میں جرائم کا ذکر کر کے جرائم کو پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے تو ہر آدمی کہے گا کہ یہ بات غلط ہے حکیموں اور ڈاکٹروں کو زنانہ امراض ذکر کرتے ہوئے بہت سے ایسے مسائل ذکر کرنے پڑتے ہیں جو بلا ضرورت عام حالت میں بے حیائی اور منافی غیرت شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر اطباء کا کتب میں ان کا ذکر کرنا یا مریضہ سے ان باتوں کی تحقیق کرنا ان کی ضرورت ہے۔ اب اگر کوئی آدمی کہے کہ طب کی کتابوں میں بڑی بے غیرتی اور بے حیائی کی باتیں لکھی ہیں ان کو جلا دو تو ہر آدمی کہے گا کہ یہ اس فن کا آدمی نہیں ہے اور یہ اس ضرورت سے ناواقف ہے۔

لطیفہ:

بورے والا میں ڈاکٹر ابرار احمد صاحب ایک دفعہ دو آدمیوں کو لے کر میرے پاس آئے اور بیٹھتے ہی فرمانے لگے کہ یہ ماسٹر صاحب ہمارے دوست ہیں اور اہلحدیث مسلک کے بڑے داعی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کس قسم کے اہلحدیث ہیں؟ فرمانے لگے کہ اہلحدیث کی بھی قسمیں ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں اہلحدیث کا معنی ہے حدیث والا اور چونکہ حدیث کے کئی معنی آتے ہیں اس لئے اہلحدیث کے بھی مختلف معانی ہوں گے۔

۱:..... حدیث عربی میں بات کو بھی کہتے ہیں تو اہلحدیث کا معنی ہوگا باتونی (جو ہر وقت بولتا رہے کسی کی نہ سنے اپنی ہی سنائے)۔

۲:..... حدیث بمقابلہ قدیم یعنی نیا تو اہلحدیث کا معنی ہوگا نیا فرقہ۔

۳:..... حدیث النفس یعنی خیال اور وسوسہ تو اہلحدیث کا معنی وسوسوں والا ہوگا۔

۴:..... حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک طویل حدیث ذکر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان پر لعنت کر کے فرمایا کہ اس نے اپنی دُم اپنی دُبر میں داخل کی اور سات

انڈے دیئے۔ ان میں سے ہر ایک انڈے سے ایک بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک اولادِ آدم کے بہکانے کے واسطے مقرر ہوا۔ (الی ان قال) دوسرے انڈے سے جو بچہ پیدا ہوا اس کا نام حدیث ہے، اس کی تقرری نمازیوں پر ہے، ان سے نماز پڑھنی بھلاتا ہے اور ان کو کھیل میں لگاتا ہے اور بہکاتا ہے۔ الخ (غنیۃ الطالبین، مترجم، صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸)

اس کی طرف نسبت رکھنے والے کو بھی اہلحدیث کہیں گے اور یہاں یہ معنی بھی موزوں ہے کیونکہ آج کل کے اہلحدیث کہلانے والے بھی نمازیوں کا خوب تعاقب کرتے ہیں، بے نمازیوں کو نمازی بنانے کی کوشش تو ہمارے تبلیغی دوست کرتے ہیں مگر جب نمازی بن جائے تو یہ حضرات پیچھے لگ جاتے ہیں کہ تیری نماز تو نہیں ہوئی، تو نے امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی وغیرہ وغیرہ۔ کہنے لگا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل کرتے ہیں اس لئے اہلحدیث ہیں۔ میں نے کہا کہ اس اصطلاحی معنی کے اعتبار سے اہلحدیث کی محدثین نے چند قسمیں لکھیں ہیں۔

۱:...... مبتدی جو ابتدائی طور پر حدیث پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ اختیار کرے۔

۲:...... محدث یا شیخ الحدیث جس کا قول فنِ حدیث میں دلیل کے طور پر تسلیم کیا جائے۔

۳:...... حافظ الحدیث جس کو ایک لاکھ احادیث متن اور سند اور پھر سند کے تمام راویوں کی جرح وتعدیل کے ساتھ یاد ہوں۔

۴:...... حاکم جس کو تین لاکھ احادیث سند متن اور جرح وتعدیل کے اعتبار سے یاد ہوں۔

۵:...... حجۃ جس کو تمام ذخیرۂ احادیث سند، متن اور جرح وتعدیل کے اعتبار سے یاد ہوں۔

پھر میں نے پوچھا کہ آپ اہلحدیث کے ان پانچوں طبقوں میں سے کس طبقہ کے ہیں؟ کیا آپ کا مشغلہ حدیث پڑھنا پڑھانا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا جب آپ پہلے

درجے کے بھی نہیں ہیں تو آپ اہلحدیث کیسے ہوئے؟ پھر میں نے پوچھا کہ اگر آپ اصطلاحی حدیث کی وجہ سے اہلحدیث کہلاتے ہیں تو اصول حدیث میں حدیث کی تقریباً سولہ قسمیں لکھی ہیں۔ صحیح الذاتہ، حسن الذاتہ، ضعیف، صحیح لغیرہ، حسن لغیرہ، موضوع، متروک، شاذ، معلول، منکر، معروف، معلل، مضطرب، مقلوب، مصحف، مدرج، تو جب حدیث کی سولہ قسمیں ہیں تو اہلحدیث کی بھی سولہ قسمیں ہوں گی۔ آپ بتائیں کہ آپ صحیح اہلحدیث ہیں یا ضعیف اہلحدیث یا موضوع اہلحدیث یا منکر، شاذ، معلل وغیرہ؟ اس پر وہ بالکل خاموش رہا۔ میں نے کہا کہ اس اصطلاح کے مطابق محدثین نے حدیث کی اپنی منتہیٰ کے اعتبار سے تین قسمیں لکھی ہیں۔

۱:...... مرفوع...... جس میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

۲:...... موقوف...... جس میں صحابیؓ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

۳:...... مقطوع...... جس میں تابعیؒ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔ (خیر الاصول، صفحہ ۴)

میں نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اس لئے ان کے تو تمام اقوال، افعال اور تقاریر حدیث بن گئیں مگر آپ لوگ فقہ حنفی کی دن رات تردید کرتے ہیں جو ان مقطوع روایات کے انکار کو مستلزم ہے، مگر اس بات پر بھی اس کی مہر سکوت نہیں ٹوٹی اتنا کہا کہ آپ جو کہنا چاہیں کہہ لیں میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ میں نے کہا کہ بعض اہلحدیث وہ ہیں جنہوں نے انکارِ فقہ کا نام عمل بالحدیث رکھا ہے جیسے ایک دوسرے گروہ نے انکارِ حدیث کا نام عمل بالقرآن رکھا ہے اور عوام کو دھوکا دینے کے لئے اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں ان سے اگر پوچھا جائے کہ تم کب سے ہو تو کہتے ہیں کہ جب سے قرآن ہے اسی وقت سے اہل قرآن ہیں حالانکہ انگریز کے دور سے پہلے اہل قرآن بمعنی منکرِ حدیث کی نہ کوئی عبادت گاہ ملتی ہے، نہ کوئی مدرسہ، نہ کوئی کتاب، نہ کوئی مکان، نہ کوئی قبر جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ فرقہ قدیم

ہے۔ بالکل اسی طرح اہلحدیث بمعنی منکرِ فقہ کا کوئی وجود انگریز کے دور سے پہلے نہیں، دعوی
کرنے کو تو یہ بھی وہی بات کہتے ہیں کہ جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہلحدیث ہیں مگر
انگریز کے دور سے پہلے کی اپنی کوئی مسجد، مدرسہ، قبر، کتاب، رسالہ نہیں دکھا سکتے جس سے
بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اہلحدیث بمعنی ''منکرِ فقہ'' انگریزی دور کی یادگار
ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے انگریز سے اپنا نام اہلحدیث الاٹ کرایا جیسا کہ ایوب قادری
صاحب وہابی یا اہلحدیث کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ ''غیروں اور اپنوں کے اس رویے
سے وہابی گھبرا اٹھے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے، جہاد کی تحریک اندرونِ ہند پاکستان قطعی
طور سے ختم ہوگئی اپنے لئے وہابی کے بجائے اہلحدیث کا نام مروج و مشتہر کیا۔ انہوں نے
باقاعدہ حکومتِ برطانیہ کی وفاداری کا اعلان کیا، مولوی محمد حسین بٹالوی (ف ۱۳۳۸ھ) نے
سرکاری تحریرات میں وہابی کی بجائے اہلحدیث لکھے جانے کے باقاعدہ احکام جاری کرائے
(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، صفحہ ۶۳،۶۴)...... مولوی عبدالمجید سوہدروی لکھتے ہیں (مولوی محمد
حسین بٹالوی نے) اشاعت السنۃ کے ذریعے اہلحدیث کی بہت خدمت کی، لفظ وہابی آپ
ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے نام
سے موسوم کیا گیا...... آپ نے حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی۔''

مولوی محمد حسین بٹالوی نے لفظ وہابی کی منسوخی کے لئے جو کوششیں کی ہیں وہ سارا تحریری مواد
ہمارے پیش نظر ہے، طوالت کے خوف سے اس کو ہم یہاں نقل نہیں کر سکتے صرف اشارات
پر اکتفاء کرتے ہیں۔ انہوں نے ارکان جماعت اہلحدیث کی ایک دستخطی درخواست لیفٹیننٹ
گورنر پنجاب کے ذریعے سے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کر دی۔ اس درخواست پر
سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب نے وہ درخواست اپنی
تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی۔ وہاں سے حسب ضابطہ منظوری آ گئی کہ

باقاعدہ وہابی کی بجائے اہلحدیث کا لفظ استعمال کیا جائے۔ لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے باقاعدہ
اس کی اطلاع مولوی محمد حسین کو دی۔ اسی طرح گورنمنٹ مدراس کی طرف سے ۱۵/ اگست
۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۲۷، گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۴/ مارچ ۱۸۹۰ء کو بذریعہ خط نمبر
۱۵۷ اور گورنمنٹ یوپی کی طرف سے ۲۰/ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۸۶، گورنمنٹ سی
پی کی طرف سے ۴/ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۴۰۷ اور گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے ۴/
اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۷۳۲ اس امر کی اطلاع مولوی محمد حسین بٹالوی کو ملی۔

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، صفحہ ۶۵،۶۶)

اس کتاب کے مصنف ایوب قادری صاحب کے بارہ میں مولوی محمد اسحاق بھٹی
غیر مقلد فرماتے ہیں کہ ''قادری صاحب تاریخ کے آدمی تھے اور یہی ان کا اصل موضوع تھا۔
رجال و شخصیات اس موضوع کا حصہ ہے۔ چنانچہ وہ اس سلسلے میں خوب لکھتے ہیں۔'' (نقوش
عظمت رفتہ، صفحہ ۵۹۶)...... میری ان باتوں کو بمشکل ناگواری سے وہ سنتا رہا، تھوڑی دیر بعد
ڈاکٹر صاحب ان دونوں ساتھیوں کے ساتھ اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ڈاکٹر
صاحب کو بھی میری باتوں سے کچھ ناگواری ہوئی ہے، شام کو میں ڈاکٹر صاحب کی دکان پر گیا
فرمانے لگے کہ آپ نے میرے ساتھی کو بہت پریشان کیا، میں تو اس کو آپ کے پاس اس
لئے لایا تھا کہ اس کی کچھ اصلاح ہو جائے مگر وہ یہ ذہن لے کر گیا کہ مجھے اس نے ذلیل
کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے کہا کہ میں اسی لئے آیا ہوں کہ میں آپ کے بارہ میں بھی
کہتا ہوں کہ وہ باتیں آپ کو بھی ناگوار لگی ہیں، کہنے لگے بالکل میں بھی اس کو ذلت اور توہین
کہتا ہوں کہ وہ شخص بولتا ہی نہیں تھا اور آپ ان کے بارہ میں بہت سی باتیں کرتے رہے
ہیں۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ کے پاس بہت سے مریض مرد اور عورتیں آتی ہیں کہ
آپ ان سے وہ باتیں پردہ والی پوچھتے ہیں کہ اگر میں پوچھ لوں تو ان کو ناگواری ہوگی اور آپ

کے سامنے وہ تمام پوشیدہ حالات بیان کریں گے تا کہ علاج کا رُخ درست ہو جائے۔ کہنے
لگے بالکل یہ ہماری ضرورت ہے بلکہ ہم سے بڑھ کر مریض کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر
اس کا علاج درست نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ جس کو آپ لے کر گئے تھے وہ میرا مریض تھا اس
لئے مجھے پورا حق تھا کہ کسی طریقہ سے اس کو بلاؤں تا کہ وہ اپنا مرض ظاہر کرے اور میں اس کا
علاج کروں، مگر اس کی حالت اس مریض کی تھی جو آپ کے کسی سوال کا جواب نہ دے بلکہ
آپ کے سوالوں کو بے حیائی یا ہتک عزت قرار دے، ظاہر ہے کہ آپ بھی اس کا کوئی علاج
نہیں کر سکیں گے اور اس کو اپنی بیماری پر صبر کرنا پڑے گا۔ اسی طرح یہ لوگ جاہلوں کے سامنے
بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں کہ ہم ہی عامل بالحدیث ہیں باقیوں کے پاس تو صرف
ائمہ کے اقوال ہیں۔ کبھی کہیں گے کہ ہمارے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مفتی عبدالرحمن
فلاں دیوبندی مولوی اہلحدیث بن گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ واقعی
یہاں آکر اس نے یہی باتیں شروع کر دی تھیں کہ مفتی عبدالرحمن اور دو تین مولویوں کے نام
لئے کہ دیوبندیت سے توبہ کر کے اہلحدیث ہو گئے ہیں جو ہمارے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔
میں نے کہا کہ یہی بات میں نے پہلے کہی ہے کہ اس وسوسہ کا علاج وہاں میرے پاس ہوتا
نہ کہ آپ کے پاس کیونکہ ہم تو فوراً اس سوال پر پوچھ لیتے ہیں کہ آپ کے ہاں دلیل تو قرآن
یا حدیث ہے آپ جو ان دو چار مولویوں کو بطور دلیل ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں یہ قرآن
ہونے کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں یا حدیث ہونے کی حیثیت سے، پھر اگر مسلک
تبدیل کرنا دوسرے مسلک کے حق ہونے کی دلیل ہے تو سینکڑوں غیر مقلد مرزائی بنے ہیں
پھر تو مرزائیوں کو حق پر ماننا اور غیر مقلدین کو باطل پر کہنا پڑے گا۔ کہنے لگے کہ وہ کہتا تھا کہ
دیوبندی تو غیر مقلد بنتے ہیں مگر غیر مقلد دیوبندی نہیں بنتے۔ میں نے کہا کہ مرزائی بھی یہی
کہتے ہیں کہ غیر مقلد تو مرزائی بنتے ہیں مگر کوئی مرزائی غیر مقلد نہیں بنا اور یہ ہمارے حق ہونے

کی دلیل ہے، تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ واقعی پتہ چلا کہ آپ اس کی بیماری اگلوانا چاہتے
تھے اگر وہاں یہ باتیں کرتا تو اس کا علاج ہو جاتا مگر ہمارے پاس اس کا علاج نہ تھا اس لئے ہم
تو خاموشی سے بیٹھے رہے۔

مذکورہ بالا در مختار اور نزل الابرار کا مسئلہ ایک شخص لکھوا کر برادر مکرم مولانا محمد امین
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ اس مسئلہ کو فقہ میں لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ شرم گاہ
میں انگلی داخل کرنے سے وضو یا غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں اور اس سے روزہ ٹوٹتا ہے یا
نہیں؟ انہوں نے فرمایا اگر یہ تیری ضرورت نہیں تو تیرے گھر والی کی ضرور ضرورت ہوگی۔
کہنے لگا وہ کیسے؟ انہوں نے فرمایا کہ اکثر عورتیں زنانہ امراض میں مبتلا ہوتی ہیں تو ان کو اندام
نہانی میں دوائی سے دوائی رکھوانی پڑتی ہے، کیا آپ کے ہاں ایسا مسئلہ کبھی پیش نہیں آیا؟ کہنے
لگا یہ تو اکثر پیش آتا رہتا ہے، تو انہوں نے فرمایا اسی لئے فقہاء نے اس کا جواب تحریر فرمایا ہے
کہ وضو کرنے کے بعد اگر دوائی رکھوائی تو آیا اس سے وضو ٹوٹا یا نہیں، غسل فرض ہوا یا نہیں،
اسی طرح بعض اوقات بیماری کی سختی کی وجہ سے روزہ کی حالت میں بھی ضرورت پیش آجاتی
ہے تو اب مسئلہ پیدا ہوا کہ اس دوائی رکھوانے سے روزہ ٹوٹا یا نہیں؟ تو فقہاء نے اس اہم
ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اور تکمیل دین کی شان کو اُجاگر کرنے کے لئے یہ مسائل لکھے ہیں
تا کہ معلوم ہو جائے کہ کامل دین میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے اگر ہر مسئلہ کا جواب نہ ملتا تو تکمیل
دین پر دھبہ لگتا تو وہ شخص سن کر کہنے لگا واقعی ان مسائل کے تحریر کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

اسی طرح ایک حدیث پاک کے تحت کہ اذا دبغ الاھاب فقد طھر رواہ
مسلم (احیاء السنن، صفحہ ۱۰۰) ''یعنی کچی چمڑی کو جب دباغت دی جائے تو پاک ہو جاتی
ہے۔'' لکھا تھا کہ خنزیر کے علاوہ ہر جانور کا چمڑہ دباغت سے پاک ہو جاتا ہے لہٰذا اگر کتے
کے چمڑے کو دباغت دے کر اس کو جائے نماز بنا لیا تو اس کا استعمال نماز کے لئے جائز ہے۔

غیر مقلدین نے عوام کے سامنے اس مسئلے کو فقہ سے متنفر کرنے کے لئے اس عنوان سے پیش کیا کہ گویا فقہ میں کتے کی نفرت نہیں ہے تو دوسو مسائل میں بتا دیا گیا کہ یہ مسئلہ وحید الزمان غیر مقلد نے ہم سے بڑھ کر لکھا ہے کہ جس چمڑی کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے، ہمارے بعض علماء نے خنزیر اور آدمی کی چمڑی کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے۔ صحیح ان کا مستثنیٰ نہ ہونا ہے۔ (نزل الابرار صفحہ ۲۹) تو یہاں ہم نے الزام دینے کے لئے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر اس مسئلہ کے ذکر سے کتے کی نفرت دل سے نکلتی ہے اور اس کی محبت دل میں آنے کا اندیشہ ہے تو آپ اپنی کتابوں میں نظر ڈال لیں کہ ان میں بھی یہ مسئلہ ہے بلکہ ہماری کتابوں سے زیادہ خطرناک مسئلہ ہے کیونکہ ہماری فقہ میں تو فقیہ سے اجتہاد میں خطاء کا اندیشہ ہے مگر آپ کی کتاب کا تو نام ہی نزل الابرار من فقہ النبی المختار ہے یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہ ہے اس میں تو خطا کا احتمال ہی نہیں تو اس سے دلوں میں کتے کا احترام زیادہ پیدا ہوگا بلکہ خنزیر کی کھال ہمارے ہاں دباغت سے پاک نہیں ہوتی تھی، آپ کی دباغتؒ نے تو اس کو بھی پاک کردیا۔

نوٹ:

دوسو مسائل نامی اس رسالہ میں کچھ مسائل تو "الزامی" ہیں ورنہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جو خاص نزل الابرار میں پائے جاتے ہیں۔ فقہ حنفی میں ان کا وجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرما کر ہمیں منعمین (انعام یافتہ جماعتوں) کے طریقہ پر قرآن وسنت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ایک خط کا جواب

کیا غیر مقلدین کی نماز صحابہؓ والی نماز ہے؟

سوال (۱): غیر مقلد کہتے ہیں کہ جو آخری صحابیؓ تھے ان کی جب وفات ہوئی تو وہ رفع یدین کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ ان کو حضورؐ نے رفع یدین کر کے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ان کی وفات کب ہوئی اور کیا واقعی ایسا تھا؟

سوال (۲): حضرت امام ابوحنیفہؒ نے کتنے صحابہ کی زیارت کی اور کیا اس وقت کے دور میں لوگ رفع یدین کر کے نماز پڑھتے تھے یا جیسا کہ امام صاحبؒ کے مذہب کے مطابق نماز پڑھی جاتی تھی ایسے پڑھتے تھے۔

سوال (۳) غیر مقلدین حضرات کی بنیاد کس دور سے ہے؟ طالب: محمد فیصل عمران

الجواب: حامداً ومصلیًا ومسلمًا اما بعد! غیر مقلدین اپنے ہر عقیدے اور باطل عمل کو رواج دینے کے لئے انتہائی جھوٹ بولتے ہیں، بلکہ جھوٹ کو ثواب سمجھ کر بولتے ہیں۔ واضح رہے کہ مسئلہ رفع یدین پر غیر مقلدین کا عمل اور دعویٰ یہ ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین حضور اقدس ﷺ نے ہمیشہ کیا اور اسی طرح رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے وقت آپؐ نے ہمیشہ رفع یدین کیا ہے۔ ایک نماز بھی آپ ﷺ نے اس رفع یدین کے بغیر نہیں پڑھی اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں اور سجدہ کو جاتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت آپؐ نے کبھی رفع یدین نہیں کی۔ اگر کبھی کی ہے تو آخر میں اس کو منسوخ کردیا۔ لہٰذا چار رکعت نماز میں دس دفعہ رفع یدین کرنا ضروری ہے۔ اور اٹھارہ جگہ رفع یدین نہ کرنا ضروری ہے۔ اگر دس جگہ رفع یدین نہ کی تو نماز باطل یا کم از کم خلاف سنت ہے اور اگر اٹھارہ جگہ رفع یدین کی تو نماز باطل یا خلاف سنت ہے۔ لیکن اس دعویٰ پر ان کے پاس

ایک حدیث بھی دلیل نہیں۔ پھر سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ ہیں اور ان سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ اُنہوں نے وفات سے پہلے رفع یدین کی ہو اور نہ ہی کسی ضعیف سے ضعیف حدیث میں یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو رفع یدین کا حکم دیا تھا۔ یہ ایک ہی سانس میں متعدد جھوٹ غیر مقلدین کا حوصلہ ہے، ورنہ بڑے سے بڑا گناہ گار بھی ایسے مسلسل جھوٹوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر اسلام لانے کے اعتبار سے آخری صحابی مراد ہے تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ سب سے آخری وفد جو حضور ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے وہ ۱۱ھ محرم الحرام میں نخع قبیلے کے دو سو آدمیوں کا وفد تھا جو یمن سے آیا تھا اس میں زرارہ بن عمرو نخعی بھی تھے۔ ان کے اسلام لانے کے دو ماہ بعد حضور اقدس ﷺ کا وصال ہو گیا ہے اور اس وفد میں سے کسی نے بھی رفع یدین کی روایت نقل نہیں کی بلکہ اس قبیلہ کے فقیہ ابراہیم نخعی جن کی پیدائش ۴۶ھ اور وفات ۹۶ھ میں ہے، ان کے سامنے جب رفع یدین کی روایت کا ذکر ہوا تو وہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ میں نے تو یہ مسئلہ کسی صحابی یا تابعی سے سنا تک نہیں۔ صحابہ تو صرف نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(موطا امام محمد ص ۹۶)

عام طور پر اس عنوان سے غیر مقلدین حضرت وائل بن حجر اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما کا ذکر کرتے ہیں مگر اول تو وہ یہ بات کہیں سے ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ دونوں صحابہ سب سے آخر میں مسلمان ہوئے ہیں، پھر یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ نبی اقدس ﷺ نے ان کو رفع یدین کرنے کا حکم دیا تھا۔ نیز یہ بات بھی کہیں سے ثابت نہیں کر سکتے کہ اُنہوں نے وفات سے قبل آخری نماز میں رفع یدین کی تھی۔ صرف حضور اقدس ﷺ کے عمل رفع کے یہ ناقل ہیں، لیکن اس میں غیر مقلدین والی رفع یدین ڈھونڈنے سے نہیں ملتی، بلکہ غیر مقلدین کے خلاف حضرت مالک بن حویرثؓ نے سجدہ کی رفع یدین بھی نقل کی ہے۔ اور امام نسائی نے اس پر مستقل رفع الیدین للسجود کا باب باندھا ہے (ص ۱۶۸) اسی طرح حضرت وائل سے سجدوں کے درمیان رفع یدین ابوداؤد ص ۱۰۷ پر ثابت ہے مگر غیر مقلدین اس روایت پر عمل

نہیں کرتے۔

(۲) علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے (امام اعظم ابوحنیفہؒ کی) ۸ صحابہ سے ملاقات نقل کی ہے۔ (۱) حضرت انس بن مالکؓ، (۲) عبداللہ بن جزء الزبیدیؓ، (۳) جابر بن عبداللہؓ، (۴) معقل بن یسارؓ، (۵) واثلہ بن الاسقعؓ، (۶) عائشہ بنت عجردؓ، (۷) عبداللہ بن انیسؓ، (۸) عبداللہ بن ابی اوفیؓ اور ان میں سے اکثر سے روایات بھی نقل کی ہیں۔ ان میں سے چند روایات یہ ہیں: (۱) قاضی ابو یوسفؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو سنا: فرماتے تھے کہ میں نے حضور ﷺ کو سنا فرماتے تھے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (۲) امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو سنا، فرماتے تھے کہ میں نے نبی اقدس ﷺ کو سنا کہ نیکی پر دلالت کرنے والا نیکی کرنے والے جیسا ہے۔ (۳) مذکورہ بالا سند سے ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ غمزدہ کی امداد کرنے کو پسند کرتا ہے۔ (۴) اسماعیل بن عیاش امام ابوحنیفہؒ سے اور وہ حضرت واثلہ بن الاسقعؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چیز تجھ کو شک میں ڈالتی ہے اس کو چھوڑ کر اس چیز کی طرف جا جو تجھے شک میں نہیں ڈالتی۔ (۵) اسی سند سے حضرت واثلہؓ سے ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کی مصیبت پر اظہار خوشی نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے عافیت عطا فرما کر تجھ کو اس میں مبتلا کر دیں گے۔ (۶) ابوداؤد طیالسیؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن انیسؓ کو چودہ سال کی عمر میں سنا۔ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیری کسی چیز سے محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

(۷) یحییٰ بن قاسم امام ابوحنیفہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن ابی اوفیؓ کو سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد بنائے، اگرچہ بھٹ تیتر کے انڈے دینے کے گڑھے کی مثل ہو اس کے لئے جنت میں ایک عظیم مکان بنا دیا جائے گا۔

(۸) یحییٰ بن معین امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ عائشہ بنت عجردؓ کو سنا، فرماتی تھیں کہ حضور

ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر زمین میں مکڑی ہے نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ میں اس کو حرام کرتا ہوں (تبییض الصحیفہ از ص ۲۶ تا ص ۳۲)، حافظ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ نے مذکورہ بالا صحابہ کرام کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام سے بھی امام صاحب کی روایت کا قول نقل کیا ہے۔ عمرو بن حریث، ابوالطفیل عامر بن واثلہ، سہل بن سعدؓ، سائب بن خلاد، عبداللہ بن بسرۃ، محمود بن الربیع، عبداللہ بن جعفر، ابو امامہ رضی اللہ عنہم (الخیرات الحسان ص ۴۸، ص ۵۴) حضرت انسؓ کی حدیث نمبر ۲ مسند امام اعظم کے ص ۲۱۴ پر اور حضرت واثلہ کی حدیث مسند امام اعظم ص ۲۱۶ پر اور عبداللہ بن انیسؓ کی مسند ص ۲۱۶، عبداللہ بن ابی اوفی کی ص ۴۷، اور عائشہ بنت عجرد کی روایت مسند امام اعظم ص ۱۹۴ پر ہے، نیز قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو سنا۔ فرماتے تھے کہ میں نے ۱۶ سال کی عمر میں ۹۶ھ میں اپنے باپ کے ساتھ حج کیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شیخ کے پاس لوگوں کا ہجوم ہے۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا ابا جان! یہ شیخ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں جن کو عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی کہا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا ان کے پاس کیا ہے؟ تو میرے والد نے کہا کہ وہ احادیث ہیں جو انہوں نے نبی اقدس ﷺ سے سنی ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی آگے کیجئے تاکہ میں بھی ان سے احادیث سنوں۔ تو میرے والد میرے آگے ہوئے، لوگوں میں کشادگی کرتے ہوئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو میں نے ان کو سنا۔ فرماتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی دین میں فقاہت حاصل کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام معاملات میں کفایت فرماتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا (مسند ابی حنیفہ لابی نعیم، ص ۱۷۷، مسند امام اعظم بروایۃ حصکفی ص ۲۰) باقی امام ابوحنیفہؒ صحابہ کرام کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور تابعین کے زمانہ میں وفات پائی۔ امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی روایت نقل کرکے فرماتے ہیں کہ اس ترک رفع یدین والی روایت کے بہت سے اہل علم صحابہ اور تابعین قائل ہیں اور یہ سفیان اور اہل کوفہ کا قول ہے (ترمذی

ص ۵۹) اس سے معلوم ہوا کہ اکثر صحابہ اور تابعین ترک رفع یدین کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کوفہ کا مسلک ترک رفع یدین کا تھا۔ واضح رہے کہ کوفہ کو حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ میں آباد کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو وہاں معلم بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت علیؓ نے اسے اپنا دار الخلافہ بنالیا تھا۔ بقول علامہ العجلی پندرہ سو صحابہ کرامؓ یہاں کے مستقل رہائشی تھے جن میں ستر بدری صحابہ تھے۔ مگر یہاں کوئی رفع یدین کرنے والا نہیں تھا۔ چنانچہ امام بخاریؒ کے استاذ محمد بن نصر مرزویؒ فرماتے ہیں کہ ہم کوئی ایسا شہر نہیں جانتے کہ جس کے سب باشندوں نے جھکتے اٹھتے وقت رفع یدین چھوڑ دی ہو، سوائے "کوفہ" کے (التعلیق الممجد ص ۹۱)۔ معلوم ہوا کہ کوفہ میں اتنے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں کوئی ایک بھی رفع یدین کرنے والا نہیں تھا۔ اسی طرح مکہ میں ابن زبیرؓ کی رفع یدین دیکھ کر میمون مکی نے حضرت ابن عباسؓ سے شکایت کی کہ میں نے ان کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ کبھی کسی کو (یہاں مکہ میں) ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا (ابوداؤد) اسی طرح مدینہ کے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں رفع یدین کرنے والا کوئی شخص نہیں جانتا۔ امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے ہیں، تو معلوم ہوا کہ رفع یدین مدینہ میں بھی متروک تھی۔ حضور ﷺ نے تیئیس سالہ دور نبوت میں کسی ایک شخص کو بھی رفع یدین کرنے کا حکم نہیں دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ان میں سے کوئی بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ حضرت عثمانؓ سے بھی کوئی رفع یدین کرنے کی روایت نہیں۔ حضرت علیؓ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے، نہ ان کا کوئی شاگرد رفع یدین کرتا تھا (ابن ابی شیبہ) حضرت ابن مسعودؓ اور ان کے تمام شاگرد ترک رفع یدین کرتے تھے۔ (۳) غیر مقلدین کی انگریز کے دور سے پہلے نہ کوئی مسجد ملتی ہے نہ مدرسہ نہ قبر نہ کوئی کتاب نہ رسالہ۔ معلوم ہوا کہ انگریز کے دور سے پہلے ان کا وجود نہیں تھا۔ نقوش ابوالوفاء سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ہندوستان میں رفع یدین کرنے والا انگریز کا ملازم محمد یوسف تھا۔ اس سے سارے ہندوستان میں یہ عمل پھیلا اور بقول مولوی محمد حسین بٹالوی وہ مرزائی ہوگیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادرانِ اسلام! آج کل اکثر غیر مقلدین عوام کو دین میں تحقیق کے عنوان سے تشکیک فی الدین (دین میں شکوک وشبہات ڈالنے) کا مرتکب بناتے ہیں اور ایسے لوگ بالآخر اسلام کو خیر باد کہہ دیتے ہیں اور اس حقیقت کا اقرار غیر مقلدین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی المتوفی ۱۳۳۸ھ فرماتے ہیں کہ ''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہدِ مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر وارتداد وفسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترکِ مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔'' (رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴، ج ۱۱، مطبوعہ ۱۸۸۸ء) اور غیر مقلد عالم مولوی محمد شاہ جہان پوری لکھتے ہیں: ''کوئی شک نہیں کہ بے ادب ہونے اور علماء سابقین کی تعظیم ملحوظ نہ رکھنے والے اور ان کی بدگوئی کرنے والے کا نورِ ایمان جاتا رہتا ہے۔''

(الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۲۹۶)

مولانا داؤد غزنوی فرماتے تھے: ''ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لئے جو شخص سوءِ ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوتِ قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوءِ خاتمہ کا خوف ہے۔

(داؤد غزنوی ص ۳۷۳)

قاضی عبدالاحد خانپوری غیر مقلد لکھتے ہیں: ''اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقتِ ماجاء بہ الرسول (رسول کے لائے ہوئے دین) سے جاہل ہیں وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے۔ جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف، اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہٖ مثل اہل تشیع کے دیکھو ملاحدہ نیچریہ جو کفار ہیں اور منافقین ہیں وہ بھی انہیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہیں کو گمراہ کر کے ان سے اپنا مفروض کامل اور روانی مثل شیطان کے لے گئے۔ پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہیں کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور جماعتِ کثیرہ کو ان میں سے مرتد اور منافق بنا دیا اور جب ملاحدہ زنادقہ چکڑالویہ نکلے تو وہ بھی انہیں کی دہلیز اور دروازے سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنا دیا۔ اور جب یہ مولوی ثناء اللہ امام الملحدین نکلا تو وہ بھی انہیں جہال اہل حدیث کے باب اور دہلیز میں داخل ہو کر کیا جو کیا مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی غلو سے تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں پھر جس قدر الحاد وزندقہ پھیلا دیں کوئی پرواہ نہیں، اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہل حدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابوحنیفہؒ کے جن کی امامت فی الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر کس قدر کفر بد اعتقادی اور الحاد وزندقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ذرہ چیں بہ جبیں بھی نہیں ہوتے۔

(کتاب التوحید والسنۃ ص ۶۲۲، ج ۱)

لہٰذا عوام اہل سنت کے ایمان کی حفاظت کے لئے تحقیق یا تشکیک کے عنوان سے چند معروضات پیش خدمت ہیں، خدا کرے کہ یہ اپنوں اور غیروں کے لئے ذریعہ ہدایت بنیں (آمین)

تحقیق اور حق تحقیق:

اکثر جاہل آدمیوں کو کہا جاتا ہے کہ آپ ذرا تحقیق کریں کہ آپ کی نماز حنفی ہے یا محمدی۔ تو اوّل تو یہ بات ہی غلط ہے کہ جاہل کو مسائل کی تحقیق پر لگایا جائے۔ ہر فن میں ماہرینِ فن تحقیق کرتے ہیں اور غیر ماہران کی اتباع کرتے ہیں۔ جاہلوں کو تحقیق کا حق دینا قرآن وسنت اور دنیوی قوانین کے خلاف ہے۔ **لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم** (ایک گروہ دین کی فقاہت حاصل کرے تاکہ اس کی قوم جب اس فقیہ گروہ کی طرف لوٹے تو وہ ان کو ڈرائے (توبہ) اس آیت کریمہ میں عوام کو فقہاء (ماہرین شریعت) کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ خود تحقیق کرنے کا، لیکن یہ لوگ اس آیت کے خلاف ہر جاہل کو میدانِ تحقیق میں لا کھڑا کرتے ہیں اور قرآن کی مخالفت کرتے ہیں اور حضور ﷺ اہلِ فن سے منازعت نہ کرنے پر بیعت اور عہد لیا کرتے تھے (بخاری) مگر یہ غیر مقلدین جاہل کو ماہر شریعت کے مقابلہ میں لا کھڑا کرتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے ماہر قانون ججوں کی کرسیوں پر عدالت میں الف با سے ناواقف لوگوں کو یا ماہر ڈاکٹروں کی جگہ کمہاروں کو اور ماہر سائنس دانوں کا مقام جولاہوں کے سپرد کر دیا جائے۔ صرف کے صیغے نحوی ترکیبیں جاہلوں سے پوچھنی شروع کر دیں تو ہر آدمی یہی سمجھے گا کہ یہ اس فن کی تباہی ہے تحقیق نہیں بالکل اسی طرح جاہلوں کو شرعی مسائل کی تحقیق کا حق دینا شریعت کو تباہ و برباد کرنا ہے۔

ایک مکالمہ:

ایک دفعہ دو نوجوان لڑکے میرے پاس آئے کہ ہم کچھ تحقیق کے لئے آئے ہیں۔ میں نے کہا کس چیز کی تحقیق کے لئے؟ کہنے لگے نماز کی تحقیق کے لئے۔ میں نے کہا کہ خیر تو ہے کوئی نئے احکام نازل ہوئے ہیں کہ آپ کو تحقیق کی ضرورت ہے اور چودہ سو سال تک کسی نے تحقیق نہیں کی؟ کہنے لگے کہ ہمیں ایک اہل حدیث عالم نے تحقیق کا کہا ہے اور بتایا ہے کہ

عام طور پر جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں وہ حدیث کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ قرآنِ پاک کی تحقیق کا آپ کو نہیں کہا کہ اس کی تحقیق کریں کہ کہیں حدیث کے خلاف تو نہیں؟ اسی طرح حدیث کی کتابوں کی تحقیق کا نہیں کہا کہ وہ بھی دن رات عمل کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے تحقیق کریں کہ وہ ہم تک درست پہنچی ہے یا نہیں؟ کہنے لگا کہ اس کی تحقیق تو پہلے لوگوں نے کر لی ہے۔ اب ہمیں نئے سرے سے تحقیق کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر پہلے بزرگوں نے نماز بغیر تحقیق کے کیوں چھوڑ دی جو دن میں پانچ مرتبہ پڑھنی ضروری ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کی علمی استعداد کیا ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں دسویں کلاس سے فیل ہو گیا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں کچھ بھی نہیں پڑھا۔ میں نے دسویں فیل سے پوچھا کہ آپ نے سکول میں عربی کا مضمون بھی رکھا تھا اور آیا آپ عربی کتاب دیکھ کر عبارت کا مفہوم سمجھ لیں گے؟ کہنے لگا نہیں، ساتویں میں عربی رکھی تھی، وہ مشکل معلوم ہوئی تو میں نے چھوڑ دی۔ اب میں کسی عربی لفظ کا ترجمہ نہیں سمجھ سکتا۔ میں نے کہا پھر آپ تو تحقیق کے ابجد کا بھی علم نہیں رکھتے، آپ تحقیق کیسے کریں گے؟ کہنے لگا کہ ہمیں غیر مقلد عالم نے پہلے ہی بتایا تھا کہ ہم تو آپ کو تحقیق کراتے ہیں مگر وہ حنفی آپ کو تحقیق نہیں کرائیں گے اور اس عالم نے ہمیں چھ ماہ سے تحقیق کرانی شروع کی ہے۔ ہمیں بہت سے رسالے پڑھائے ہیں جس سے ہمارا پختہ ذہن بن گیا ہے کہ کم از کم اپنے محلے میں صرف ہماری نماز صحیح ہے اور باقی سب بے نمازی ہیں۔ ہمارے والدین بھائی بہنیں جن میں سے بعض تہجد کے وقت بھی پابندی سے اٹھنے والے ہیں مگر سب غلط نماز پڑھتے ہیں اور اپنا وقت ضائع کرتے ہیں بلکہ اس نے تیسویں پارے کی ایک آیت ہمیں دکھائی جس کا ترجمہ ہے کہ ”بہت سے چہرے قیامت کے دن ذلیل ہوں گے، محنت کرنے والے جھکے ہوئے ہوں گے، وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے، ان کو نہایت گرم چشمے کا پانی پلایا جائے گا ان کو کھانے کے لئے صرف خاردار درخت

دیئے جائیں گے جو نہ ان کو موٹا کریں گے اور نہ ان کی بھوک مٹائیں گے۔" اس لئے ہمیں اس بات کی تو خوشی ہے کہ ہماری نماز ہمیں جنت میں لے جائے گی لیکن والد، والدہ جو آدھی آدھی رات سے اُٹھ کر خلافِ سنت نماز پڑھتے ہیں ان کے جہنم میں جانے کا قوی اندیشہ ہے، اس لئے پریشان ہیں۔ اب چھ مہینے ادھر تحقیق کی اور اب انہوں نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے کہ دیکھنا وہ تمہیں بالکل تحقیق نہیں کرائیں گے، قرآن وسنت کے قریب بھی آپ کو نہیں پھٹکنے دیں گے بلکہ اپنے مولویوں کی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیں گے۔ میں نے کہا کہ اس نے چھ مہینوں میں آپ کو محقق نہیں بنایا بلکہ آپ کو ایک خطرناک روحانی مریض بنا دیا ہے جس کا علاج کسی روحانی طبیب کے بس میں نہیں ہے، اس لئے کہ جسمانی بیماریوں کی طرح جہالت بھی ایک روحانی بیماری ہے اور جس طرح جسمانی بیمار خطرناک سے خطرناک تر سٹیج تک پہنچ جاتے ہیں اسی طرح روحانی بیماریوں کے سٹیج بھی خطرناک سے خطرناک تر ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک جسمانی بیمار ایسا ہوتا ہے جو اپنے آپ کو بیمار سمجھتا ہے تو وہ ضرور جلد یا بہ دیر حکیم یا ڈاکٹر سے رابطہ کر کے اپنی بیماری کا علاج کرائے گا لیکن اس سے خطرناک بیمار وہ ہے جس کو اپنی بیماری کی طرف توجہ نہ ہو البتہ وہ کسی کی توجہ دلانے سے علاج کے لئے فکرمند ہو جائے گا۔ ہاں اگر کوئی توجہ نہ دلائے تو اس کی بیماری بڑھتی رہے گی اور خطرناک درجہ تک پہنچ جائے گی لیکن ان دونوں سے زیادہ خطرناک وہ مریض ہے جو اپنی بیماری کو تندرستی سمجھتا ہے، وہ کسی کے متوجہ کرانے سے بھی اپنے علاج کی طرف متوجہ نہیں ہوگا، یہاں تک کہ بیماری جلد موت تک پہنچا دے گی۔ اس سے بھی زیادہ خطرناک وہ شخص ہے جو صرف یہ نہیں کہ بیمار ہو کر اپنے آپ کو تندرست یقین کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تمام تندرست لوگوں کو بیمار یقین کرتا ہے بلکہ اس مرض کے معالجوں کا بھی علاج کرنے کا اپنے آپ کو اہل سمجھتا ہے۔ یہ بیمار سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ بالکل اسی طرح علم و جہالت کے اعتبار سے انسانوں کے مختلف درجے

ہیں۔ کسی شاعر نے بعض درجات کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

ہر کس کہ بداند و بداند کہ نداند
او اسپ خود را از گنبد فیروزہ جہاند

کہ جو شخص علم رکھتا ہے اور (عاجزی کے طور پر) کہتا ہے کہ میرے پاس علم نہیں ہے وہ اپنا گھوڑا فیروزہ جیسے قیمتی پتھر کے گنبد کے اوپر سے گزار رہا ہے۔

وآنکس کہ بداند وبداند کہ بداند
او نیز خرِ خویش بمنزل برساند

اور جو شخص علم رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں علم رکھتا ہوں وہ بھی اپنا گدھا منزل تک پہنچا دے گا۔

وآنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالدھر بماند

اور وہ آدمی جو نہیں جانتے اور اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے وہ ہمیشہ جہل مرکب میں زندگی گزارے گا۔ تو بعض لوگ جاہل ہو کر اپنے آپ کو جاہل سمجھتے ہیں۔ وہ بھی نہ کبھی کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر اپنی جہالت کو دور کر لیں گے۔ دوسرا جاہل وہ ہے کہ اس کو اپنی جہالت کی طرف توجہ نہیں تو کبھی کوئی تبلیغی خیر خواہ علم و ذکر کا نمبر سنا کر اس کو اس کی جہالت پر متنبہ کر دے گا اور وہ کسی عالم سے اپنی جہالت کا علاج کرائے گا۔ تیسرا وہ شخص جو اپنی جہالت کو علم سمجھے تو اس کا علاج بڑا مشکل ہے اور آپ کو تو اس غیر مقلد نے تحقیق کے عنوان سے جہالت کی آخری سٹیج پر پہنچا دیا ہے کہ اب آپ بڑے بڑے مجتہدین کی غلطیاں نکالنے کے لئے تیار ہیں۔ والدین یا اہلِ محلہ کو بے نمازی یا جہنمی سمجھنا تو معمولی بات ہے۔ آپ کو تو یہ محققین ازواج مطہرات بھی جہنم میں جلتی دکھائیں گے۔ چنانچہ قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ عبدالحق بنارسی غیر مقلد کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "اس نے برملا کہا عائشہؓ علیؓ سے لڑی اگر توبہ نہ کی ہوگی تو مرتد مری (کشف الحجاب ص ۴۲) (نعوذ باللہ تعالیٰ منہ) اور یہ بھی دوسری

مجلس میں کہا کہ صحابہ کا علم ہم سے کم تھا ان کو ہر ایک کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو ان سے
کی حدیثیں یاد ہیں (کشف الحجاب ص ۴۲) بلکہ صحابہ کرام آپ کو فاسق و فاجر نظر آئیں گے
جیسا کہ وحید الزمان غیر مقلد کہتا ہے کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ جیسے ولید فاسق
ہیں اور ایسا ہی قول حضرت معاویہ اور حضرت عمرو اور مغیرہ اور سمرہ (رضی اللہ عنہم) کے بارہ میں
کیا گیا ہے (حاشیہ نزل الابرار ص ۹۴، ج ۳)

بلکہ ناطق بالحق والصواب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں بھی کہ
وہ اگر اُلٹے رستے چل پڑیں تو ہم اُلٹے رستے کیوں چلیں۔ اسی سال محرم ۱۴۲۳ھ کو مدینہ طیبہ
میں مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی جو ملتان کے قریب رہنے والے آج کل
حرمِ نبوی کے قریب مقیم ہیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ میری شادی چونیاں کے قریب ایک
غیر مقلد گھرانے میں ہوئی ہے۔ وہاں (پاکستان میں) میں نے گھر والی کو بہت سمجھایا کہ
غیر مقلدین کا مسلک درست نہیں مگر وہ کہتی کہ ہمارا مسلک مکہ اور مدینہ والا ہے۔ خیر میں اس
کے بعد اسے یہاں لے آیا اور بتایا کہ یہاں تراویح بیس رکعت ہوتی ہے، جنازہ آہستہ ہمارے
طرح پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہوئی۔ ایک دفعہ میں نے کہا کہ غیر مقلد
صحابہ کرامؓ کی توہین کرتے ہیں تو اس نے کہا کہ یہ بات غلط الزام ہے، ایسا بالکل نہیں ہو سکتا
ہمارے مسلک کے لوگ صحابۂ کرام کا از حد احترام کرتے ہیں۔ خیر وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ گھر
والی کا بھانجا مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں عین اس وقت وہ
گھر آیا جب مسجد نبوی میں تراویح ہو رہی تھی تو گھر والی نے اس سے کہا کہ تو نے تراویح نہیں
پڑھی۔ اس نے کہا کہ میں آٹھ تراویح مسجد (نبوی) میں پڑھ کر آیا ہوں۔ گھر والی نے پوچھا
کہ جو بارہ رکعتیں اور پڑھی جا رہی ہیں تو نے وہ کیوں نہیں پڑھیں؟ اس نے کہا کہ سنت نبوی
تو آٹھ رکعت ہیں۔ میں نے وہ پڑھ لی ہیں۔ باقی حضرت عمرؓ کے حکم پر پڑھی جاتی ہیں۔ اس
لئے میں نے وہ نہیں پڑھیں۔ اس کی خالہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کا عمل بھی تو سنت ہے۔ تجھے

وہ بھی پڑھنی چاہئیں تھیں۔ اس نے کہا اگر عمر اُلٹے رستے پر چل پڑے تو ہم بھی اُلٹے رستے
چلیں۔ اس پر گھر والی اس سے ناراض ہوئی اور اسے گھر سے نکال دیا۔ بعد میں مجھے اس نے
سارا قصہ سنایا اور کہا کہ آج معلوم ہوگیا کہ تیری بات صحیح ہے کہ یہ لوگ صحابۂ کرام کی توہین
کرتے ہیں اور وہ غیر مقلدیت سے پکی تائبہ ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

چیچہ وطنی کے علاوہ اوکانوالہ میں ایک شخص نے بتایا کہ میرے تایا نے جو غیر مقلد ہے
ایک دفعہ کہا کہ اصل تراویح تو آٹھ رکعت ہیں۔ عمر نے خواہ مخواہ بیس کا توت کھڑا کر دیا (نعوذ
باللہ منہ) میں نے کہا کہ نئی تحقیق کے یہ گل آپ بھی کھلائیں گے۔ چھ ماہ میں اس شخص نے
آپ کو پوری اُمت سے اور اس امام یعنی امام ابو حنیفہؒ سے کاٹا ہے جن کی امامت پر پوری
امت کا اجماع ہے اور نص سے ان کو ان کی اجتہادی غلطی پر بھی ایک اجر ملے گا اور یہ وہ شخص
ہیں جنہوں نے بلا واسطہ صحابہ کرام کو نماز پڑھتے دیکھا، جو خیر القرون کے انوار و برکات جمع
کرنے والے تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تدوین شریعت کا شرف بخشا۔ آج
بھی علمی دنیا میں سب سے پہلی حدیث کی کتاب انہیں کی "کتاب الآثار" کے نام سے ملتی
ہے۔ علم عقائد کی سب سے پہلی کتاب "فقہ اکبر" ان کی ہے۔ فقہ کے مدون اول بھی وہی ہیں
علم صرف کی پہلی کتاب بھی انہی کی طرف منسوب ہے۔ وہ شخص جس کے پاس پانچ لاکھ
احادیث کا ذخیرہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے پچپن حج کرنے کی توفیق عطا فرمائی، پوری دنیا میں دو
تہائی سے زائد لوگ ان کی فقہی بصیرت سے شریعت پر عمل کرنے والے ہیں، ایسے مجمع
الفضائل ذات سے آپ کو کاٹ کر بلکہ متنفر کر کے ایک ایسے غیر مقلد عالم نما جاہل کے پیچھے
لگایا ہے کہ دوسرے غیر مقلد اس کو عالم تو کجا مسلمان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں اور اس مدت
میں آپ کو یہ بات باور کرائی ہے کہ ہم نے تم کو قرآن و سنت سے جوڑا ہے اور اُمتیوں کی بنائی
ہوئی فقہ سے توڑا ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، کیونکہ اس نے آپ کو قرآن و سنت،
اجماع اُمت اور قیاسِ مجتہد سے متنفر کر کے پندرھویں صدی کے جاہلوں کے قیاس سے جوڑا

ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں چار قسم کے مسائل ہوتے ہیں: (۱) کتاب اللہ کے، (۲) سنت رسول اللہؐ کے، (۳) اجماعی مسائل، (۴) قیاس مجتہد کے یعنی ائمہ مجتہدین کے اختلاف کے وقت ہم امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قیاسی مسائل لیتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں دوسرے مجتہدین کے مسائل کو چھوڑ دیتے ہیں، مثلاً ہماری کتابوں میں جو وضو کا طریقہ لکھا ہے اس میں چار فرض قرآن پاک کی سورۃ مائدہ کی آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ الآیۃ سے لئے ہیں اور سنتیں اور اکثر مستحبات حدیث سے لئے ہیں۔ مثلاً درج ذیل سنتیں ہیں (۱) بسم اللہ پڑھنا، (۱) رباح اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ اس کا وضو (کامل) نہیں جو وضو پر بسم اللہ نہ پڑھے (مسند احمد)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! جب تو وضو کرے تو بسم اللہ والحمد للہ کہہ لیا کر، کیونکہ جب تک تیرا یہ وضو نہیں ٹوٹے گا تیرے محافظ فرشتے تیرے لئے نیکیاں لکھتے رہیں گے (معجم طبرانی صغیر) اسی طرح وضو کے شروع میں بسم اللہ کے بارہ میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوع روایت ہے۔ (۲) مسواک کا سنت ہونا حدیث ابوہریرہؓ (بخاری) حدیث علیؓ مرفوعاً (معجم طبرانی اوسط) حدیث عائشہؓ مرفوعاً (ابن حبان) سے ثابت ہے۔ (۳) دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا۔ اس کا ثبوت حدیث ابوہریرہ (مسلم) حدیث علیؓ (نسائی) سے ثابت ہے۔ (۴) کلی کرنا بخاری سمیت تمام کتب احادیث میں اس کی روایات ہیں۔ (۵) ناک میں پانی ڈالنا، اس کا ذکر بھی بخاری سمیت تمام کتب احادیث میں ہے۔ (۶) ڈاڑھی کا خلال کرنا۔ اس کا ذکر حدیث عثمانؓ (ترمذی) حدیث عائشہؓ (مسند احمد) حدیث انسؓ (معجم طبرانی اوسط میں حدیث انسؓ (تلخیص الحلبیہ) میں ملتا ہے۔ (۷) انگلیوں کا خلال کرنا۔ اس کا ثبوت حدیث لقیط بن صبرہ اور حدیث ابن عباسؓ حدیث مستورد بن شداد (ترمذی) میں ہے۔ (۸) ہر جوڑ کو تین مرتبہ دھونا، اس کا ثبوت بخاری سمیت بقیہ کتب صحاح میں ہے۔ (۹) پورے سر کا مسح کرنا۔ بخاری

میں عبداللہ بن زید کی روایت میں حضرت علیؓ سے ابوداؤد میں، حضرت ابن عباسؓ سے ابوداؤد میں ہے۔ (۱۰) کانوں کا مسح کرنا۔ حدیث ابن عباس (ابن ماجہ) وغیرہ میں ہے۔ (۱۱) نیت کرنا۔ حدیث نیت بخاری وغیرہ کتب صحاح میں ہے۔ (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا۔ آیت قرآن اور احادیثِ وضو میں ترتیب سے لیا گیا ہے۔ (۱۳) ایک جوڑ کے خشک ہونے سے پہلے دوسرے جوڑ کا دھونا۔ حضرت عثمانؓ کا لگاتار وضو کر کے فرمانا کہ میں نے حضور ﷺ کو ایسے وضو کرتے دیکھا ہے (ابوداؤد)

مستحبات میں:

(۱) دائیں طرف سے شروع کرنا۔ حدیث عائشہؓ (بخاری) حدیث ابوہریرہؓ (ابن خزیمہ) سے لیا گیا ہے۔ (۲) گردن کا مسح کرنا۔ حدیث ابن عمر (التلخیص الحبیر) حدیث طلحہ بن مصرف عن ابیہ عن جدہ (مسند احمد) سے لیا گیا ہے۔ پھر وضو کے بارہ میں اس بات پر اجماع ہے کہ مذکورہ بالا افعال وضو میں سے بعض فرض بعض سنت بعض مستحب ہیں۔ خدا یا رسول خدا ﷺ نے یہ تقسیم نہیں فرمائی، لہٰذا یہ تقسیم دلیل اجماع سے ثابت ہوئی جس کے بارہ میں خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو مومنوں کے راستہ کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی اتباع کرے گا جہاں پھرے گا ہم اس کو وہاں پھیر دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے (القرآن) اور نبی اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا ہاتھ تو جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا اُس کو علیحدہ کر کے ہی جہنم میں ڈال، لہٰذا اگر کوئی شخص ان فرائض وسنن وغیرہ کی تقسیم کو نہ مانے تو وہ مذکورہ آیت واحادیث کے اعتبار سے اللہ کی رحمت سے محروم اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنا رہا ہے۔ البتہ فرائض وسنن کی تعیین میں بعض اوقات ائمہ کرام کا اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اس وقت ہم امامِ ابوحنیفہؒ کے قول کو لیتے ہیں، مثلاً اگر وضو کے شروع میں کوئی بسم اللہ نہ پڑھے تو وضو ہوگا یا نہیں تو حنابلہ کے ہاں وضو نہیں ہوگا، ہمارے ہاں وضو ہو جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک بسم اللہ سنت ہے فرض نہیں تو بسم اللہ

کا سنت ہونا یہ ہماری حنفی فقہ میں اجتہادی مسئلہ ہے۔ اس اجتہادی مسئلہ میں ہم امام ابوحنیفہ
کی تقلید کر کے دوسرے ائمہ کے اقوال کو چھوڑ دیتے ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں شوافع اور مالکیہ
بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس شخص نے فقہ چھڑوانے کے عنوان
سے قرآن بھی چھڑوایا، حدیث بھی اور اجماعی مسائل بھی اور اجتہادی اختلافی مسائل میں
قرآن وسنت کا کوئی دوٹوک فیصلہ نہیں تھا۔ اس مولوی نے آپ کو اپنے پیچھے لگا کر یہ باور کرادیا
کہ ہم نے آپ کو خدا اور خدا کے رسول سے جوڑ دیا ہے، حالانکہ جڑے آپ پندرھویں صدی
کے جاہل شخص سے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اگر آپ کو ہسپتالوں میں بھیجا جائے کہ تحقیق کرو کہ
ڈاکٹروں کا طریق علاج صحیح ہے یا نہیں تو آپ اس کو مذاق تصور نہیں کریں گے؟ کہنے لگے کہ
یہ تو واقعی مذاق ہے کہ جاہل آدمی ڈاکٹروں یا حکیموں کے طریق علاج کی تحقیق کرنے
جائے۔ میں نے کہا کہ پھر آپ بھی تحقیق کے لئے بلکہ شریعت سے مذاق کے لئے چکر لگاتے
پھرتے ہیں۔ خیر اٹھ کر چلے گئے۔ تقریباً دو ماہ بعد بازار میں ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا
کہ آپ دوبارہ کبھی تشریف نہیں لائے تو کہنے لگے کہ آپ نے اسی دن ہمارا گھر پورا کردیا تھا
اور یہ بات سمجھ میں آگئی کہ جاہل آدمی کا تحقیق کے چکر میں پڑنا پریشانی کا ذریعہ اور دین اور
اہل دین سے دور ہونے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس لئے ہم نے توبہ کرلی ہے کہ اہل فن سے
عداوت مول نہیں لینی۔

والحمد للہ علی ذلک۔

فقہ حنفی کی معروف کتاب

"دُرِمختار پر اعتراضات"

کا محققانہ جواب

مکرمی جناب رانا عبدالرؤف صاحب ایڈووکیٹ!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آپ کے پیش کردہ
سوالات کے بارہ میں عرض ہے کہ بعض اوقات اپنی فہم کے ناقص ہونے کی وجہ سے اعتراض
پیدا ہوا ہے۔ اس میں کتاب یا صاحب کتاب کا قصور نہیں ہوتا جب تک کسی فن میں مہارت نہ
ہو۔ اس وقت تک اس فن کی غلطی نکالنا اپنی کوتاہ فہمی پر شہادت دینا ہے، پھر جو کسی فن سے دشمنی
رکھنے والا ہو اس کی نکالی ہوئی غلطی ذہنی بغض کی عکاس ہوتی ہے۔ عربی کا ایک شاعر کہتا ہے

عین الرضا عن کل عیب کلیلة

ولکن عین السخط تبدی المساویا

"یعنی رضامندی کی نظر ہر عیب کے ادراک سے کمزور ہوتی ہے، لیکن ناراضگی کی
نظر تمام برائیوں کو ظاہر کردیتی ہے۔"

لیکن یہاں معاملہ اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ فقہ دشمنی کی وجہ سے نظر خوبیوں کو بھی
عیب بنا رہی ہے۔ سوامی دیانند نے قرآن پاک پر ۱۵۹/ اعتراضات کئے تھے۔ مولوی ثناء
اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں:...... "اس بات کا اظہار کچھ ضروری نہیں کہ سوامی جی کے
سوالات عموماً غلط فہمی پر مبنی ہیں اس لئے کہ حق کو قبول کرنے سے ہمیشہ غلط فہمی ہی مانع ہوا کرتی
ہے۔" (حق پرکاش، صفحہ ۲) نیز فرماتے ہیں کہ:...... "ہم نے اس جواب میں کسی سماجی

مصنف کو مخاطب نہیں کیا، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جس قدر اسلام سے دوری ہوئی ہے وہ صرف سوامی دیانند کی غلط فہمی سے ہوئی ہے۔" (حق پرکاش، صفحہ ۳) تو جس طرح قرآن دشمنی اور غلط فہمی نے قرآن پر اعتراضات کی راہ کھول دی ہے اگر فقہ دشمن فقہ پر اعتراضات کر دے تو کوئی عجیب بات نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱:...... لا عند وطی بھیمۃ یعنی جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے نہ تو غسل لازم آتا ہے اور نہ وضو ٹوٹتا ہے جب تک انزال نہ ہو۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۵، جلد ۱) اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے داؤد ارشد صاحب نے درمختار صفحہ ۱۲۶، جلد ۱، بحرالرائق صفحہ ۵۹، جلد ۱، مظاہر حق صفحہ ۱۵۰، جلد ۱، اور حلبی کبیر صفحہ ۴۲ کا حوالہ دے کر اس کا حنفیہ کے ہاں متفق علیہ اور مفتی بہ ہونا ظاہر کیا ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۶) اور پھر اس کو حیا سوز کہا ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۵) نیز لکھا ہے کہ کیا خوب ہے کہ چارپائے سے بدفعلی کی کس مہذب انداز میں رخصت دی جارہی ہے۔ (تحفہ حنفیہ، ۴۲۶)

نوٹ:...... داؤد ارشد صاحب نے یہ اور اس کے بعد والے نو مسئلے ذکر کر کے صرف فقہ حنفی سے اظہار بغض نہیں کیا بلکہ مولانا محمد اسماعیل صاحب محمودی حفظہ اللہ کے اس دعویٰ کو سچا کر دیا ہے کہ نام نہاد اہل حدیث مدینہ میں لکھی جانے والی کتاب بلکہ باشارہ نبوی لکھی جانے والی تصنیف پر اعتراض کر کے مدینہ بلکہ صاحب مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شرف کے منکر ہوئے ہیں، کیونکہ ان مسائل کے آخر میں فرماتے ہیں:...... "ثابت ہوا کہ یہ مدینہ میں بیٹھ کر کوک شاستر لکھی گئی ہے۔ اسلام کی خدمت نہیں کی گئی بلکہ اسلامی تعلیم کو مسخ کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی ہے۔" (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۷، جلد ۱) باقی داؤد ارشد نے جو چند مسائل میں اہل مدینہ سے حنفیوں کا اختلاف نقل کیا ہے وہ بے سود ہے کیونکہ کوئی حنفی فقہ مالکیہ کو کوک شاستر یا اسلامی تعلیم کو مسخ کرنا نہیں کہتا بلکہ ہمارے ہاں تو ان کو ایک یقینی اور دوسرے اجر

کا احتمال ہے تو ہمارا ان سے اجتہادی اختلاف ہے۔ غیر مقلدین کا عنادی اختلاف ہے کیونکہ وہ اجتہاد کو کار ابلیس اور تقلید کو شرک کہتے ہیں۔

وضاحت مسئلہ:...... مذکورہ بالا مسئلہ کو غیر مقلدین کا حیا سوز کہنا یہ ایک بے محل بات ہے کیونکہ نہ ہی صاحب درمختار نے اس کے حیادار ہونے کا دعویٰ کیا ہے نہ کسی اور حنفی نے بلکہ صاحب درمختار نے تو اس کو گناہ کبیرہ قرار دے کر اس کا ارتکاب کرنے والے پر تعزیر کی سزا مقرر کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:...... **بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیا ومیتا مجتبی وفی النھر الظاھر انہ یطالب ندبا لقولھم تضمن بالقیمۃ** (درمختار، صفحہ ۲۶، جلد ۴) یعنی جانور سے بدکاری کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے گی۔ (نیز یہ بھی فرماتے ہیں) کہ تعزیر کبھی قتل کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ (صفحہ ۶۲، جلد ۴) اور جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ اس جانور کو دیکھ کر لوگ اس برائی کا زبانوں سے تذکرہ بھی نہ کریں۔ (شامی، صفحہ ۲۶، جلد ۴) اور اس جانور کے ساتھ زندگی اور موت کی حالت میں نفع حاصل کرنا مکروہ ہے۔ اور شامیؒ نے لکھا ہے کہ اگر غیر کے جانور سے یہ فعل کرے تو مستحب ہے کہ مالک کو اس جانور کی قیمت ادا کرے، پھر اس جانور کو ذبح کر کے جلا دے۔ معلوم ہوا کہ فقہ حنفی تو آدمی اور جانور کیا اس فعل کے ذکر کو بھی برداشت نہیں کرتی۔

نوٹ:...... داؤد صاحب نے بحرالرائق کا بھی اس مسئلہ میں حوالہ دیا ہے، حالانکہ بحرالرائق میں لکھا ہے کہ طبیعت سلیمہ اس فعل سے نفرت کرتی ہے اور اس برائی پر ابھارنے والی انتہائی بداخلاقی یا مغلوب الشہوت ہونا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ اس فعل کے ارتکاب کرنے والے کو تعزیر اسی دلیل سے لگائی جائے گی جس کو ہم نے (مسئلہ لواطت میں) بیان کر دیا ہے اور جو یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے یہ اس فعل کے

تذکرہ کو ختم کرنے کے لئے ہے اور یہ واجب نہیں۔فقہاء نے کہا ہے کہ اگر ماکول اللحم جانور نہ ہو تو اس کو ذبح کر کے جلا دیا جائے اور اگر ماکول اللحم ہو تو اس کو ذبح کر دیا جائے اور امام صاحبؒ کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو بھی جلا دیا جائے۔یہ حکم اس وقت ہے جب جانور بدفعلی کرنے والے کا ہو اور اگر اس کے غیر کا ہو تو قاضی خان میں ہے کہ اس کے مالک کو اختیار ہے کہ یہ جانور اس برائی کرنے والے کو قیمتاً دے دے اور تبیین الحقائق میں ہے کہ اس کے مالک سے مطالبہ کیا جائے گا کہ یہ جانور قیمت لے کر اس شخص کو دے دے، پھر اس کو ذبح کر دیا جائے۔فقہاء نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور ایسا حکم سماع سے ہی تعلق رکھتا ہے، اس لئے اس کو سماع پر محمول کیا جائے گا۔(بحر الرائق، صفحہ ۱۸، جلد ۵) اگر داؤد صاحب فقہ کی پوری عبارت نقل کر دیتے تو نہ ان کو یہ کہنے کی گنجائش رہتی کہ فقہ میں حیا سوز مسائل ہیں اور نہ یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ فقہ میں چوپائے سے بدفعلی کی اجازت دی جا رہی ہے۔

مسئلہ نقض وضو و غسل:...... باقی وضو یا غسل کے ٹوٹنے کا بے حیائی سے تعلق نہیں۔دیکھئے پیشاب، پاخانہ، نیند وغیرہ نواقض وضو بے حیائی کے کام نہیں لیکن ان سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر کوئی شخص وضو کر کے ماں باپ کی نافرمانی کرے یا لوگوں کو فحش گالیاں نکالے، مجمع میں ننگا ہو کر ناچنا شروع کر دے، اپنے اساتذہ اور اولیاء اللہ کی توہین کرے تو یہ سب بے حیائی اور برائی کے کام ہیں لیکن ان سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔غیر مقلدین میں سے کسی نے ان کو ناقض نہیں لکھا اور نہ قرآن و سنت سے ان کا ناقض ہونا ثابت کر سکتے ہیں تو اس کا مفہوم یہی ہوگا کہ غیر مقلدین نے ان برائیوں کا دروازہ کھول رکھا ہے یا ان کے مسائل حیا سوز ہیں۔اسی طرح وجوب غسل کا تعلق غسل کو توڑنے والی چیزوں کے ساتھ ہے۔حیا و عدم حیاء کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔مثلاً بیوی سے ہمبستری، حیض، نفاس یہ کوئی گناہ اور بے حیائی کی چیزیں نہیں ہیں اور ان سے غسل واجب ہو جاتا ہے مگر کسی کو ناحق قتل کرنا، چوری

کرنا، ڈاکہ ڈالنا، شراب پینا، سود لینا، سود دینا اور رشوت لینا یقیناً گناہ کبیرہ ہیں، مگر ان سے غسل واجب ہونا کسی کا قول نہیں تو کوئی آدمی یہ شور مچائے کہ دیکھو ان گناہوں کا یہ دروازہ کھولنا ہے، یہ غلط بات ہے۔

مسلکِ غیر مقلدین:...... غیر مقلدین کا یہ عام نعرہ ہوتا ہے کہ اہل حدیث کے دو اصول اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ابو یحیٰی خان نوشہروی بھی فرماتے ہیں ۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن

پس حدیث مصطفٰی برجاں مسلم داشتن

"یعنی اصل دین کلام اللہ کو معظم رکھنا، پھر حدیث مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو جان پر مسلم رکھنا ہے۔"

(نقوش ابو الوفا، صفحہ ۳۴)

نیز مولوی صادق صاحب سیالکوٹی فرماتے ہیں:...... "مسئلہ اور فتویٰ صرف وہی قابل عمل ہے جو قرآن و حدیث کے ساتھ مدلل ہو۔" (صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۴۶) بلکہ خود داؤد ارشد صاحب فرماتے ہیں:...... "یہ بات یاد رکھیئے کہ ہمارے نزدیک احکامِ شرعیہ میں قرآن و حدیث ہی کافی ہے۔" (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۶۸) اپنے اس مسلمہ اصول کے مطابق کوئی غیر مقلد قرآنِ پاک یا حدیث مرفوع سے یہ ثابت کر دے کہ "وطی بہیمہ بلا انزال" سے وضو یا غسل واجب ہو جاتا ہے اور اس کے معارض بھی کوئی حدیث نہ ہو تو ہم مان جائیں گے کہ یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے مگر ایسی کوئی روایت غیر مقلدین پیش نہیں کر سکتے جس میں جانور کی صراحت ہو۔ایک غیر مقلد کہنے لگا کہ بخاری اور مسلم کے حوالہ سے محمد جونا گڑھی نے لکھا ہے کہ حدیث میں وان لم ینزل آیا ہے۔میں نے کہا کہ بخاری کی طرف اس روایت کی نسبت غلط ہے۔مسلم میں یہ روایت موجود ہے مگر اس میں اور بخاری میں غسل نہ واجب ہونے کی روایات بھی ہیں اور امام بخاریؒ کا مسلک بھی عدمِ وجوب غسل ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں

والغسل احوط یعنی غسل احتیاطی چیز ہے نہ کہ وجوبی۔ (بخاری، صفحہ ۴۳) علامہ وحید الزمان فرماتے ہیں یہاں ایک اور مذہب ہے جس کی طرف صحابہ کرام کا ایک گروہ گیا ہے اور اس کو ہمارے بعض اصحاب نے پسند کیا ہے، جیسے امام بخاریؒ وہ یہ ہے کہ غسل صرف دخول سے واجب نہیں ہوتا جبکہ انزال نہ ہو۔ انما الماء من الماء کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے۔ (نزل الابرار، صفحہ ۴۳، جلد ۲)

نوٹ:...... وان لم ینزل والی روایت عورت سے ہمبستری کے متعلق ہے، جانور کا وہاں کوئی ذکر نہیں، جانور کو عورت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور قیاس تو بہرحال غیر مقلدین کے ہاں کارِ ابلیس ہے اس لئے اس قیاس سے شیطان کا تمغہ ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ وحید الزمان غیر مقلد لکھتا ہے اور اسی طرح (غسل واجب نہیں ہوتا) جبکہ جانور کی فرج میں یا آدمی یا جانور کی دبر میں ادخال کرے۔

(نزل الابرار من فقہ النبی المختار، صفحہ ۲۴، جلد ۱)

فائدہ:...... داؤد ارشد نے بحر الرائق کی اس عبارت میں تسلیم بھی کرلیا ہے کہ حنفی مسئلہ کی بنیاد حدیث پر ہے۔ چنانچہ داؤد ارشد نقل کرتے ہیں:...... فقال علماء نا ان الموجب للغسل ھو انزال المنی کما افادہ الحدیث الاول یعنی ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ غسل اس وقت فرض ہوتا ہے جب منی خارج ہو (بدوں انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا) جیسا کہ پہلی حدیث کا مفاد ہے۔ (البحر الرائق، صفحہ ۵۹، جلد ۱، تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۵) جب یہ مسئلہ حدیث سے ثابت ہے تو مذکورہ بالا سارا اعتراض حدیث پر ہوگا جو منکرین حدیث کا شیوہ ہے نہ کہ اہل حدیث کا۔

مسئلہ نمبر ۲:...... مدینہ سے اظہار نفرت کے لئے دوسرا مسئلہ داؤد ارشد نے درمختار سے یہ نقل کیا ہے وافاد کلامہ طھارۃ جلد کلب وفیل وھو المعتمد یعنی

صاحب تنویر کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ ہاتھی اور کتے کی کھال پاک ہے، اس کی شرح میں ابن عابدین فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے کہ کتا نجس العین نہیں، تصحیح کے لحاظ سے یہی اصح ہے۔ (رد المحتار، صفحہ ۲۰۴، جلد ۱) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے داؤد ارشد لکھتے ہیں مطلع صاف ہے کہ اگر حنفی صاحب کتے کی کھال کی بیلٹ بنوائیں یا ٹوپی خواہ ڈول یا جائے نماز یا دسترخوان یا اپنی کتب پر جلدیں بندھوائیں سب جائز ہے بلکہ اگر اس کھال کا مصلیٰ بھی بنالیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۱)

جواب:...... اس حوالہ سے صرف مدینہ کی تصنیف سے اظہار بغض کیا ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث ذکر نہیں کی بلکہ شامی نے اسی حاشیہ میں بیہقی کے حوالے سے ہاتھی کے بارے میں یہ حدیث ذکر کی تھی کہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمتشط بمشط من عاج کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھی کے دانت سے بنی ہوئی کنگھی سے بالوں میں کنگھی کرتے تھے اور علامہ جوہری وغیرہ نے عاج کی تفسیر ہاتھی کی ہڈی کے ساتھ کی ہے۔ مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے:...... قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اذا دبغ الاھاب فقد طھر (مسلم، صفحہ ۱۵۹)

فائدہ:...... اس روایت میں مطلق چمڑے کے دباغت سے پاک ہونے کا ذکر ہے۔ امام صاحبؒ نے خنزیر کے چمڑے کو فانہ رجس کی وجہ سے نجس العین ہونے کی بنا پر اور انسان کے چمڑے کو احترام کی وجہ سے مستثنیٰ کیا۔ امام نوویؒ اس مسئلہ کو اجتہادی قرار دے کر سات مذاہب نقل کرکے فرماتے ہیں کہ ان مذاہب والوں سے ہر گروہ نے احادیث وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔ معلوم ہوا امام مسلمؒ متوفی ۲۷۶ کے زمانہ تک اس مسئلہ کو حدیث کے مخالف نہیں کہا جاتا تھا بلکہ مبنی بر حدیث قرار دیا جاتا تھا۔ آج کل غیر مقلدین نے اس پر اعتراضات شروع کئے ہیں جبکہ پرانے غیر مقلدین نے بھی اس کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کی فقہ قرار دیا تھا۔ علامہ وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں جس چمڑے کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے خنزیر اور آدمی کے چمڑے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے اور صحیح عدم استثناء ہے۔ (نزل الابرار، صفحہ ۲۹) نیز فرماتے ہیں کہ مچھلی کا خون پاک ہے، اسی طرح کتا اور اس کا لعاب ہمارے محققین اصحاب کے نزدیک۔ (نزل الابرار، صفحہ ۳۰) نیز فرماتے ہیں کہ اس چمڑے کا جائے نماز اور ڈول بنالیا جائے گا اور اگر وہ پانی میں گر گیا اور پانی میں تغیر پیدا نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں اگر چہ کتے کا منہ پانی کو پہنچ جائے۔ اسی طرح کپڑا کتے کے چھینٹوں سے ناپاک نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کے کاٹنے سے ناپاک ہوگا اور نہ ہی جوڑ ناپاک ہوگا، اگر چہ اس کو اس کا لعاب بھی لگ جائے اور اس کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (نزل الابرار، صفحہ ۳۰، جلد ۱)

نوٹ:...... جب یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہ ہے تو مولانا جھنگوی پڑھ کے ہوئے تمام الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں گے۔

فائدہ:...... بعض غیر مقلدین ابوداؤد شریف کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی چمڑی کو پہننے اور ان پر سوار ہونے سے روکا ہے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۵۷۰، جلد ۲)

جواب:...... یہ حدیث اپنے ظاہر کے اعتبار سے بالاتفاق متروک ہے کیونکہ صحاح ستہ کے راوی امام زہریؒ تمام مُردار وں کی چمڑیوں سے بغیر دباغت کے بھی نفع حاصل کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ دباغت کے بعد خنزیر کے علاوہ باقی تمام درندوں کی چمڑیوں کو پاک قرار دیتے ہیں۔ امام مالکؒ اپنی ظاہر روایت میں بغیر دباغت کے خشک اور تر مقامات میں تمام چمڑیوں کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں اور امام شافعیؒ کتے، خنزیر اور ان سے پیدا ہونے والے جانوروں کے علاوہ تمام درندوں کی چمڑیوں کو دباغت کے بعد پاک

قرار دیتے ہیں۔ (رحمۃ للامت، صفحہ ۸) نیز ابوداؤد کی اسی روایت میں ہے کہ راوی نے حضرت امیر معاویہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ ساری چمڑیاں آپ کے گھر میں استعمال ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ روایت یا عدم دباغت پر محمول ہے یا متکبرانہ لباس پر محمول ہے۔

مسئلہ نمبر ۳:...... ثم الاحسن زوجۃ یعنی امامت کی ابتدائی شرائط میں اگر برابری ہو تو اسے امام بنایا جائے جس کی بیوی خوبصورت ہو۔ ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا یعنی اگر ان تمام شرائط میں برابر ہوں تو امام وہ بنے جس کا سر بڑا اور عضو چھوٹا ہو۔ پھر عضو کی وضاحت کرتے ہوئے شارح فرماتے ہیں کہ اس سے ذکر ہے۔ (در المختار مع رد المحتار، صفحہ ۵۵۸، جلد ۱) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے داؤد ارشد لکھتے ہیں الغرض بقول مصنف در المختار حنفیہ کا یہ مؤقف ہے کہ امامت میں مقدم وہ ہوگا جس کی بیوی خوبصورت ہو، سر بڑا اور ذکر چھوٹا ہو، اگر پیمائش کے پیمانہ کی تعدیل بھی بتا دیتے تو مسئلہ پوری طرح واضح ہو جاتا۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۶، ۴۲۷) صاحب در مختار نے امامت کا حق دار سب سے پہلے احکام نماز کو زیادہ جاننے والے کو اور اگر احکام صلوٰۃ کے علم میں سب برابر ہوں تو پھر نمبر دو اچھی تلاوت والے، پھر نمبر تین شبہات سے زیادہ بچنے والے کو اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو پھر معمر کو، پھر اچھے اخلاق والے کو، پھر زیادہ تہجد پڑھنے والے کو، پھر خاندانی خوبیوں والے کو، پھر نسبی شرافت رکھنے والے کو، پھر اچھی آواز والے کو، اگر ان تمام خصلتوں میں برابر ہوں تو پھر خوبصورت بیوی والے کو امامت کا زیادہ حق دار قرار دیا ہے جس کی وجہ علامہ شامیؒ نے یہ لکھی ہے کہ خوبصورت بیوی کی وجہ سے یہ شخص اجنبی عورتوں سے تعلق نہیں رکھے گا اور زیادہ پاک دامن ہوگا اور علامہ شامیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بات ساتھیوں یا رشتہ داروں یا پڑوسیوں کے ذریعے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ ہر آدمی اپنی بیوی کی صفات بیان کرے تاکہ اس کی بیوی کا خوبصورت ہونا معلوم ہو۔ غیر مقلدوں کو اگر اس پر اعتراض ہے تو اپنی خوبصورت بیویوں کو طلاق دے دیں اور یہ بات نزل الابرار میں وحید الزمان نے تم

الاحسن زوجة کے الفاظ سے صفحہ ۹۶ میں ذکر کی ہے۔ تو ہم یہ اعتراض عطائے تو بلقائے تو کہہ کر غیر مقلدین کو واپس کرتے ہیں، اس کے بعد زیادہ مالدار، پھر زیادہ مرتبہ والے، پھر زیادہ صاف کپڑے والے کو امامت کا زیادہ حق دار قرار دیا ہے۔ اگر ان تمام صفات میں برابر ہوں تو پھر نزل الابرار کے قول کے مطابق بڑے سر اور چھوٹے قدموں والا زیادہ حق دار ہے جس کی بنا اس مشہور پنجابی مثل پر ہے:...... "سر وڈے سرداراں دے، پیر وڈے گنواراں دے" یعنی سر کا بڑا ہونا سرداری کی علامت اور پاؤں کا بڑا ہونا گنوارپن کی علامت ہے، لیکن درمختار میں قدما کی جگہ الاصغر عضوا کے لفظ ہیں۔ عضو کا معنی جوڑ ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعضاء متناسب ہوں، اس کے لئے سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضاء کا چھوٹا ہونا یہ اس کے ترکیب مزاج کے خلل کی دلیل ہے جس کو عدم اعتدال عقل لازم ہے۔ تو خلاصہ یہ نکلا کہ امام متعدل عقل والا ہونا چاہئے۔ غیر مقلدین کو اگر یہ چیز اچھی نہیں لگتی تو اُن کو پاگل امام مبارک ہوں۔ داؤد ارشد نے درمختار کی شرح کے جس صفحہ کا حوالہ دے کر یہ لکھا ہے کہ شارح فرماتے ہیں کہ مراد اس سے ذکر ہے یہ علامہ شامیؒ پر جھوٹ ہے۔ علامہ شامیؒ نے حاشیہ ابوسعود سے اس کی تردید نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ حاشیہ ابوسعود میں ہے کہ بعض لوگوں سے اس مقام میں وہ بات نقل کی گئی ہے جو ذکر کے لائق نہیں چہ جائیکہ اس کو کتاب میں لکھا جائے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ گویا ابوداؤد اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو بیان کی جاتی ہے کہ عضو سے مراد ذکر ہے۔ (شامی، صفحہ ۵۵۸) تو شارح درمختار تو اس بات کی تردید کر رہے ہیں لیکن غیر مقلد نے اس تردید کی ہوئی بات کو شارح شامی کی طرف بحوالہ صفحہ منسوب کر دیا۔

نوٹ:...... انسان کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ معلوم نہیں داؤد ارشد تین سو انسٹھ جوڑوں کو چھوڑ کر اسی ایک عضو سے کیسے چمٹ گئے۔

فائدہ:...... اگر اس عضو سے عضو مخصوص ہی مراد لیا جائے تو اصغرہ عضوا کا

ی معنی مراد ہوگا یعنی اجنبی عورتوں کے پیچھے پھرنے والا نہ ہو، اپنی شرم گاہ کو اپنے کنٹرول
کھنے والا، پھر جیسے لمبا ہاتھ سخاوت سے اور چھوٹا ہاتھ کنجوسی سے کنایہ ہوتا ہے۔ اب بھی اس
مرادی معنی پاک دامن ہونے کا کیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۴:...... لو خاف الزنا یرجی ان لا وبال علیه یعنی اگر زنا کا
یشہ ہو تو مشت زنی کرے تو کوئی وبال نہ ہوگا۔ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ اگر زنا سے بچاؤ
یقین ہو تو مشت زنی کرنی واجب ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۳۴۷)

الجواب:...... یہاں دو حالتوں کا ذکر ہے۔ ایک حالت اختیاری، اس میں اس فعل کو
روہ تحریمی لکھا ہے اور ناکح الید ملعون والی حدیث پیش کر کے اس فعل کے مرتکب کو لعنتی
لکھا ہے، پھر درمختار میں لکھا ہے کہ ہر ایسے گناہ کا مرتکب جس میں حد نہ ہو اس میں تعزیر
اجب ہے۔ (درمختار، صفحہ ۶۶، جلد ۴) لہٰذا فقہ حنفی کے مطابق تو نوجوان تعزیر کے خوف سے
اس فعل سے احتراز کریں گے اور حالت اضطراری پر غیر مقلد نے اعتراض کیا ہے اور اس میں
ی شامی کا یہ قول کرنا کہ فالرجال ان لا یعاقب کہ اس حالت میں بھی عذاب سے بچنے کی
امید ہے۔ دلالت کرتا ہے کہ یہ فعل ہر حالت میں ناپسندیدہ ہے، بلکہ شامی نے تو اپنی بیوی
ے استمناء کرانے کو بھی والذین هم لفروجهم حافظون کے خلاف قرار دیا ہے
کیونکہ اس آیت کریمہ میں بیوی اور لونڈی کے علاوہ قضائے شہوت کو حرام قرار دیا ہے۔
صاحب درمختار نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ الاستمناء حرام وفیه تعزیر ولو مکن امراته
و امته من العبس بذکرہ فانزل کرہ یعنی مشت زنی حرام ہے اور اس میں تعزیر ہے
اور اگر کسی نے یہ فعل بیوی یا لونڈی سے کرا کے انزال کیا تو وہ بھی مکروہ ہے۔

(درمختار، صفحہ ۲۷، جلد ۴)

مسلک غیر مقلدین:...... غیر مقلد نے اپنی حالت اختیاری کے مسئلہ پر

پردہ ڈالنے کے لئے ہماری حالت اضطراری کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں خلاصہ کلام یہ کہ ہتھیلی یا جمادات میں سے کسی چیز کے ساتھ منی نکالنا ضرورت کے وقت مباح ہے، خاص کر جب یہ کام کرنے والا فتنہ یا معصیت میں واقع ہونے کا خوف کرنے والا ہو کہ جس کی اقل حالت نظر بازی ہے کہ اس وقت مستحب ہے بلکہ کبھی واجب ہو جاتی ہے جبکہ گناہ کا چھوڑنا بغیر اس حالت کے ممکن نہ ہو اور مشت زنی کے معن کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ثابت اور صحیح نہیں بلکہ بعض اہل علم نے اس مشت زنی کو صحابہ کرامؓ سے اپنی گھر والیوں سے غائب ہونے کے وقت نقل کیا ہے اور اس جیسے کام میں کوئی حرج نہیں بلکہ بدن کے دوسرے موذی فضلات (پیشاب و پاخانہ از ناقل) کے نکالنے کی طرح ہے اور اس کا حرام جگہ میں رکھنا ہے۔ (عرف الجادی، صفحہ ۲۰۷) نیز لکھتے ہیں اس کام کا برا ہونا ان دواعیوں سے زیادہ برا نہیں ہے کہ ان کے ساتھ قے وغیرہ کا اثر ہوتا ہے۔ تو مشت زنی کرنے والے پر تعزیر یا حد کا حکم لگانا مسلمان کے معصوم ہونے کے ساتھ اور اس کی تکلیف کے حرام ہونے کے ساتھ بلا دلیل ہے۔ (عرف الجادی، صفحہ ۲۰۸، ۲۰۷)

نوٹ:...... اس کتاب کا پورا نام "عرف الجادی من جنان ہدی الہادی" ہے، یعنی ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے باغ کے زعفران کی خوشبو۔

تبصرہ:...... داؤد ارشد نے ہماری اضطراری حالت پر اعتراض کیا تھا۔ نور الحسن نے عام حالات میں نوجوانوں کو ہتھیلی سے اور عورتوں کو جمادات وغیرہ سے صرف اباحت نہیں بلکہ استحباب اور وجوب تک نوبت پہنچا دی۔ نظر بازی کوئی حالت اضطراری نہیں، اس میں اس فعل کو واجب قرار دینا بلکہ عمل صحابہ کہہ کر نوجوان بچوں اور بچیوں کو مزید اطمینان دلانا اور یہ کہ یہ پیشاب و پاخانے کے موذی فضلات کے نکالنے کی طرح ہے اس میں کوئی حرج نہیں اور قے جیسی دوا کے استعمال سے یہ فعل برا نہیں، پھر فقہاء کے تعزیری حکم کو عصمت مسلم کے

خلاف اور ایذاء مسلم کی حرمت میں داخل کر کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو کس قدر اس فعل کی رغبت دلا دی ہے۔

تم خود ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کرو
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

مسئلہ نمبر ۵:...... او جامع فی ماروں الفرج ولم ینزل یعنی اگر روزے کی حالت میں شرم گاہ کے علاوہ مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(درمختار، صفحہ ۳۹۸، جلد ۲)

الجواب:...... غیر مقلد نے حسب عادت اس مسئلہ کے خلاف کوئی قرآن کی آیت یا حدیث پیش نہیں کی اور نہ ہی قیامت تک پیش کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں اگر اجنبیہ سے ایسا فعل کیا تو علامہ شامیؒ نے اس پر تعزیر نقل کی ہے۔ (شامی، صفحہ ۶۸، جلد ۴) اور درمختار میں ہے یکون التعزیر بالقتل کہ تعزیر میں آدمی کو قتل کیا جا سکتا ہے۔

مسلک غیر مقلدین:...... نزل لابرار ولو جامع امراتہ فی مادون الفرج ولم ینزل لم یفسد (نزل الابرار، صفحہ ۲۲۹، جلد ۱) غیر مقلدین کی اس مسئلہ میں صرف فراخ دلی نہیں بلکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہ کے عنوان سے اس کو ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ کا منکر نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہ کا منکر ہے۔

مسئلہ نمبر ۶:...... لو ادخل ذکرہ فی بھیمۃ اور میتہ یعنی اگر کوئی شخص چوپائے جانور (گائے، بھینس، بکری) کے ساتھ برا کام کرے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر میت (مردے) کے ساتھ بدفعلی کرے تو روزہ نہیں بگڑتا۔ (درمختار، صفحہ ۳۹۹، جلد ۲) نیز اس مسئلہ کو (مظاہر حق، جلد ۲) سے بھی نقل کیا ہے۔

الجواب:...... علامہ شامیؒ نے اس مسئلہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ ایسی فرج ہے جو

عادتاً زندہ عورت کی طرح قابل شہوت نہیں اس لئے اس کو عام جامعت پر قیاس کرنا صحیح نہیں اور خاص جزئیہ کے بارے میں کوئی غیر مقلد صحیح صریح روایت پیش نہیں کرسکتا، جس میں اس حالت میں روزہ رکھنے کا ذکر ہو۔

فائدہ:...... درمختار میں من غیر انزال کے الفاظ تھے۔ داؤد ارشد نے ان کو حذف کردیا کیونکہ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ انزال کی حالت میں بہر حال روزہ ٹوٹ جائے گا۔ غیر مقلدین مفسدات صوم صحیح صریح حدیث سے پوری تعداد میں کبھی بھی گنوا نہیں سکتے، اگر جرأت ہو تو تمام مفسدات صلوٰۃ کے لئے صحیح صریح روایت پیش کرے۔

مسئلہ نمبر۷:...... یباح اسقاط الولد قبل اربعة اشهر یعنی چار مہینے سے پہلے حمل کو گرادینا مباح ہے۔ (درمختار بحوالہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۷)

الجواب:...... درمختار میں ہے کہ ویکرہ ان تسقی لاسقاط حملها وجاز لعذر حیث لایتصور (درمختار، صفحہ ۴۲۹، جلد ۶) اس میں بچے کی صورت بننے کے بعد ہر حالت میں اسقاط کو ناجائز قرار دیا ہے اور صورت بننے سے پہلے دو حالتوں کا ذکر کیا ہے۔ (۱) حالت اختیاری، (۲) حالت اضطراری۔ حالت اختیاری میں اسقاط کی دوائی پینے کو مکروہ قرار دیا ہے اور حالت اضطراری میں ایسی دوائی کو جائز لکھا ہے۔ علامہ شامیؒ نے اس کی وضاحت لکھی ہے کہ عذر کی حالت مثلاً یہ ہے کہ کوئی عورت بچے کو دودھ پلاتی ہو اور حاملہ ہو جائے اور اس کا دودھ منقطع ہو جائے، بچے کا باپ کوئی دودھ پلانے والی کرایہ پر نہ رکھ سکتا ہو اور بچے کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو اس صورت میں چار مہینے سے پہلے چونکہ روح نہیں پھونکی جاتی اسقاط کو جائز قرار دیا ہے اور بغیر عذر کے اس کو گناہ لکھا ہے۔ روح پھونکنے کے بعد اسقاط سے قتل کا گناہ ہوگا۔ (شامی، صفحہ ۴۲۹، جلد ۶)

نوٹ:...... غیر مقلد کسی صحیح صریح حدیث سے مذکورہ مسئلہ کی بالتفصیل تردید کردیں تو ہم مان جائیں گے کہ یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے۔

مسلک غیر مقلدین:...... علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:...... ویکرہ ان تسقی ید سقاط حملها وجاز لعذر اوخوف هلاک (نزل الابرار، صفحہ ۱۲۴، جلد ۳) ہمارے ہاں تو چار ماہ کے بعد عذر کی وجہ سے بھی اسقاط کی اجازت نہیں تھی، مگر غیر مقلد نے مطلقاً عذر کی بناء پر جواز اسقاط کی رخصت دی ہے جو جاندار بچے کے اسقاط کو بھی اپنے عموم کی وجہ سے شامل ہے۔ اب غیر مقلد ہی فیصلہ کریں کہ کنڈوم سسٹم کو کن کی حمایت حاصل ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مسئلہ نمبر۸:...... ومواضع تربصه عشرون یعنی بیس صورتوں میں مرد کو بھی (عورت کی طرح) عدت گزارنی پڑے گی۔ (دار المختار مع الشامی، صفحہ ۵۰۳، جلد ۳) داؤد ارشد صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کہ پندرہویں صدی کے مقلدوزرا دیکھو تو سہی کہ مرد کو بھی حیض آتا ہے جس سے اس کی عدت کا اندازہ ہوگا یا مرد کو حمل ہو جاتا ہے جو عدت کا کہہ رہے ہو۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۸)

الجواب:...... درمختار میں عدت کے لغوی شرعی اور اصطلاحی تین معنی ذکر کئے ہیں۔ شرعی معنی متربص یلزم المراة اور الرجل عند وجود سببه یعنی شرعاً عورت نکاح کے انتظار کے لئے کچھ مدت ٹھہرنا جو اپنے سبب کے پائے جانے کے وقت عورت یا مرد کو لازم ہو اس انتظار کے لئے نہ حیض کی ضرورت ہے نہ حمل کی، پھر علامہ شامیؒ نے اس کی پوری تشریح کی ہے کہ ایک آدمی اپنی بیوی کے مطلقہ ہونے کے بعد بیوی کی بہن یا پھوپھی یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کو بیوی کی عدت گزرنے کا انتظار ضروری ہے جیسا کہ بیوی کو دوسری جگہ نکاح کے لئے عدت گزارنی ضروری ہے۔ اب اس انتظار کے لئے آدمی کو نہ حیض آنے کی ضرورت ہے کہ حمل کی عورت کی عدت سے اس کی عدت ختم ہو جائے

گی۔ پھر آگے اصطلاح فقہا میں عدت کی تعریف کو عورت کے ساتھ خاص قرار دیا ہے، اس
میں مرد شامل نہیں۔ داؤد ارشد نے یہاں شرعی اور اصطلاحی معنی میں گڑبڑ کر کے یہ اعتراض کیا
ہے، اسی طرح مطلقہ ثلاثہ کا پہلا خاوند اگر اس سے نکاح دوبارہ کرنا چاہتا ہے تو جب تک
دوسرے خاوند کے دخول کے بعد اس کی طلاق یا وفات کی عدت نہ گزارے اس وقت تک
نکاح جائز نہیں تو یہ بھی انتظار خاوند اس کی عدت ہے جو غیر مقلدین کے ہاں بھی مسلم ہے تو کیا
اس میں غیر مقلدین کو حیض یا حمل شروع ہو جاتا ہے؟

مسئلہ نمبر ۹:...... اوزنی فی دار الحرب او البغی یعنی حربی کافروں یا
باغیوں کی سلطنت میں زنا کرنے سے بھی حد نہیں۔ (درمختار، صفحہ ۲۸، جلد ۴)

الجواب:...... مصنف ابن ابی شیبہ میں حکیم بن عمیر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن
خطابؓ نے عمیر بن سعد انصاری اور ان کے ماتحت کے عملے کے تحت لکھا کہ وہ کسی مسلمان پر
دار الحرب میں حد نہ لگائیں، یہاں تک کہ وہ صلح والی زمین کی طرف آ جائیں تا کہ شیطانی
حمیت اس کو کافروں کے ساتھ ملنے پر نہ ابھار دے۔ (نصب الرایہ، صفحہ ۹۳، جلد ۲)
(۲) عطیہ بن قیس کلابی سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی
آدمی قتل، زنا یا چوری کر کے دشمن کی طرف بھاگ جائے پھر اس کو پکڑا جائے اس کی ذات کو
امان دے کر اس کو وہ حد قائم کی جائے گی جس سے وہ بھاگا تھا اور جب قتل کیا دشمن کی زمین
میں یا زنا کیا یا چوری کی پھر اس کو امان دے کر پکڑا گیا، پھر اس نے امان لے لی، اس پر وہ سزا
جاری نہیں کی جائے گی جس کا اس نے دار الحرب میں ارتکاب کیا تھا۔ (اعلاء السنن، صفحہ
۶۶۶، جلد ۱۱) نیز حضرت ابو دردا، حضرت زید بن ثابت، حضرت حذیفہ سے یہ مسلک ثابت
ہے کہ یہ تمام زنا کی اجازت دینے والے تھے نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ ان کے پیش نظر ایسے
لوگوں کو کفر سے بچانا تھا۔ داؤد ارشد نے عبارت بھی پوری پیش نہیں کی کیونکہ درمختار میں یہ
علت بھی بیان کی ہے کہ لشکر کے سپہ سالار کو حدود قائم کرنے کی ولائیت نہیں اگر حدود قائم

کرنے کا اختیار رکھنے والا قاضی ہی سپہ سالار ہو تو وہ حد قائم کر سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰:...... ولا حد بالزنا غیر مکلف بمکلفة مطلقا یعنی اگر
نابالغ غیر مکلف مرد اگر کسی مکلف بالغہ عورت سے زنا کرے تو دونوں پر حد نہیں۔ (درمختار،
صفحہ ۲۹، جلد ۴) داؤد ارشد لکھتا ہے زنا کی اجازت کا کتنا عمدہ حیلہ ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۴۲۸)
غیر مقلدین سے بارہا یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ زنا اور حد کی جامع مانع تعریف بیان کریں لیکن
فقہاء کی فقہ کو چھوڑ کر صرف قرآن وسنت سے وہ جامع مانع تعریف نہ بیان کر سکیں ہیں نہ کر
سکتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مرفوعا منقول ہے کہ مسلمانوں سے جتنا ہو سکے حدود کو ساقط کرو
اگر مسلمان کے لئے کوئی خلاصی کا راستہ پاؤ تو اس کا راستہ چھوڑ دو اس لئے کہ امام کا معافی میں
خطا کرنا سزا میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ (ابن ابی شیبہ و ترمذی) حضرت ابن عباس نے
مرفوعا نقل کیا کہ حدود کو شبہات سے ساقط کردو۔

(اعلاء السنن، صفحہ ۵۲۱، جلد ۱۱)

صورت مذکورہ میں غیر مکلف بچے کے فعل کو زنا قرار نہیں دیا جائے گا۔ اس عدم زنا
کے شبہ کی وجہ سے حد کو ساقط کیا گیا، البتہ مکلفہ پر تعزیر جاری ہوگی کیونکہ اسی درمختار میں کل
مرتکب معصیة لا حد فیها فیها تعزیر (درمختار، صفحہ ۶۸، جلد ۴)

فائدہ:...... شریعت میں سزا کی دو قسمیں ہیں۔ حدود اور تعزیر، حد اس سزا کو کہتے
ہیں جس کی مقدار متعین ہے اور وہ حقوق اللہ میں کوتاہی پر لوگوں کو ڈرانے کے لئے قائم کی جاتی
ہے اور یہ صرف پانچ گناہوں پر ہے۔ حد زنا، حد خمر، حد قذف، حد سرقہ، حد قطع الطریق، حد
[illegible]ک۔ ان کے علاوہ جتنے گناہ ہیں ان میں تعزیری قائم کی جاتی ہے۔ حد میں کوئی شخص اپنی
طرف سے کمی زیادتی نہیں کر سکتا، جہاں سو کوڑے ہوں گے وہاں سو ہی لگانے پڑیں گے،
ایک کوڑا کم یا زیادہ نہیں ہوگا۔ تعزیر کی سزا حسب ضرورت کم زیادہ ہو سکتی ہے۔ غیر مقلدین
یہاں لاحد علیہ کا لفظ آ جاتا ہے اس سے اس فعل کی جائز ہونے کا معنی لیتے ہیں جو قرآن و

سنت اور فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے۔حدیث پاک میں ہے **لا تقطع ید السارق الابرع دینار فصاعدا** (متفق علیہ،مشکوٰۃ،صفحہ ۳۱۳،جلد۲)اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لاقطع فی ثمر ولا کسر رواہ مالک** (ترمذی،نسائی،دارمی،ابن ماجہ)اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لاتقطع الایدی فی الغزو** تو کیا غیر مقلدین ان احادیث کا یہی مفہوم لیں گے کہ ربع دینا سے کم چوری جائز ہے،اسی طرح پھل، لکڑی کی چوری جائز ہے اور میدان جہاد میں بھی چوری جائز ہے یا نعوذ باللہ حدیث نے چوری کا دروازہ کھول دیا۔غیر مقلدین ہی بتائیں کہ مردار،خنزیر اور پاخانہ کھانے پر کیا حد ہے،اگر اس کی حد مذکور نہیں تو داؤد ارشد یہی کہے گا کہ حد کا مذکور نہ ہونا ان چیزوں کے کھانے کا عمدہ حیلہ ہے۔اگر یہ بات نہیں قطعاً نہیں تو فقہ کے لاحد کے لفظ سے زنا کی اجازت کس طرح نکالی ہے۔

فائدہ:...... مذکورہ بالا تمام مسائل اجتہادی ہیں،اگر واقع میں ان تمام مسائل کو خطاء پر بھی محمول کر دیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق فقہاء کو ایک اجر ضرور ملے گا جیسا کہ بخاری شریف،صفحہ ۱۰۹۲،جلد۲ پر ہے اور اگر اجتہاد صحیح ہوا تو مذکورہ حدیث کی وجہ سے دو اجر ملیں گے۔البتہ اعتراض کرنے والے غیر مقلد اجتہاد کا ملکہ نہیں رکھتے،اس لئے وہ **فاصاب فقد اخطاء** (ترمذی،صفحہ ۱۲۳،جلد۲) کے مطابق گنہگار ہوں گے۔

مناظرِ اسلام،وکیلِ احناف
حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ
کی کتاب "خطباتِ صفدر" پر اعتراض کے جوابات

محترم مفتیانِ کرام ادام اللہ بقاءکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

۱:...... آپ حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ حیات فی القبور کے ثبوت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول **کیف تکفرون باللّٰہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون** (سورۃ بقرہ:۲۸) امین صاحب صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ کے خطبات میں دیکھی کہ اس میں **ثم یحییکم** سے حیات فی القبر مراد ہے۔

میں نے ایک دوست (مماتی) سے یہ ذکر کیا،اس نے کہا کہ یہ صرف ایک مفسر سدی سے ایک روایت ہے اور اس کے مخالف اور روایتیں اس کے خلاف موجود ہیں اور قاعدہ ہے کہ جب ایک روایت دوسری روایتوں کے مخالف ہوں تو وہ قابلِ قبول نہیں۔آپ سے عرض ہے کہ واقعی یہ آیت مستدل ہے،دوم یہ کہ کن کن مفسر سے اس کے تحت یہ منقول ہے، سوم فریق مخالف کا یہ قاعدہ درست ہے یا نہیں؟

۲:...... حیات اور سماع میں ابن الہمام (صاحب فتح القدیر) صاحب عنایہ وصاحب کفایہ کا کیا موقف ہے؟

۳:...... ان دونوں مسئلوں (حیات وسماع) کے بارے میں کون کون سی کتابیں دیکھوں،جتنی کتابیں ہوسکیں لکھ دیں میں ضرور لوں گا۔اللہ تمہیں اجر کثیر عطا فرمائے۔(فتویٰ کے متعلق اگر کوئی ادب غیر ملحوظ ہو تو معاف فرمائے)

الجواب بتوفیق ملهم الصواب

از:....... اس مستدل کو متعدد مفسرین نے ذکر کیا ہے، اس لئے یہاں شاذ والا قاعدہ نہیں چلے گا۔ چنانچہ علامہ بیضاویؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ﴿ثم یحییکم﴾ بالنشور یوم نفخ الصور او للسوال فی القبور...... "پھر اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ کریں گے صور پھونکنے کے دن قبر سے اٹھانے کے ساتھ یا قبر میں سوال کے لئے" (صفحہ۵۹)

شیخ زادہ میں ہے ﴿وان ارید به الاحیاء فی القبر کما روی ذالک عن السدی رحمه الله فیکون استعمال کلمة ثم فی هذا الموضع دلیلا علی ان احیاء القبر متراخ عن الموت وان لم یکن متراخیا عن الدفن کما روی عن البراء بن عازب رضی انه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان المیت یسمع خفق نعالهم اذا ولوا مدبرین حین یقال له من ربک وما دینک ومن نبیک الحدیث﴾ (شیخ زادہ، صفحہ۲۳۱) یعنی اگر لفظ یحییکم سے قبر میں زندہ کرنا مراد ہے جیسا کہ سدی رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے تو اس مقام میں کلمہ ثم کا استعمال اس بات پر دلیل ہوگا کہ قبر میں زندہ کرنا موت سے مؤخر ہے اگر چہ دفن سے مؤخر نہیں جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہیں تو اُن کی جوتیوں کی آہٹ کو میت اس وقت سن رہی ہوتی ہے جب اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ پھر شیخ زادہ میں ہے ﴿قال الامام النسفی رحمه الله تعالیٰ دلت الایة علی اثبات عذاب القبر وفی القرآن آیات تدل علی ذالک﴾ (شیخ زادہ صفحہ۲۳۱) یعنی علامہ نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ آیت اثبات عذاب قبر پر دلالت کرتی ہے اور قرآن میں اور بہت سی آیات اس پہ دلالت کرتی ہیں۔ مولانا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ حاشیہ بیضاوی میں صاحب کشاف کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں ﴿وتحقیقه ان المراد بالاحیا

ء للسوال فی القبر الاحیاء البرزخی وهوان یکون بعد الموت وقبل النشور وذکر القبر بطریق التمثیل﴾ (حاشیہ عبدالحکیم صفحہ۲۷۷) یعنی قبور میں سوال کے لئے زندہ کرنے سے مراد احیاء برزخی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ زندہ کرنا موت کے بعد اور حشر سے پہلے ہو اور قبر کا ذکر مثال کے طور پر ہے۔ جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ علامہ سیوطیؒ کے علاوہ محققین اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول یحییکم سے مراد قبر کی حیات ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ثم جو تعقیب علی سبیل التراخی کے لئے وضع کیا گیا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ یحییکم سے قبروں سے اٹھنے والی حیات کا ارادہ نہیں کیا اس لئے کہ اس دن حیات رجوع کے متصل ہوگی اور تفسیر کبیر کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس آیت کو حیات قبر کی دلیل بنایا جائے تو ذہن کے زیادہ قریب ہے۔ (جلالین، صفحہ۷، حاشیہ نمبر۲۳) اور حاشیہ نمبر۲۴ میں ہے ﴿ثم یحییکم ای للسوال فی القبور فیحیی حتی یسمع خفق نعالهم اذا ولّوا مدبرین ویقال من ربک ومن نبیک وما دینک﴾ یعنی یحییکم سے سوال فی القبور کے لئے زندہ کرنا ہے۔ پس میت کو دفن کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ لوگوں کے جوتوں کی آواز کو لوٹتے وقت سنتا ہے اور اس سے من ربک ومن نبیک وما دینک کا سوال کیا جاتا ہے۔

علامہ شیروانی بیضاوی کے قول اوللسوال فی القبور کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ﴿ومما یدل علی ان المذکور ههنا حیوة البقر لاالحیوة الدائمة ان کلمة ثم یقتضی التراخی والرجوع الیه حاصل عقیب الحیوة الدائمة من غیر التراخی والا لماصح ان یقول ثم الیه ترجعون فالایة من هذا الوجه دلیل علی حیوة القبر﴾ (بیضاوی، صفحہ۵۹، حاشیہ۵) یعنی ان چیزوں سے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہاں (یحییکم میں) حیات قبر کا ذکر کیا گیا ہے نہ آخرت کی دائمی حیات کا، یہ بات ہے کہ لفظ ثم تراخی کا تقاضا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع حیاۃ

اخروی دائمی کے فوراً بعد بلاتراخی ہوگا ورنہ ﴿ثم الیہ ترجعون﴾ کہنا صحیح نہ ہوتا تو اس وجہ
سے یہ آیت حیاتِ قبر پر دلیل ہے۔

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں منکرین حیات قبر کا اس آیت سے یہ استدلال نقل
کر کے ''کہ قبر کی حیات کی صورت میں تین دفعہ زندہ کرنا پایا جائے گا جبکہ اس آیت میں دو
دفعہ زندہ کرنے کا ذکر ہے'' فرماتے ہیں ﴿قولہ تعالی ثم یمیتکم ثم یحییکم﴾ کو ہر
اس مارنے اور زندہ کرنے پر محمول کیا جائے گا جو دُنیا کی زندگی کے بعد ہو یعنی دُنیا اور قبر اور
حشر میں اس لئے کہ فعل کسی عدد پر دلالت نہیں کرتا۔ (شرح مقاصد، صفحہ ۲۲۱، جلد ۲) علامہ
قرطبیؒ اسی آیت کی تفسیر میں یہ قول بھی نقل کرتے ہیں ﴿کنتم امواتا ای نطفا فی اصلاب
الرجال وارحام النساء ثم نقلکم من الارحام فاحیاکم ثم یمیتکم بعد ھذہ
الحیاۃ ثم یحییکم فی القبر للمسئلۃ الخ﴾ (قرطبی، صفحہ ۲۴۹، جلد ۱)

۲:...... مردہ میں نوعاً من الحیوۃ کہ جس سے عذاب وثواب کا ادراک ہو اہل سُنّت
میں اس کا کوئی منکر نہیں ﴿کما فی کتب العقائد﴾ ابن ہمام بھی فرماتے ہیں ﴿کان
الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر مایحس بالالم
والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث
لاتتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ فی تلک
الاجزاء التی لایاخذھا البصر﴾ (فتح القدیر، صفحہ ۱۹۳، جلد ۵) یعنی حق مسلک یہ ہے کہ
جس میت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس میں اتنی مقدار حیات رکھی جاتی ہے کہ وہ
تکلیف کا احساس کرے اور اہل سُنّت والجماعت کے نزدیک (اس عذاب کے لئے) جسم کا
باقی رہنا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر اجزاء اس طرح بکھرے ہوں کہ ایک دوسرے سے امتیاز نہ ہو
بلکہ وہ مٹی کے ساتھ ملے ہوں پھر اس جسم کو عذاب دیا جائے تو ان اجزاء میں بھی حیات رکھی
جائے گی جن کا آنکھ ادراک نہیں کرتی'' اور کفایۃ میں بھی عذاب قبر کے لئے حیات کا ذکر کیا

ہے۔ البتہ حیات من کل الوجود یا من بعض الوجود کے بارہ میں دو قول نقل کئے ہیں۔
(کفایۃ، صفحہ ۴۶۱، جلد ۴) اور عنایہ میں بھی عذاب کے لئے حیات کو قول عامہ کے طور پر ذکر کیا
گیا ہے۔ (عنایۃ، صفحہ ۱۹۴، جلد ۵) ابن ہمام سماع موتی کے قائل ہیں کیونکہ میت کی تلقین کے
بارہ میں فرماتے ہیں ﴿اما التلقین بعد الموت وھو فی القبر فقیل یفعل لحقیقۃ
ما رویناہ و نسب الی اھل السنۃ والجماعۃ وخلافہ الی المعتزلۃ الخ﴾
(فتح القدیر، صفحہ ۱۰۴، جلد ۲)

یعنی مرنے کے بعد میت کے قبر میں ہونے کی حالت میں اس کو تلقین کرنا پس کہا
گیا ہے۔ یہ تلقین کی جائے ﴿لقنوا موتاکم﴾ والی روایت کے حقیقی معنی کی بناء پر اور یہ
مسلک اہل السنۃ والجماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اس کے خلاف کو معتزلہ کی طرف
منسوب کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہ اس کا حکم دیا جائے اور نہ اس سے روکا جائے اور
تلقین کرنے والا کہے اے فلاں اے فلاں کے بیٹے اپنے اس دین کو یاد کر جس پر تو عالم دُنیا
میں رہا، یعنی اس بات کی گواہی پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے
رسول ہیں اور اس میں شک نہیں کہ لفظ کا اپنے حقیقی معنی سے نکالنا بلا دلیل جائز نہیں تو (اس
حدیث میں) اسی (تلقین بعد الدفن) کی تعیین واجب ہے۔ نیز ابن ہمام نماز جنازہ کے
بارے میں فرماتے ہیں ﴿وینوی بالتسلیمتین المیت مع القوم﴾ (فتح القدیر،
صفحہ ۱۲۳، جلد ۲) یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں نمازی دونوں طرف موجود لوگوں کے ساتھ
میت کی بھی نیت کرے۔ اسی طرح ابن ہمامؒ فرماتے ہیں روضہ اطہر کی زیارت کرنے والا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان الفاظ میں سلام پڑھے ﴿السلام علیک یا رسول اللہ
السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ من جمیع خلقہ
السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا سید ولد آدم السلام علیک
ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یا رسول اللہ انی اشھد ان لا الہ الا اللہ

وحدہ لا شریک لہ وانک عبدہ ورسولہ واشھد انک یا رسول اللہ قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ فجزاک اللہ عنا خیرا جازاک اللہ عنا افضل ما جازی نبیا عن امتہ الخ﴾ پھر دو سطر بعد فرماتے ہیں ﴿ثم یسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلما علی ملتک وسنتک﴾ (فتح القدیر، صفحہ ۱۸۱، جلد ۳)

یعنی خطاب کے مذکورہ بالا الفاظ سے سلام کر کے عرض کرے کہ میں شہادتین کی گواہی دے کر کہتا ہوں کہ آپ نے فریضہ رسالت اُمت کو ادا فرما دیا اور اس امانت کو اُمت تک پہنچا دیا اور آپ نے اُمت کی خیر خواہی کی اور اس کے غم کو دُور کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے اور آپ کو ہماری طرف سے اس سے بہتر بدلہ عطا فرماویں جو کسی نبی کو اس کی اُمت کی طرف سے عطا کیا ہو..... پھر کہے اے اللہ کے رسول میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں کہ میری موت آپ کی ملت اور آپ کی سُنّت پر آئے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچانے کا کہا ہو اس کا سلام پہنچائے اور کہے اے اللہ کے رسول آپ کو فلاں بن فلاں کا سلام ہو یا کہے اے اللہ کے رسول فلاں بن فلاں آپ کو سلام کہتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی اس کا حکم دیتے تھے اور قاصد کو سلام پہنچانے کے لئے شام سے مدینہ بھیجتے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۱) پھر شیخین کو صیغہ خطاب سے سلام کر کے ہر ایک کو یہ الفاظ کہنے کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ نیز ابن ہمام حضرت ابن عمرؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیرؓ کے پاس سے (اُن کی شہادت کے بعد) گزرے تو تھوڑا سا وہاں ٹھہر گئے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے پاس زندہ ہو (پھر صحابہ کرامؓ) کو فرمایا کہ تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو کیونکہ اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ

قدرت میں میری جان ہے قیامت تک کوئی انہیں سلام نہیں کرے گا مگر یہ جواب دیں گے۔ (فتح القدیر، صفحہ ۱۸۳، جلد ۳) نیز ابن ہمام فرماتے ہیں روضہ اطہر کی زیارت کے وقت بالکل قبلہ کی طرف پشت نہ کرے بلکہ کچھ استقبال قبلہ بھی ہو کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں اپنے دائیں پہلو پر منہ بہ قبلہ تشریف فرما ہیں اور فقہاء نے مطلقاً قبور کے بارہ میں لکھا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے آئے، اس کے سر کی طرف سے نہ آئے کیونکہ یہ صورت اس کے دیکھنے میں زیادہ مشقت پیدا کرے گی، بخلاف پہلی صورت کے کیونکہ آنے والا اس کی نظر کے سامنے کھڑا ہوگا کیونکہ میت کی نظر جبکہ وہ اپنے پہلو پر ہو تو قدموں پر پڑتی ہے تو اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی طرف ٹھہرنے والے کے قبلہ بائیں جانب ہوگا۔ (فتح القدیر) لیجئے آپ مماتیوں کے سامنے اس ابن ہمام کو پیش کر کے دیکھ لیں کہ وہ ان کو مانتے ہیں یا نہیں۔

ان مسائل کے بارہ میں ''تسکین الصدور'' ''سماع موتی'' حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ'' ''حیات الانبیاء'' حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ'' ''مقام حیات'' حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ اور ''خطبات امینؒ'' کا مطالعہ کریں۔

”تحفظِ سنّت کانفرنس“ کے موقع پر موصولہ سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: آپ نے کہا کہ امام اعظمؒ نے ۱۴۳ھ میں فقہ مدوّن کی لیکن ہمیں دی میں امام اعظمؒ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب نہیں ملتی جو امام صاحب نے مدوّن کی ہو۔

جواب: یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ امام صاحبؒ نے شرعی مسائل کو مدون فرمایا چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب تبییض الصحیفہ میں مستقل باب باندھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ علم شریعۃ کے سب سے پہلے مدون ہیں اور کتاب الفرائض اور کتاب الشروط سب سے پہلے انہوں نے لکھی۔ اور اس باب کے تحت لکھتے ہیں کہ مسندِ ابی حنیفہ کے بعض جامعین نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے ان مناقب میں سے جن میں امام صاحب منفرد ہیں یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے شریعت کو مدون کیا اور علم شریعت کو ابواب در ابواب ترتیب دیا پھر امام مالکؒ نے مؤطا کی ترتیب میں ان کی پیروی کی۔ اور اس بارہ میں امام ابوحنیفہؒ سے کوئی سبقت نہیں لے جاسکا۔ کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے علم شریعت کو ابواب میں مدون نہیں کیا اور نہ کتب کی ترتیب دی۔ اُن کا اپنی قوتِ حافظہ پر ہی اعتماد تھا جب امام ابوحنیفہؒ نے علم کو منتشر دیکھا اور اس کے ضائع ہونے کا خوف کیا تو اس کو مدون کر کے ابواب در ابواب مسائل کو جمع کیا۔ ابتداء کتاب الطھارۃ سے کی پھر نماز پھر تمام عبادات پھر معاملات کو ذکر کر کے آخر میں کتاب کو مسائل وراثت پر اس بنا پر ختم کیا کہ یہاں آ کر لوگوں کے (دنیوی) احوال کا اختتام ہو جاتا ہے۔ اور یہ (ابوحنیفہؒ) پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط کو ترتیب دیا (تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ ص ۱۲۹

ص ۱۳۰) اسی طرح نصر بن حاجبؒ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس ایسے کمرہ میں داخل ہوا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے انہوں نے فرمایا یہ ساری احادیث ہیں، میں نے ان میں سے کچھ وہ احادیث لوگوں میں بیان کی ہیں جن میں ان کا نفع تھا (مقدمہ کتاب الآثار مترجم ص ۱۶) نیز علامہ مؤفق بن احمد المکی متوفی ۵۶۸ھ نے مکہ میں رہ کر مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہؒ نامی کتاب لکھی اور اس میں باقاعدہ یہ باب باندھا الامام اول من دون علم هذه الشريعة (ج ۲/ص ۱۳۶) یعنی امام اعظم ابوحنیفہؒ نے سب سے پہلے اس شریعت کے علم کو مدون کیا۔ اسی باب میں وہ فرماتے ہیں پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دوسرے ائمہ آئے انہوں نے اپنی کتابوں کو امام صاحبؒ کی کتابوں سے استنباط کیا (مناقب مؤفق ج ۲/ص ۱۳۶) ابن سریج نے امام صاحبؒ کے خلاف کلام کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ اے شخص رک جا۔ اس لئے کہ اگر علم کے چار حصے کئے جائیں تو ۳/۴ علم تو بالاتفاق امام صاحبؒ کے لئے مسلم ہے باقی ۱/۴ حصہ علم میں دوسرے لوگ ان کے ساتھ شریک ہیں لیکن امام صاحبؒ وہ چوتھائی بھی ان کے لئے مشکل چھوڑیں گے، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شریعت کی حفاظت کا ضامن ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے سب سے پہلے شریعت کو مدون کیا تو یہ بات بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ شریعت کا ضامن ہو اور شریعت کے پہلے مدون کو خطا پر چھوڑ دے (مناقب موفق ج ۲/ص ۱۳۷)

یزید بن ہارون سے ابومسلم نے پوچھا اے ابوخالد! امام ابوحنیفہؒ اور انکی کتابوں میں نظر کرنے کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو تو کتب ابی حنیفہ میں غور و فکر کیا کرو کیونکہ میں نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا جو اقوال ابی حنیفہؒ کا مطالعہ مکروہ سمجھتا ہو (تاریخ بغداد ج ۱۳/ص ۳۴۲) یزید بن ہارون کی مجلس میں مغیرہ نے ابراہیم نخعی کا قول بیان کیا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے شیخ! ہم سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرو اور ان اقوال کو ہم سے دور رکھو۔ تو یزید بن ہارون نے کہا

اے احمق! یہ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تفسیر ہیں جب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے معنی اور تفسیر کو نہیں جانے گا تو احادیثِ رسول کو کیا کرے گا۔ لیکن تمہارا مقصد صرف حدیثیں سن کر جمع کرنا ہے اگر تمہارا مقصد علم ہوتا تو تم حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی کی تلاش کرتے اور تم امام ابوحنیفہؒ کی کتب اور ان کے اقوال میں غور و فکر کرتے تو تمہارے لئے حدیث کی وضاحت ہو جاتی اور اس شخص کو ڈانٹا اور اپنی مجلس سے نکال دیا (مناقب موفق ج ۲/ص ۴۸)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کا شریعت کو مدون کرنا ایک مسلّم امر ہے آپ نے جو مسائل اپنے شاگردوں کو مرتب کرائے ان کو تفسیر احادیث سمجھا جاتا تھا اور کتب فقہ حنفیہ میں وہ سب مسائل تواتر سے منقول ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اب آپ کا یہ فرمانا کہ ہمیں امام اعظمؒ کی لکھی ہوئی کتاب نہیں ملتی جو انہوں نے مدون کی ہو بالکل ایسے ہے جیسے کوئی کہے کہ ابوالحسن اشعری علم کلام کا بنیاد ڈالنے والا کیسے ہے ہمیں تو ان کی کوئی کتاب نہیں ملتی تو کہا جائے گا ان کے علم عقائد سے متعلقہ اقوال تمام کتب عقائد میں درج کر دیئے گئے ہیں اب ان کے نام سے علیحدہ کتابی شکل میں نہ بھی ہوں تو بھی ان کے مدوِن اول ہونے میں فرق نہیں آتا اسی طرح اصولِ حدیث کے مدونِ اول شعبہ بن حجاج متوفی ۱۶۰ھ اور یحیٰ بن سعید قطان متوفی ۱۹۸ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کو مانا گیا ہے (قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون ص ۷۷) مگر ان کی ان کی مستقل کتابیں اس عنوان سے آج دنیا میں نہیں ملتیں تو ان کے مدون اول ہونے میں فرق نہیں آئے گا اسی طرح علم صرف ابوالاسود دؤلی کے شاگرد معاذ بن مسلم فراء متوفی ص ۱۸۷ھ نے وضع کیا (قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون ص ۱۱۶) مگر ان کی صرف کی کتاب ان کے نام پر نہیں ملتی نیز علم نحو کا مدون ابو الاسود دؤلی ہے (قرۃ العیون ص ۱۱۸) مگر اس کے نام سے کوئی نحو کی کتاب نہیں ملتی اور علم معانی کا مدونِ اول جعفر بن یحیٰ برمکی متوفی ۱۸۷ھ ہے (قرۃ العیون ص ۱۲۳) مگر علمِ معانی میں

اس کے نام کی کوئی کتاب نہیں ملتی تو کیا آپ ان تمام حضرات کے ان علوم کے مدون اول ہونے کا انکار کر دیں گے؟ قطعاً نہیں بلکہ یہ کہیں گے کہ بعد والوں نے اپنی کتب میں ان کے اصول درج کر لئے ہیں ان کے نام سے علیحدہ شائع ہونا ضروری نہیں۔ بالکل اس طرح امام صاحب کے شاگردوں نے اپنی کتب میں امام صاحبؒ کے تمام مدونہ مسائل لے لئے اور وہ کتب فقہ میں ہم تک متواتر چلے آرہے ہیں۔

آخر یہ بات آپ ہی بتائیں کہ کسی فن کے مدون اول کے لئے اسکے نام سے کتاب کا شائع ہونا قرآن نے ضروری قرار دیا ہے یا حدیث نے؟ اگر آپ اس بارہ میں کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتے اور قطعاً پیش نہیں کر سکتے تو ہم آپ کا یہ وسوسہ "عطائے تو بلقائے تو" کہہ کر آپ کو واپس کرتے ہیں۔

نوٹ: واضح رہے کہ ایسا وسوسہ اہلِ دنیا کسی فن میں بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ مثلاً طب کا موجدِ اول وہ ہونا چاہیئے جس کی آج کل کتاب طب بازار میں ملے سب سے پہلا حساب دان وہ ہونا چاہیے جس کی حساب کی کتاب بازار میں ملتی ہو۔ سب سے پہلا انجینئر وہ ہونا چاہیئے جس کی اس فن کی کتاب بازار میں دستیاب ہو۔

فائدہ: اس وقت علمِ عقائد کی سب سے پہلی کتاب امام صاحب کی ملتی ہے فقہ اکبر اور حدیث کی پہلی کتاب بھی امام ابوحنیفہؒ کی ملتی ہے کتاب الآثار جس کے راوی امام صاحبؒ کے مختلف شاگرد ہیں (۱) امام محمد (۲) امام ابویوسفؒ (۳) امام زفرؒ (۴) حسن بن زیاد وغیرہ اس طرح "وصایا امام اعظمؒ" بھی چھپ چکی ہے۔

سوال نمبر 2: ہم مقلد امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کے ہیں تو فقہ حنفی میں امام صاحب کے قول کو چھوڑ کر صاحبین کے قول پر فتویٰ کیوں دیا جاتا ہے؟

جواب: صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ دینا حنفیت کے خلاف نہیں۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ جب حنفی قاضی اس قول کے مطابق فیصلہ کرے جس کے قائل امام صاحبؒ کے شاگردوں میں

سے صاحبینؒ وغیرہ ہوئے ہیں تو یہ فیصلہ امام صاحبؒ کی رائے کے خلاف نہیں ہے الخ اس جزئیہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام صاحب کے شاگردوں کے اقوال امام صاحبؒ کے مذھب سے خارج نہیں ہیں اس لئے کہ فقہاء نے ان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جو قول بھی کیا ہے وہ امام صاحبؒ سے ہی منقول ہے (رد المحتار ج ۴/ص ۳۶۲)

شرح عقود رسم المفتی میں ہے کہ امام صاحبؒ کا ہر شاگرد آپ کی کسی روایت کو لے کر اس کو ترجیح دیتا تھا جیسا کہ اس بات کو درمختار میں نقل کیا ہے۔ ولوالجیہ کی کتاب الجنایات میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسا قول نہیں کیا کہ جس میں میں نے امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہو مگر وہ بھی امام صاحبؒ کا ہی مرجوح قول ہوگا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امام صاحبؒ کے شاگردان کے برخلاف راستہ پر نہیں چلے۔

(شرح عقود رسم المفتی ص ۸۰، ص ۸۱)

اور حادی القدسی کے آخر میں ہے کہ جب کوئی شخص امام صاحبؒ کے شاگردوں میں سے کسی کا قول لے گا تو یہ بات یقیناً معلوم ہے کہ وہ امام صاحبؒ کے قول کو لینے والا ہوگا اس لئے کہ امام صاحبؒ کے تمام بڑے شاگردوں جیسے ابو یوسفؒ اور محمدؒ اور زفرؒ اور حسن رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے کسی مسئلہ میں کوئی قول نہیں لیا مگر وہ ہماری امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے۔ اور اس بات پر انہوں نے سخت سخت قسمیں کھائیں تو اس وقت فقہ (حنفی) میں کوئی جواب اور مذہب سوائے امام ابو حنیفہؒ کے نہیں ہوگا خواہ وہ کسی رنگ میں ہو اور امام صاحبؒ کے غیر کی طرف سے صرف مجازاً اتفاقاً نسبت (بعض مسائل کی) کی گئی ہے (شرح عقود رسم المفتی ص ۸۱) او یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے حضرت عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عورتوں کے مسجدوں میں آنے پر ایسی سختی سے پابندی لگائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سختی نہیں فرمائی تھی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر حضور اکرم ﷺ اس صورت حال کو دیکھ لیتے جو عورتوں نے پیدا کر دی ہے تو حضور اقدس ﷺ

ضرور بالضرور عورتوں کو مسجد سے روک دیتے (بخاری ص ۱۲۰)

معلوم ہوا کہ حالات کی تبدیلی سے حضرت عمرؓ کی سختی مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھی نہ کہ مخالف اسی طرح صاحبینؒ کے اختلاف احوال کی بنا پر بعض امام صاحب کے مسائل کو ترجیح دی کہ اگر امام صاحب کا سابقہ ان حالات سے پڑتا تو وہ بھی اسی قول کو ترجیح دیتے تو یہ مسئلہ بالکل مزاج امامؒ کے موافق ہوگا۔

سوال نمبر 3: اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ چاروں امام حق پر ہیں تو صرف امام ابو حنیفہ کی تقلید کیوں کرتے ہو باقی کی کیوں نہیں کرتے؟

جواب: باقیوں کے برحق ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ انکی اتباع بھی کی جائے جیسے ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب انبیاء کرام برحق ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدم علیہ السلام کے اپنے جزء (حضرت حوا جو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں) سے نکاح کیا تھا لہٰذا اب اپنے جزء (اولاد) سے نکاح کیا جائے اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھائی کا بہن سے نکاح درست تھا تو ان کو برحق نبی ماننے والے بھی بہنوں سے نکاح شروع کر دیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں بیک وقت دو بہنیں تھیں تو ان کو برحق ماننے والے بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھیں۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں برحق ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی عبادت کا دن ہفتہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کا دن اتوار تھا جیسا کہ ہمارا عبادت کا دن جمعہ ہے اب کوئی آدمی کہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم ہفتہ کو یہودیوں کے عبادت خانہ میں اور اتوار کو عیسائیوں کے گرجا میں جایا کرو۔ اسی طرح ان پیغمبروں کے حق ہونے کا مطلب کوئی یہ بیان کرے کہ روزانہ ایک ایک نماز یہودیوں اور عیسائیوں کے قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھا کرو تاکہ پتہ چل جائے کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برحق سمجھتے ہو تو یہ محض دھوکہ ہے۔ سارے نبی برحق ہیں مگر اتباع ہم اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی کریں گے اس طرح چاروں ائمہ برحق ہیں لیکن تقلید ہم امام ابوحنیفہؒ ہی کی کریں گے۔ قرآن
پاک کی دس قراءتوں کے برحق ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہر آیت کو دس قراءتوں میں پڑھیں
بلکہ ان کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس جس علاقہ میں جو جو قرأت تواتر یا شہرت سے
پہنچی ہے اس کے مطابق قرأۃ کریں اور باقی قرأتوں کا انکار نہ کریں جیسے یہاں غیر مقلد بھی
ایک ہی متواتر قرأۃ یعنی قاری عاصم کوفی کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں باقی قرأتوں پر نہیں
پڑھتے تو ان کو پورا قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اس طرح ہم سنت رسول ﷺ کی متواتر شکل
فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں۔ (اور ہمیں پورا ثواب ملتا ہے)

سوال 4: اصول الشاشی ص ۷۵ پر ہے کہ حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے
قول پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا حالانکہ وہ کثیر الروایات صحابہ میں سے ہیں۔

جواب: قرآن پاک میں لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم
(تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم جبکہ لوٹ کر آئیں اُن کی طرف
(توبہ:۱۲۲)۔ اس آیت میں غیر فقہاء کو فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے ا
اولین مخاطب اس آیت کے صحابہ کرامؓ ہیں، تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے دو گروہ تھے، فقیہ ا
غیر فقیہ اور غیر فقیہ کو فقیہ کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا اس طرح ولو ردوہ الی الرسول
والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (الآیۃ) (اگر اس کو
دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے وا
ہیں) (نساء:۸۳) اس آیتِ کریمہ میں اہل استنباط (فقہاء) کو محقق قرار دے کر دوسروں
ان کی طرف معاملات لے جانے کا حکم دیا ہے۔ اور اس آیت کریمہ کے مصداق اولین صحا
کرامؓ ہیں معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض اہل استنباط تھے اور بعض نہیں، غیر اہل استنباط کو اہل
استنباط کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب

حامل فقہ غیر فقیہ (ترمذی ص ۳۸۰) یعنی بہت سے فقہ کے حاملین غیر فقیہ ہوتے ہیں۔
اور فرمایا رب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ (ترمذی ص ۳۸۰) کہ بہت سے حامل فقہ
(روایات کو یاد کرنے والے) روایات کو اس شخص تک پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ
ہوں۔ اور اس تقسیم کو صحابہ کرام نے بھی تسلیم کیا چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا لا
تسئلونی مادام ھذا الحبر فیکم (بخاری ج ۲ ص ۹۹۷) یعنی جب تک یہ عالم
(عبداللہ بن مسعودؓ) تم میں موجود ہیں مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔ حافظ ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ
نے بھی صحابہ کرام کے دو گروہ قرار دیے ہیں بعض کا فتویٰ چلتا ہے اور بعض کا نہیں۔ کل صحابہ
جن کا فتویٰ چلتا تھا ان کی تعداد ۱۵۱ ذکر کی ہے جس میں سے سات صحابہ ۱۔ عمرؓ بن الخطاب
۲۔ علیؓ بن ابی طالب ۳۔ عبداللہ بن مسعودؓ ۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ ۵۔ زید بن ثابتؓ
۶۔ عبداللہ بن عباسؓ ۷۔ عبداللہ بن عمرؓ کو کثرت سے فتویٰ دینے والے شمار کیا ہے اور جن
کے فتاویٰ متوسط تعداد کے ہیں ان کی تعداد بیس (۲۰) ہے اور جن حضرات کے فتاویٰ بہت ہی
کم ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض بعض کے تو صرف دو ایک مسائل میں ہی فتوے ہیں
ان کی تعداد ۱۲۴ شمار کی ہے (اعلام الموقعین مترجم ص ۷۔۸، ج ۱)۔ شاہ ولی اللہ محدث
دہلویؒ متوفی ۱۱۷۶ھ نے بھی یہی لکھا ہے کہ صحابۂ کرام کے دو گروہ تھے بعض مجتہدین بعض
مقلد اصول الشاشی کے مصنف نے بھی راویانِ حدیث کی دو قسمیں ذکر کی ہیں: (۱)
معروف بالعلم والاجتہاد جیسے خلفاء اربعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ،
حضرت عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہم (۲) جو حافظہ اور
عدالت میں تو مشہور ہیں نہ کہ اجتہاد و فتویٰ میں ان کی مثال حضرت ابو ہریرۃؓ اور حضرت انس
رضی اللہ عنہما سے دی ہے پھر اس دوسری قسم کا حکم بیان کیا ہے کہ ان کی روایت اگر قیاس کے
موافق ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی خفا نہیں اور اگر ان کی روایت قیاس کے مخالف

ہوتو قیاس پر عمل کرنا اولی ہے۔

خیانت: معترض نے مطلق یہ قول ذکر کیا ہے کہ حضرت انس اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما کے قول پر فتوی نہیں دیا جائے گا حالانکہ کتاب میں ان کے قول کا ذکر نہیں انکی روایت کی بات ہے پھر اگر ان کی روایت تواتر یا شہرت کے درجہ کی ہو تو اس کے انکار کو علی الترتیب کفر اور بدعت کہا ہے (ص ۷۴) اور اگر خبر واحد ہو اور قیاس کے موافق ہو تو بھی اس پر عمل کو لازم قرار دیا ہے صرف خبر واحد مخالف قیاس کا وہ حکم ذکر کیا ہے جو معترض نے اعتراض میں نقل کیا ہے تو گویا نقل میں ۴/۳ حصہ خیانت کی اور ۴/۱ حصہ میں بھی یہ تلبیس کی کہ یہ نہیں بتایا کہ یہ مسلک صرف احناف کا نہیں بلکہ صحابہ کرام کا ہے کیونکہ علامہ شاشیؒ نے اس کی مثال میں حضرت ابن عباسؓ کا حضرت ابو ہریرۃؓ کی خلافِ قیاس خبر واحد کو رد کرنے کا ذکر فرمایا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ نے جب یہ خبر واحد نقل کی کہ آگ کی پکی چیز کے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے صرف قیاس سے معارضہ کیا کہ کیا اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو آپ کو دوبارہ وضو کرنا پڑے گا تو حضرت ابو ہریرۃؓ خاموش ہو گئے اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کو صرف قیاس سے رد کیا ہے اگر ان کے پاس کوئی خبر ہوتی تو اس سے معارضہ کرتے (اصول الشاشی ص ۷۵) پھر حاشیہ پر اس کی وجہ بھی تحریر کی تھی کہ غیر فقیہ کی روایت میں دو وجہ سے شبہ پایا جاتا ہے ایک خبر واحد کے ہم تک متصل ہونے میں اور دوسرا نقل میں غلطی کا شبہ، کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان حدیث کا بالمعنی نقل کرنا عام طور پر پایا جاتا تھا اور یہ احتمال ہے کہ غیر فقیہ نے اس کو اپنے الفاظ میں نقل کیا ہو اور یہ الفاظ ان معانی کو ایسا ادا نہ کر سکے ہوں جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نے ادا کیا تھا تو اس سے خبر واحد کے متن میں بھی شبہ ہو جائے گا اور قیاس میں صرف ایک شبہ ہوتا ہے کہ قیاس کی علت جس صفت کو بنایا ہے واقع میں وہ علت ہے یا نہیں تو ایک شبہ والی دلیل دو شبہ والی دلیل پر راجح ہو گی۔

فائدہ ۵: مصنف نے یہ کہہ کر کہ وہ اجتہاد و فتوی میں معروف نہ ہوں ایک اور دلیل کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تمام آیات و احادیث کا تقاضا بھی یہی ہے کہ غیر معروف کو معروف کے برابر نہ کیا جائے بلکہ اس کو ترک کیا جائے۔

حقیقتِ حال: اصل اس حوالہ سے غیر مقلدین کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام کی عزت پر جانیں قربان کرنے والے گروہ کو اس طرح بدنام کیا جائے کہ ان کے دل میں صحابہ کرام کی عزت نہیں اور ہماری (غیر مقلدین کی) بغضِ صحابہ والی عبارات کی طرف لوگوں کی توجہ نہ ہو تو ہم غیر مقلدین کی بعض عبارات بلا تبصرہ نقل کرتے ہیں تاکہ عوام سمجھ جائیں کہ ان کے دل میں عظمتِ صحابہؓ کس درجہ کی ہے (۱) قول صحابی حجت نہیں (عرف الجادی ص ۳۸) (۲) اقوال صحابہ حجت نہیں (ایضاً ص ۴۴) (۳) آثار صحابہ سے استدلال درست نہیں اور نہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں سے کسی کو ان آثار کے مطابق عبادت کرنے والا بنایا ہے (ایضاً ص ۸۰) (۴) اصول میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قولِ صحابی حجت نہیں اور اگر حجت ہے تو اجماع صحابہ میں لیکن یہ بھی ان کے ہاں ہے جو حجیت اجماع کے قائل ہیں (عرف الجادی ص ۱۰۱)، (۵) حضرت ابن عباس اور دوسرے صحابہ اور ان کے بعد والوں کا اجتہاد کسی پر حجت نہیں ہے (ایضاً ص ۲۰۲)، (۶) اور اجتہاد صحابہ امت میں سے کسی پر حجت نہیں ہے (عرف الجادی ص ۲۰۷) (۷) بعض صحابہ کے اقوال سے استدلال کچھ مفید نہیں کیونکہ ہم ان کے اقوال کے مطابق عبادت کرنے والے نہیں ہیں (عرف الجادی ص ۲۰۳) (۸) حضرت عمرؓ کے بارہ میں لکھا ہے "روایت کی طرح ان کی درایت ہم پر واجب التعمیل نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ درست نہ ہو (شمع محمدی ص ۱۱) (۹) ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا ولید بن عقبہ کے بارہ میں نازل ہوئی اس طرح افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقاً (الآیۃ)

ے جاننا چاہئے کہ یہ ساری تقریر اس مرجوح قول کے مطابق ہے، ورنہ حنفیہ کا راجح قول (معروف بالفقہ و غیر معروف بالفقہ کی تقسیم کے بغیر مطلقاً) روایت صحابی کے قبول کرنے کا ہے۔

کی وجہ سے فاسق کی خبر میں سوچ بچار کی جائے گی اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ بعض صحابہ فاسق تھے جیسے ولید اور ایسا ہی معاویہ، عمرو، مغیرہ اور سمرۃ کے بارہ میں کہا جاتا ہے (نزل الابرار ج ۳ ص ۹۴) (۱۰) معاویہ اور ان کے بعد ملوک وامراء ہیں ائمہ اور خلفاء نہیں (نزل الابرار ج ا ص ۷) (۱۱) خلفائے راشدین کا خطبہ میں ذکر سلف صالحین سے منقول نہیں اس لئے اس کا ترک بہتر ہے (نزل الابرار ج ا ص ۱۵۳) (۱۲) جو شخص شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو یا حضرت علیؓ کو سب ؑ (گالی دے) اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور وہ کافر نہیں ہوگا (نزل الابرار ج ۲ ص ۳۱۸) (۱۳) مولوی صاحب (مولوی عبدالحق بنارسی) نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہؓ علیؓ سے لڑی اگر بغیر توبہ مری تو مرتد مری (کشف الحجاب ص ۳۲) اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ صحابہ کا علم ہم سے کم تھا ان کو ہر ایک کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو ان سب کی حدیثیں یاد ہیں (کشف الحجاب ص ۳۲)

سوال 5: ڈاکٹر صاحب نے کہا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ سے ملاقات کی ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ان کی ملاقات ثابت نہیں اکمال فی اسماء الرجال مشکوۃ ص ۶۲۴ میں ہے امام صاحب نے چار صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور ان میں سے کسی سے ملاقات ثابت نہیں۔

جواب: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں جس شخص نے امام صاحبؒ کی تابعیت کی نفی کی ہے وہ یا بوجہ قصور تلاش کے یا بوجہ تعصب شدید کے ہے (اقامۃ الحجہ ص ۱۴ بحوالہ فتح المبین ص ۲۶۳) ابن جوزی نے العلل المتناهیه میں لکھا ہے امام صاحب نے نہیں سماعت کی کسی صحابی سے بلکہ حضرت انسؓ کو دیکھا ہے (فتح المبین ص ۲۶۳) علامہ شمس الدین ذھبی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں جب حضرت انسؓ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے کئی دفعہ انہیں دیکھا (تذکرۃ الحفاظ مترجم ج ا ص ۱۴۷) حافظ ابن حجر مکیؒ متوفی ۹۷۳ھ نے اپنی کتاب ''الخیرات الحسان'' میں چھٹی فصل کا عنوان ہی یہ باندھا ہے ''ان صحابہ کے بارہ میں جن کو امام ابوحنیفہؒ نے پایا ہے'' (الخیرات الحسان ص ۴۷) پھر فرماتے ہیں یہ بات پایہ صحت کو پہنچ چکی ہے جیسا کہ ذھبی نے کہا کہ امام

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں حضرت انسؓ کو دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی مرتبہ دیکھا وہ سرخ خضاب لگاتے تھے اور اکثر محدثین اس رائے پر قائم ہیں کہ تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو اگرچہ اس کی صحبت (شاگردی) کا اس کو موقع نہ ملا ہو، تابعی کی اس تعریف کو ابن صلاح کی طرح امام نوویؒ نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور بہت سی سندوں سے یہ بات آئی ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ سے تین احادیث روایت کی ہیں (الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃؒ النعمان ص ۴۷)

پھر فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن حجرؒ کے فتاویٰ میں ہے کہ امام صاحبؒ نے صحابہؓ کرام کی ایک اس جماعت کو پایا ہے جو آپ کی ۸۰ھ میں پیدائش کے بعد کوفہ میں تھی لہذا آپ تابعین کے طبقہ میں شمار ہوئے ہیں اور یہ (تابعیت کی فضیلت) آپ کے ہمعصر ائمہ جیسے شام میں اوزاعی، بصرہ میں دونوں حماد اور کوفہ میں ثوری اور مدینہ میں امام مالک اور مصر میں لیث بن سعد میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی (الخیرات الحسان ص ۴۸) اس کے بعد ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ اس بنا پر امام ابوحنیفہؒ ان تابعین کی ذوات بابرکات میں داخل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کا قول والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنٰت تجری تحتها الانهار خالدین فیها ابداً ذلک الفوز العظیم شامل ہے (ترجمہ: اور جو ان (مہاجرین وانصار) کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، رہا کریں گے انہیں میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی کامیابی (الخیرات ص ۴۸) پھر ابن حجر مکی نے ۱۶ صحابہ سے ملاقات اور بعض سے روایات کے مثبت منفی اقوال نقل کر کے فرمایا کہ محدثین کا قاعدہ ہے اتصال کا راوی ارسال وانقطاع کے راوی پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس زیادتی علم ہے۔ اس اصول سے علامہ عینی کے قول (کہ امام صاحب کا صحابہ کرام سے سماع ثابت ہے) کی تائید ہوتی ہے: اس بات کو اچھی طرح ذہن میں محفوظ رکھ کیونکہ یہ بڑی اہم

بات ہے (الخیرات الحسان ص ۵۵) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے (تہذیب التہذیب ج ۱۰، ص ۴۴۹) علامہ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی متوفی ۵۶۸ھ نے اپنی کتاب میں مستقل باب باندھا ہے جس میں امام صاحب کی صحابۂ کرام سے ملاقات بلکہ روایات کو ذکر فرمایا ہے اس باب کے آخر میں حضرت علاء کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سات صحابہ سے ملاقات کی اور ان میں سے ہر ایک سے حدیث سنی (مناقب موفق ج ۱ ص ۳۵)۔ علامہ کردری متوفی ۸۲۷ھ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اللہ تعالیٰ کے قول والذین اتبعوھم باحسان والی آیت میں داخل ہیں (مناقب کردری ص ۴ و ص ۵) علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی تبییض الصحیفہ میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں تابعیت امام رحمۃ اللہ علیہ کو تسلیم کیا ہے مسند امام اعظمؒ میں سات روایات امام صاحب کی صحابۂ کرام سے بلاواسطہ منقول ہیں۔

حدیث نمبر ۱: امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ ۹۶ھ میں نے اپنے والد محترم کے ساتھ حج کیا اس وقت میری عمر ۱۶ سال تھی جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک عظیم حلقہ دیکھا میں نے اپنے والدِ گرامی سے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے تو انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی کا حلقہ ہے میں آگے بڑھا تو میں نے ان کو سنا فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ کے دین کی فقاہت حاصل کرے اللہ تعالیٰ تمام مقاصد میں اس کی کفالت فرمائیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرمائیں گے جہاں اس کا وہم و گمان نہ ہوگا (مسندِ امام اعظم ص ۲۰)

حدیث نمبر ۲: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے

کوئی مسجد بنائے اگرچہ بھٹ تیتر کے گھونسلے کی مثل ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں عظیم گھر بنا دیں گے (مسند ص ۴۷)

حدیث نمبر ۳: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں حضرت عائشہ بنت عجردؓ کو سنا فرماتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بڑا لشکر زمین میں مکڑی ہے نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام کرتا ہوں (مسندِ امام اعظم ص ۱۹۴)

حدیث نمبر ۴: امام ابوحنیفہؒ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی بچہ نہیں عطا کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کہاں تو کثرتِ استغفار اور کثرتِ صدقہ سے دور ہے ان دونوں کی وجہ سے تجھے اولاد عطا کی جائے گی اس کے بعد وہ آدمی صدقہ اور استغفار کثرت سے کرتا تھا حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اس کو ۹ نو بیٹے عطا کئے گئے (مسند امام اعظم ص ۲۰۸)

حدیث نمبر ۵: امام ابوحنیفہؒ حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیکی پر دلالت کرنے والے کو نیکی کرنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے (مسند امام اعظمؒ ص ۲۱۴)

حدیث نمبر ۶: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن انیس ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے میں نے آپ کی زیارت کی اور میں نے چودہ سال کی عمر میں ان کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول ﷺ کو سنا فرماتے تھے کہ تیرا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرا کر دیتا ہے (مسند ص ۲۱۵ و ص ۲۱۶)

حدیث نمبر ۷: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت واثلہ بن الاسقعؓ کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ تجھے (اس مصیبت میں) مبتلا کر دیں گے اور اس کو عافیت دے دیں گے (مسند ص ۲۱۶)

مطالبہ! اب آپ فرمائیں کہ سوادِ اعظم کے قول تابعیت کو چھوڑ کر آپ نے جو صاحب

اکمال کے قول پر دھونی رمائی ہے اس کا آپ کو خدایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے جبکہ حدیث پاک میں سواد اعظم سے ملنے کا حکم ہے آپ آخر اس سے کیوں ٹوٹ رہے ہیں کیا قرآن پاک کی متواتر قراآتوں کے مقابلہ میں کسی شاذ قراۃ کو آپ قبول کریں گے یا حدیث متواتر کے مقابلہ میں آپ شاذ روایت کو ترجیح دیں گے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر تابعیت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارہ میں جمہور کے قول کو چھوڑ کر آپ اس شاذ قول کو کیوں قبول کر رہے ہیں جس کے بارہ میں پہلے نقل کر چکا ہوں کہ تابعیتِ امام اعظمؒ کا انکار جہالت یا تعصب پر مبنی ہے (اقامۃ الحجہ ص ۱۴)

اب صاحب مشکوٰۃ کے چند حوالے نقل کر کے فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں کہ مذکورہ قول جہالت پر مبنی ہے یا تعصب پر (۱) صاحب اکمال نے ائمہ کے ذکر میں امام مالکؒ کا سب سے پہلے ذکر کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ وہ زمانے، مرتبے اور معرفت و علم کے اعتبار سے مقدم ہیں (ص ۶۲۴) اور پھر اسی صفحہ پر امام مالکؒ کی پیدائش ۹۵ھ اور امام ابوحنیفہؒ کی پیدائش ۸۰ھ ذکر کی ہے، کیا ۸۰ھ میں پیدا ہونے والا زمانہ کے اعتبار سے مقدم ہے یا پندرہ سال بعد ۹۵ھ میں پیدا ہونے والا؟ پھر صاحب مشکوٰۃ نے یہ تو آپ کے بقول بھی اعتراف کر لیا ہے کہ امام صاحب نے چار صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور حضرت امام مالک کے بارہ میں یہ بات ذکر نہیں فرمائی تو جس نے صحابہ کا زمانہ نہ پایا ہو یا کم پایا ہو اس کا مرتبہ مقدم ہوتا ہے یا اس کا جس نے کم از کم تیس سال کا زمانہ پایا ہو؟ پھر امام صاحب کے بارہ میں یہ فرمایا ہے کہ انہوں نے چار صحابہ کا زمانہ پایا ہے حالانکہ اسی اکمال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ نے (۱) حضرت عبداللہ بن جزء السھمیؓ کا زمانہ بھی پایا ہے کیونکہ ان کی وفات امام صاحب کی پیدائش کے پانچ سال بعد ۸۵ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۶۰۴) اس طرح (۲) حضرت ابوامامہؓ باہلی کا چھ سال زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۵۸۶) (۳) حضرت مالک بن حویرثؓ کا آپ نے چودہ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۹۴ھ

میں ہوئی (اکمال ص ۶۱۵) (۴) حضرت ابوامامہ انصاریؓ کا بیس سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۱۰۰ھ میں ہے (اکمال ص ۵۸۶) (۵) حضرت عمرو بن حریثؓ کا پانچ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۶۰۷) اور (۶) حضرت سائب بن خلادؓ کا گیارہ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۵۹۸) (۷) نیز حضرت طارق بن شہابؓ کا دو سالہ زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۸۲ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۶۰۱) (۸) اور حضرت عبداللہ بن بسرؓ کا آٹھ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۸۸ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۶۰۳) (۹) اور حضرت عبداللہ بن ثعلبہؓ کا ۹ سال کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان کی وفات ۸۹ھ میں ہوئی ہے (اکمال ص ۶۰۳) اور (۱۰) حضرت عتبہ بن عبد السلمیؓ کا سات سال زمانہ پایا کیونکہ ان کا وصال ۸۷ھ میں ہوا ہے (اکمال ص ۶۰۶)، اور (۱۱) حضرت قبیصہ بن ذویبؓ کا چھ سال کا زمانہ پایا کیونکہ ان کا وصال ۸۶ھ میں ہوا (اکمال ص ۶۱۳)، اور (۱۲) حضرت محمود بن لبیدؓ کا ۱۶ سال زمانہ پایا کیونکہ ان کا وصال ۹۶ھ میں ہوا (اکمال ص ۶۱۸) اور (۱۳) حضرت مقدام بن معدیکربؓ کا سات سال زمانہ پایا کیونکہ ان کا وصال ۸۷ھ میں ہوا (اکمال ص ۶۱۶) اور (۱۴) حضرت مالک بن اوسؓ کی حیات کا زمانہ آپؒ نے بارہ سال پایا کیونکہ ان کا وصال ۹۲ھ میں ہوا (اکمال ص ۶۱۵)۔ تو جب اکمال سے اٹھارہ صحابہ کرام کا زمانہ امام صاحب کی زندگی میں ثابت ہے تو اس قول کا کیا مطلب ہوگا کہ آپ کے زمانہ میں چار صحابہ زندہ تھے؟

کیا فقہی مسائل قرآن کے مخالف ہیں؟

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ بعض بھائی کہتے ہیں کہ فقہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے، میں نہیں مانتا بلکہ میں ایسے مسائل لکھ رہا ہوں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں اور فقہ میں موجود ہیں۔ مہربانی فرما کر جواب دیں۔ پھر سات سوال اس نے لکھے ہیں۔

تمہید:...... ان سوالوں اور ان کے جوابات سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ

قرآن وسنت میں فقہ اور فقہاء کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ فقہ کی مذمت بیان نہیں کی گئی۔

۱:...... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ اس کو دین کی فقاہت عطا فرماتے ہیں اور اس کو دنیا سے بے رغبت کر دیتے ہیں اور اس کو اس کے عیوب دکھاتے ہیں۔

۲:...... مسندِ بزار میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین کی فقہ عطا فرماتے ہیں اور اس کے دل میں اس کی ہدایت کی باتیں القاء فرماتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ا صفحہ ۶۰)

۳:...... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی گھرانے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کو دین میں فقاہت عطا فرماتے ہیں اور ان کے چھوٹے بڑوں کی عزت کرتے ہیں۔ الخ (دار قطنی فی الافراد عن انس)

۴:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان میں فقہاء زیادہ اور جاہل کم کر دیتے ہیں۔ جب فقیہ کلام کرتا ہے تو اس کے بہت سے مددگار ہوتے ہیں اور جب جاہل کلام کرتا ہے تو اس کو ڈانٹ دیا جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کے جاہل زیادہ اور فقیہ کم کر دیتے ہیں، جب جاہل بات کرتا ہے تو اس کے بہت سے مددگار ہوتے ہیں اور جب فقیہ کلام کرتا ہے تو اس کو ڈانٹ دیا جاتا ہے۔ (عن حبان بن ابی جبلہ مسندِ فردوس عن ابن عمرؓ)

۵:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین میں فقیہ بنا دیتے ہیں۔

(مسندِ احمد و بخاری عن معاویہؓ، مسندِ احمد و ترمذی عن ابن عباسؓ، بیہقی عن ابی ہریرۃؓ، وحل عن ابن مسعودؓ)

۶:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا چکی کے گدھے کی طرح ہے۔

۷:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقیہ بنو اور جاہل ہو کر نہ مرو۔ (ابن السنی عن ابن عمرؓ)

۸:...... اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی ایسی چیز سے نہیں کی گئی جو فقہ فی الدین سے افضل ہو اور یقیناً ایک فقیہ شیطان پر ہزار عبادت گزار سے زیادہ سخت ہے اور ہر چیز کا ایک ستون ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔ (طبرانی اوسط، بیہقی شعب الایمان عن ابی ہریرۃؓ)

۹:...... سب سے افضل عبادت فقہ ہے۔ (طبرانی عن ابن عمرؓ)

۱۰:...... دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ اچھا اخلاق اور دین کی فقہ۔

(ترمذی عن ابی ہریرۃؓ)

۱۱:...... فقہ کا طلب کرنا ہر مسلمان پر سخت واجب ہے۔ (رواہ حاکم عن انسؓ)

۱۲:...... امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، فرماتے تھے جو دین میں فقیہ بن گیا اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد میں اس کی کفایت کریں گے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی عطا فرمائیں گے جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ (خطیب و ابن نجار)

۱۳:...... بہترین عبادت فقہ ہے۔ (ابو الشیخ عن انسؓ)

۱۴:...... عبادت فقہ ہی کے ساتھ ہے اور فقہ کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(دار قطنی فی الافراد عن ابن عمرؓ)

۱۵:...... تھوڑی فقہ کثیر عبادت سے افضل ہے۔ (ابو یعلیٰ عن ابن عمرؓ)

۱۶:...... ہر چیز کی ترقی اور تنزل ہے۔ اس دین کی ترقی یہ ہے کہ سارے کا سارا قبیلہ فقیہ بن جائے، پورے قبیلے میں اس سے علیحدہ ہونے والا ایک یا دو شخص ہوں اور اس دین کا تنزل یہ ہے کہ سارے کا سارا قبیلہ غیر فقیہ ہو، اس میں ایک یا دو فقیہ آدمیوں سے زائد کوئی نہ پایا جائے۔ پس وہ مقہور اور ذلیل ہوں، اس پر کوئی مددگار اور نصرت کرنے والا نہ پائیں۔

(ابن السنی و ابو نعیم عن ابی امامہؓ)

۱۷:...... اس عبادت گزار کی مثال جو فقہ حاصل نہ کرے اُس شخص کی سی ہے جو رات بھر عمارت بنائے اور صبح کو گرا دے۔

(ابن ابی الدنیا فی العلم والدیلمی عن عائشہؓ)(منتخب از کنز العمال جلد ۱۰ کتاب العلم)

○ اسی طرح پوری اُمت فقہ کو خیر مانتی رہی ہے، یعنی جو اجتہاد مجتہدین ماہر شریعت کا ہو نہ کہ غیر ماہرین کا۔ چنانچہ امام بخاری وغیرہ محدثین اپنی اپنی کتب میں فضائل فقہ کے ابواب باندھے ہیں۔ مثلاً باب مالا یستحیٰ من الحق للتفقه فی الدین (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۰۴) باب من یرد اللّٰہ به خیراً یفقهه فی الدین (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۶) باب السمر فی الفقه والخیر بعد العشاء (بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۴) باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۸۴) باب اذا اراد اللّٰہ بعبد خیراً فقهه فی الدین (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۷۹) باب اختلاف الفقهاء (دارمی مقدمہ)

اسی طرح تمام محدثین کسی نہ کسی فقیہ کے مقلد ہوئے ہیں، اگر فقہ حدیث کے خلاف ہوتی تو یہ محدثین بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی وغیرہم محدثین فقہاء کی تقلید نہ کرتے، پھر جن لوگوں نے ساری زندگی فقہ اور حدیث پڑھنے پڑھانے میں گزاری، مثلاً علامہ زیلعی، حافظ ابن حجر، عینی، قسطلانی، ابن ہمام، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ اسحٰق صاحب، شاہ عبدالغنی صاحب، حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی، حضرت شیخ الہند، حضرت مدنی، سید انور شاہ صاحب کشمیری، حضرت بنوری، حضرت تھانوی، حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللّٰہ علیہم اجمعین۔ یہ وہ جبالِ علم ہیں جن کی حدیث اور فقہ دونوں پر کامل نظر تھی۔ انہی علوم کو پڑھتے پڑھاتے انہوں نے اپنی عمر ختم کر دی۔ انہوں نے تو کبھی یہ نہ کہا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے اور آج کل کے جاہل جو نہ فقہ سے واقف ہیں نہ حدیث سے وہ کہتے ہیں کہ فقہ حدیث کے مخالف ہے، حالانکہ ان کی رائے محدثین وفقہاء کے مقابلہ میں ایسی ہے

جیسے مریض کی رائے ڈاکٹروں کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہو، جس طرح اہلِ فن میں مریض کی رائے بے وقعت ہے اسی طرح آپ کی رائے فقہاء اور محدثین کے مقابلہ میں شریعت کی نظر میں بے وقعت ہے۔

اب فقہ کے بارہ میں اعتراضات اور اُن کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر۱:...... الهدایة کالقرآن کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے۔ کیا یہ ہدایہ جو مخلوق کی لکھی ہوئی ہے وہ خالق کی کلام سے کیسے مقابلہ کر سکتی ہے؟ (مقدمہ ہدایہ)

الجواب:...... سوال کا حاصل یہ ہے کہ تشبیہ میں تقابل ہوتا ہے اور خدا اور مخلوق کی بنائی ہوئی اشیاء میں یہ تشبیہ والا تقابل قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ سائل پر لازم تھا کہ:

۱:...... اس تشبیہ کو ثابت کرتا کہ یہ فقہ کا مسئلہ ہے لغت یا علم بیان کا نہیں، اور اہلِ حدیث کے دو اصول اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول کے مطابق یہ بات قرآن پاک کی صریح آیت یا حدیثِ صریح مرفوع غیر معارض سے ثابت کرتا، مگر یہ بات نہ اس نے ثابت کی اور نہ کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً تو یہ اس کا پہلا جھوٹ ہو گیا کہ اس نے علمِ لغت یا علمِ بیان کے تشبیہ والے مسئلہ کو فقہ کا مسئلہ کہا۔

۲:...... قرآنِ پاک کی صریح آیت یا حدیث صحیح صریح سے یہ ثابت کرتا کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں تقابل ہوتا ہے، مگر یہ بات ثابت کرنے سے بھی پوری غیر مقلدیت عاجز رہے گی۔ (انشاء اللّٰہ) تو یہ دوسرا جھوٹ ہوا۔

۳:...... خدا اور مخلوق کی بنائی ہوئی چیزوں میں یہ تقابل یعنی تشبیہ ناجائز ہے، اس کو بھی کسی آیت یا حدیث سے کوئی ثابت نہیں کر سکتا، تو اس دعویٰ مخالفتِ فقہ وقرآن وحدیث کی بنیاد ان تین جھوٹوں پر ہو گئی اور قرآنِ پاک میں لعنة اللّٰہ علی الکاذبین ''کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔'' تو فقہ پر اعتراض کرنے کے لئے آپ کو تین لعنت کی خندقیں عبور کرنا پڑیں اور

پھر بھی خائب وخاسر لوٹنا پڑا۔

وضاحت:...... تشبیہ لغت میں ایک چیز کے دوسری چیز سے اشتراک معنوی کا نام ہے، اس میں مشبہ اور مشبہ بہ کا نہ کوئی تقابل مقصود ہوتا ہے نہ مساوات کلیہ، مثلاً زید شیر کی طرح ہے۔ اس میں زید اور شیر میں نہ تقابل مقصود ہے نہ تمام صفات وغیرہ میں اشتراک کہ کوئی غیر مقلد دیکھے کہ شیر کی چار ٹانگیں ہیں، زید میں بھی چار ٹانگیں تلاش کرنا شروع کردے، شیر کی دم ہے، تشبیہ کی وجہ سے اب زید کی دم بھی تلاش کرنا شروع کردے، بلکہ صرف بہادری میں اشتراک بیان کرنا مقصود ہے، پھر اس بہادری میں بھی مساوات مقصود نہیں بلکہ اکثر مشبہ میں وہ صفت بہ نسبت مشبہ بہ کے کمزور ہوتی ہے اور بعض اوقات غیر مشہور کو مشہور تر کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ دیکھئے قرآن پاک کی آیت مثل نوره كمشكوة کا ترجمہ محمد جونا گڑھی غیر مقلد نے یہ کیا ہے: ''اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو۔'' (ترجمہ جونا گڑھی مع تفسیر صلاح الدین یوسف صفحہ ۹۷۸) تو کیا غیر مقلدین یہ شور مچائیں گے کہ نور خداوندی جو غیر مخلوق ہے اس کو مخلوق کے بنائے ہوئے اور چراغ سے کیوں تشبیہ دی اور یہ مقابلہ کیسے صحیح ہے؟ تو سب کہیں گے جناب معترض صاحب ہی تشبیہ کے معنی سے باخبر نہیں، اسی طرح اگر کوئی کہے کہ درودِ ابراہیمی میں روزانہ كما صليت على ابراهيم میں صلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم کو صلوٰة على ابراهيم عليه السلام کے ساتھ تشبیہ دے کر پانچ وقت کی نمازوں میں مساوات یا تقابل کیا جا رہا ہے تو یہی جواب دیا جائے گا کہ ابراہیم علیہ السلام کے ''اشہر'' ہونے کی وجہ سے یہ تشبیہ دی ہے۔ تشبیہ من کل الوجہ نہیں ہوتی، اسی طرح ان الهداية كالقرآن میں نسخ تداول کتب ہے۔ یعنی جس طرح قرآن پاک نے کتب سماویہ کو منسوخ کردیا اسی طرح ہدایہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ اس سے پہلے فقہ حنفی کی مشہور ومتداول کتب کی جگہ ایسے

ہدایہ نے لے لی جیسے قرآن پاک نے کتب سماویہ سابقہ کی جگہ لے لی۔

<u>**خلاصہ یہ**</u> کہ نسخ شہرت ومقبولیت عامہ میں تشبیہ ہے نہ کہ کسی اور چیز میں۔ البتہ مشبہ بہ میں ''وجہ شبہ'' قوی ہوتی ہے بہ نسبت مشبہ کے، اس لئے سابقہ کتب سماویہ کی شہرت و عمل دونوں ختم ہوگئے اور کتب فقہ حنفیہ کا صرف تداول منسوخ ہوا نہ کہ عمل۔

اعتراض نمبر۲:...... قدوری صفحہ ۲۲ پر ہے کہ اگر تشہد کی مقدار کے اندر کوئی ایسا عمل کیا جو منافی نماز ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز ہوجاتی ہے۔ مثلاً جان بوجھ کر سلام کرنا یا گوز لگا دینا۔

الجواب:...... معترض پر ضروری تھا کہ اس مسئلہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کرتا، مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ فقہ اور حدیث دونوں کے بارہ میں وسوسات سے کام لیا ہے۔

تلبیس نمبر۱:...... قدوری اور فقہ کا یہ مسئلہ تشہد کے بعد کا ہے جبکہ اس نے تشہد کی مقدار کے اندر لکھ کر قدوری اور امام صاحبؒ پر دو جھوٹ بولے ہیں۔ قدوری میں بعد ما قعد قدر التشهد کے الفاظ ہیں اور اسی حالت کے ساتھ مذکورہ مسئلہ کا تعلق ہے۔

تلبیس نمبر۲:...... عام غیر مقلدین کی عادت کی طرح سائل نے یہ مسئلہ وہاں سے نقل کیا جہاں اس کی تفصیل نہیں تھی حالانکہ قدوری نے یہی دو ورق پہلے نماز کا مسنون طریقہ یوں لکھا ہے کہ دوسرے قعدہ میں التحیات پڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور ادعیۂ ماثورہ اور الفاظ قرآن کے مشابہ جو دعا چاہے مانگے اور ایسے الفاظ سے دعا نہ مانگے جو لوگوں کی کلام کے مشابہ ہے، پھر اپنی دائیں جانب السلام عليكم ورحمة الله کہتے ہوئے سلام پھیرے، پھر اپنی بائیں جانب اسی طرح سلام پھیرے۔ (قدوری صفحہ ۲۶) یہ نماز کا مسنون طریقہ ذکر کیا ہے...... معترض نے اس کی طرف نظر التفات نہیں

فرمائی، البتہ جہاں خلاف سنت طریقہ ذکر تھا وہاں فوراً توجہ مبذول ہوئی۔ واضح ہو کہ نماز کے
ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ نماز باطل نہیں ہوتی، فرضیت ساقط ہو جاتی ہے خواہ وہ فرضیت
مسنون طریقے سے ساقط ہو یا مکروہ طریقے سے، فقہاء دونوں صورتوں کا ذکر کرتے ہیں۔
چنانچہ فقہ کی کتابوں میں واضح طور پر قعدہ اخیرہ میں درود اور دُعا کو مسنون لکھا ہے۔
(الدر المختار مع الشامیہ جلد ا صفحہ ۴۷۷) اور لفظ سلام کو واجب لکھا ہے۔ (الدر المختار مع الشامیہ
جلد ا صفحہ ۴۶۸) اور شامی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ دونوں سلام اس طرح واجب ہیں کہ
ان الفاظ پر قادر اگر کوئی ایسے الفاظ کہہ دے جو (اس کا مفہوم ادا کرنے میں) اس کے قائم
مقام ہوں تو بھی واجب ادا نہیں ہوگا۔ (رد المحتار جلد ا صفحہ ۴۶۸) اور واجب کا حکم یہ لکھا ہے
کہ اس کے چھوڑنے سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی، البتہ جان بوجھ کر چھوڑنے کی صورت میں
وجوباً لوٹائی جائے گی اور سہواً اگر واجب ترک ہو تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا ورنہ اس صورت میں
بھی نماز کو لوٹانا واجب ہے، اگر ان دونوں صورتوں میں نماز کو نہ لوٹایا تو یہ شخص فاسق ہوگا۔
(الدر المختار مع الشامیہ جلد ا صفحہ ۴۵۶) اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سلام کو چھوڑنے والے کو
نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے اور در مختار میں صراحۃً یہ حکم بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ
اگر التحیات کی مقدار بیٹھنے کے بعد عمداً ایسا عمل کر لیا جو نماز کے منافی ہے تو نماز پوری ہو جائے
گی، فرائض نماز کے پورا ہونے کی وجہ سے، ہاں سلام والے واجب کے ترک کی وجہ سے نماز
دوبارہ پڑھی جائے گی۔ (الدر المختار جلد ا صفحہ ۶۰۶)...... پھر اس شخص نے درود اور دُعا والی دو
سنتیں بھی چھوڑی ہیں اور ترک سنت اگر عمداً ہو تو کراہتہ سے کم برائی شمار ہوتی ہے۔
(الدر المختار جلد ا صفحہ ۴۷۷) اور نماز دوبارہ پڑھنا مستحب ہے۔ (الشامیہ جلد ا صفحہ ۴۷۷)
بشرطیکہ حقارت سے سنت کو چھوڑنا نہ ہوا اور اگر سنت کو حقیر سمجھ کر چھوڑا تو کافر ہو جائے گا۔
(رد المحتار جلد ا صفحہ ۴۷۷)

تلبیس نمبر ۳:...... معترض نے تعمد الحدث کا معنی "گوز لگا دیا" کیا ہے،
حالانکہ گوز کی عربی ضراط ہے، حدث کا معنی نجاستِ حکمیہ ہے یعنی بے وضو ہونا اس کی مختلف
صورتیں تھیں۔ مثلاً (۱) قہقہہ مار کر ہنسنا۔ (۲) زخم یا پھوڑے سے بہنے کی مقدار خون یا پیپ کا
نکلنا۔ (۳) عمل قلیل سے موزے کو اتار دینا۔ (۴) جان بوجھ کر ٹیک لگا کر سو جانا وغیرہا۔
اب معلوم نہیں کہ غیر مقلدین حدث کی مختلف صورتوں کو چھوڑ کر صرف گوز کی طرف کیوں
دوڑتے ہیں، کوئی طبعی تعلق ہے یا بغضِ فقہ وفقہاء کا اثر ہے۔ اب اس فقہ کے مسئلے کا حل یہ نکلا
کہ صحیح طریقہ نماز پورا کرنے کا یہ ہے کہ التحیات کے بعد درود پڑھے، پھر دعا مانگے،
پھر سلام پھیرے، اور اگر کسی نے اس صحیح طریقہ کو چھوڑ کر التحیات کے بعد جان بوجھ کر منافی
نماز عمل کر لیا تو اگرچہ فرضیت ساقط ہو جائے گی مگر درود پاک اور دُعا کو چھوڑنے کا گناہ ہوگا
اور واجب سلام کے چھوڑنے کا بھی گناہ ہوگا اور ترکِ واجب کی وجہ سے نماز دوبارہ پڑھنا
واجب ہوگا، اگر نماز دوبارہ نہ پڑھی تو فاسق وفاجر ہوگا۔ (اس کی گواہی عدالت میں معتبر نہ ہو
گی، امامت کرانے کا اہل نہ ہوگا، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اس کی اذان مکروہ ہو
گی)...... یہ سب اُس وقت ہے جب سنت وغیرہ کی تحقیر اور استہزاء مقصود نہ ہو ورنہ کافر ہو
جائے گا۔

مخالفت قرآن و حدیث:...... معترض کا اس مسئلہ کو قرآن کے مخالف کہنا سو
فیصد جھوٹ ہے کیونکہ قرآن پاک میں یہ مسئلہ نفیاً یا اثباتاً کہیں مذکور نہیں، رہی حدیث تو امام
صاحبؒ کی تائید درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جب کوئی شخص وضو توڑ دے اس حالت میں کہ وہ اپنی نماز کے آخر میں ہو، سلام سے پہلے تو
اس کی نماز جائز ہوگئی۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۸۶) یہ حدیث حسن ہے (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۱۸)

۲:...... امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اسحاق بن ابراہیم کا مسلک یہ ہے کہ جب نمازی التحیات پڑھ لے اور سلام نہ پھیرے تو اس کے لئے اتنا کافی ہے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد سکھایا، پھر فرمایا کہ جب تو اس سے فارغ ہو جائے تو تو نے وہ فرض جو تجھ پر لازم تھا ادا کر دیا۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۸۶) ابوداؤد شریف میں ہے کہ جب تو یہ تشہد پڑھ لے یا اس فعل کو ادا کر لے، پس تحقیق تو نے پورا کر لیا اپنی نماز کو، اگر تو کھڑا ہونا چاہے تو کھڑا ہو جا اور اگر بیٹھنا چاہے تو بیٹھا رہ۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۹۷)

۳:...... حضرت علیؓ نے فرمایا جب تشہد کی مقدار بیٹھ جائے پھر وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ (بیہقی واسنادہ حسن، اعلاء السنن) یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔
(اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۱۷)

۴:...... حضرت حسن بصریؒ نے اس شخص کے بارہ میں جو آخری سجدہ سے سر اٹھائے، فرمایا کہ اس کی نماز کفایت نہیں کرے گی یہاں تک کہ وہ التحیات پڑھے یا التحیات کی مقدار بیٹھے۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۱۹۰)

۵:...... حضرت عطاءؒ فرماتے تھے کہ جب آدمی آخری تشہد پڑھ لے، السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصلحین کہہ لے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے اگرچہ اس نے اپنی دائیں یا بائیں جانب سلام نہ پھیرا ہو تو انہوں نے ایسی کلام کی جس کا مفہوم یہ تھا کہ اس کی نماز پوری ہو گئی یا فرمایا کہ نماز کی طرف نہ لوٹے۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۱۹۰) یہ سند حسن ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

۶:...... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ تشہد نماز کا پورا ہونا ہے اور سلام نماز کے پورا ہونے کی خبر دینا ہے۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۱۸۹) رجالہ کلھم ثقاۃ (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

۷:...... حضرت ابراہیم نخعی اس آدمی کے بارہ میں جو امام کے پیچھے تشہد کی مقدار بیٹھے، پھر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے چلا جائے، فرماتے تھے کہ یہ فعل اس کے لئے کافی نہیں اور حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے تھے کہ جب تشہد کی مقدار بیٹھ جائے تو اس کے لئے کافی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میرا قول عطاءؒ کا قول ہے۔ (کتاب الاثار لمحمد) رجالہ کلھم ثقاۃ (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

۸:...... حمید بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو سنا، فرماتے تھے کہ تشہد کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی کو لیتے ہیں کہ جب کوئی تشہد پڑھ لے تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ پس اگر سلام پھیرنے سے پہلے نماز سے پھر جائے تو نماز اس کو کفایت کرے گی اور جان بوجھ کر اس کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔ (کتاب الاثار صفحہ ۷۶) اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ (اعلاء السنن جلد ا صفحہ ۱۲۱) البتہ دوسری روایات جن میں نفسِ سلام یا وجوب سلام کا ذکر ہے جیسے تحلیلھا التسلیم تو امام صاحبؒ نے مذکورہ بالا روایات کو فرضیت کے معنی میں لے لیا اور دوسری روایات کو وجوب کے معنی میں لیا جیسا کہ نفس مسئلہ کی وضاحت میں گزرا ہے کہ نماز واجب الاعادہ ہو گی، اس طرح امام اعظمؒ نے اس مسئلہ کی تمام روایات پر عمل کر لیا اور غیر مقلدین نے مذکورہ بالا آٹھ روایات پر عمل نہیں کیا تو ع

ہم الزام اُن کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا

اب غیر مقلدین جواب دیں کہ انہوں نے ان روایات پر خدا تعالیٰ یا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روکنے کی وجہ سے عمل نہیں کیا یا اُمتیوں کی تقلید میں عمل نہیں کیا اگر خداوند تعالیٰ یا نبی اقدس ﷺ نے روکا ہے تو وہ آیت یا حدیث دکھائیں ورنہ اقرار کریں کہ ہم اپنی نفسانی خواہش سے روایات کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرما کر اسلاف کے

نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

مکرمی جناب تشبیہ الرحمٰن صاحب (رحیم یار خان) کے سوالات کے جوابات

۱:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امام ابوحنیفہؒ کی بشارت...... آپ کے سوال کا منشاء یہ ہے کہ اطاعت کے لئے قرآن یا حدیث میں قابل اطاعت شخصیت کا ذکر ضروری ہے۔ یہ غیر مقلدین کا ذہنی مفروضہ ہے جس کا ثبوت نہ قرآن وسنت سے ملتا ہے نہ عرف سے اور نہ ہی غیر مقلدیت سے۔

اس سوال کا قرآن و سنت سے تعلق:

قرآن پاک یا حدیث پاک میں کہیں یہ نہیں کہ اس کی اطاعت جائز ہے جس کا نام قرآن وسنت میں ہو، اگر قرآن وسنت میں کسی کا نام نہ ہو تو اس کو نہ مانا جائے یا اس کی اطاعت ضروری نہ ہو، اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کرے۔ وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقين کیا جن انبیاء کا ذکر قرآن پاک یا حدیث پاک میں نہیں آپ ان کو مانیں گے یا نہیں؟ کیا پہلے انبیاء کے تمام صحائف کا ذکر قرآن وحدیث میں ملتا ہے، اگر نہیں ملتا تو آپ ان کا انکار کر دیں گے۔ الذين يومنون بما انزل اليك وما انزل من قبلک پر کیسے عمل ہوگا؟ قراء عشرہ کے نام قرآن وحدیث میں ہیں کہ ان کی قراءت کو تسلیم کیا جائے ورنہ یہ کہہ کر کہ ان کی بشارت چونکہ قرآن وحدیث سے نہیں ملتی اس لئے ہم قرآن کو نہ ان متواتر قراءتوں پر پڑھیں گے نہ مشہور وغیرہ قراءتوں پر۔ صحاح ستہ کے مؤلفین، اسماء رجال، اصول حدیث، صرف ونحو کے مؤلفین کا ذکر قرآن و سنت میں نہیں تو کیا غیر مقلدین ان علوم کو چھوڑ دیں گے۔ اسی طرح شافی اللہ تعالیٰ ہیں، اگر کوئی شخص یہ اصول بنا لے کہ شفا حاصل کرنے کے لئے کسی ایسے حکیم یا ڈاکٹر کو تلاش کرنا چاہئے جس کی بشارت قرآن وحدیث میں ہو تو ایسا شخص زندگی بھر علاج نہیں کرا سکے گا۔

غیر مقلدین کا طرز عمل:

جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لینے کے باٹ اور، دینے کے اور ہوتے تھے اسی طرح غیر مقلدین ہم سے تو ائمہ کے بارہ میں نص کا مطالبہ کرتے ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے، البتہ روافض کے ہاں اماموں کا منصوص ہونا ضروری ہے اس لئے ان سے تو نص کا سوال ہو سکتا تھا، ہم سے شیعہ کے اصول پر سوال کرنا قطعاً درست نہیں۔ ہاں ان کو اپنے گھر کی بھی خبر لینی چاہئے کہ فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ستاریہ وغیرہ کو یہ حجت مانتے ہیں۔ کیا ان کو ثناء اللہ، میاں نذیر حسین، مولوی عبدالستار کے بارہ میں نصوص میں بشارات مل گئی ہیں کہ اب انہیں فقہ حنفی کے ماننے کے لئے امام صاحبؒ کی بشارت کی ضرورت ہے۔

حقیقت حال:

پوری دنیا جانتی ہے کہ ہر فن کے ماہر کی تعیین کا حق اس فن کے ماہرین کو ہوتا ہے، نص میں اس کی کوئی بشارت ضروری نہیں۔ امام صاحبؒ کی فقاہت اور اجتہاد پر تمام مجتہدین کا اتفاق ہو چکا ہے اس لئے اس اجماع امت کی دلیل سے امام صاحبؒ مجتہد ہیں، ان کے اجتہاد کا انکار قرآن پاک کے مطابق سبیل المومنین کا ترک اور دخول نار کا سبب ہے۔ (نساء ۱۱۵) اور حدیث کے مطابق سواد اعظم سے کٹ کر جہنم میں گرنا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰) نیز اللہ تعالیٰ کے دست حفاظت سے محروم ہو کر گمراہی میں مبتلا ہونا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰) اور اسلام کے کڑے کو اپنی گردن سے نکالنا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۱) اور شیطان کا نوالا بننا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۱)

بشارات:

تاہم امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) شافعی المذہب نے تبييض الصحيفة بمناقب الامام ابی حنیفه صفحہ ۱۸ پر باب باندھا ہے

کہ تبشیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ اور حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت نقل کی ہے
کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایمان ثریا ستاروں تک بلند ہو جائے تو ایک فارسی
آدمی وہاں سے جا کر اسے حاصل کرے گا۔ (تبییض الصحیفۃ صفحہ ۲۱) یہ روایت بخاری میں بھی
کچھ الفاظ کے تغیر کے ساتھ موجود ہے اور حضرت قیس بن سعد بن عبادہ اور حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ سے بھی اس حدیث کو نقل کر کے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام صاحبؒ کی
بشارت اور فضیلت میں ایسی صحیح بنیاد ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ (تبییض الصحیفہ، صفحہ ۲۱)
ابن حجر مکیؒ متوفی ۹۷۴ھ علامہ جلال الدینؒ کے قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں، علامہ سیوطیؒ کے
بعض تلامذہ نے کہا ہے کہ ہمارے شیخ نے جو یقین سے یہ بات کہی ہے کہ اس حدیث سے
مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں، بالکل ظاہر ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں کیونکہ امام صاحبؒ کے زمانہ
میں فارسیوں میں سے کوئی شخص امام صاحبؒ اور ان کے شاگردوں کے مرتبہ کو نہیں پہنچا اور
اس حدیث پاک میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح معجزہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ
وسلم) نے آئندہ واقع ہونے والی چیز کی خبر دی (الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی
حنیفۃ النعمان صفحہ ۳۱) نیز علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات سے جو امام ابو حنیفہؒ کی
عظمت شان کی صلاحیت رکھتی ہیں وہ حدیث ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی
گئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ۱۵۰ھ میں دنیا کی زینت اٹھالی جائے گی۔
علامہ شمس الائمہ کردریؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہؒ پر محمول ہے کیونکہ ۱۵۰ھ میں ان کا
وصال ہوا۔ (الخیرات الحسان صفحہ ۳۳)

علامہ سیوطیؒ کے شاگرد محمد بن یوسف دمشقی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قاضی ابو القاسم
بن کاس نے حسن بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ کسی نے ان سے اس حدیث کا مطلب
پوچھا کہ ”قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ علم خوب ظاہر نہ ہو جائے۔“ تو حسن بن سلیمان
نے فرمایا کہ وہ ابو حنیفہؒ کا علم اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی تفسیر ہے۔
(تذکرۃ النعمان، ترجمہ عقود الجمان، صفحہ ۷۶)

علامہ خوارزمیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ کعب احبارؒ بیان کرتے ہیں کہ میں بہت
سے علماء کے نام ان کی صفات اور نسب نامے کے ساتھ لکھا ہوا پاتا ہوں کہ ان میں ایک شخص کا
نام نعمان بن ثابت ہوگا اور کنیت ابو حنیفہؒ ہوگی، علم و حکمت اور دنیا سے بے رغبتی میں اس کی
شان بڑی ہی عظیم ہوگی، اپنے زمانہ کے علماء کے سردار ہوں گے، ان میں چاند ہوں گے،
ساری زندگی حاسدوں کے حسد کا شکار رہیں گے اور اسی حالت میں مرجائیں گے۔

ابو البختری سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ امام جعفر بن صادق کی خدمت میں
حاضر ہوئے جب امام جعفرؒ نے ان کو دیکھا تو فرمایا ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ تم میرے دادا صلی
اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو از سر نو زندہ کرو گے، ہر مصیبت زدہ کی جائے پناہ بنو گے، ہر غمزدہ کے
فریاد رس ہو گے، حیران لوگ جب حیران و پریشان ہو کر کھڑے ہو جائیں گے تو تمہارے
سہارے چل پڑیں گے اور جب گمراہ ہوں گے تو تم واضح اور صاف راستہ کی رہنمائی کرو گے۔
(تذکرۃ النعمان، صفحہ ۷۷)

ان روایات کو نقل کر کے علامہ محمد بن یوسف صالحیؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ جلال
الدین سیوطیؒ نے فرمایا کہ صحیح روایتوں کے ہوتے ہوئے ان موضوع روایتوں کی ضرورت
نہیں جن کو بعض اصحاب مناقب نے نقل کیا ہے کیونکہ وہ واضعین حدیث سے نقل کی گئی ہیں۔
(تذکرۃ النعمان، صفحہ ۷۸)

امام صاحبؒ اوّل اوّل منقبض رہتے تھے، سائل کا جواب نہیں دیتے تھے یہاں تک
کہ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھودی، ہڈیاں جمع کیں
اور اپنے سینے پر رکھ لیں تو فرماتے ہیں کہ میں خواب سے بیدار ہوا، بڑا غمگین، رونے لگا کہ
افسوس میں قبر کھودتا ہوں حالانکہ اس کی وعیدیں بہت سخت ہیں اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر
کھودتا ہوں۔ چنانچہ میں درس و تدریس چھوڑ کر گھر بیٹھ گیا، لوگ تیمارداری کو آئے، بعض
لوگوں نے کہا نبض ٹھیک ہے کوئی بیماری نہیں۔ معاملہ کیا ہے؟ میں نے خواب بیان کیا، انہوں

نے فرمایا خیر کوئی بات نہیں، یہاں ایک مُعَبِّر ہیں جو ابن سیرین کے ساتھی ہیں ان کو بلا لے
ہیں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا میں خود چلتا ہوں۔ گئے اور خواب سنایا، انہوں نے پوچھا تم نے
خواب دیکھا ہے؟ امام صاحبؒ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے تعبیر دی کہ جو کچھ تو کہتا ہے اگر حق
ہے تو اقامتِ سنت میں وہ کام کرے گا جو تجھ سے پہلے لوگوں میں سے کسی نے نہیں کیا اور علم
میں بہت گہرائی تک پہنچ جائے گا، جب میں نے یہ تعبیر سنی تو علم میں انتھک محنت کرنے لگا۔
(تذکرۃ النعمان، صفحہ ۱۳۱)

جواب سوال نمبر ۲:

تقلید کا معنی ماہر فن پر اعتماد ہوتا ہے۔ ڈاکٹری، حکمت، سائنس، حساب، صرف، نحو،
لغت، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، اسماء رجال وغیرہا فنون میں جس قدر
ماہرین پر اعتماد کی ضرورت ہے اتنی ہی ائمہ (ماہرین شریعت) پر اعتماد کی ضرورت ہے۔ اگر
مذکورہ بالا فنون میں ان کے ماہرین پر اعتماد نہ کریں تو ہماری علمی اور جسمانی زندگی خطرہ میں ہو
گی۔ ائمہ کرام پر بداعتمادی سے ایمانی زندگی خطرہ میں ہوگی، اسی طرح اگر کسی فن کو غیر ماہر
کے سپرد کر دیا جائے۔ مثلاً جولاہے کو ڈاکٹری کی دکان پر اور حجام کو مٹھائی کی دکان پر بٹھا دیا
جائے تو اس فن اور دکان کی تباہی ہوگی، اسی طرح ائمہ مجتہدین کی جگہ اگر جاہلوں کو بٹھا دیا
جائے تو دین کی تباہی ہوگی۔

اس حقیقت کا اعتراف غیر مقلدین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ قاضی عبدالاحد
خانپوری فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث، مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو
درحقیقت ماجاء به الرسول سے جاہل ہیں وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں
شیعہ اور روافض کے، جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور
ملاحدہ اور زنادقہ کا مدخل تھے اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہلحدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور
مدخل ہیں، ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے دیکھو، ملاحدہ نیچریہ جو کفار ہیں

منافقین ہیں، وہ بھی انہیں کے باب و دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہیں کو گمراہ کر
کے ان سے اپنا حصہ مفروض کامل اور وافی مثل شیطان کے لے گئے، پھر ملاحدہ، مرزائیہ،
اور بابیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہی کے باب دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور
جماعت کثیرہ کو ان میں مرتد اور منافق بنا دیا، اور جب ملاحدہ زنادقہ چکڑالویہ نکلے تو وہ بھی ان
کی دہلیز اور دروازہ سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنا دیا اور جب یہ مولوی
...ء اللہ خاتم الملحدین نکلا تو وہ بھی انہی جُہّال اہلحدیث کے باب اور دہلیز میں داخل ہو کر، کیا
گویا مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور حضرت حسین رضی
اللہ عنہما کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالیاں دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ
پھیلا دیں کوئی پرواہ نہیں، اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب الحدیثوں میں کوئی ایک دفعہ رفع
یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابوحنیفہؒ کے جن کی امامت فی
الفقہ اجماع کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بداعتقادی اور الحاد و زندقیت ان میں پھیلا
دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بہ جبیں بھی نہیں ہوتے، اگرچہ علماء اور
فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں، ہرگز نہیں سنتے۔ سبحان اللہ ما اشبہ اللیلۃ
بالبارحہ اور سر اس کا یہ ہے کہ مذہب و عقائد اہل سنت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے
منطلق و مستکبر ہو گئے ہیں۔ فافہم وتدبر (کتاب التوحید والسنۃ صفحہ ۲۶۲، جلد ۱)

(۲) اسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی فرماتے ہیں پچیس برس کے تجربہ سے ہم
کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ باوجود بے علمی کے مجتہد اور مطلق تقلید کے تارک بن
جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام ہی کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور
بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو
اس آزادی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے، ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت اور نماز،
روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود و شراب سے پرہیز نہیں کر سکتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیوی کی وجہ

سے فسقِ ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسقِ خفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، کفروارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت ہیں مگر دین داروں کے لئے بے دین ہوجانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری مسبب ہے۔ گروہ اہلحدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہو جاتے ہیں۔ (اشاعۃ السنۃ ۱۸۸۸ء)

مولوی محمد لکھوی غیر مقلد اپنی کتاب رد نیچری میں فرماتے ہیں:

ابلیس ہزاراں سالاں کوشش کر کے خلق پھنسائی
انہاں چھ ست سالاں دے وچ کیتی اس تھیں ودھ کمائی
ابلیس نادان بے علماں نوں وچہ گمراہی پایا
انہاں اہل علم دا کر خناس دین ایمان گوایا
اکثر غیر مقلد خالی مگر انہاں دے لگے
جنہاں اندر دین غلو یا سستی عادت پکڑی اگے
گھر بیٹھے جمع نمازاں کر دے سفر تے عذر ورائیں
چھ ست کوہاں سے پڑھن دوگانہ سستی جنہاں ادائیں
تقلید مذاہب اہلسنت چھڈ لگے
مگر انہاں دے اس مذہب تھیں بہترین مقلد سے درجیاں دے
ایہ مالیخولیا گنو یا خبطی کر دا مذہب بازی
نہ یک مذہب تے ٹھہرے نت تلبیس کماوے تازی

(بحوالہ تجلیات، صفحہ ۵۱۶، ۵۱۷)

جواب سوال نمبر ۳:

نماز کے تمام اقوال وافعال مع حکم شرعی ترتیب وتفصیل سے فقہ میں ملتے ہیں۔ مثلاً تعلیم الاسلام میں نماز کی تمام شرائط ساڑھے تین سطروں میں لکھی ہوئی یکجا مل جائیں گی۔ اول:...... بدن کا پاک ہونا۔ دوسرے:...... کپڑوں کا پاک ہونا۔ تیسرے:...... جگہ کا پاک ہونا۔ چوتھے:...... ستر کا چھپانا۔ پانچویں:...... نماز کا وقت ہونا۔ چھٹے:...... قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ ساتویں:...... نیت کرنا۔ (تعلیم الاسلام صفحہ ۲۱۔۲۲، جلد ۱)

اس آسان ترتیب سے یہ شرائط کسی ایک حدیث میں تو کجا کسی حدیث کی کتاب میں بھی یکجا نہیں ملیں گی۔ مثلاً بخاری شریف میں وضو کا بیان صفحہ ۲۵ پر اور نجاست حقیقی سے جسم کا پاک ہونا صفحہ ۳۳ پر ہے، کپڑے کی پاکی کا مسئلہ صفحہ ۳۳ پر ہے، جگہ کے پاک کرنے کا مسئلہ صفحہ ۳۵ پر ہے، ستر کے چھپانے کا مسئلہ صفحہ ۵۱ پر، اوقات کا ذکر صفحہ ۷۵ سے شروع ہوتا ہے۔ استقبال قبلہ صفحہ ۵۷ پر ہے اور نیت کی روایت اگرچہ امام بخاریؒ نے سات جگہ ذکر کی ہے مگر کتاب الصلوٰۃ میں اس کو ذکر نہیں کیا نیت کے علاوہ باقی جگہوں پر بھی اکثر شرطیت واضح نہیں۔

لطیفہ:

ایک دفعہ دو نوجوان لڑکے میرے پاس آئے کہ ہم تحقیق کے لئے آئے ہیں، میں نے کہا کہ کس چیز کی تحقیق؟ کہنے لگے نماز کی۔ میں نے کہا خیر ہے کوئی نئی نماز نازل ہوگئی ہے، کہنے لگے کہ نماز تو پرانی ہے مگر ایک غیر مقلد عالم نے کہا ہے کہ تم تحقیق کر لو کہ یہ اصلی نماز ہے یا نقلی نماز، جس کا حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ چودہ صدیاں گزر گئی ہیں کسی کو تحقیق کا خیال نہیں آیا اب آپ کو پندرہویں صدی میں یہ خیال پیدا ہوا؟ کہنے لگے کہ اس غیر مقلد مولوی نے ہمیں حدیثیں دکھائی ہیں کہ تم جو نماز پڑھتے ہو وہ ان احادیث کے خلاف ہے، تم خود تحقیق کر کے دیکھ لو۔ میں نے پوچھا کہ آپ کی تعلیم کیا ہے؟ ایک نے کہا کہ میٹرک

فیل ہوں، دوسرے نے کہا میں کچھ نہیں پڑھا۔ میٹرک فیل سے میں نے پوچھا کہ آپ نے سکول میں کوئی عربی بھی پڑھی ہے؟ کہنے لگا ساتویں میں عربی رکھی تھی مگر مشکل لگی تو میں نے چھوڑ دی۔ میں نے کہا کہ اگر عربی عبارت آپ کو دکھاؤں تو ترجمہ کرلو گے؟ کہنے لگا نہیں۔ میں نے پوچھا اگر میں ترجمہ کروں تو تمہیں یہ پتہ چل جائے گا کہ کون سا ترجمہ کس لفظ کا کر رہا ہوں؟ کہنے لگا نہیں۔ مجھے کچھ شُد بُد نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ پھر کیسے تحقیق کریں گے جب آپ عربی کے ابجد سے بھی ناواقف ہیں۔ کہنے لگا پھر ہم کیا کریں؟ میں نے کہا کہ آپ تعلیم الاسلام سے مسائل دیکھ کر عمل کریں تو دونوں بہت ہنسے، میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ ہمیں اس مولوی صاحب نے پہلے کہا تھا کہ ہم تمہیں حدیثیں دکھاتے ہیں اور وہ تعلیم الاسلام یا بہشتی زیور آپ کو پڑھائیں گے۔ ہم آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بتاتے ہیں وہ آپ کو مولویوں کے پیچھے لگائیں گے اور امتیوں کی تقلید کرائیں گے۔ میں نے کہا کہ انہوں نے بھی اپنے مولویوں کے رسالے تمہیں دیئے ہیں اور اپنے مولوی کے پیچھے تمہیں لگایا ہے، خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام صرف دھوکہ دینے کے لئے لیتے ہیں۔ کہنے لگا کہ وہ تو قرآن کی آیات اور بخاری شریف کی احادیث ہمیں دکھاتے ہیں اور ہم اس وقت سو فیصد یقین رکھتے ہیں کہ چھ ماہ میں انہوں نے ہمیں امتیوں سے اور فقہ سے توڑ کر قرآن وحدیث سے جوڑ دیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ قرآن پاک لے لو اور یہ بخاری لے لو اور ایک رکعت کے مسائل آپ بخاری سے دکھا دیں۔ آپ **سبحنک اللھم** نماز میں پڑھتے ہیں، **سبحان ربی العظیم** رکوع میں اور سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کہتے ہیں۔ ان کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ بخاری میں۔ بخاری شریف کھول کر ہنسنے لگے۔ میں نے پوچھا کیا ہے؟ کہنے لگے یہ تو عربی میں ہے، ہم نے تو پہلے کہا تھا کہ ہم عربی نہیں جانتے، اُردو قرآن اور اُردو بخاری انہوں نے ہمیں دکھائی ہے۔ میں نے کہا کہ اوّل تو ترجمہ کرنے والے کی آپ

نے تقلید کی ہے، دوم آپ نے اس مترجم کو خدا یا رسول سمجھا ہے، پھر میں نے کہا چلو یہ قرآن اور بخاری بلکہ پوری صحاح ستہ کا ترجمہ آپ کو دیتا ہوں آپ صرف نماز کی شرطیں دکھا دیں، تو تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگے کہ آپ یہ قرآن اور بخاری کا ترجمہ ہمیں دے دیں ہم غیر مقلد مولوی سے نشان لگوا کر لائیں گے۔ میں نے کہا کہ معلوم ہوا کہ آپ اُردو ترجمہ سے بھی تلاش کرنے میں غیر مقلد مولوی کے محتاج ہیں، اسی کو وہ لوگ شرک کہتے ہیں تو چھ ماہ میں انہوں نے آپ کو محقق نہیں بلکہ اپنا مقلد بنایا ہے اور ایسے مجتہد سے توڑا ہے جس کے مجتہد ہونے پر امت کا اجماع ہے اور ایسے شخص سے جوڑا ہے جس کو اس کی پوری غیر مقلد جماعت بھی مولوی تو کیا، مسلمان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں اور آپ کے سامنے اس کو خدا یا رسول ہونے کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ کہنے لگے کہ واقعی آپ نے ہمیں بہت بڑے دھوکے سے نکال دیا ہے۔

جواب سوال نمبر ۴

دو چیزوں میں ٹکراؤ اور تضاد ثابت کرنے کے لئے آٹھ مشہور شرطیں ہیں۔

۱:...... موضوع:...... یعنی محکوم علیہ کا ایک ہونا، اگر موضوع ایک نہیں ہوگا تو ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ مثلاً زید کھڑا ہے کہ زید کھڑا نہیں ہے ٹکراؤ ہے مگر عمرو کھڑا نہیں ہے اس کا ٹکراؤ نہیں کیونکہ یہاں موضوع بدل گیا ہے۔

۲:...... اتحاد محمول:...... چنانچہ زید کھڑا ہے، زید کھڑا نہیں، ان میں تو ٹکراؤ ہے مگر زید لیٹا نہیں سے پہلے جملے کا ٹکراؤ نہیں۔

۳:...... وحدۃ مکان:...... چنانچہ زید نے ظہر مسجد میں پڑھی ہے کا ٹکراؤ اس جملہ سے تو ہے کہ زید نے ظہر مسجد میں نہیں پڑھی مگر اس کا ٹکراؤ اس جملہ سے نہیں کہ زید نے ظہر کی نماز گھر میں نہیں پڑھی۔

۴:...... وحدۃ شرط:...... مثلاً بیٹھ کر فرض ادا کرسکتا ہے اگر قیام پر قادر نہیں، اس کا ٹکراؤ اس

جملہ سے نہیں کہ بیٹھ کر فرض ادا نہیں کر سکتا، اگر قیام پر قادر ہو کیونکہ شرط ایک نہیں۔

۵:...... وحدتِ اضافۃ:...... اگر نسبت تبدیل ہو جائے تو بھی حقیقی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ مثلاً زید باپ ہے، زید باپ نہیں، اگر ایک آدمی کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہو تو ٹکراؤ ہوگا اور اگر دو آدمیوں کے اعتبار سے ہو تو ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ مثلاً زید باپ ہے یعنی عمرو کا اور زید باپ نہیں یعنی بکر کا تو اتحادِ نسبت کے نہ ہونے سے ٹکراؤ ختم ہو گیا۔

۶:...... وحدۃ جز وکل:...... یہ پلاٹ میرا ہے یعنی بعض حصہ اور یہ پلاٹ میرا نہیں، یعنی کل پلاٹ۔ ان میں بھی حقیقی ٹکراؤ نہیں کیونکہ پہلا حکم جز کے اعتبار سے اور دوسرا حکم کل کے اعتبار سے ہے۔

۷:...... اتحادِ قوۃ و فعل:...... زید نمازی ہے (یعنی بالقوۃ) زید نمازی نہیں (یعنی بالفعل) ان میں تعارض نہیں۔

۸:...... اتحادِ زمان:...... اگر زمانہ ایک نہ ہو تو بھی حقیقی ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ مثلاً حلیتِ خمر کا زمانہ اور تھا اور حرمت کا زمانہ اور یعنی فاجتنبوہ کی آیت کے نازل ہونے کے بعد۔ تو یہ حقیقی ٹکراؤ تو کبھی فقہ اور حدیث میں ہو ہی نہیں سکتا۔ صوری ٹکراؤ کے لئے بھی دونوں دلیلوں کا برابر ہونا ضروری ہے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ میں تعارض نہیں ہوتا۔ (اصول بزدوی، صفحہ ۲۰۰)

ہمارے فقہاء نے تو قیاس کی صحت کی شرائط میں لکھا ہے کہ:......

۱:...... قیاس نص کے مقابلہ میں نہ ہو۔ (اصول الشاشی، صفحہ ۸۵) تو اس صورت میں اجتہادی مسئلہ اور حدیث میں تعارض کیسے ہو سکتا ہے بلکہ ہمارے فقہاء نے اس قیاس کو بالفعل رد کر دیا جو نص سے ٹکرانے والا ہو۔ چنانچہ امام زفرؒ سے کسی نے پوچھا کہ نماز میں قہقہہ مارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ تو سائل نے کہا کہ نماز میں اگر کسی پاک دامن پر تہمت لگائے تو وضو ٹوٹے گا؟ امام زفرؒ نے فرمایا نہیں، اس نے کہا کہ پاکدامن پر تہمت

لگانا، نماز میں قہقہہ مارنے سے بڑا گناہ ہے جب اس سے وضو نہیں ٹوٹتا تو قہقہہ سے بھی نہیں ٹوٹنا چاہیے۔ تو امام زفرؒ نے فرمایا کہ چونکہ نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنا حدیث پاک میں آ گیا ہے اس لئے حدیث کے خلاف قیاس معتبر نہیں ہے۔ اسی طرح عورت اپنے محرم کے ساتھ حج کر سکتی ہے کیونکہ آبروریزی کا اندیشہ نہیں، اگر اسی علت کی وجہ سے کوئی قیاس کرے کہ اگر ان عورتوں کا گروپ ہو تو وہاں بھی اپنی عزت کی حفاظت کے ساتھ حج کر سکتی ہے تو یہ قیاس اس حدیث کے خلاف ہے کہ کسی اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لانے والے عورت کے لئے حلال نہیں کہ تین رات دن سے زائد کا سفر کرے، مگر اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کا باپ ہو یا اس کا خاوند یا اس کا ذی رحم محرم۔ (اصول الشاشی، صفحہ ۸۵) اس لئے یہ قیاس مردود ہے، پھر آج تک کسی ماہر فن نے یہ نہیں کہا کہ فلاں مسئلہ فقہ کا حدیث کے خلاف ہے اگر کسی غیر ماہر نے اعتراض کیا بھی تو اس کا جواب ہو گیا جن لوگوں نے ساری زندگی فقہ اور حدیث پڑھنے پڑھانے میں گزاری، انہوں نے تو فقہ کو حدیث سے متعارض نہیں مانا، البتہ انگریز نے چونکہ یہاں حکومت حنفیوں سے لی تھی اور ان سے جہاد بھی احناف نے کیا تو اس احناف کو بدنام کرنے کے لئے کچھ ایسے آدمی خریدے جنہوں نے فقہ حنفی کو حدیث کے خلاف کہنا شروع کیا تاکہ یہ مسلمان کہلانے والے میرا (انگریز کا) پیچھا چھوڑ کر آپس میں لڑنا شروع کر دیں اور ان کا منصوبہ غیر مقلدین کے نومولود فرقہ نے پورا کر دیا، سب سے پہلے ہری چند بن دیوان چند کھتری ساکن علی پور ضلع گوجرانوالا نے غیر مقلدیت کے رنگ میں اپنا نام غلام محی الدین رکھ کر **الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین** نامی کتاب لکھی جس میں فقہ کا قرآن و حدیث سے ٹکراؤ ظاہر کیا۔ علمائے حرمین شریفین نے اس شخص کے بارہ میں فرمایا کہ یہ خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کر کے زمین میں فساد مچانے والا ہے اس لئے اس کی بدعملی مزین کر دی گئی ہے۔ یہ مصنف اور اس کے ساتھی شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار

رہو کہ شیطان کا گروہ ہی خسارے والا ہے۔ (فتح المبین، صفحہ ۴۹۸)

مفتی عبدالرحمٰن سراج نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ مسلم حکمرانوں کا اجر کئی گنا بڑھا دیں، ان پر اس ضال (گمراہ) مضل (گمراہ کرنے والا) کو سخت سزا دینا واجب ہے، اگرچہ قتل ہی کیوں نہ ہو۔ (فتح المبین، صفحہ ۵۰۰)

جواب سوال نمبر ۵:

آپ نے پوچھا کہ صحت فقہ کیسے معلوم ہوگی؟ تو جواباً عرض ہے کہ دنیا اور دین میں ہر فن کے ماہر تحقیق سے اور غیر ماہر تقلید سے اس فن کا درست ہونا معلوم کرتے ہیں۔ پچھلے جواب سے معلوم ہو گیا کہ اہل فن نے فقہ حنفی کی تصدیق کی ہے، اگر یہ بات صحیح ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو فقہ حنفی نے ہزاروں اولیاء اللہ پیدا کئے، محدثین پیدا کئے، یہ اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

جواب سوال نمبر ٦:

امام صاحبؒ کی کتاب الآثار حدیث کی سب سے پہلی کتاب ہے عقائد میں الفقہ الاکبر سب سے پہلی کتاب آج بھی ملتی ہے، وصایا امام اعظمؒ بھی مترجم ملتی ہے تو یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کہ امام صاحبؒ کی کوئی کتاب نہیں۔ (فقط واللہ اعلم)

جماعت المسلمین کے وساوس اور اُن کے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ عرض ہے کہ ایک جیبی سائز کا چھوٹا سا کتابچہ ملا جس کا نام اصلاح عقیدہ ہے۔ شائع کرنے والی جماعت المسلمین ملتان ہے مگر مؤلف کا نام مذکور نہیں اور اوپر یہ بھی لکھا ہے کہ ہماری جماعت اور تنظیم کا نام المسلمین ہے اور ہمارا فرقہ وارانہ گروہوں سے کوئی تعلق نہیں، مگر کتابچہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں مانتے۔ بلکہ اس جماعت سے ہو کر گزرنے والے ایک شخص سید وقار علی نے ان کے خلاف ایک کتابچہ لکھا کہ جماعت المسلمین یا جماعت التکفیر۔ اس میں یہ بات ثابت کی کہ جماعت المسلمین کے لوگ اپنے امیر مسعود احمد کو اس طرح مانتے ہیں جس طرح نبی کو مانا جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ "ہم کسی غیر نبی غیر رسول غیر معصوم شخص کو وہ درجہ، وہ مقام دیتے ہیں کہ جو صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کے لئے مخصوص ہے۔ ہم اس کی اندھی عقیدت ومحبت میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی ہر بات کو بلا سوچے سمجھے بلا تحقیق قبول کر لیتے ہیں۔ اس کے سحر میں ایسے گرفتار ہو جاتے ہیں کہ یہ سوچنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کرتے کہ جو کچھ یہ صاحب بیان کر رہے ہیں کیا ہمارے دین کا مجموعی نظام بھی اسے قبول کرتا ہے یا نہیں۔ کیا ہمارے اسلاف نے بھی دین کی یہی تعبیر بیان کی تھی کہ جو کچھ آج ارشاد فرمایا جا رہا ہے؟ کیا انہوں نے بھی ان آیات واحادیث پر اسی طرح عمل کیا تھا کہ جس طرح

آج ہم سے عمل کروایا جارہا ہے؟ کیا انہوں نے ان آیات واحادیث کی یہی تاویل وتفسیر و تشریح کی تھی کہ جس طرح سے آج کی جارہی ہے؟ ...... تو پھر طرح طرح کی گمراہیوں، ضلالتوں، ذلالتوں اور حماقتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔'' (جماعت المسلمین یا جماعت التکفیر ص ۵)

اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جماعت المسلمین مسعود احمد کو نبی کا درجہ دیتی ہے۔ اسی طرح مذکورہ کتاب میں لکھا ہے کہ یہ جماعت اپنے آپ کو مسلم اور دوسروں کو غیر مسلم سمجھتی ہے اور پوری اُمت کی نمازوں کو باطل قرار دیتی ہے اور اپنی جماعت کے علاوہ دوسروں کے جنازے، حتیٰ کہ معصوم بچوں کے بھی جنازے نہیں پڑھتے اور غیر جماعت المسلمین کی لڑکیوں کے نکاح اپنے سے اور اپنی لڑکیوں کے نکاح غیر جماعت والوں سے حرام سمجھتے ہیں (خلاصہ جماعت المسلمین یا جماعت التکفیر ص ۴) نیز یہ بات مشاہدہ کی ہے کہ اپنی جماعت کے غیر کو یہ لوگ سلام نہیں کرتے۔ ان کی جماعت کا آدمی فوت ہو جائے تو دوسرے مسلک کے مولوی سے جنازہ نہیں پڑھواتے، خود پڑھانا نہ آئے تو بغیر جنازہ کے اس کو دفن کر دیتے ہیں اور پھر چند دن بعد باہر سے ان کا آدمی آ کر قبر پر جنازہ پڑھاتا ہے۔ بورے والہ رضی پورہ محلّہ کے کچھ آدمی کراچی جا کر اس جماعت میں داخل ہوئے۔ واپس آ کر انہوں نے اپنی بیویوں کو کہا کہ تم مشرکات ہو، اس لئے ہمارے نکاح تم سے جائز نہیں۔ اگر تم ہماری جماعت میں داخل ہو جاؤ تو نکاح باقی رہ سکتا ہے، ورنہ تم اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ۔ چنانچہ ان کو اسی بناء پر گھروں سے نکال دیا۔ سید وقار علی نے اپنی کتاب میں یہ اشارات بھی کئے ہیں کہ یہ لوگ ان خارجیوں سے تعلق رکھنے والے ہیں جنہوں نے صحابہؓ کرام کو کافر کہا تھا اور حضرت علیؓ نے ان کو قتل کیا تھا۔ یہ اپنے علاوہ تمام لوگوں کے خون اور مال کو حلال سمجھتے ہیں۔ قیامت کے قریب جب دجّال ظاہر ہوگا تو یہ لوگ اس کے ساتھ مل جائیں گے۔ واضح رہے کہ اس جماعت کا بانی مسعود احمد بی۔ ایس۔ سی پہلے غیر مقلدین کی جماعت غرباء اہل حدیث کا رکن تھا اور یہ غرباء اہل حدیث انگریز کے دور ۱۳۱۳ھ میں بنی۔ اس کا بانی

عبدالوہاب دہلوی تھا جس کو بقول پروفیسر محمد مبارک غیر مقلد کے انگریز نے اپنا آلۂ کار اس طرح بنایا کہ موصوف کو اس کا احساس تک نہ ہوا (آئینہ غرباء اہل حدیث ص ۸) نیز اس کی ''کتب احادیث پر بھی نظر نہیں تھی'' (آئینہ غرباء ص ۱۲) اس نے تحریک جہاد کو افرادی و مالی نقصان پہنچایا (خلاصہ آئینہ غرباء ص ۱۳) اس نے شرکیہ منتر سے علاج کو جائز لکھا۔ اس کی وجہ سے موصوف پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگایا گیا (آئینہ غرباء اہل حدیث ص ۱۴) اس غرباء اہل حدیث نے مقلدین کو تو مشرک کہنا ہی تھا مگر پروفیسر مبارک کہتے ہیں ''غرباء اہل حدیث اپنے علاوہ دوسرے اہل حدیث کو ابلیس و مردود سمجھتی ہے۔ پھر پروفیسر نے ان کے یہ شعر نقل کئے ہیں۔

کیا ابلیس نے جھگڑا آدم کی اقامت پر
اقتداء آدم میں داخل ہو جائے جس کا جی چاہے
بڑا عالم تھا یہ ملعون بھی اپنے زمانے کا
امامت سے پھرے مردود بن کر جس کا جی چاہے (آئینہ غرباء ص ۱۶)

مولوی عبدالجبار کھنڈیلوی بانی جماعت غرباء کے بارہ میں فرماتے ہیں ''مولوی صاحب موصوف کے جنونِ امامت نے رفتہ رفتہ یہاں تک ترقی کی کہ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ حق گو اور ذی علم سمجھنے لگے اور امامِ وقت کا یعنی خلیفہ کا دعویٰ کر بیٹھے اور اپنی نسبت یہاں تک کہا کہ جو امامِ وقت کی بیعت بغیر کئے مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور جو امامِ وقت کی اجازت بغیر زکوٰۃ دے گا تو اس کی زکوٰۃ قبول نہ ہوگی اور ایسے ہی امامِ وقت کی اجازت بغیر طلاق نکاح بھی درست نہیں اور جو اس وقت مدعیٔ امامت ہوگا وہ واجب القتل ہے، کیونکہ میں امامِ وقت ہوں (مقاصد الامۃ ص ۲) پروفیسر محمد مبارک صاحب فرماتے ہیں ''جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی تھی۔

صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریکِ مجاہدین یعنی سید احمد بریلویؒ کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا" (علماءِ احناف اور تحریک مجاہدین ص ۴۸) نیز فرماتے ہیں اس بنیاد پر جماعت غرباء اہل حدیث باغی جماعت ہے جس کا جماعت اہل حدیث سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ پوری جماعت مع امام کے واجب القتل ہے۔ افسوس سید احمد شہید کی تحریک کامیاب ہو جاتی تو ضرور جماعت غرباء اہل حدیث کو مع امام کے قتل کیا جاتا جس طرح سیدنا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا تھا۔ جس طرح مسیلمہ کذاب کی جماعت کی حمایت کرنے والے مجرم تھے اسی طرح وہ علماء، جو جماعت غرباء اہل حدیث کے جلسوں کو رونق بخشتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔" (علماءِ احناف اور تحریک مجاہدین ص ۵۳)

تو جماعت المسلمین کے بانی اسی جماعت کا دودھ پی کر جوان ہوئے۔ چونکہ اس جماعت میں امیر کا نظام چلتا تھا تو ان کے دل میں بھی امیر بننے کی اُمنگ پیدا ہوئی، تو انہوں نے پہلے اپنی ذیلی جماعت اور پھر ۱۳۹۵ھ میں مستقل جماعت المسلمین کے نام سے جماعت بنائی اور یہ کہنا شروع کیا کہ ہماری جماعت کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رکھا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور فریب ہے۔ جیسے مرزائیوں نے ۱۹۴۷ء میں ایک شہر ربوہ نامی آباد کیا اور لوگوں کو دھوکا دینا شروع کیا کہ اس شہر کا نام قرآن میں دو جگہ آیا ہے اور قرآن سے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶۵ اور مومنون کی آیت نمبر ۵۰ دکھاتے ہیں، مگر وہاں جماعت المسلمین والے بھی کہتے ہیں مرزائیوں کے ربوہ اور قرآن کے لفظ ربوہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح ہم جماعت المسلمین والوں کو کہتے ہیں کہ قرآن کی آیت هو سمّٰكم المسلمين اور تمہاری جماعت المسلمین میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسے آپ کیپٹن مسعود احمد کی جماعت حزب اللہ کو آیت الا ان حزب الله هم المفلحون کا مصداق

قرار نہیں دیتے اسی طرح ہم قرآنی آیت میں مسلمین کا مصداق آپ کی جماعت کو قرار نہیں دیتے۔ پھر سوچنے کی بات ہے کہ جب یہ نام اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا تو مسعود احمد کو یہ نام رکھنے کی اور پھر حکومت سے رجسٹریشن کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ خدا پر اعتماد نہیں تھا۔ واضح ہو کہ تاریخ المسلمین میں جماعت کا رجسٹریشن نمبر ۶۶۰۶۵/۳۱۶۳ درج کیا گیا ہے۔ پھر اصلاح عقیدہ میں بھی تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے ہماری امت مسلمہ کی اکثریت کا بھی یہی حال ہے کہ اولیاء اللہ اور بزرگوں کو مرنے کے بعد دُنیاوی قبروں میں زندہ مانتی ہے (ص ۴) اس عقیدہ کو پیشِ نظر رکھ کر یہ لکھا ہے کہ جتنی قومیں بھی اللہ کے غضب کا شکار ہوئیں ان کا سب سے بڑا جرم یہی تھا کہ وہ اللہ کو ماننے کے ساتھ ساتھ دوسری ہستیوں کو بھی اللہ کا شریک و سہیم مانتی تھیں" (ص ۴)

قبرِ دُنیوی:

پہلی عبارت میں دُنیاوی قبروں کے لفظ سے لکھنے والے نے یہ اشارہ کیا ہے کہ دنیاوی قبر کے علاوہ بھی کوئی قبر ہے۔ دوسرے رسالوں میں جماعت المسلمین اور کیپٹن مسعود عثمانی دورِ حاضر کے غیر مقلدین اور اشاعت التوحید والسنۃ (مماتی ٹولہ) نے یہ قرآن وسنت کے خلاف نظریات پھیلانے کی مہم شروع کر رکھی ہے کہ قبر سے مراد یہ قبر نہیں ہوتی بلکہ مقام علیین یا سجین ہے جہاں روحیں ٹھہرتی ہیں، حالانکہ قرآن وسنت میں قبر سے مراد زمین والی قبر ہی ہوتی ہے اور عرف میں بھی اسی کو قبر کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مصباح اللغات میں ہے القبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ، جمع اس کی قبور ہے (ص ۶۵۴) معجم الفاظ القرآن میں ہے: القبر مقر الميت وجمعه قبور. یعنی میت کے قرار کی جگہ قبر ہے، اس کی جمع قبور آتی ہے (ص ۳۳۱ ج ۲) اسی طرح امام راغبؒ فرماتے ہیں قبر میت کے رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں (مفردات ص ۳۹۰) علامہ فیروز آبادی فرماتے ہیں: قبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ ہے،

اس کی جمع قبور آتی ہے (قاموس ص ۴۱۳) قرآن پاک میں ہے کہ آپ کسی منافق کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں (توبہ آیت ۸۴) یہاں قبر سے مراد یہی گڑھا ہے نہ سجین۔ کیونکہ حضور ﷺ جنازہ کے بعد اسی دُنیوی قبر پر کھڑے ہوتے تھے کہ علیین یا سجین پر اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ اُٹھائیں گے ان کو جو قبروں میں ہیں (سورۃ حج آیت ۷) تو قیامت میں انہی قبروں سے مُردے اُٹھیں گے نہ کہ علیین اور سجین سے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور جب کہ قبروں کو اُکھیڑا جائے گا (انفطار ۴۲۰) کیا پس نہیں جانتا انسان جب اُکھاڑا جائے گا اُن کو جو قبروں میں ہیں (العادیات ۹)

ان آیات میں قبروں سے مُراد یہی قبریں ہیں۔ پھر محدثین نے جو کتب احادیث میں ابواب باندھے ہیں ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبر یہی زمینی ہے اور کوئی نہیں۔ مثلاً بخاری کا باب کہ آدمی کا عورت کو قبر کے پاس جاکے کہنا کہ صبر کر۔ اسی طرح باب زیارۃ القبور، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور (قبروں پر مساجد بنانے کی کراہت کا باب) باب الصلوۃ علی القبر (ص ۱۷۸) (یعنی قبر پر نماز جنازہ کا باب) باب بناء المسجد علی القبر ص ۱۷۹ (یعنی قبر پر مسجد تعمیر کرنے کا باب) باب من یدخل قبر المرأۃ ص ۱۷۹) (اس شخص کا بیان جو عورت کی قبر میں داخل ہو) باب دفن الرجلین او الثلاثۃ فی قبر واحد، باب الاذخروا الحشیش فی القبر ص ۱۷۹، باب هل یخرج المیت من القبراء، باب اللحد والشق فی القبر ص ۱۸۰، باب الجرید علی القبر ص ۱۸۱، باب موعظة المحدث عندالقبر ص ۱۸۲، باب قبر النبی ﷺ و ابی بکرؓ و عمرؓ ص ۱۸۶۔ اسی طرح مسلم شریف کے درج ذیل ابواب باب جعل القطیفة فی القبر، باب الامر بتسوية القبر، باب النهی عن تجصيص القبر، باب النهی عن الجلوس علی القبر، باب ما یقال عند دخول القبر، باب استیذانِ النبی ﷺ ربه عزوجل فی زیارة قبرامه. اسی طرح ابوداؤد شریف میں

مذکورہ ابواب کے علاوہ یہ ابواب ہیں: باب جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم، باب فی تعمیق القبر، باب کراهية القعود علی القبر، باب الاستغفار للمیت عندالقبر، باب المشی فی الحذاء بین القبور. اسی طرح ترمذی میں ہے باب ما جاء ما یقول اذا ادخل المیت قبره، باب ما جاء فی کراهية الوطی علی القبور. ان تمام ابواب اور ان کے تحت ذکر کردہ احادیث سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ قبر سے مراد محدثین کے ہاں بھی یہی زمینی قبر ہے۔ تو عذاب و ثواب قبر میں بھی یہی قبر مراد ہوگی۔ مگر جماعت المسلمین والوں نے یہاں آکر ایک قبر غیر زمینی گھڑ لی اور دین میں اپنی طرف سے اضافہ کیا اور سارے جماعت المسلمین والے اس مفہوم کے موجد (مسعود احمد) کی تقلید شخصی کر رہے ہیں اور اپنے اصول کے مطابق شریعت سازی کے شرک میں مبتلا ہیں، مگر عوام کو یہی کہتے ہیں کہ صرف ہم مسلم ہیں اور اس زمینی قبر کو ماننے والے غیر مسلم ہیں مگر یہ بات بھی ان کی محض فریب ہے، کیونکہ اس زمینی قبر کے انکار کرنے میں ان کے ساتھ مماتی، کیپٹن مسعود عثمانی کا فرقہ اور اہل حدیث (غیر مقلدین) کے دوسرے فرقے بھی شامل ہیں۔ مگر جماعت المسلمین کے ہاں اس کے باوجود وہ بھی غیر مسلم ہیں۔ تو لے دے کے بات یہاں تک پہنچتی ہے کہ جو مسعود احمد بی ایس سی کو اس کے نئے نظریات میں امیر (امام) نہ مانے وہ غیر مسلم ہے۔

خدا کی قبر:

مثل مشہور ہے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔ یعنی جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ وہ کبھی کچھ کہتا ہے کبھی کچھ۔ تو اب تک یہ زمینی قبر کا انکار کرتے تھے مگر اب خدا کی بھی زمینی قبر مان لی، کیونکہ جب یہ لکھ دیا کہ زمینی قبر میں انبیاء و اولیاء کی حیات ماننا شرک ہے اور آج تک یہ حقیقت مسلم ہے کہ شرک خداتعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنا ہے تو حیات فی القبر کے شرک ہونے کا واضح مفہوم یہ ہوگا کہ زمینی قبر میں خدا زندہ ہے۔ اگر غیر خدا کو بھی

اس زمینی قبر میں زندہ مانا جائے تو یہ شرک ہوگا۔ نعوذ باللہ تعالیٰ منہ، نوبت کہاں سے کہاں تک پہنچادی۔ خیر ان کے تو سارے نظریات ہی واہیات قسم کے ہیں۔ البتہ اگر کوئی صاحب عقل و شعور ان میں ہو تو وہ ہمیں ان سے یہ سوالات حل کرا کے دے (۱) اللہ تعالیٰ کی زمینی قبر قرآن سے ثابت ہے یا حدیث سے، واضح آیت یا حدیث بیان کریں۔ (۲) وہ قبر کس جگہ ہے؟ (۳) جماعت المسلمین نے خدا کا جنازہ پڑھ کے دفن کیا یا بغیر جنازہ پڑھے دفن کر دیا۔ (۴) خدا کے دفن کرنے کے بعد کائنات کا نظام جماعت المسلمین کے سپرد ہے یا کسی اور کے، اس کا نام بتایا جائے؟ (۵) خدا تعالیٰ کی زمینی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ (۶) زمینی قبر میں حیات خداوندی ماننے کی صورت میں ان آیات کا انکار تو لازم نہیں آئے گا وهو معكم اين ما كنتم (حدید/۴) فاينما تولوا فثم وجه الله (بقرہ/۱۱۵) ما يكون من نجوى ثلثة الا هو رابعهم ولا خمسة الا هو سادسهم (الآیۃ، مجادلہ/۷) ونحن اقرب اليه منكم ولكن لا تبصرون (واقعہ/۸۵) ونحن أقرب اليه من حبل الوريد (ق/۱۶) واذا سالك عبادى عنى فانى قريب (بقرہ/۱۸۶)

نوٹ: واضح رہے کہ سماع موتی کو شرک اور کفر کہنا یہ بھی شریعت سازی ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت یا ایک حدیث ایسی پیش نہیں کر سکتے کہ اللہ یا اللہ کے رسول نے اس کو شرک کہا ہو۔ پاکستان بننے کے بعد اس مسئلہ کو شرک کہا جانے لگا جس پر دلائل شرعیہ موجود ہیں۔ مثلاً (۱) حضرت براء بن عازبؓ نے حضور ﷺ سے کا سے سوال قبر سے پہلے يعا د روحه فى جسده کے الفاظ نقل فرمائے ہیں (مشکوٰۃ ص ۲۶) کہ میت کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے (ایضاً تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۳، ج ۴) جب جسم میں روح لوٹے گی تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ لوٹے گی اور سماع بھی اس کے لوازمات میں سے ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے سماع ثابت ہوا۔ (۲) امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے المیت یسمع خفق النعال

کہ میت جوتیوں کی آواز سنتی ہے اور حضرت انسؓ کی مرفوع روایت اس بارہ میں ذکر فرمائی ہے (ص ۱۷۸/ ج ۱) (۳) اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مقتولین بدر کے بارہ میں فرمایا کہ ما انتم باسمع منهم ولكن لا يجيبون (بخاری ص ۱۸۳، ج ۱) کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔ (۴) اسی طرح حضور ﷺ نے اہل قبور کو سلام کرنے کی تعلیم دی (مسلم ص ۳۱۴، ج ۱) اگر مردے سنتے نہیں تو سلام حاضر کے صیغہ سے کرنے کا کیا فائدہ۔ (۵) حضرت عمرو بن العاصؓ نے مرتے وقت وصیت کی کہ میری قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد اتنی دیر میری قبر کے ارد گرد ٹھہرنا جتنی دیر اونٹ کے ذبح کر کے اس کے گوشت کو تقسیم کرنے میں لگتی ہے۔ میں تم سے مانوس ہوں گا اور میں غور کر سکوں گا کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دوں (مسلم ص ۷۶، ج ۱) (۶) حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا اور جو دور رہ کر درود پڑھے گا وہ مجھ کو پہنچایا جائے گا (مشکوٰۃ ص ۸۷) (۷) حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ضرور بالضرور حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے اس حال میں کہ وہ حاکم ہوں گے، امام اور منصف ہوں گے اور حج یا عمرہ کے لئے راستہ چل کر میری قبر کے پاس آئیں گے یہاں تک کہ مجھ کو سلام کریں گے اور میں ان کو جواب دوں گا (جامع صغیر ص ۱۴۰) (۸) حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ جب تمہارا کوئی (مسلمان) بھائی فوت ہو جائے تو تم اس پر مٹی برابر کرو، پھر تم میں سے ایک آدمی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے، پھر کہے کہ اے فلانی کے فلانے بیٹے۔ پس تحقیق وہ سنتا ہے اور جواب نہیں دیتا، پھر (دوبارہ) کہے اے فلانی کے فلانے بیٹے تو وہ مردہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے۔ پھر یہ کہے اے فلانی کے فلانے بیٹے تو وہ مردہ کہتا ہے کہ اللہ تجھ پر رحم کرے تو میری رہنمائی کر۔ لیکن

تمہیں اس کی بات کا شعور نہیں ہوتا، پھر اس کو کہے کہ تو اس کلمۂ شہادت کو یاد کر جس پر تو دنیا
سے نکلا ہے: اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدًا عبده ورسوله اور اس کو بھی
یاد کر کہ تو اللہ پر رب ہونے کے اعتبار سے اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی
ہونے پر اور قرآن کے امام ہونے پر راضی رہا الخ (شرح الصدور ص ۴۴) (۹) حضرت
عائشہؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ کوئی مسلمان آدمی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت نہیں کرتا کہ اس
کے پاس بیٹھے مگر وہ قبر والا اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کو جواب دیتا ہے (شرح الصدور
ص ۸۴) (۱۰) حضرت ابو ہریرۃؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کوئی شخص
اپنے اس مومن بھائی کی قبر سے نہیں گزرتا کہ جس کو دنیا میں پہچانتا ہو، پھر اس کو سلام کرے مگر
وہ قبر والا اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے (شرح الصدور ص ۸۴) (۱۱)
حضرت ابو رزین کو حضور ﷺ نے قبرستان والوں کو سلام کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے پوچھا
اے اللہ کے رسول! کیا وہ سنتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا سنتے ہیں مگر جواب کی طاقت نہیں رکھتے
(یعنی ایسا جواب جس کو عمومی طور پر جن اور انسان سن سکیں) (شرح الصدور ص ۸۴) جماعت
المسلمین ان تمام روایات کو ماننے والوں کو غیر مسلم اور مشرک کہتے ہیں اور انکا انکار کرنے
والوں کو مسلم اور موحد۔ اس کتابچہ کے ص ۱۲ پر واتبع سبيل من اناب کا ترجمہ کیا ہے کہ اس
شخص کے راستے کی پیروی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔" واضح ہو کہ سبیل کا معنی
مذہب ہے۔ اس آیت سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہوتا ہے جماعت المسلمین جس کی منکر
ہے۔ ص ۱۴ پر ہے کہ طاغوت سے مراد وہ مولوی، پیر اور سیاست دان ہیں جو کفر و شرک کرتے
ہیں اور کھلم کھلا لوگوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں۔" جماعت کے بانی مسعود احمد آنجہانی نے
بھی اپنی امارت کے عنوان سے شرک کرایا ہے کہ جو اس کی امارت کو نہیں مانتا تھا اس کو غیر مسلم
کہتا تھا وہ بھی اس طاغوت کی تفسیر میں داخل ہوگا یا نہیں؟ نیز اس کتابچہ میں لکھا ہے کہ میاب

لوگ وہ جو اپنی نمازوں میں خشوع اور عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ یہاں یہ نہیں بتایا کہ
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں رفع یدین نہیں کرتے، لہٰذا جماعت
المسلمین اس آیت کی مخالفت کر کے بقول خود غیر مسلم بن گئی۔

نیز اس رسالہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے
پیدا کیا ہے، نبی کی وجہ سے نہیں (ص ۲۰) اس عبارت میں آخری جملہ جس کی تردید کی جا رہی
ہے وہ ایک مشہور حدیث ہے: لو لاک لما خلقت الافلاک. یعنی اگر آپ نہ ہوتے
تو میں افلاک (یعنی کائنات) کو پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث کو آیتِ کریمہ کے متضاد سمجھ کر
حدیث کی تردید کر رہا ہے، حالانکہ پوری اُمت نے یہ آیت اور حدیث بیان کی مگر ان میں
تضاد بیان نہیں کیا مگر جماعت المسلمین نے اس آیت اور حدیث میں پہلے تضاد بیان کیا پھر
حدیث کا انکار کر دیا تو اصل میں اس فرقہ کا مقصد ہی احادیث کا انکار ہے۔ اس حدیث کے
بارہ میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ صنعانی نے اس کو موضوع کہا ہے مگر اس کا معنی صحیح ہے،
اور دیلمی نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام
تشریف لائے تو انہوں نے کہا اے محمد لولاک لما خلقت الجنة ولولاک ما
خلقت النار (یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت و جہنم کو پیدا نہ کرتا) اور ابن عساکر کی
روایت میں ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں دُنیا کو پیدا نہ کرتا (موضوعاتِ کبیر ص ۱۰۱) باقی الفاظ
کے ضعف سے مفہوم کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے اس کی طرف اشارہ
کیا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شانِ رسول اللہ
ﷺ ایک مرد واحد کی شان نہیں، بلکہ ایک عالم مبتدا منبسط ہے۔ اور پر صورتِ بشر کی اور بشر
ایک عالم منبسط ہے وجہ موجودات کا۔ تو گویا آنحضرت ﷺ غایۃ الغایات ہیں اور ظہور کے
آخری نقاط ہیں (فیوض الحرمین ص ۳۸) خط کشیدہ الفاظ میں آپؒ نے اسی حدیث کے مفہوم کو

بیان فرمایا۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ فرماتے ہیں: "ونصلی علیٰ افضل البرایا شفیع الامم الذی لولاہ ما اخرجت الدنیا من العدم یعنی ہم اس افضل الخلائق شفیع الامم پر درود بھیجتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو دُنیا ہی نہ ہوتی (خط در جواب ملا بغدادی در تذکیر الاخوان ص ۲۶۴) مولانا بلیاویؒ فرماتے ہیں: لولاہ لما خلق السموات والارضین کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا نہ فرماتے (ضیاء النجوم ص ۲) اس رسالہ میں ایصالِ ثواب کا بھی انکار کیا ہے جو غلط ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کو پہنچائے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ وغیرہ جیسے حج اور تلاوت قرآن اور اذکار اور نبیوں، شہیدوں اور ولیوں اور صالحین کی قبور کی زیارت ہو یا مردوں کی تکفین اور ہر قسم کی نیکیاں اس میں شامل ہیں (ص ۲۵۷، ج ۱)

تعلیم القرآن والسنۃ پشاور کے شائع کردہ

وساوس کے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ اسلام! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن پاک کے ذریعے دین کی تکمیل کی اور ہمارے لئے دینِ اسلام کو پسند فرمایا۔ مگر اسی قرآن پاک میں اس کی تشریح کا حق اپنے پیغمبر ﷺ کو دے دیا۔ لتبین للناس ما نُزل الیھم۔ تاکہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے، آپ اُسے کھول کھول کر بیان کردیں۔ (۴۴/ النحل، ۶۴،۳۰/ النحل) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا اور فیصل قرار دیا۔ وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط (۴۲/ مائدہ) لتحکم بین الناس بما اراک اللہ (۱۰۵/ النساء) فلا وربک لا یومنون حتّٰی یحکموک فیما شجر بینھم (۶۵/ النساء) مگر ایک گروہ جس کا وجود انگریز کے دور سے پہلے نہیں تھا وہ قرآن کی محبت کا نام لے کر عوام میں یہ وسوسے پھیلانے لگا کہ دیکھو اگر نبی اقدس ﷺ کو فیصل یا حکم اور شارح مان لیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کامل نہیں، بلکہ ناقص ہے۔ اور یہ بات تکمیلِ دین والی آیت کے منافی ہے۔ بالکل اسی طرح ایک گروہ جو انگریز کے دور میں معرضِ وجود میں آیا، انگریز کے دور سے پہلے نہ اُن کی کوئی مسجد نہ مدرسہ نہ جماعتی تشکیل نہ کوئی کتاب نہ تاریخ میں اُن کا ذکر۔ اُنہوں نے محبت حدیث کا لیبل لگا کر ائمہ مجتہدین کی اتباع کو اتباع رسول ﷺ کے خلاف اور شرک فی الرسالت قرار دیا۔ حالانکہ پوری اُمت کا اجماع تھا کہ امام نبیؑ سے جوڑنے والا ہوتا ہے، توڑنے والا نہیں ہوتا۔ جس طرح رسول خدا سے جوڑتے ہیں، توڑتے

نہیں۔ قرآن پاک میں خدا کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ رسولِ اقدس ﷺ کی اطاعت کا بھی
اور ائمہ مجتہدین کی اطاعت کا بھی مگر عوام کو گمراہ کرنے کے لئے دونوں گروہ غلط قسم کے
سوالات عوام میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ اسی طرزِ فکر کا ایک ورق "مقلدین کے لئے لمحۂ فکریہ"
کے عنوان سے جامعہ تعلیم القرآن والسنۃ بیرون گنج پشاوری کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ جس
میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تقلید پر بائیس سوالات کئے گئے ہیں، جن کے جواب حسب ذیل ہیں:

وسوسہ نمبر۱: امام صاحبؒ پیغمبر تھے یا عالمِ دین۔ اگر پیغمبر تھے تو کیا دلیل ہے۔ اگر مجتہد
تھے تو اُن کی تقلید کس نے واجب کی؟

الجواب: امام صاحب مجتہد ہیں۔ پوری اُمت نے آپ کو مجتہد مانا ہے اور اجماع اُمت
دلیل شرعی ہے۔ اور مجتہد کی اتباع کا حکم قرآن پاک سے ہے۔ واتبع سبیل من اناب
وغیرھا آیات۔

وسوسہ نمبر۲،۳،۴: آیا امام صاحبؒ کا نام قرآن میں ہے، حدیث میں ہے، کلمۂ طیبہ یا
آمنت باللہ میں آیا ہے؟

الجواب: جس طرح بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ وغیرہ محدثین کے
نام قرآن میں نہیں۔ نیز قاری عاصمؒ اور قاری حفصؒ کے نام قرآن میں نہیں۔ مگر اجماع اُمت
کی وجہ سے ہم اُن کی کتب اور قرأتوں کو مانتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ائمہ مجتہدین کے ناموں
کا قرآن وحدیث یا ایمانِ مفصل میں ہونا ضروری نہیں۔ آپ اُصولِ حدیث میں ابن حجر
وغیرہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ کیا اُن کے نام آپ کو قرآن وحدیث اور ایمانِ مفصل میں مل گئے
ہیں۔ صرف، نحو اور لغت وغیرہ فنون میں اُن فن والوں کے نام آپ کو قرآن پاک، حدیث
اور ایمانِ مفصل میں مل گئے ہیں کہ آپ اُن کو مانتے ہیں۔ جس طرح یہاں بھی اجماع اُمت
کی وجہ سے آپ اُن فنون اور اُن کے ماہرین کو مانتے ہیں، بالکل اسی طرح ہم اجماع اُمت

کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کو مجتہد مانتے ہیں۔ امین اللہ پشاوری اپنا نسب قرآن وحدیث یا
ایمانِ مفصل میں دکھائے، یا اعلان کرے کہ میں اپنے باپ .... یاد رکھیں کہ ایسے
وسوسوں سے فقہ تو شاید بعد میں چھوٹے، اپنا نسب پہلے چھوٹ جائے گا۔ امین اللہ کبھی یہ
اعلان نہیں کرے گا کہ عدالتوں میں جتنے گواہ پیش ہوتے ہیں اُن کے نام نہ قرآن میں ہیں،
نہ حدیث میں اور نہ ایمانِ مفصل میں۔ اسی طرح ججوں کے نام بھی اگر قرآن وحدیث اور
ایمانِ مفصل میں ہوں گے تو ہم اُن کے فیصلے مانیں گے، ورنہ ہم اعلانِ بغاوت کریں گے۔ پتا
ہے کہ ایسے اعلان سے تو، توہین عدالت کا کیس چلے گا۔ امین اللہ اپنے نکاح کے گواہوں کے
نام اپنی شرائط کے مطابق قرآن وحدیث سے یا ایمانِ مفصل میں ہوں، دکھا دے، ورنہ
اعلان کرے کہ میرا نکاح نہیں ہے۔ شادی بھی اُس عورت سے کرے جس کا نام قرآن و
حدیث اور ایمانِ مفصل میں ہو۔ ورنہ ایسی بیوی کو چھوڑ دے، مگر ہمیں یقین ہے کہ فقہ کو ان
وسوسوں سے چھڑانے والے بھی اپنے وسوسوں کے مطابق بیوی کو نہیں چھوڑیں گے، تو ان شاء
اللہ اہل ایمان بھی اُن وسوسوں سے متواتر شریعت کی عملی صورت یعنی فقہ حنفی کو نہیں چھوڑیں
گے۔ واضح رہے کہ جس طرح قرآن پاک کی متواتر قرأۃ اُن علاقوں میں قرأۃ عاصمؒ کوفی اور
روایت قاری حفصؒ کوفی کی ہے، اگر کوئی ایسے وسوسوں سے اس قرأۃ کا انکار کرا دے تو وہ
قرآن کے انکار کو لازم کرنے والا ہے۔ اسی طرح ان علاقوں میں دینِ اسلام فقہ حنفی کی شکل
میں مدوّن ہو کر آیا ہے۔ اور کوئی فقہ اس علاقے میں نہیں۔ لہٰذا یہاں فقہ حنفی کے انکار سے
دین کا انکار لازم آئے گا۔ تو یہ غیر مقلدین حقیقت میں ایسے وسوسوں سے دین وایمان پر
ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

وسوسہ نمبر۵: آیا امام صاحبؒ کی تقلید پر تمام اُمت متفق ہے؟

الجواب: شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے کہ اُمت کے قابلِ اعتماد لوگوں کا

مذاہب اربعہ کی تقلید کے جائز ہونے پر اجماع ہے (ص ۱۵۴)۔ یعنی مذاہب اربعہ میں سے جس پر بھی عمل کریں اُس نے پورے دین پر عمل کیا اور دوسرے ائمہ بھی امام اعظمؒ کو اپنا بڑا مانتے ہیں۔ البتہ غیر مقلدین کی کسی جماعت پر اُمت مسلمہ کا تو کیا غیر مقلدین کا بھی اجماع نہیں۔ ہر ایک دوسرے کو کافر تک کہتا ہے۔ اب غیر مقلد کو سوچنا چاہئے کہ بغیر اتفاق اُمت کے اور بغیر اُن کی جماعتوں کے قرآن وحدیث کلمۂ طیبہ اور آمنت باللہ میں مذکور ہونے کے اُمت کے بالاتفاق ٹھکرا دینے کے کیوں کسی جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ اسی طرح امام بخاریؒ کی کتاب پر پوری اُمت کا اتفاق نہیں۔ ابن ابی حاتم نے خطأ البخاری لکھی۔ دار قطنی نے ساڑھے چار سو کے قریب رجال بخاری پر جرح کی ہے۔ امام ترمذیؒ اور مسلمؒ نے بھی بعض شروط وغیرہ میں اُن کی مخالفت کی ہے۔ کیا اس اختلاف کی بنا پر بخاری شریف سے آپ دستبردار ہو جائیں گے۔

وسوسہ نمبر ۶، ۷: آیا امام صاحبؒ کے بارے قبر وحشر میں سوال ہوگا؟

الجواب: قبر اور حشر میں جس طرح فرشتوں اور قرآن پاک اور دوسری آسمانی کتابوں اور حضورِ اقدسؐ کے علاوہ دوسرے رسولوں اور خود قیامت کے بارہ میں اور اچھی بری تقدیر کے بارہ میں اور بعثت بعد الموت کے بارہ میں ختم نبوت کے بارہ، صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے کے بارہ میں اور اصحابِ صحاح ستہ کے بارہ میں بھی سوال نہیں ہوگا، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں بھی سوال نہیں ہوگا۔ اگر قبر اور حشر میں امام صاحبؒ کے بارہ میں سوال نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا انکار ضروری سمجھا جاتا ہے تو پھر ذرا میدان میں آ کر تمام مذکورہ بالا چیزوں کا انکار کریں جن کا سوال قبر وغیرہ میں نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ کے اوصاف میں سے صرف صفت ربوبیت کا سوال ہوگا۔ من ربک. تو جناب باقی صفات کا انکار کریں۔ خدا تعالیٰ کے خالق کُل جہاں ہونے کا سوال نہیں ہوگا۔ اس لئے آپ کھلم کھلا اعلان کریں کہ خدا خالق کل جہاں

نہیں ہے۔ ربوبیت کے بارہ میں بھی ربوبیت خاصہ کا سوال ہوگا۔ من ربک؟ تیرا رب کون ہے؟ ربوبیت عامہ کا سوال نہیں ہوگا۔ اس لئے جناب سب غیر مقلدین کے ساتھ مل کر اعلان کریں کہ ہم کبھی خدا کو رب العالمین نہیں مانیں گے، سب غیر مقلدین اپنے آباؤ اجداد کا اس لئے کھلم کھلا انکار کریں کہ ان کا سوال نہ قبر میں ہونا ہے نہ حشر میں۔ اگر ایسے وسوسوں سے کسی سے فقہ حنفی چھڑوانی ہے تو اُس سے پہلے آپ کو مذکورہ بالا اشیاء کا انکار کرنا پڑے گا۔ اور یہ بھی آپ کو سوچنا ہوگا کہ لشکر طیبہ، جمعیت اہل حدیث، جماعت اہل حدیث، غرباء اہل حدیث، اہل حدیث یوتھ فورس، تحریک محمدی، جماعت المسلمین وغیرہ، آپ کی جماعتوں کا ذکر نہ قرآن اور حدیث میں نہ کلمۂ طیبہ اور آمنت باللہ میں اور نہ ان کا سوال قبر وحشر میں ہونا ہے۔ اس لئے ذرا اپنے وسوسوں کے مطابق غیر مقلدین سے ان تمام جماعتوں سے اظہار برأت کرائیں، تا کہ معلوم ہو جائے کہ آپ اپنے اُصولوں پر پہلے اپنوں کو عمل کراتے ہیں، پھر دوسروں کو اور یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے لینے اور دینے کے ایک باٹ ہیں۔ اور یہ بات نہیں کہ اپنوں کے لئے اور اُصول ہوں اور دوسروں کے لئے اور اُصول ہوں۔

وسوسہ نمبر ۸: امام صاحبؒ نے اپنی کس کتاب میں یہ کہا ہے کہ اے لوگو! میری تقلید کرو اور میری بات مانو؟

الجواب: یہ سوال بھی پہلے سوالات کی طرح لغو ہے اور قرآن وسنت کی روح کے خلاف ہے۔ نہ قرآن میں یہ حکم ہے، نہ حدیث میں اور نہ ہی عُرف میں کہ کسی صفت کے ثبوت کے لئے صاحب صفت کا اپنا اقرار ضروری ہے۔ کیا آپ کے نزدیک صحابیؓ بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کہے انا اصحابی. میں صحابی ہوں۔ خلیفہ راشد ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان سے کہے کہ میں خلیفۂ راشد ہوں؟ کیا کاتب وحی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کہے میں کاتب وحی ہوں۔ کیا قاری عاصم کی قرأۃ کو ماننے کے لئے ضروری ہے کہ

اقدس ﷺ کا بھی یہ فرمان ہے کہ حکم شرعی کا استنباط کرنے والے سے اگر خطاء واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اُسے ضرور ایک اجر عطاء فرماتے ہیں۔

وسوسہ نمبر۹: امام صاحب نے کونسی کتابیں لکھی ہیں؟ اُن کے نام بتاؤ۔ اُنہوں نے قرآن کی تفسیر یا حدیث کی شرح تفسیر میں کونسی کتاب لکھی ہے؟ اگر ہو تو پوری وضاحت کے ساتھ لکھو؟

الجواب: یہ اعتراض منکرین حدیث سے غیر مقلدین نے لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر نبی اقدس ﷺ نے خود کوئی کتابِ حدیث لکھی ہے تو ہم احادیث کو مانیں گے۔ اگر اُنہوں نے خود نہیں لکھی بلکہ تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی ہیں تو ہم اُن کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے۔ کیا یہ اللہ یا اللہ کے رسول کا حکم ہے کہ اگر جس نے کتاب لکھی ہو، اُس کی اطاعت کرنا اور جس نے کتاب نہ لکھی ہو اُس کی اطاعت نہ کرنا اگر قرآن وسنت میں کہیں یہ شرط نہیں تو آپ اپنی طرف سے یہ شرط لگا کر شرک کا دروازہ کیوں کھول رہے ہیں۔ اور کیا اگر آپ کی شرط دیکھ کر شیعہ میدان میں آجائیں کہ خلفائے ثلاثہؓ کی کتابیں حدیث یا تفسیر کی دکھاؤ، ورنہ اُن کی اطاعت چھوڑو، تو آپ اپنے اختراعی اُصول پر کتنا ماتم کریں گے۔ اور اگر کوئی کہہ دے کہ آپ بخاری ودیگر کتبِ حدیث میں ان راویوں کی روایات لیں جنہوں نے حدیث یا تفسیر کی کتابیں لکھی ہوں اور جنہوں نے کتابیں نہیں لکھیں ان کی روایتِ حدیث کا اعتبار نہیں تو آپ یقیناً اپنے خانہ زاد اُصول کو چھوڑیں گے نہ کہ کتب احادیث کو، اسی طرح دُنیا نے کوئی ایسا بے وقوف نہیں دیکھا ہو گا جو یہ کہے کہ میں تو اُس شخص کو جج مانوں گا جس نے قانون کی کوئی کتاب لکھی ہو، اور میں حکیم یا ڈاکٹر اُس کو مانوں گا جس نے ڈاکٹری یا طب کی کتاب لکھی ہو۔ میں اُس باورچی کی پکی ہوئی روٹی کھاؤں گا جس نے کھانوں کی کتاب لکھی ہو۔ میں ہرگز اس حلوائی کی مٹھائی نہیں کھاؤں گا جس نے مٹھائیوں پر کتاب نہ لکھی ہو۔ اس حجام سے حجامت نہیں بنواؤں گا کہ جس نے فنِ حجامت پر کتاب نہ لکھی ہو اور بجلی کا کام ہرگز اُس شخص سے نہیں

کراؤں گا جس نے اس فن پر کتاب نہیں لکھی ہوگی۔ تمام غیر مقلدین اپنے اس اصول کو دنیوی فنون میں پہلے عام کریں تا کہ لوگ ان کو پاگل خانے میں داخل کروائیں اور شریعت نبویہ ان کے خانہ زاد اُصولوں سے زخمی بلکہ شہید نہ ہو۔ خیر اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی غیر مقلد اپنی اس بات پر اڑا رہے تو پھر سُن لے کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ میں باب باندھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سب سے پہلے شریعت کو مدوّن کرنے والے ہیں۔ اور سب سے پہلے اُنہوں نے کتاب الشرائط اور کتاب الفرائض لکھی اور اُس کے تحت لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ نے تبویب شریعت میں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کی ہے (ص ۱۲۹)۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ نے موطا کی تبویب میں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کی ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کتبِ حدیث کے سب سے پہلے مدوّن ہیں۔ چنانچہ آج بھی ان کی سب سے پہلی حدیث کی کتاب، کتاب الآثار کے نام سے ملتی ہے۔ جس کی روایت آپ کے اور بہت سے شاگردوں کی طرح قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے بھی کی ہے۔ اسی طرح علمِ عقائد میں سب سے پہلی کتاب امام ابوحنیفہؒ کی "فقہ اکبر" ہے جو آج بھی ملتی ہے۔ اسی طرح امام اعظمؒ نے جو وقتاً فوقتاً اپنے شاگردوں کو وصیتیں کی ہیں وہ بھی آجکل وصایا کے نام سے ملتی ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے سب سے پہلے کتاب الفرائض لکھی (تبییض الصحیفہ ص ۱۳۰) ابوسلیمان جوزجانی فرماتے ہیں کہ مجھے احمد بن عبداللہ قاضی بصرہ نے کہا کہ ہم علم شروط کی بصیرت اہل کوفہ سے زیادہ رکھنے والے ہیں۔ میں نے کہا علماء کے لئے انصاف بہت عمدہ شے ہے۔ اس فن کو تو وضع ہی امام ابوحنیفہؒ نے کیا، تم نے اس فن میں کچھ کی زیادتی کی ہے اور اچھی عبارات سے اُس کی تعبیر کی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ سے قبل اپنی اور اہلِ کوفہ کی شروط تو لا کر دکھاؤ۔ تو قاضی صاحب خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ میں بہ قسم کہتا ہوں کہ حق کو تسلیم کر لینا زیادہ اچھا ہے۔ بہ نسبت ناحق جھگڑے کے (تبییض

الصحیفہ ص ۱۳۰) لیجئے آپ تو کتاب کو روتے تھے وہ تو فنون کے موجد ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ شاگردوں کو مسائل لکھوایا کرتے تھے۔ اسی لئے اُن کی کنیت ابوحنیفہ ہوئی۔ کیونکہ حنیفہ عراقی زبان میں دوات کو کہتے ہیں۔ تو وہ تمام مسائل کتب امام ہی کہلائیں گے۔

وسوسہ نمبر ۱۰: صحابہ کرام مقلد تھے یا غیر مقلد۔ اسی طرح تابعین، تبع تابعین اگر مقلد تھے تو ائمہ (اربعہ) میں سے کس مذہب کے مقلد تھے یا غیر مقلد تھے؟

الجواب: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قرۃ العینین میں فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ دو گروہ تھے: مجتہد اور مقلد۔ اسی طرح شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مختلف شہروں میں پھیل گئے، اور اُن میں سے ہر ایک، ایک ایک علاقے کا مقتدا بن گیا۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۴۱، ج ۱)

حدیث معاذؓ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مسئلہ قرآن وسنت میں نہ ملا؟ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا اجتھد برائی کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا تو اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا الخ۔ تو اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضرت معاذؓ صوبہ یمن میں اپنے اجتہاد کی بنا پر بھی فیصلے کرتے رہے۔ مگر کوئی حدیث یا تاریخ سے ایک آدمی بھی پورے صوبۂ یمن میں غیر مقلد ثابت نہیں کر سکتا جس نے کہا ہو کہ اے معاذؓ! ہم قرآن و سنت کے فیصلے تو مانیں گے مگر آپ کی رائے کو نہیں مانیں گے، بلکہ سارا صوبۂ یمن حضرت معاذؓ کی تقلید شخصی کرتا رہا۔ باقی صحابہ کرامؓ دوسرے مجتہد صحابہ کرامؓ کی تقلید کرتے تھے۔ جو ائمہ کرام بعد میں ہوئے ان کی اقتداء کا اسی طرح سوال غلط ہے جیسے کوئی منکرِ قرآن کہے کہ صحابہ کرامؓ نے قاری عاصمؒ، ابن کثیرؒ، مکی، نافعؒ، مدنیؒ، حمزہؒ، کسائیؒ وغیرہ میں سے کسی کی قراءۃ پر قرآن نہیں پڑھا۔ لہٰذا میں بھی ان کی قراءۃ پر قرآن نہیں پڑھوں گا، تو قرآن سے ہاتھ دھو

بیٹھے گا۔ اسی طرح کوئی منکر حدیث یہ کہے کہ صحابہ کرامؓ نے نہ بخاری پڑھی نہ مسلم نہ ترمذی نہ ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ وغیرہ تو ہم بھی یہ نہیں پڑھیں گے، تو یہ غلط ہے۔ اسی طرح آپ کا یہ وسوسہ کہ صحابہؓ نہ حنفی تھے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی، لہٰذا ہم بھی اُن کا انکار کرتے ہیں، غلط ہے۔ صحابہ کرام احادیث کو مانتے تھے، وہی بعد میں مرتب ہو گئیں۔ اسی طرح وہ فقہ کے فتاویٰ کو مانتے تھے، ائمہ کرام نے انہیں کو مرتب کر دیا، تو جیسے امام بخاریؒ نے محنت کر کے جن احادیث کو مرتب کیا بخاری کی محنت کی وجہ سے ان کو بخاری کی طرف نسبت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح فقہاء نے صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ کو جمع کیا تو ان کو اگر فقہ حنفی کہہ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ باقی صحابہ کرامؓ کا دوسرے صحابہ کرامؓ کی تقلید کرنے کی بہت سی مثالیں ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک موقع پر حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے فرمایا کہ جب تک تمہارے درمیان عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ (ص ۹۹۷، ج ۲)

اسی طرح قرۃ العینین میں ہے کہ نبی اقدسؐ کے بعد جب خلافت کے مسئلہ پر کچھ جھگڑا ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آخر وقت میں حضور اکرم ﷺ نے ابوبکرؓ کو مصلے کا امام بنا دیا تھا تو جب دین کا امام حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو بنا دیا تو ہم دُنیا کی امامت بھی اُن کے سپرد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ حضرت عمرؓ کا اجتہاد تھا، سب صحابہ کرامؓ نے اُن کی تقلید شخصی کی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منکرینِ زکوٰۃ سے جہاد کا ارادہ کیا تو صحابہ کرامؓ نے بالخصوص حضرت عمرؓ نے حدیث سے استدلال کیا کہ کلمہ گو سے قتال ممنوع ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کر کے منکرین کو مرتد قرار دیا اور جہاد کا پختہ ارادہ فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مذکورہ بالا قیاس میں) حضرت ابوبکرؓ کا شرح صدر فرما دیا ہے۔ تو میں نے جان لیا کہ یہ قتال حق ہے (بخاری ص ۱۰۸۲) اس اجتہادِ صدیقی میں سب صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی تقلید شخصی کی، نیز جمع

قرآن کے لئے بھی حضرت عمرؓ کا شرح صدر ہوا۔ اور سارے صحابہ کرامؓ نے آپ کی جمع قرآن میں تقلید کی۔ (بخاری ص ۷۴۵)

وسوسہ نمبر ۱۱: چوتھی صدی تک پوری اُمت کا کونسا مذہب تھا یا فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار شرح طحطاوی جلد ۱ ص ۵۱ میں لکھا ہے کہ یہ سب علماء غیر مقلد تھے۔ تو آیا یہ سب گمراہ تھے؟

الجواب: سوال نمبر ۱۰ سے معلوم ہوگیا کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تقلید پائی جاتی تھی۔ قرآن پاک میں لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم میں فقہاء کی طرف رجوع کا ذکر ہے۔ ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه (الآیۃ) میں بھی اہل استنباط کی طرف رجوع کا ذکر ہے۔ یا ایها الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (الآیۃ) میں بھی فقہاء کی اطاعت کا حکم ہے۔ واتبع سبیل من اناب میں منیب الی الله کے پورے مذہب کی اتباع کا حکم ہے۔ فاسئلوا اهل الذکر سے بھی تقلید ثابت ہوتی ہے۔ تو اب طحطاوی کا قول پیش کرنا تقلیداً ہے یا الزاماً، پہلی صورت میں پیش کرنے والے مشرک ہوجائیں گے۔ کیونکہ اُن کا دعویٰ ہے: اہل حدیث کے دو اصول: اطیعو الله و اطیعوا الرسول. اب ہم پوچھتے ہیں کہ طحطاوی کو خدا کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں یا رسول کی حیثیت سے۔ پہلی صورت میں شرک فی التوحید اور دوسری میں شرک فی الرسالت لازم آئے گا۔ اور اگر احناف کو الزام دینا ہے تو یاد رکھیں کہ الزام کا درجہ آخری ہوتا ہے، جب تحقیقی دلائل نہ ہوں۔ پھر الزام متقابل کے مسلمات سے دیا جاتا ہے۔ ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں نہ کہ امام طحطاویؒ کے اور فقہ حنفی کا مفتی بہ قول بطور الزام آپ پیش کر سکتے ہیں۔ شاذ اقوال اور غیر مفتی بہ سے الزام غلط ہے۔ جب ہم امام ابوحنیفہؒ کی وجہ سے بڑے بڑے ائمہ یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کو چھوڑ چکے ہیں، جو یقیناً طحطاویؒ سے بڑے ہیں، تو ایک مقلد کا قول آپ ہمارے سامنے کیسے پیش کر سکتے ہیں۔

وسوسہ نمبر ۱۲: ایک شخص امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ کے نام سے بالکل واقف نہیں اور نہ کبھی اُن کا نام سنا اور وہ قرآن وحدیث پر عامل ہے تو یہ ناجی ہے یا گمراہ، دلیل سے جواب دو؟

الجواب: اپنے علاقے کے معروف عمل کو اختیار کرنا قرآن وسنت کے اعتبار سے ضروری ہے۔ یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر قرآن نے مومنوں کی علامت اور یامرون بالمنکر وینهون عن المعروف منافقوں کی علامت بتائی ہے۔ مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں بھی یہی ہے کہ غیر معروف حدیثوں کو پھیلانے سے فتنہ اور گمراہی پھیلے گی۔ آپ بھی ذرا بتائیں کہ اگر ایک آدمی امام بخاری، امام مسلم وغیرہ محدثین اور اُن کی کتب سے ناواقف ہے اور صرف فقہ حنفی کے معروف عمل کے مطابق اپنی عبادت کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

وسوسہ نمبر ۱۳: آیا ایک امام مثلاً امام ابوحنیفہؒ کی تقلید واجب ہے؟ اگر ہے تو اُنہوں نے کوئی آیت یا حدیث پیش کی ہے، جس میں فرمایا ہو کہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرنا واجب ہے؟

الجواب: وجوبِ تقلید کے دلائل ماقبل میں گزر چکے کہ اہلِ استنباط اور فقہاء کی اتباع کی جائے اور اجماعِ اُمت والی دلیلِ شرعی سے امام ابوحنیفہؒ کا فقیہ ہونا ثابت ہے۔ اس لئے اُن کی تقلید کی جاتی ہے۔ کیا غیر مقلدین کی تمام جماعتوں اور صحاح ستہ وغیرہ والوں کے نام آپ کو قرآن وسنت سے مل گئے ہیں؟

وسوسہ نمبر ۱۴-۱۵: کیا قرآن وحدیث کے علاوہ کسی اور چیز سے بھی وجوب (کسی شے کا) ثابت ہوتا ہے؟ اگر تقلید اتنی ضروری ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو کیوں نہ بیان کیا؟ اور اسی طرح رسول اللہؐ نے کن وجوہات کی بنا پر یہ اہم امر چھوڑ دیا ہے؟

الجواب: بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث کے احترام کا وجوب قرآن وحدیث سے ثابت ہوا ہے یا کسی اور دلیل سے؟ تقلید کا قرآن وحدیث میں مذکور ہونا پہلے گزر چکا ہے۔

وسوسہ نمبر ۱۶: آیا نبیؐ کے وصال پُر ملال کے وقت دینِ الٰہی کامل تھا یا ناقص؟ اگر کامل تھا تو تقلید کی کیا ضرورت اور امام صاحبؒ نے کس نقصان کو پورا کیا، اسے بیان کرو؟ اگر دینِ الٰہی ناقص جانتے ہو تو پھر آیتِ کریمہ: **الیوم اکملتُ لکم دینکم الخ** کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: اُصول کے اعتبار سے قرآن پاک کامل ہے۔ اس میں تکمیلِ دین کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ احادیث اور فقہ میں فروعات ذکر کی گئی ہیں۔ جس طرح قراء سبعہ کی قرأۃ، صحاحِ ستہ تکمیل دین کے منافی نہیں، اسی طرح فقہ بھی منافی نہیں۔ فقہ کے اندر جو مسائل ہوتے ہیں قرآن وسنت سے ہی ماخوذ ہوتے ہیں۔ اس لئے اُصولِ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **القیاس مظھر لا مثبت.** کہ قیاس کے ذریعے قرآن وسنت کی تہہ میں چھپے ہوئے مسائل کو ظاہر کیا جاتا ہے نہ کہ اپنی طرف سے مسائل بنائے جاتے ہیں۔ جس طرح حساب ایک مکمل فن ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جمع وتفریق کے اُصول کامل ہیں۔ مگر ہر شخص کے پیش آمدہ حساب کے سوالات کا حل حساب کی کتاب میں نہیں ہوتا۔ اگر خود حساب دان ہے تو اپنا مسئلہ خود حل کرے گا۔ ورنہ کسی جاننے والے سے حل کرائے گا۔ تو اس طرح ہر شخص کا اپنے جزوی سوالات کے جوابات معلوم کرنا تکمیلِ حساب کے منافی نہیں۔ اسی طرح فقہی جزئیات کا حل بھی تکمیل اُصولِ دین کے منافی نہیں۔ اگر یہ بات ذہن میں نہیں بیٹھتی تو آپ ہی بتلائیں کہ کیا اللہ کے نبی ﷺ نے آخری وصیت میں صحاحِ ستہ، قرأۃ سبعہ کے ماننے کا حکم دیا تھا اور ان کا ماننا تکمیلِ دین کے منافی تو نہیں؟

وسوسہ نمبر ۱۷: آیا قرآن وحدیث تمام عالم کے لئے بالعموم اور بالخصوص مسلمانانِ عالم کے حل کے لئے ناقص ہے؟

الجواب: جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُصولِ شفاء تمام جہان کے لئے کامل بنائے ہیں،

لیکن ماہرین بلا واسطہ خود ماہر ہونے کی وجہ سے دوا سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اور جاہل ماہر ڈاکٹر کے واسطہ سے شفاء حاصل کرتے ہیں۔ اب کوئی کہے کہ یہ اُصول مریضوں کے حق میں ناقص ہیں تو یہ غلط ہوگا۔ اسی طرح ائمہ کی اتباع سے دین پر عمل کرنے سے دین میں نقص لازم نہیں آتا۔

وسوسہ نمبر ۱۸: آیا رسول اللہؐ نے ساری اُمت کو امام صاحب کے حوالے کیا ہے اور کیا بعض مسائل کی تکمیل ان کے لئے چھوڑی تھی؟

الجواب: جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُمت کو سات قاریوں کے حوالہ نہیں کیا، مگر قرأۃ کا حکم دیا، اب قرأۃ اگر ہمیں قاری عاصم کوفی سے ملی تو ہم اس کو لے لیں گے۔ اسی طرح پورے اسلام میں داخل ہونے کا شرعی حکم ہے۔ وہ ہمیں امام ابوحنیفہؒ سے ملا تو لے لیا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تکمیل قاریوں پر اور نبی پاک ﷺ نے اپنی سنت کی تکمیل صحاحِ ستہ پر نہیں چھوڑی، اسی طرح تکمیلِ دین امام ابوحنیفہؒ پر نہیں چھوڑی مگر پورے دین پر عمل کرنے کی مسائل فرعیہ کے اعتبار سے یہ ایک صورت ہے، جس طرح قرآن سات قرأتوں کی صورت میں اور حدیث صحاحِ ستہ کی صورت میں دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، آپ ہی بتائیں کہ کیا خدا تعالیٰ نے سات قاریوں کے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ بعض قرآن کی تکمیل ان قاریوں پر چھوڑ دی ہے۔ یا اللہ کے نبیؐ نے اُمت کو بخاری وغیرہ کے سپرد کیا تھا کہ کچھ دین کی تکمیل میں بخاری پر چھوڑ رہا ہوں۔

وسوسہ نمبر ۱۹: آیا نبی ﷺ نے وقتِ وصال امام صاحب کی تقلید کا حکم کیا تھا یا قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی؟ (انصاف آپ کے سپرد)

الجواب: فقہ قرآن وسنت کی کامل تعبیر ہے، اس کے منافی نہیں۔ اس پر عمل کرنے والا قرآن وسنت پر ہی عامل ہے۔ اور قرآن وسنت پر عمل کا حکم آپ ﷺ نے دیا ہے۔ کیا اللہ

کے نبی نے "بلوغ المرام" وغیرہ کا حکم دیا تھا اور صحاح ستہ کی وصیت کی تھی۔ (فما هو جوابکم فهو جوابنا)

وسوسہ نمبر۲۰: قربِ قیامت میں جب امام مہدیؒ ظاہر ہوں گے اور عیسیٰؑ آسمانوں سے اُتریں گے تو یہ دونوں کون سے مذہب کے مقلد ہوں گے؟

الجواب: امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن سے قرآن اور صحاحِ ستہ پڑھیں گے ان سے فقہ بھی پڑھ لیں گے۔ آپ بتائیں کہ قرآن اور حدیث وہ غرباء اہل حدیث سے پڑھیں گے یا جمعیت اہل حدیث یا جماعت اہل حدیث یا الدعوۃ یا تحریکِ مجاہدین سے؟...... وہ دنیا میں آ کر خود مجتہد ہوں گے۔ مجتہد کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں ہوتی، البتہ بعض اہل کشف کا قول ہے کہ اُن کا اجتہاد امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کے موافق ہوگا، واللہ اعلم۔

وسوسہ نمبر۲۱: امام صاحب کے دو شاگردوں (امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ) نے اپنے استاد کے مذہب کے دو حصوں کی مخالفت کی ہے۔ تو آیا وہ ان کی مخالفت کی وجہ سے گمراہ ہو گئے؟

الجواب: معلوم نہیں یہ قول شاذ آپ نے فقہ حنفی کے متواتر مسائل کے مقابلہ میں کس دلیل سے پیش کیا ہے۔ حالانکہ متواتر قرأتوں کے مقابلہ میں قرأۃ شاذ بھی متروک ہوتی ہے۔ کیونکہ اس قول شاذ کا تقاضا تو یہ ہے کہ فقہ حنفی میں ہر دو اختلافی مسئلوں کے بعد تیسرا مسئلہ اتفاقی آئے گا۔ آپ فقہ کی کسی کتاب کو کھول لیں، آپ پر نصف النہار کے سورج کی طرح اس کا جھوٹ واضح ہو جائے گا۔ متاخرین کی کتب میں سے اس وقت عالمگیری کا ص۳ میرے سامنے ہے۔ اس میں پچیس مسائل مذکور ہیں۔ صرف ایک مسئلہ میں قاضی صاحب کے اختلاف کا اشارہ نکلتا ہے۔ جبکہ آپ کے بقول ۱۴ مسائل اختلافی ہونے تھے۔ اسی طرح کتب متقدمین میں سے اس وقت امام محمدؒ کی کتاب الآثار بندہ کے سامنے ہے، جس میں امام محمدؒ نے دو سو چھیاسی مسائل کے ابواب باندھے ہیں۔ اور صرف پچیس مسائل میں امام

صاحب سے مخالفت ذکر کی ہے۔ اگر آپ کے بقول دو تہائی میں مخالفت ہوتی تو کم از کم ایک سو نوے مسائل میں مخالفت ہونی چاہئے تھی۔ پھر مخالفت کی نسبت نقل کرنے والوں کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ علامہ شامیؒ نے ثلث کا قول ذکر کیا ہے اور پھر صاحب درمختار کا قول ذکر کیا ہے کہ امام صاحبؒ کا ہر شاگرد آپ ہی کی روایت کو لے کر اُس کو دلیل سے ترجیح دیتا تھا۔ پھر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: یعنی امام صاحبؒ کے شاگردوں میں سے کسی کا کوئی قول امام صاحبؒ کے اقوال سے خارج نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ولوالجیہ کی کتاب الجنایات میں ہے کہ قاضی ابویوسفؒ نے فرمایا کہ میں نے کوئی قول ایسا نہیں کیا جس میں امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت ہو، مگر یہ بھی وہی قول ہے جس کے امام صاحبؒ قائل رہے ہیں۔ اسی طرح کا قول امام زفرؒ نقل کر کے فرماتے ہیں: فهذا اشارة الى انهم ما سلكوا طريق الخلاف (یعنی یہ اشارہ ہے کہ امام صاحبؒ کے شاگرد، امام صاحبؒ سے اختلاف کے راستہ پر نہیں چلے ہیں)

(شامی ج۱ ص۴۷)

یہی بات علامہ شامیؒ نے رسم المفتی میں ذکر کی ہے۔ پھر ان کا اختلاف بھی صرف فروع میں ذکر کیا گیا ہے۔ اُصول میں بالکل کسی نے اختلاف نقل نہیں کیا اس کو تسلیم کرنے کی صورت میں بھی یہ مجتہد فی المسائل ہوں گے۔ اور مجتہد پر دوسری مجتہد کی تقلید ضروری نہیں ہوتی۔ آپ کا یہ اعتراض بالکل ایسا ہے جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں۔ عورتوں کے مسجد میں آنے کے مسئلہ میں حضور اکرم ﷺ کے شاگردوں نے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی ہے۔ ہم ان کو بھی سمجھاتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے خود تسلیم کر لیا تھا کہ اگر آج خود نبی اقدس ﷺ ہوتے تو یہ پابندی لگا دیتے، کیونکہ پہلے جیسے حالات نہیں رہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی سختی مزاجِ نبویؐ کے مطابق تھی۔ اسی طرح امام صاحبؒ کے شاگردوں نے حالات کے بدلنے سے امام صاحبؒ کے ہی کسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ یہ اُن کی مخالفت نہیں موافقت ہے۔

وسوسہ نمبر۲۲: آیا وہ لوگ جو قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں، بے ادب ہیں یا نہیں، یا وہ لوگ جو پوری اُمت میں سے ایک عالم کے پیچھے چلتے ہیں، اور دوسرے علماء کو ذلیل گردانتے ہیں اور اس کی بات پر اعتبار نہیں کرتے اور ہر مسئلہ میں ان کی خطاء کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مقلدین حضرات امام صاحبؒ کی تمام باتیں مانتے ہیں یا کچھ مانتے ہیں، کچھ نہیں۔ اگر تمام مانتے ہیں تو ان کے فرامین میں سے منجملہ یہ بات بھی ہے کہ حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وفی روایة لا یحل لاحد ان یاخذ بقولنا ما لم یعلم من این اخذناہ (میزان للشعرانی ج۱،ص۵۵) اب حضرات مقلدین خود سوچیں کہ آیا وہ امام صاحبؒ کی اس بات پر عمل کرتے ہیں کہ نہیں؟ یا امام صاحبؒ کی تقلید کا دعویٰ کرتے ہیں، اور متاخرین کی بات مانتے ہیں؟

الجواب: اس سوال کا مدار اس مغالطہ پر ہے کہ مقلد قرآن وحدیث کو نہیں مانتے اور غیر مقلد قرآن وحدیث کو مانتے ہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ ہم قرآن، سنت، اجماع، قیاس، چاروں دلیلوں کو مانتے ہیں۔ اور غیر مقلد قرآن وسنت کا نام لیتے ہیں مگر ان میں سے اجماع اور قیاس والی آیات اور احادیث کو نہیں مانتے۔ ان میں بھی اصل میں ان کی خواہش نفس کا دخل ہوتا ہے۔ چند اختلافی احادیث کو لے کر اُمت میں فتنہ برپا کرتے ہیں۔ ہم قرآن وسنت پر فقہاء کی فقاہت کی روشنی میں چلتے ہیں۔ علماء کی توہین کو فقہ میں قریب بہ کفر کہا گیا ہے۔ البتہ غیر مقلد تمام ائمہ سے استہزاء تک کرتے ہیں۔ اُن کی تقریریں اور تحریریں بلکہ یہی سوالات کا انداز بھی اس پر شاہد عدل ہے۔ امام صاحبؒ نے اپنے فروع میں اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والوں کو یہ کہا تھا کہ حرام علی ..... الخ اور لا یحل لاحد جاہل آدمی کو یہ نہیں کہا تھا بلکہ عوام کے لئے ان کا وجوب تقلید کا قول کفایہ کے حوالہ سے پیچھے گزر چکا ہے۔ (فقط۔ واللہ اعلم بالصواب)

چند شبہات کے جوابات

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم. امابعد:

چند دن ہوئے ایک طالب علم جو کسی مسجد میں امامت کرواتے ہیں چار صفحات پر فقہ کے چند حوالہ جات لے کر آئے اور بتایا کہ غیر مقلدین نے یہ اوراق ہمارے نمازیوں میں تقسیم کئے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے حنفی دوست پریشان ہیں کہ غیر مقلدین کا مسلک فقہ حنفی کی کتب سے ثابت ہے اور غیر مقلدین بھی ان فقہی حوالوں سے اپنی تائید ظاہر کرکے اپنے حق پر ہونے کا پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ بندہ نے ان اوراق کو دیکھا تو مسائل کے اڑتیس ۳۸ نمبر دیئے تھے اور شروع میں لکھا تھا کہ مختلف مسائل دینیہ میں حدیث کی تائید فقہ حنفی کی روشنی میں اور آخر میں لکھا تھا: ماخوذ حقیقة الفقہ، تالیف محمد یوسف جے پوری۔ ان اڑتیس نمبروں میں سے آخری پانچ نمبروں میں صرف امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات ذکر کی ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان پانچ محدثین کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات سے کن حدیثوں کی تائید ہوتی ہے۔ اگر ان حدیثوں کو محمد یوسف جے پوری یا ان کی تقلید شخصی کرنے والا آدمی تحریر کر دیتا تو دعویٰ مدلل ہو جاتا۔

واضح رہے کہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن وسنت کے علاوہ کسی امتی کے قول کو حجت نہیں سمجھتے، کیونکہ امتیوں کے اقوال کو ماننا شرک فی الرسالة ہے۔ مگر محمد یوسف جے پوری نے اور اس کی تقلید شخصی میں بیت الفرقان والوں نے مذکورہ مسائل کو فقہ حنفی سے چرانے کی کوشش کی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس سے آپ شرک فی الرسالت کے مرتکب

تو نہیں ہوئے؟ اگر آپ اس کو ہم پر الزام کے طور پر پیش کرتے ہیں تو الزام مجادلات میں ہوتے ہیں جو اکثر اہل باطل کا شیوہ ہے اور اس سے تحقیق حق مقصود نہیں ہوتی۔ پھر الزام کے لئے مسلماتِ خصم کا تذکرہ ضروری ہے، اس لئے جب تک مذکورہ مسائل کا مفتیٰ بہ ہونا ثابت نہ کریں الزام درست نہیں ہوسکتا اور اس میں یوسف جے پوری اور اس کے مقلد بیت الفرقان والے سو فیصد ناکام رہے ہیں کیونکہ کسی ایک مسئلہ کا بھی مفتیٰ بہ ہونا ثابت نہیں کیا۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے منکرین حدیث منکر، شاذ، معلل، ضعیف، موضوع احادیث کو الزامی طور پر پیش کریں تو غیر مقلدین بھی کہیں گے کہ یہ ہمارے مسلمات کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس سے ہم کو الزام دینا درست نہیں یا کوئی منکر قرآن شاذ قرات کو الزامی طور پر پیش کرے تو وہ الزام درست نہیں۔ اسی طرح ان مسائل کے متعلق مسائل کی تعداد کے مطابق آیات یا احادیث پیش کرنا ضروری تھا تا کہ پتہ چل جائے کہ ان آیات و احادیث سے غیر مقلدین کا مسلک ثابت ہے..... پھر احادیث کے بارہ میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ احادیث کس درجہ کی ہیں؟ صحیح لذاتہ یا حسن لذاتہ، صحیح لغیرہ، یا حسن لغیرہ ہیں اور ان احادیث کے مقابلہ میں کوئی آیات یا ایسی احادیث نہیں جو ان احادیث کے ہم پلہ یا اس سے اعلیٰ ہو۔ نیز وہ حدیث خیر القرون میں متروک العمل بھی نہ ہو۔ اور متواتر عمل کے خلاف بھی نہ ہو، لیکن نہ تو محمد یوسف جے پوری نے ان چیزوں کے بیان کرنیکا التزام کیا ہے نہ بیت الفرقان والوں نے، بلکہ کتب فقہ کے حوالوں کے نقل کرنے میں بھی انتہائی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے چنانچہ ان مسائل کو حسب الترتیب ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱: (۱) عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہوتا ہے (درمختار ج ۱ ص ۱۶۷، ہدایہ ج ۱ ص ۲۵۷، منیہ ص ۶۸)۔ یہ حوالہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۲ سے نقل کیا ہے اور حقیقۃ الفقہ میں پہلے بریکٹ میں مذہب صاحبین پھر بین القوسین مطابق حدیث لکھا تھا اس کو نقل نہیں کیا۔ کیونکہ

اس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ امام صاحب کا یہ مسلک نہیں ہے، پھر درمختار کی عبارت ووقت العصر منه الی قبیل الغروب میں مِنهُ کی ضمیر کا مرجع مثلین ہے۔ جیسا کہ شامی نے ذکر کیا، تو درمختار کی عبارت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ عصر کا وقت سائے کے دو مثل تک پہنچنے سے غروب سے تھوڑی دیر پہلے تک ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ درمختار کی طرف مثل اول سے عصر کے اول وقت کی نسبت سو فیصد جھوٹ ہے جو بیت الفرقان والوں نے محمد یوسف جے پوری کی اندھی تقلید میں تحریر کر دیا ہے۔ پھر ظہر کے آخر وقت میں کچھ درمختار میں صاحبین کے قول کو ترجیح دی تھی مگر شامی نے انکی اس طرح تردید کر دی ہے کہ" دلائل دونوں طرف برابر ہیں اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا ضعف ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کے دلائل بھی قوی ہیں جیسا کہ مطولات اور منیہ کی شرح کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

بحر الرائق میں کہا ہے کہ امام صاحبؒ کے قول کو چھوڑ کر صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کے قول کی طرف رجوع بغیر کسی ضرورت کے نہیں کیا جائے گا مثلاً امام صاحبؒ کی دلیل کا ضعیف ہونا یا ان کے خلاف تعامل کا پایا جانا جیسے مزارعت کے مسئلہ میں اگر چہ مشائخ اس بات کی تصریح بھی کر دیں کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جیسا کہ اس مقام میں ہے ۱۲ شامی ص ۳۵۹ ج ۱ بلکہ اس مسئلہ میں علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مثلین تک تاخیر میں جماعت چھوٹنے کا خطرہ ہو تو جماعت کو چھوڑنا اولیٰ ہے (ایضاً ص ۳۵۹ ج ۱) پھر ہدایہ کا حوالہ نقل کرنے میں بھی گڑبڑ کی ہے کیونکہ عصر کے اول وقت کے بارہ میں فرمایا کہ" عصر کا اول وقت دونوں قوموں کے مطابق جب ظہر کا وقت خارج ہو جائے۔" معلوم ہوا کہ صاحب ہدایہ نے پہلے دو قول نقل کئے ہیں اور وہ وہی امام صاحب اور صاحبین والے قول ہیں۔ پھر صاحب ہدایہ کا طریقہ یہ ہے کہ قول راجح کو پہلے اور قول مرجوح کو بعد میں ذکر کرتے ہیں اور ذکر ادلہ کے وقت قول مرجوح کی دلیل کو پہلے اور قول راجح کی دلیل کو بعد میں لکھتے ہیں جیسا کہ مولانا

عبدالحی صاحبؒ نے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔ تو اب اس اصول کے مطابق صاحب ہدایہ نے دو مثل کے قول کو نقلاً مقدم اور استدلالاً مؤخر کر کے اس کے راجح اور مثل اول کے قول کے مرجوح ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کے استدلال میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے والی روایت بھی ذکر فرمائی اور فرمایا کہ ایک مثل ظہر کا یقینی وقت ہے اور دوسری مثل میں ظہر کے وقت ختم ہونے کا شک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مثل ثانی ظہر کا وقت ہے نہ کہ عصر کا۔ پھر صاحب فتح القدیر نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ صاحبینؒ کے مستدل حدیث جبریل کے جو حدیث بھی اوقات کے بارہ میں متعارض ہوگی اس کو حدیث جبرئیل کے لئے ناسخ قرار دے کر معتبر مانا جائے گا۔ کیونکہ حدیث جبریل احادیثِ اوقات میں سب سے مقدم ہے۔ اور باقی احادیث مؤخر ہیں۔ اب چونا مارکیٹ والے غیر مقلد محمد یوسف کے وکیل صفائی بن کر ہمیں یہ سمجھا دیں کہ ہدایہ کا ایک قول مرجوح نقل کرنا اور راجح کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا یہ خدا یا خدا کے رسول ﷺ کے حکم سے کیا ہے؟ پھر یہ بھی حکمِ خدائی یا فرمانِ مصطفائی تھا کہ مثلین والے قول کی حدیث نقل نہ کرنا۔

اسی طرح منیۃ المصلی سے بھی امام صاحب کے راجح قول کو ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی علمی بد دیانتی ہے جس کے بغیر غیر مقلدین کا مذہب قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ پھر غنیۃ شرح منیہ میں مشائخ احناف کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ عصر کو مثلین کے بعد اور ظہر کو مثل اول میں ادا کر لیا جائے تا کہ دونوں نمازیں بالاتفاق درست ہوں۔ اور غیر مقلدین کے نزدیک بھی مثلین کے بعد عصر کا وقت رہتا ہے۔ چنانچہ نواب نورالحسن متوفی ۱۳۳۶ھ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سورج کے زرد نہ ہونے تک عصر کا وقت بیان کیا ہے (عرف الجادی ص ۱۸) اور وحید الزمان نے یہ وقت عصر بلا کراہت اور اس کے بعد غروب تک بکراہت وقت عصر ذکر کیا ہے۔ (کنز الحقائق ص ۱۷) نزل الابرار میں بھی یہی وقت لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ عصر کا

پسندیدہ وقت دو مثل تک ہے (نزل الابرار ص ۵۶، ج ۱)..... اقتدار احمد سہوانی غیر مقلد نے بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے (صلوۃ الرسول ص ۱۰)..... حکیم صادق سیالکوٹی متوفی ۱۹۸۶ء نے لکھا ہے: ''اور وقت عصر کا ہے جب تک کہ نہ ہو آفتاب زرد'' ۱۲ (صلوۃ الرسول ص ۱۴۳)..... مولوی محمد یونس دہلوی غیر مقلد فرماتے ہیں: ''عصر کی نماز میں یہاں تک تاخیر کی کہ نمازِ عصر کے پڑھنے کے بعد کوئی کہتا تھا کہ آفتاب زرد پڑ گیا۔ (دستور المتقی ص ۸۰)..... مفتی عبدالرحمٰن بھی لکھتا ہے کہ عصر کا وقت زردئ آفتاب سے ماقبل تک ہوگا (صلوۃ الرسول ص ۳۶)۔ ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زید نقل فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نماز عصر پڑھتے تھے اور آفتاب بلند (زردی کے بغیر روشن) ہوتا تھا الخ (نماز نبوی ص ۹۹)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سورج کے زرد ہونے سے پہلے غیر مقلدین کے ہاں نماز بلا کراہت جائز ہے، تو دو مثل سایہ کے بعد سورج کے زرد ہونے سے پہلے جس وقت تمام احناف کی مساجد میں عصر ہوتی ہے یہ وقت بالاتفاق صحیح ہے۔ مگر غیر مقلد اس امت کے اتفاق کو پارہ پارہ کرنے کے لئے اختلافی وقت میں اذان اور نماز پڑھنے کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں، بلکہ مردہ سنت کو زندہ کرنا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے انتشار سے امت کو بچنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

لطیفہ: بورے والا شہر میں بعض سرکاری آدمیوں نے یہ کوشش کی کہ اذانوں اور نمازوں کے اوقات اس طرح متعین کر دیئے جائیں کہ ایک ہی وقت میں تمام مساجد میں اذان اور جماعت ہو، تا کہ سرکاری طور پر بازار بند ہو جائے اور سب بازار والے مسجد میں جا کر نماز پڑھیں۔ غیر مقلدین نے باقی نمازوں میں تو اس تجویز کو قبول کیا مگر عصر کے بارہ میں قبول کرنے سے انکار کیا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب حنفی صاحب مدظلہٗ نے دلائل سے ثابت کیا

کہ ہمارا وقت اتفاقی ہے اور آپ کا اختلافی۔ ہمارے وقت میں آپ کی نماز بلا کراہت ادا ہوجاتی ہے۔ اس لئے اس کو تسلیم کرنے میں امت کی شیرازہ بندی ہے، مگر جس فرقہ کی بنیاد ہی امت میں انتشار پیدا کرنے کے لئے ہے، اس کو یہ تجویز بالکل پسند نہ آئی۔

مستدلات امام اعظم ابوحنیفہؒ:

(نوٹ) واضح ہو کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مستدلات آیات واحادیث کافی ہیں، ان میں سے بعض کا ذکر کرتا ہوں: (۱) حافظ ابوبکر احمد بن علی الجصاص متوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں کہ مثلین کے قول پر اللہ تعالیٰ کے قول اقم الصلوٰة طرفی النهار سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ نماز جتنی وقتِ غروب کے قریب ہوگی وہ طرف نہار کے اطلاق کے زیادہ مناسب ہوگی۔ (۲) اقم الصلوٰة لدلوک الشمس کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ وقتِ نماز غروب آفتاب تک ہے، تو مثلین بہ نسبت مثل اول غروب آفتاب کے قریب ہے۔ (۳) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: تمہارا مقررہ وقت بہ نسبت ان لوگوں کے وقت کے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں ایسے ہے جیسے عصر سے سورج کے غروب ہونے تک ہے اور تمہاری مثال اور تم سے پہلے دو کتاب والوں (یہود ونصاریٰ) کی مثال مثل اس شخص کے ہے جس نے مزدور مزدوری پر لئے۔ تو اس نے کہا کہ کون ہے جو میرے لئے صبح سے دوپہر تک کام ایک قیراط پر کرے تو یہودیوں نے عمل کیا۔ پھر اس نے کہا کون میرے لئے دوپہر سے عصر تک ایک قیراط پر عمل کرے گا۔ تو عیسائیوں نے عمل کیا۔ پھر اس شخص نے کہا کہ کون میرے لئے عصر اور مغرب کے درمیان دو قیراط پر عمل کرے گا، تو تم نے عمل کیا تو یہودی اور عیسائی ناراض ہوگئے کہ ہمارا کام زیادہ اور مزدوری کم ہے تو اس شخص نے کہا کہ میں نے تمہاری مقررہ اجرت سے کوئی کمی کی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو اس شخص نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ اس حدیث پاک میں عصر سے مغرب تک کے عمل کو زوال سے عصر تک کے

عمل سے قلیل کہا گیا ہے۔ یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ عصر مثلین کے بعد شروع ہو۔ اگر ایک مثل سے شروع ہو تو زوال سے عصر تک کا وقت قلیل ہوگا (احکام القرآن ص ۲۶۹)۔ (۴) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو، اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے (بخاری ص ۷۷)۔ (۵) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے (بخاری ص ۷۶)۔ (۶) انہیں الفاظ سے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بھی ہے (بخاری ص ۷۶)۔ (۷) حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے مؤذن نے ظہر کی اذان کا ارادہ فرمایا تو حضور ﷺ نے فرمایا ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر، یا فرمایا انتظار کر، انتظار کر اور فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔ پس جب سخت گرمی ہو تو نماز مؤخر کر کے ٹھنڈی کرو۔ حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا (بخاری ص ۷۶)

اور دوسری روایت میں ہے کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا (بخاری ص ۸۸)۔

(۸) حضرت صفوانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس ﷺ کو سنا، فرماتے تھے: ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۹، ج ۱)۔ (۹) ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد بھی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم دیتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۹، ج ۱)۔ (۱۰) یزید بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت ابومحذورہؓ نے مکہ میں ظہر کی اذان کہی تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اے ابومحذورہ! کیا یہ تیری آواز ہے جو میں نے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں، میں نے آپ کو سنانے کے لئے یہ آواز محفوظ کی تھی۔ تو حضرت عمر نے ان سے کہا اے ابومحذورہ! تو سخت گرم زمین میں ہے۔ پس نماز کو ٹھنڈا کر اور خوب ٹھنڈا کر (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۹، ج ۱)۔ (۱۱) عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ بھی ظہر کو ٹھنڈا کرنے کا حکم دیتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۹، ج ۱)۔ (۱۲) حضرت قیس فرماتے ہیں کہ عمومی طور پر یہ بات کہی جاتی تھی کہ ظہر کو

ٹھنڈا کرو، کیونکہ جہنم کے دروازے کھل جاتے ہیں (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۹، ج ۱)۔ (۱۳) حضرت منذر بھی حضرت عمرؓ کے ظہر کو ٹھنڈا کرنے کا حکم نقل فرماتے ہیں (ابن ابی شیبہ ص ۳۵۹، ج ۱)۔ (۱۴) حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم دیتے تھے (مصنف عبدالرزاق ص ۵۴۲، ج ۱)۔ (۱۵) ابن سیرین فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو، کیونکہ گرمی کی سختی جہنم کے جوش سے ہے (عبدالرزاق ص ۵۴۲، ج ۱) (۱۶) حضرت طاؤس فرماتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا گرمی میں ظہر کو ٹھنڈا کرو۔ (عبدالرزاق ص ۵۴۳، ج ۱)

ان روایات سے امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا استدلال اس طرح ہے کہ موسم گرما میں ایک مثل کے بعد ٹھنڈک ہوتی ہے۔ نیز ڈھلوان کی وجہ سے ٹیلوں کا سایہ عام طور پر اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب دوسری چیزوں کا سایہ تقریباً ایک مثل ہو جاتا ہے۔ تو جب ٹیلہ کا سایہ ایک مثل ہوگا تو دوسری اشیاء کا سایہ دو مثل کے قریب ہوگا۔ تو جب اس میں ظہر پڑھی تو عصر لامحالہ اس کے بعد ہوگی۔

دوسرا مسئلہ شرح وقایہ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ صحیح حدیث سے اذان کے کلمے دو دو بار اور تکبیر کے ایک ایک بار (شرح وقایہ ص ۸۰)

الجواب: یہ مسئلہ بھی محمد یوسف جے پوری کی اندھی تقلید میں لکھا گیا ہے، جس کا اصل جواب تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہے، کیونکہ شرح وقایہ میں یہ مسئلہ بالکل نہیں اگر کوئی غیر مقلد جرأت کر کے شرح وقایہ کی عربی عبارت پیش کرے اس کو منہ مانگا انعام دیا جائیگا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شرح وقایہ میں اس کی تردید ہے چنانچہ شرح وقایہ میں ہے "بلا لحن و ترجیع" کہ اذان بغیر لحن اور ترجیع کے کہی جائے گی یعنی شہادتین کو دو بار (ایک مرتبہ آہستہ اور ایک مرتبہ بلند آواز سے) نہیں کہا جائیگا۔ (ص ۱۵۲)، اور آگے لکھا ہے والا قامۃ مثلہ کہ اقامت اذان کی مثل ہے اور ساتھ ہی امام شافعیؒ کی اکہری اقامت کی تردید کی ہے (ص ۱۵۳)۔ تو

ایک ہی سانس میں اس قدر جھوٹ بولنا موجودہ دور کے غیر مقلدین کا حوصلہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔

اصل مسئلہ کلمات اقامت:

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے درج ذیل احادیث سے یہ مسئلہ لیا ہے۔ (۱) حدیث عبداللہ بن زیدؓ و اقام مثنی کہ فرشتے کو دوہری اقامت کہتے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب فرمائی اور حضرت بلالؓ کو اذان و اقامت کہنے کا حکم دیا تو آپ نے دوہری اقامت کہی (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۱ ج ۱، ص ۲۳۲، ص ۲۳۴ ج ۱، ابوداؤد ص ۵۳) (۲) خلیفہ راشد حضرت عمرؓ نے مذکورہ بالا خواب کی مثل خواب دیکھا یعنی فرشتہ کی دوہری اقامت تھی (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۳ ج ۱ مصنف عبدالرزاق ص ۴۶۲ ج ۱) (۳) حضرت ابومحذورہؓ کو جو خود نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت سکھائی وہ سترہ کلمے تھے یعنی دوہری اقامت (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۱ ج ۱، ابن ماجہ ص ۵۲) (۴) ربیع بن قیس فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ اذان اور اقامت دوہری ہے اور حضرت علیؓ ایک ایسے مؤذن کے پاس آئے جو اکہری اقامت کہتا تھا تو آپ نے فرمایا تیری ماں مرجائے تو نے اس کو دوہرا کیوں نہیں کہا (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱) (۵) حضرت سلمہ بن الاکوع بھی دوہری اقامت کہتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱) (۶) حضرت ابوالعالیہ بھی فرماتے تھے کہ جب تو اقامت کہے تو اس کو دوہرا کہہ (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱۔ (۷) ابراہیم نخعیؒ فرماتے تھے کہ دوہری اقامت کہنا مت چھوڑ (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱)۔ (۸) حجاج بن ارطاۃ سے ہے کہ ابواسحاق نے کہا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تمام شاگرد دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱)۔ (۹) حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ حضرت بلالؓ دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱۔ (۱۰) محدث عبدالرزاق

فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو منیٰ میں اذان کہتے سنا...... اور اقامت بھی مثل پہلی حدیث کے الفاظ کے پوری کہی (مصنف عبد الرزاق ص ۴۶۲ ج ۱)۔ (۱۱) اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے تھے) الخ۔ (مصنف عبد الرزاق ص ۴۶۲، ص ۴۶۳ ج ۱)۔ (۱۲) مسلم البطین فرماتے تھے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت علیؓ کے مؤذن کی اذان سنی تھی کہ وہ اقامت دوہری کہتا تھا۔ (مصنف عبد الرزاق ص ۴۶۳ ج ۱۔ (۱۳) فطر فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد کے سامنے اکہری اقامت کا بیان ہوا تو آپ نے فرمایا یہ ایسی چیز ہے جس کو امراء نے ہلکا کرلیا ہے، ورنہ اقامت تو دوہری دوہری ہے۔ (مصنف عبد الرزاق ص ۴۶۳ ج ۱)۔ (۱۴) عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے فرمایا کہ ہم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن زید الانصاریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ نے فرمایا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں ایک آدمی کو جو ایک ٹوٹی دیوار پر کھڑا تھا تو اس نے دوہری اذان اور دوہری اقامت کہی۔ (بیہقی ص ۴۲۰، ج ۱)۔ (۱۵) امام شعبیؒ حضرت عبد اللہ بن زید انصاریؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان کو سنا تو آپ کی اذان اور اقامت دوہری تھی، (الجوہر النقی مع البیہقی ص ۴۲۲ ج ۱)۔ (۱۶)

ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے تھے۔ (الجوہر النقی مع البیہقی ص ۴۲۳ ج ۱)۔ (۱۷) حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ دوہری اذان اور اقامت کہتے تھے، (الجوہر النقی ص ۴۲۴)۔ (۱۸) امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال کا دوہری اقامت پر قائم رہنا متواتر آثار سے ثابت ہے۔ امام طحاویؒ نے قیاس صحیح سے بھی اس کی تائید کی ہے کہ اذان میں جو کلمے دوبار آتے ہیں تو دوبارہ پہلے سے نصف ہوتے ہیں تو ہم نے اقامت کے

آخری کلمات اللہ اکبر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کو دیکھا کہ یہ اقامت کے کلمات اذان کی مثل ہیں۔ معلوم ہوا کہ باقی کلمات بھی اذان کی مثل ہوں گے۔

ان دلائل کو ذرا ایک نظر پھر ملاحظہ کریں کہ دوہری اقامت فرشتے سے حضرت عبد اللہ نے سنی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ اقامت حضرت بلالؓ نے کہی حضرت عمرؓ نے یہی اقامت خواب میں دیکھی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کو ترک کرنے والے کیلئے بد دعا دیتے ہیں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ امراء نے دوہری اقامت میں تخفیف کی ہے۔ معلوم ہوا کہ خیر القرون میں معروف دوہری اقامت تھی بالخصوص ان علاقوں میں تو جب سے دین آیا ہے فقہ حنفی ہی متواتر العمل ہے تو اس متواتر عمل کے خلاف منکر عمل کو رواج دینا فتنہ اور گمراہی کا سبب ہے۔

اکہری اقامت:

واضح ہوا کہ ہم نے اکہری اقامت والی روایات پر بھی اس طرح عمل کیا ہے کہ کلمات تو اکہرے نہ ہوں البتہ سانس بہ نسبت اذان کے اکہرے ہوں یعنی اذان میں مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر پر دو سانس لے گا مگر تکبیر میں یہاں تک ایک سانس سے لے گا اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله پر اذان میں دو سانس اور تکبیر میں ایک ہوگا۔ اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله پر اذان میں دو اور اقامت میں ایک سانس ہوگا اسی طرح حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلاۃ پر اذان میں دو اور اقامت میں ایک سانس ہوگا علی ہذا القیاس اکہری اقامت میں اکہرے سانس مراد ہوں گے۔ شارح بخاری حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ نے اکہری اقامت والی روایت کا یہ مفہوم بیان فرمایا ہے کہ الاقامۃ میں اقامت سے مراد خاص وہ فجر کی اقامت ہے جس سے پہلے حضرت بلال اور حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی دو سحر

اور فجر کی اذانیں تھیں تو شبہ ہو سکتا تھا کہ اذانیں دو ہوئی ہیں تو اقامتیں بھی دو ہونی چاہئیں، تو اس شبہ کے ازالے کیلئے آپ نے فرمایا کہ اقامت دوہری اذان کے بعد اکہری یعنی ایک مرتبہ ہی ہوگی دوہری کہنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ دونوں اذانیں فجر کی نہیں بلکہ ان میں سے ایک سحری کی اذان ہے۔ لیجئے یہ دوایسے مفہوم ہیں کہ ان کے اعتبار سے ہم نے دوہری اور اکہری اقامت والی تمام روایات پر عمل کر لیا مگر کس قدر افسوس ہے کہ ہم ان تمام روایات پر عمل کر کے بھی اہل حدیث نہیں اور غیر مقلدین دوہری اقامت کی تمام روایات متواترہ کو چھوڑ کر بھی اہلحدیث ہیں۔

مسلک اہلحدیث:

مولوی وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں کہ حدیث میں آنے والے کسی بھی طریقہ اذان یا اقامت کہی تو وہ کفایت کرے گی (نزل الابرار ص ۵۸) نیل الاوطار میں ہے کہ دوہری تکبیر کی احادیث ایک تو زیادتی پر مشتمل ہیں تو اس کی طرف رجوع لازم ہے۔ (بحوالہ ہدیۃ المھدی ص ۵۲ ج ۳)۔ نیز وحید الزمان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح سات قراتوں میں اختیار دیا ہے جس قراۃ پر چاہے قرآن پڑھ لے اسی طرح اکہری اور دوہری تکبیر میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا یہی ہے کہ خواہ یہ کہہ لے یا یہ کہہ لے (ہدیۃ المھدی ص ۵۲ ج ۲)، نواب نور الحسن غیر مقلد لکھتے ہیں جیسے اکہری اقامت کے دلائل آئے ہیں اسی طرح دوہری اقامت کے دلائل بھی ہیں پھر دو سطر بعد فرماتے ہیں کہ ان ادلہ میں تقدیم و تاخیر معلوم نہیں اس لئے دونوں قسم کے دلائل کو عملاً جمع کرنا ہی بہتر ہے اور زائد کلمات پر عمل صحیح سند سے ثابت ہے پس اس صورت پر اقامت دوہری ہی چاہئے سوائے آخر میں لا الہ الا اللہ کے یہی قول اصول کے تقاضا کے موافق ہے۔ (عرف الجادی ص ۲۴، ص ۲۵)۔

اب بیت الفرقان والوں سے درخواست ہے کہ ان علاقوں میں اتفاق اور اتحاد کی صورت یہی ہے

کہ جو دوہری تکبیر صدیوں سے یہاں چلی آ رہی ہے، روایات سے بھی اور آپ کے غیر مقلدین سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اسی پر عمل کو جاری رہنے دیں۔

مطالبہ:

اگر آپ کو یہ صورت پسند نہیں تو آپ اپنے دعویٰ کے مطابق کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی بات کو حجت نہیں سمجھتے۔ (۱) کوئی ایک آیت یا صحیح صریح حدیث پیش کریں جس میں دوہری تکبیر کی ممانعت ہو۔ (۲) نیز یہ واضح کریں کہ اختلاف روایات کے وقت آپ نے اکہری اقامت کو ترجیح خدا یا رسول خدا کے قول سے دی ہے تو اس کو پیش کریں اور اگر کسی امتی کی رائے سے ترجیح دی ہے تو امتی کی رائے مان کر کیا آپ مشرک نہیں ہوئے؟ (۳) کلمات تکبیر کے اکہرا کہنے کے الفاظ اگر کسی مرفوع حدیث میں ہوں تو بیان کریں؟ صرف ایتار اقامت (اکہرا کہنا) سے کلمات کا ایتار ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے اقامت کے سانس اکہرے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایتار کے پہلے مفہوم کا اثبات اور دوسرے کی نفی نقل فرمائیں۔

نوٹ: ہم تو اختلاف روایات میں جب نبوی فیصلہ نہ ہو تو مجتہد کے قول پر عمل کرتے ہیں جو دلیل شرعی ہے آپ بلا دلیل اکہری اقامت کو آخر کیوں ترجیح دیتے ہیں۔ (۴) اکہری اقامت کہنے سے کتنا ثواب ملتا ہے جو دوہری اقامت کہنے والوں کو نہیں ملتا؟ جواب آیت یا حدیث سے دیں۔

لطیفہ: ایک دفعہ میں اوکانوالہ تحصیل چیچہ وطنی میں جمعہ پڑھانے گیا تو ایک آدمی مجھے کہنے لگا کہ ابھی چند دن ہوئے چند غیر مقلد مجھے ٹی وی پر حج دکھانے لے گئے اور عرفات میں جب اقامت ہوئی تو خاص طور پر ہم حنفیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو یہاں اکہری اقامت ہو رہی ہے، یہ ہماری اقامت ہے معلوم ہوا کہ ہمارا مسلک حرم والوں کا مسلک ہے اور حنفیوں کا

مسلک حرم والوں کے خلاف ہے۔ اس بات سے ہم حنفی لوگ بڑے پریشان ہیں۔ میں نے کہا کہ واقعی انہوں نے آپ کو ٹی وی دکھایا ہے تو اس نے کہا بالکل دکھایا ہے اور اس میں ہمیں رفع یدین بھی دکھاتے تھے کہ دیکھو وہ حاجی رفعہ یدین بھی کرتے ہیں اور کہتے تھے کہ ہمارا مسلک مکہ اور مدینہ والا ہے تمہارا مسلک کوفے والا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ تو اکثر الدعوۃ وغیرہ رسالوں میں یہ مضمون شائع کرتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنا حرام ہے۔ لعنت ہے۔ فحاشی کے پھیلنے کا ذریعہ ہے اور ٹی وی توڑ مہم کی اکثر خبریں الدعوۃ میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ فلاں فلاں جگہ ہمارے لشکریوں نے ٹی وی توڑ دیئے یا تڑوا دیئے اور آپ کہتے ہیں کہ ہمیں خود انہوں نے ٹی وی دکھایا تو اس نے کہا کہ جی میں اور بہت سے آدمی پیش کر سکتا ہوں جن کو انہوں نے ٹی وی دکھایا بلکہ وہ تو ہمارے چک ۸۸ کی مسجد میں مناظروں اور تقریروں کی ویڈیو کیسٹس دکھاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قول اور فعل ایک دوسرے کے مطابق نہیں، کہنے لگا کہ جی یہ بات تو واضح ہے۔ میں نے کہا کہ حرمین شریفین کے ائمہ حنبلی ہیں۔ چنانچہ محمد بن عبد اللہ السبیل (امام حرم) فرماتے ہیں۔ "اما کونهم حنابلة فنعم. هم على مذهب امام اهل السنة احمد بن حنبل رحمه الله الذى اجمع العلماء على تسمية امام اهل السنة۔ یعنی ائمہ حرمین شریفین کا حنبلی ہونا صحیح بات ہے کیونکہ وہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر ہیں جن کے امام اہلسنت نام رکھنے پر علماء کا اجماع ہے۔ (خط ابن سبیل ۱۰۔۶۔۱۴۱۴، از شرعی فیصلے ص ۲۱۸)۔

میں نے کہا کہ وہ تو غیر نبی کی طرف مذہب کی نسبت کر کے اور امام کی تقلید کر کے مشرک ہو گئے تو ان کی رفع یدین یا اکہری تکبیر کہنی تو غیر مقلدین کے ہاں ابوجہل کے اعمال جیسا ایک عمل ہوا عجیب بات ہے کہ وہ اس پر خوش ہو رہے ہیں کہ مشرکین مکہ سے ان کے عمل کی تائید ہو رہی ہے، آپ آج ہی جا کر ان سے پوچھیں کہ حضرت جی! آپ کا دعویٰ تو ہے کہ اہلحدیث کے دو اصول اطیعوا الله واطیعوا الرسول. تو اس دن آپ نے جو حضرت ٹی

وی میں ہمیں دکھائے تھے وہ خدا تھے یا رسول؟ اگر نہیں اور ہر گز نہیں تو پھر ہم سے آپ نے کتنا دھوکہ کیا۔ کہ خدا اور رسول کے نام سے پندرھویں صدی کے مشرک کے پیچھے لگا دیا جو خدائی اور نبوی صلاحیت تو کیا اجتہادی صلاحیت سے بھی محروم ہے اور خیر القرون کے اس مجتہد سے ہم کو توڑنا چاہا ہے جس کے مجتہد ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ ٹی وی میں جو آپ نے دیکھا سب رفع یدین کرنے والے تھے یا نہ کرنے والے بھی تھے تو اس نے کہا بہت سے نہ کرنے والے بھی تھے بلکہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے والے بھی تھے تو میں نے کہا کہ جب وہاں دونوں عمل ہیں تو ترک رفع یدین بھی حرم والی ہوئی تو وہ ایک عمل دکھاتے ہیں اور دو نہیں دکھاتے کیا یہ نفسانی خواہش پر چلنا نہیں؟ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ وہاں ٹی وی میں انہوں نے کہیں یہ بھی اعلان کیا ہو کہ ساری دنیا کے مسلمان ہم جیسی نماز پڑھیں اکہری تکبیر کہیں دوہری نہ کہیں وغیرہ؟ تو کہنے لگا کہ ایسا تو انہوں نے نہیں کہا اور نہ ہی ہم نے یہ دیکھا ہے کہ ان کے خلاف نماز پڑھنے والوں کو وہ روکتے ہوں۔ تو میں نے کہا کہ پھر آپ کیوں پریشان ہیں جب ان کا بھی یہی مسلک ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے جس کی فقہ کے مطابق بھی کوئی مسلمان نماز پڑھے وہ درست ہے تو انکے ہاں ہماری دوہری تکبیر درست ہے اسی لئے وہ اس پر انکار نہیں کرتے مگر ان غیر مقلدین کی حالت یہ ہے کہ:

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

نام یہ قرآن و حدیث کا لیتے ہیں نہ ان کے پاس قرآن ہے نہ حدیث نہ قول فقیہ۔ اس لئے ان کے اعمال اکثر دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور ہمارے اعمال الحمد للہ ادلۂ اربعہ میں سے کسی نہ کسی دلیل سے ضرور ثابت ہیں تو دلیل والوں کو تو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ پریشان تو وہ ہوں جس کو نہ قیامت میں خدا کا سہارا ہوگا نہ رسولِ خدا کا اور نہ کسی فقیہ کا۔

تیسرا، چوتھا، پانچواں اور چھٹا مسئلہ:

بیت الفرقان والوں نے حقیقۃ الفقہ کے حوالہ سے یہ تحریر کیا ہے کہ (۳) ناف کے

نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے ہدایہ ج ا صفحہ نمبر ۳۵۰ (۴) سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے۔ شرح وقایہ ص ۹۳ (۵) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں ہے وہ قول حضرت علی سے ہے اور ضعیف ہے شرح وقایہ ص ۹۳ (۶) حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور سینے پر ہاتھ باندھتے تھے مقدمہ ہدایہ جلد ا ص ۱۱۱ اور ص ۳۵۱، ان چار حوالوں سے پہلے کی طرح کوئی ہزارواں حصہ بھی سچائی کا تلاش کرنے سے نہیں ملتا۔

اب آپ اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں، ہدایہ میں ہے اور لگائے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے بوجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے کہ بے شک سنت دایاں بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا ہے اور یہ حدیث امام مالک کے خلاف ارسال اور امام شافعی کے خلاف وضع علی الصدر کے مسئلہ میں ہماری دلیل ہے اور اس لئے بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں کہ یہ تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور نماز سے اصل مقصود یہی تعظیم ہے۔ (ہدایہ مع الفتح ص ۲۸۷ ج ا)۔ لیجئے یہ عبارت ہدایہ کا ترجمہ ہے صاحب ہدایہ اس حدیث سے امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے خلاف استدلال کر رہے ہیں جو معنی حدیث کی تصحیح ہے اور پھر دلیل عقلی سے بھی اس کو مؤید کر رہے ہیں کہ یہ فعل اقرب الی التعظیم ہے لیکن بیت الفرقان نے محمد یوسف جے پوری کی اندھی تقلید میں درج ذیل جھوٹ ہدایہ کے نام سے بولے ہیں (۱) تمام محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ (۲) صاحب ہدایہ نے اس اتفاق کو ہدایہ میں ذکر کیا ہے۔ (۳) حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بہ سبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے۔ (۴) یہ بات مقدمہ ہدایہ میں ہے۔ (۵) مرزا صاحب خود بھی سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (۶) یہ بات بھی مقدمہ ہدایہ میں ہے..... مگر

آپ حیران ہوں گے کہ ان جھوٹوں میں سے ایک بات بھی ہدایہ یا مقدمہ ہدایہ میں نہیں اگر کوئی غیر مقلد ہدایہ کی عربی عبارت سے یہ مسئلہ ثابت کر دے تو اس کو اس کا مسلک زندہ کرنے کیلئے دریائی مینڈک پھوا، دریائی کتا دریائی سانپ کا ناشتہ کرایا جائے گا کیونکہ یہ سب اشیاء غیر مقلدین کے نزدیک حلال ہیں۔ (حق آنست کہ ہر حیوانِ بحری حلال است عرف الجادی ص ۲۳۸) ہے کوئی احیاء مسلک کا شیدائی جو اس موقعہ کو غنیمت سمجھے۔

لطیفہ: جس ہدایہ کے مقدمہ کا بیت الفرقان والوں نے محمد یوسف کی اندھی تقلید میں آخری حوالہ دیا ہے اسکے مصنف ۵۹۳ھ میں فوت ہوئے ہیں جبکہ مرزا مظہر جانِ جاناں ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے تو کیا ہی کرامت ہے بیت الفرقان والوں کی کہ مرزا صاحب کے پیدا ہونے سے جو شخص ۵۱۸ سال پہلے فوت ہو چکا اس کی کتاب میں مرزا صاحب کے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر آ گیا۔ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ جب معاملات نااہلوں کے سپرد ہو گئے تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ بخاری ص ۱۴۔ واقعی اب دین پر غیر مقلدین نے قیامت برپا کر دی ہے اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے (آمین)

دو حوالے یعنی (۴) و (۵) شرح وقایہ کے درپے ہیں شرح وقایہ میں ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (ص ۱۴۵ ج ا)۔ شرح وقایہ میں نہ تو سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت کی تصحیح ہے اور نہ ہی ناف کے نیچے ہاتھ والی پر جرح ہے بلکہ شرح وقایہ میں کسی روایت کو ذکر ہی نہیں کیا نہ مثبت نہ منفی تو یہ دونوں حوالے بھی سو فیصد جھوٹ پر مبنی ہیں۔ شرح وقایہ کی وہ عربی عبارت پیش کی جائے جس کا ترجمہ بیت الفرقان والوں نے نقل کیا ہے۔

اعتراض: ایک دوست کہنے لگے کہ آپ عربی ہدایہ اور عربی شرح وقایہ کا اُن سے مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ ہمیں اُردو عین الہدایہ اور شرح وقایہ اُردو (نور الہدایہ) دکھاتے ہیں۔ ان میں واقعی یہ باتیں منقول ہیں جن کا انہوں نے حوالہ دیا ہے؟

الجواب: میں نے کہا کہ ہدایہ اور شرح وقایہ دونوں عربی میں لکھی گئی ہیں اور وہ حوالہ ہدایہ اور شرح وقایہ کا دیتے ہیں، اس لئے ہم ان سے اصل کتاب کی عبارتوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ عین الہدایہ یا ترجمہ شرح وقایہ کا حوالہ نہیں دیتے کہ ہم ان کے حوالوں کو صحیح تسلیم کر لیں۔ دیکھئے قرآن کی تفسیر کوئی عیسائی یا مرزائی لکھے تو وہ بات قرآن نہیں کہلائے گی، بلکہ عیسائی یا مرزائی کی بات ہوگی۔ اسی طرح تفہیم القرآن کی بات کو اگر کوئی قرآن کہہ کر پیش کرے تو یہ دھوکا ہوگا، کیونکہ وہ بات مودودی صاحب کی تو ہوگی قرآن اور خدا تعالیٰ کی نہیں ہوگی، بالکل اسی طرح عین الهدایہ کی بات امیر علی غیر مقلد کی ہوگی نہ کہ ہدایہ کی، اسی طرح شرح وقایہ کی تشریح وحید الزمان غیر مقلد نے کی ہے، تو وہ بات وحید الزمان کی تو ہوگی، شرح وقایہ کے حوالہ سے اس کو ذکر کرنا محض دھوکا ہے۔ پھر ان شروحات اُردو کی عبارات نقل کرنے میں بھی خیانت کی ہے، کیونکہ عین الهدایہ میں ہے کہ امام نوویؒ (شافعی) نے کہا کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر ائمہ حدیث متفق ہیں۔

پھر صاحب عین الہدایہ نے لکھا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک مرفوع صحیح روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ پس (یہ) روایت صحیح ہے (عین الہدایہ ص ۳۵۰) پھر صاحب ہدایہ کے اس قول پر کہ "یہ اثر مذکور شافعیؒ پر بھی حجت ہے سینہ پر ہاتھ باندھنے میں۔" امیر علی فائدہ لکھتے ہیں کیونکہ اس اثر سے مسنون ہونا منصوص ہے، جس کی تائید بشہادتِ اہل علم صحابہ وتابعین موجود۔ علاوہ اس کے حدیث ابن ابی شیبہ صحیح الاسناد ہے اور اثر مذکور میں کوئی ایسا ضعف نہیں جو رفع نہ ہو، حتیٰ کہ امام احمدؒ نے اس کو روایت کیا ہے (عین الہدایہ ص ۳۵۰) اس سے معلوم ہوا کہ امیر علی بھی امام نوویؒ کے اس قول کو نقل کر کے رد کر رہے ہیں تو عین الهدایہ سے بھی اس کا حوالہ پیش کرنا ایسے ہوا جیسے کوئی عیسائی کہے کہ قرآن میں ان اللّٰہ هو المسیح بن مریم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی مسیح بن مریم ہے۔ اور ساتھ یہ نہ بتائے کہ قرآن نے اس قول کی تردید کی ہے۔ اسی طرح اُردو شرح وقایہ یعنی نور الہدایہ کے حوالہ میں

بھی اس غیر مقلد نے دھوکا دیا ہے، کیونکہ نور الہدایہ اُردو شرح وقایہ کی عبارت یہ ہے "اور اسناد میں اس کی عبدالرحمٰن بن اسحٰق کوفی ضعیف ہیں۔ ضعیف کہا ان کو احمد وغیرہ نے اور اس ضعف سے ضعف حدیث کا لازم نہیں آتا، کیونکہ ابوحنیفہ مقدم ہیں ان پر اور کہا بعض جہلاء نے کہ نہیں ہے کوئی حدیث مرفوع صحیح اس باب میں واسطے حنفیہ کے اور یہ بات غلط ہے (نور الہدایہ ص ۸۵)۔ اس خط کشیدہ عبارت میں غور کریں کہ محمد یوسف جے پوری کی اس سے تردید ہوتی ہے یا احناف کی۔ پھر ابن ابی شیبہ کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: "یہ شاہد ہے اس حدیث علی رضی اللہ عنہ کا پس نہیں ہے وجہ کلام کی اس شخص کے جس نے کہا کہ نہیں دلیل ہے حنفیہ کی اس مسئلہ میں۔" (نور الہدایہ ص ۸۵) اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اُردو شرح وقایہ کے حوالہ دینے میں بیت الفرقان والوں نے کس قدر خیانت کی ہے۔

دلائل احناف:

باقی ہمارے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۰) عبدالروف غیر مقلد نے صلوٰۃ الرسول کے حاشیہ پر اور وحید الزمان نے نور الہدایۃ میں اس سند کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ نماز میں سنت ہتھیلی پر ہتھیلی ناف کے نیچے رکھنا ہے (ابوداؤد ص ۷۶، ابن ابی شیبہ ص ۳۹۱)۔

(۳) حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔ (ابوداؤد ص ۷۶)

(۴) حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے تھے کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے ہو۔ (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۰)

(۵) ابو مجلز فرماتے تھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ بائیں کے ظاہر پر ناف کے نیچے رکھے (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۱)

(۶) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں: افطار جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا، اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

(الجواہر النقی مع البیہقی ص ۳۲، ج ۲)

(۷) حضرت زید امام زین العابدینؒ سے، وہ حضرت حسینؓ سے، وہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ تین چیزیں تمام انبیاء کے اخلاق میں سے ہیں۔ افطار جلدی اور سحری میں تاخیر اور ہتھیلی ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

(مسند امام زید ص ۱۸۳)

(۸) محمد جونا گڑھی غیر مقلد دین محمدی میں نقل کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نماز میں اپنا بایاں ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ پر رکھا تو رسول کریم ﷺ نے یہ دیکھ کر ان کا داہنا ہاتھ بائیں پر کر دیا اور کہا سنت نماز میں ہتھیلیوں کا زیر ناف رکھنا ہے (دلائل المحققین ص ۷، ج ۵)۔ (۹) عقبہ بن صحبان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فصل لربک وانحر کی تفسیر میں یہ فرماتے سنا ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے رکھے (التمہید ص ۷۸، ج ۲۰) ہم ان روایات پر اپنے امام کے مسلک کے مطابق عمل کرتے ہیں اور قول محدث مجتہد حجت شرعیہ ہے، لہٰذا امام صاحب کا ان روایات پر عمل کرنا یہ ان روایات کی تصحیح ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک دلیل صرف اللہ اور رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ اس لئے وہ یہ بتائیں کہ ان روایات پر عمل سے خدا نے روکا ہے یا رسول اقدس ﷺ نے۔ اگر ان روایات پر وہ جرح کی سوچیں تو بھی یہ بات پیش نظر رہے کہ وہ جرح خدا یا رسول سے ثابت کریں، اُمتی کے کسی قول کو نقل کر کے مشرک نہ بنیں۔

نوٹ: سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت پر اسلاف میں سے کسی نے عمل نہیں کیا اور ائمہ کرام میں سے بھی کسی نے اس کو مذہب نہیں بنایا (فیض الباری ص ۲۶۶، ج ۲) امام ترمذیؒ اپنی کتاب میں ائمہ کے مذاہب نقل کرتے ہیں، انہوں نے بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا کسی کا مسلک ذکر نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو ترمذی ص ۶۳، ج ۱۔

○ امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے (المغنی ص ۴۷۲، ج ۱) مولوی محمد اسحٰق بھٹی نے فقہائے ہند میں لکھا ہے کہ ابو الحسن سندھی م ۱۱۴۱ھ کو مدینہ کے قاضی نے اس لئے جیل بھیج دیا تھا کہ وہ رفع یدین اور سینے پر ہاتھ باندھا کرتا تھا (ملخص ص ۱۷۵ ج ۵)..... اس سے معلوم ہوا کہ بارھویں صدی ہجری تک مدینہ میں اس پر عمل کرانے والا قابل تعزیر سمجھا جاتا تھا۔ بورے والا میں تدریس کے دوران ایک دفعہ میں نے ایک طالب علم حافظ محمد ریاض سے کہا کہ تمہارے چک میں لامذہبیت کی وبا پھیل رہی ہے، تم تو اس سے متاثر نہیں ہوئے؟ تو تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگا کہ اور تو کچھ نہیں، البتہ نماز میں اپنے چک جا کر ہاتھ کچھ اوپر باندھنے پڑتے ہیں۔ میں نے کہا کیوں؟ تو کہنے لگا کہ وہ غیر مقلد مذاق کرتے ہیں کہ تو نے اپنے ننگ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ اس لئے شرم کی وجہ سے میں ہاتھ اوپر کر لیتا ہوں۔ میں نے پوچھا وہ لوگ کتنا پڑھے ہوئے ہیں؟ کہنے لگا کچھ بھی نہیں۔ میں نے کہا کہ تو نے یہاں قرآن حفظ کیا اور دو سال کتابیں پڑھی ہیں۔ تیرے اساتذہ اہل علم ہیں، تو ان کے عمل کو نہیں دیکھتا، جاہلوں سے متاثر ہو گیا ہے جو تیرے جتنا بھی علم نہیں پڑھے ہوئے۔ کہنے لگا کہ وہ مذاق کرتے ہیں۔ اس لئے میں صرف ان کے سامنے ہاتھ تھوڑے سے اونچے کر لیتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کوئی حدیث بھی بیان کرتے ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا کہ صرف ان کے مذاق کی وجہ سے تو نے اس عمل کو چھوڑ دیا جس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سنت اور حضرت انسؓ اخلاق نبوت میں شمار کرتے ہیں۔ کہنے لگا کہ وہ کہتے ہیں کہ ننگ پر ہاتھ رکھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ میں نے کہا کہ یہ کوئی آیت یا حدیث ہے کہ ننگ پر

ہاتھ رکھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ کہنے لگا مجھے تو علم نہیں۔ میں نے کہا ان سے پوچھنا۔ پھر میں نے بتایا کہ یہ محض ان کا قیاس ہے جو سنت کے خلاف ہے۔ پھر اگر یہ بات صحیح ہے کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو یہ لوگ بھی رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے ہیں۔ پھر ان کی نماز بھی ٹوٹ گئی۔ فرق یہ ہوا کہ بقول ان کے ہماری نماز کی مثال اس کھیتی کی ہوگی جو اُگی ہی نہیں، مگر ان کی اُگی اُگائی پر اولے پڑ گئے۔ پھر عورتوں کا تو سارا بدن گھٹنے ہے۔ تو وہ بے چاریاں ہاتھ کاٹ کر پھینک دیں۔ معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا کام سنتوں کا مذاق کرنا ہے۔

چنانچہ حکیم فیض عالم غیر مقلد لکھتے ہیں۔ "یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفائے بنی عباس میں سے ہارون کا ایک نماز میں ازار بند کھل گیا اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے ازار بند سنبھال لیا۔ نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی سے ہارون رشید کے اس فعل کو دیکھا۔ قاضی ابو یوسف نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے" (اختلاف اُمت کا المیہ ص ۷۸)

دیکھئے یہ غیر مقلد مخالفتِ سنت کی آگ میں کیسے جل رہا ہے کہ قاضی ابو یوسف نے سنت والا فتویٰ کیوں بتا دیا۔ کاش کہ وہاں کوئی غیر مقلد ہوتا جو ہارون رشید کو فتویٰ دیتا کہ جناب! اگر یہ ظالم ازار گرتی تھی تو گرنے دینا تھا۔ کیونکہ ہمارے ہاں اگر ازار اور قمیص دونوں بھی اُتر جائیں تو نماز درست ہوتی ہے۔ آپ نے ہاتھ نیچے کر کے اس کو سنبھالنے کی زحمت کیوں اُٹھائی ہے۔

دستر عورت وآنچہ مفید شرطیت باشد دراں موجود نیست.......واز پنجا دریافتہ باشی کہ ہر کہ چیزے از عورتش در نماز نمایاں شد یا در جامۂ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح است وزاعم بطلانش مطالب (بدلیل عرف الجادی ص ۲۲)

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ ہمارے احناف کے ہاں (سینہ) صدر والی روایت اگرچہ ضعیف ہے، لیکن عورتوں کے لئے یہ فعل زیادہ ستر کا کام دیتا ہے۔ اس لئے عورتوں کے

اعتبار سے ہم نے اس پر بھی عمل کر لیا۔ تو احناف کے ہاں دونوں حدیثوں پر کسی نہ کسی درجہ میں عمل ہو گیا، لیکن اس کے باوجود بھی یہ غریب عامل بالحدیث نہیں اور غیر مقلدین ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی تمام روایات کو چھوڑ کر بھی عامل الحدیث کہلائیں۔ یہ کیا ہی عجیب بات ہے۔ تاہم آدمیوں کے لئے اس علاقہ میں احناف کا متواتر عمل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت پر رہا ہے۔ البتہ انگریزی دورِ حکومت میں انگریزی نبی سے یہ عمل چلا، چنانچہ سیرت المہدی میں ہے مرزا صاحب نے فرمایا: "شروع عمر میں بھی ہمارے اردگرد سب حنفی تھے۔ مجھے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا کبھی پسند نہیں ہوا، بلکہ ہمیشہ طبیعت کا میلان ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی طرف رہا ہے (ص ۱۰۳، ج ۱) نیز قاضی محمد یوسف پشاور (مرزائی) کی روایت ہے کہ میں نے حضرت غلام احمد علیہ السلام کو بارہا نماز فریضہ اور تہجد پڑھتے دیکھا۔ آپ نماز نہایت اطمینان سے پڑھتے۔ ہاتھ سینے پر باندھتے (سیرت المہدی ص ۴۸ ج ۳) ان کی دوسری روایت ہے کہ جب میں پہلی مرتبہ قادیاں آیا تو حضرت اقدس ان ایام میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھا کرتے تھے اور مسجد مبارک میں جو گھر کی طرف کو ایک کھڑکی کی طرز کا دروازہ ہے اس کے قریب دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ بحالتِ نماز ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے (سیرت المہدی ص ۲۶۵، ج ۳) انگریزی اہل حدیثوں نے یہاں سے یہ مسئلہ لیا ہے، ورنہ اس سے قبل عام آدمیوں میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا عمل نہیں پایا جاتا تھا۔ البتہ عورتوں میں یہ عمل متواتر چلا آتا تھا۔ اس لئے تشبہ بالنساء کی وجہ سے بھی اس فعل کی اس علاقہ میں ممانعت ہوگی۔

لطیفہ: اس علاقہ میں جب آدمیوں میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا عمل شروع ہوا تو ایسے تشبہ بالنساء کر کے نماز پڑھنے والے کو دیکھ کر کچھ لوگ حیران ہوئے اور آپس میں تعجب سے گفتگو کرنے لگے کہ یہ کیسے عورتوں کی طرح نماز پڑھ رہا ہے، تو ایک آدمی نے سوچ کر یہ کہا کہ معلوم ہوتا ہے اس کو کسی آدمی نے نماز نہیں سکھائی۔ اس نے اپنی والدہ سے نماز سیکھی ہے۔ اس لئے یہ عورتوں کی طرح ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ اگر باپ سے یا کسی مرد استاد سے سیکھتا تو

ایسے نماز میں کھڑا نہ ہوتا۔

(۷) مقتدی فاتحہ کو دل میں پڑھ لے اور یہ حق ہے۔ ہدایہ ج ا صفحہ ۴۴۰۔ یہ مسئلہ بھی بیت الفرقان والوں نے محمد یوسف جے پوری سے لیا ہے اور ہدایہ کی طرف نسبت کرنے میں ایک فیصد بھی سچائی نہیں، مگر بیت الفرقان والوں نے تھوڑی سی اس معاملہ میں احتیاط برتی ہے کہ یوسف جے پوری نے اس مسئلہ میں حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۹۳۔۱۹۴/ پر ہدایہ کے حوالہ سے چار جھوٹ اور شرح وقایہ کے حوالہ سے بھی چار جھوٹ بولے تھے جو درج ذیل ہیں:

(۱) لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب یہ حدیث بسند صحاح ستہ وابن حبان وسنن دار قطنی وغیرہ میں مروی ہے ہدایہ جلد ا صفحہ ۳۶۱۔ (۲) ابن ہمام نے ثقلت القرآن والی حدیث کے راوی کو ثقہ بتا کر کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے ہدایہ جلد ا صفحہ ۴۲۹۔ (۳) امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں شرح وقایہ صفحہ ۱۰۸۔۱۰۹۔ (۴) حضرت ابن عمرؓ کا اثر فاتحہ خلف امام نہ پڑھنے کا ضعیف ہے شرح وقایہ صفحہ ۱۰۹۔ (۵) حضرت علیؓ کا قول بھی منع فاتحہ میں ضعیف ہے (باطل) شرح وقایہ صفحہ ۱۱۰۔ (۶) اذا کبر الامام فکبروا الخ حدیث ضعیف ہے۔ شرح وقایہ صفحہ ۱۱۰۔ (۷) مشرکین نے قرآن سننے سے پرہیز کیا آپس والوں سے کہتے لا تسمعوا لهذا القرآن (مت سنو اس قرآن کو) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیحت کی فرمایا: واذا قرئ القرآن (جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو) ہدایہ جلد ا صفحہ ۴۳۰۔ (۸) وہی جھوٹ جو (۷) نمبر کے عنوان سے بیت الفرقان والوں نے نقل کیا ہے۔ مگر بیت الفرقان والوں نے سات جھوٹ نظر انداز کر کے صرف ایک جھوٹ نقل کیا ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا آٹھوں حوالے غلط ہیں کوئی غیر مقلد ایک حوالہ بھی اصل کتابوں سے ثابت نہیں کر سکتا بلکہ اصل کتابوں میں اس مسلک کی تردید ہے چنانچہ شرح وقایہ میں ایک آیت تین احادیث اور ایک

دلیل عقلی سے اس مسئلہ کو مدلل کیا ہے کہ مقتدی قرأت نہ کرے بلکہ توجہ کرے اور خاموش رہے اور مذکورہ بالا حوالوں میں سے ایک حوالہ بھی شرح وقایہ میں نہیں، اسی طرح ہدایہ میں ہے ''مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے فاتحہ میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ قرأۃ نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے تو اس میں مقتدی اور امام دونوں شریک ہوں گے اور ہماری دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس کا امام ہو تو امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأت ہے اور اس مسئلہ پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام قرآن پڑھے تو خاموش رہو (ہدایہ جلد ا صفحہ ۱۰۰۔۱۰۱)۔ لیجئے ہدایہ میں تو غیر مقلدین کی تردید ہے اور مذکورہ بالا حوالوں میں سے ایک حوالہ بھی ہدایہ میں نہیں۔ معلوم ہوا کہ نام نہاد اہل حدیثوں کے مسلک کی آبیاری ہی جھوٹ سے ہوتی ہے، پھر جھوٹ بھی ایسے کہ تاریخ بھی اس پر ماتم کرے، مثلاً ابن ہمام کا جو قول ہدایہ صفحہ ۴۲۹ سے نقل کیا گیا ہے تمام غیر مقلدین یہ تاریخی عقدہ حل کریں کہ ابن ہمام کا قول ہدایہ میں کس طرح آ گیا ہے جبکہ اسی حقیقۃ الفقہ کے صفحہ ۱۱۷ پر صاحب ہدایہ کی وفات ۵۹۳ھ تحریر کی ہے اور ابن ہمام متوفی (۸۶۱ھ) نویں صدی ہجری کے آدمی ہیں کیا صاحب ہدایہ کا تین صدی قبل عالم ارواح میں ان سے رابطہ ہوا تھا؟

(۸) رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع یدین کے قوی ہیں۔ ہدایہ جلد ا صفحہ ۳۸۹

(۹) رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ شرح وقایہ صفحہ ۱۰۲۔

(۱۰) حق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین ثابت ہے۔ ہدایہ جلد ا صفحہ ۳۸۶

(۱۱) عصام بن یوسف امام ابوحنیفہؒ کے شاگردان شاگرد ہیں رفع الیدین کرتے تھے مقدمہ عالمگیری جلد ا صفحہ ۵۰۔ ان میں سے ۸، ۹، ۱۰، اور ۱۱ بھی محض تلبیس ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے۔ ''رفع یدین نہ کرے مگر پہلی تکبیر

میں ـــــ بوجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے کہ صرف سات جگہ ہاتھ اٹھائے جائیں تکبیر تحریمہ اور دعائے قنوت کی تکبیر میں اور عیدین کی تکبیروں میں اور چار مقام حج کے ذکر فرمائے اور جو رفع یدین کا ذکر کیا جاتا ہے وہ ابتداء پر محمول ہے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ سے ایسے ہی نقل کیا گیا ہے (ہدایہ صفحہ ۹۲ـ۹۳) تو یہاں کہیں نہیں کہا گیا کہ رفع یدین کی حدیثیں قوی ہیں یا ثابت ہیں البتہ صاحب ہدایہ نے ترک رفع یدین کو مدلل کیا ہے، اسی طرح وقایہ میں ہے کہ دوسری رکعت پہلی کی مثل ہے مگر تعوذ اور ثناء اس میں نہ پڑھے اور ہاتھ بھی نہ اٹھائے (شرح وقایہ جلد ا صفحہ ۱۶۹) شارح نے یہاں اس مسئلہ پر کوئی بحث نہیں کی چہ جائیکہ یہ کہا ہو کہ رفع یدین کرنے کی حدیث ضعیف ہے باقی (۱۰) پر جو عصام بن یوسف کے رفع یدین کرنے کا ذکر کیا ہے معلوم نہیں یہ اثبات رفع یدین کی دلیل بنا کر تحقیقاً ذکر کیا ہے یا ہمیں الزام دینے کے لئے اگر بطور دلیل پیش کیا ہے تو ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ آپ کے ہاں حجت تو قرآن وحدیث ہے (خدا رسول) تو عصام کو آپ خدا ہونے کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں یا رسول ہونے کی حیثیت سے؟ اس عصام کے فعل کو دلیل بنا کر آپ کہیں مشرک تو نہیں بن گئے؟ اور اگر خدا رسول کو چھوڑ کر امتی کے قول کو لینا تھا تو مقلد پر اعتماد کیوں کیا اس کے امام پر اعتماد کر لیتے، کیونکہ وہ علم اور عمر دونوں کے اعتبار سے بڑے ہیں اور ان کا مذہب مدون ہو کر ایک جہاں کو سیراب کر رہا ہے اور ہم تک تواتر سے پہنچا ہے جبکہ عصام بن یوسف کے رفع یدین کے لئے فعل متواتر تو کیا خبر واحد صحیح الاسناد بھی نہیں۔ ان غیر مقلدین کی بھی عجیب حالت ہے اگر نہ ماننا ہو تو متواترات کے لئے سند کا مطالبہ شروع کر دیتے ہیں اور ماننے کو دل چاہے تو شاذ اقوال بلا سند ماننا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر عصام کا قول ہم کو الزام دینے کے لئے تحریر کیا ہے تو یہ بھی غلط ہے الزام مسلماتِ مقابل سے ہوتا ہے ہم نے تو امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کے مفتیٰ بہ اقوال پر عمل کرنے کا التزام کیا ہے نہ شاذ اقوال پر جیسے کوئی منکرِ حدیث ضعیف، شاذ

یا موضوع روایت کو لیکر محدثین کو الزام دے تو وہ صحیح نہیں اسی طرح آپ کا الزام بھی صحیح نہیں۔

لطیفہ سنا ہے کہ بعض غیر مقلدین شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی حجۃ اللہ البالغہ تعلیق الممجد حاشیہ مؤطا مولانا عبدالحی صاحب اور غنیۃ الطالبین حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی رحمہ اللہ کی لے کر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھنے لگے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے اسی طرح یکے بعد دیگرے مولانا عبدالحئی صاحبؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارہ میں سوال کئے تو حضرت کاندھلویؒ نے ہر ایک کے علمی عملی مقام کی تعریف فرمائی تو انہوں نے ان کتابوں سے رفع یدین کے متعلق عبارات نکال کر سامنے رکھ دیں تو مولانا کاندھلویؒ نے فرمایا کہ تم لوگ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کو جانتے ہیں تو ان غیر مقلدوں نے ان کی اجتہادی صلاحیتوں کو اور ساتھ ہی ان کی علم حدیث کی خدمات کو سراہا۔ تو مولانا کاندھلویؒ نے جواب میں فرمایا کہ ہم نے تو امام ابوحنیفہؒ کی اتباع میں ان بڑے بڑے مجتہدوں کو چھوڑ دیا ہے تم ہمارے سامنے ان مقلدوں کی عبارات پیش کر رہے ہو۔ ہم امام صاحبؒ کے مقابلہ میں ان کو کیا جانیں؟ کیونکہ دوسرے ائمہ کو ایسے سمجھیں جیسے ہمارے چچا ہیں اور یہ مقلدین ہمارے تقلید میں بھائی ہیں جب ہم نے اپنے روحانی باپ (امام ابوحنیفہؒ) کے مقابلے میں روحانی چچوں کو چھوڑ دیا ہے تو یہ روحانی بھائیوں کا قول ان کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے تو وہ خاموش ہو کر چلے گئے امید ہے کہ عصام بن یوسف کا عمل پیش کرنے والے بھی خاموش ہو جائیں گے (اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیں) اب قارئین ذرا یہ غور کریں کہ اتنے جھوٹ اور فریب محمد یوسف کی تقلید میں بیت الفرقان والوں نے کیوں کئے اس علاقے کے ایک متواتر عمل ترک رفع یدین کی ضد میں جس کی تائید بہت سی آیات واحادیث سے ہوتی ہے۔ ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

(۱) یہ ترک رفع یدین والا متواتر عمل قرآن کے زیادہ موافق ہے اور الفاظ قرآنیہ قطعی ہیں، ان میں تغیر کا احتمال نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں قوموا للہ قانتین ای ساکنین ساکتین (یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے سکون سے کھڑے ہوں) اب جہاں روایات میں اختلاف ہو حرکت اور سکون کے درمیان تو سکون والی روایات کو لیں گے تو ترک رفع یدین میں سکون ہے اس لئے ان کو قرآن کے موافق ہونے کیوجہ سے لے لیا (تقریر بخاری بمفہومہ)

(۲) قد افلح المؤمنو ن الذین هم فی صلا تهم خاشعون (بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں) حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی عبث حرکتیں نہ کرے (بیان القرآن) صلاح الدین بن یوسف غیر مقلد کہتا ہے خشوع سے مراد قلب اور جوارح کی یکسوئی اور انہماک ہے (تفسیر شائع کردہ سعودیہ) مولانا عبدالحق حقانی دہلویؒ فرماتے ہیں بعض اس (خشوع) کو ہاتھ پاؤں کا عمل کہتے ہیں سکون سے کھڑا رہنا ادھر اُدھر التفات نہ کرنا کپڑے یا داڑھی یا اور چیز سے کھیل نہ کرنا نماز کے اندر (تفسیر حقانی جلد ۳ صفحہ ۳۴۴) علی بن طلحہ اور ابن عباس، مجاہد، حسن بصری، قتادہ اور زہری سے منقول ہے کہ نماز میں خشوع سے مراد خوف اور سکون ہے (تفسیر ابن کثیر) ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ نماز میں اصل سکون ہے تو اختلاف روایات کے وقت جو سکون کے موافق تھیں یعنی ترک رفع یدین والی تو ہم نے ان کو لے لیا اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خشوع سے نماز پڑھنے والے وہ لوگ ہیں جو نماز میں رفع یدین نہیں کرتے (تنویر المقیاس برحاشیہ درمنشور۔ جلد ۳ صفحہ ۳۲۳) اس تفسیر کو نقل کرنے والے علامہ کلبی تفسیر کے امام ہیں یہ امام ابوحنیفہؒ کے استاذ ہیں اور امام صاحب کسی ضعیف

سے روایت نہیں لیتے تھے مسند امام اعظم میں صفحہ ۲۲۷ پر ان کی روایت ہے۔

(۳) اقم الصلوٰة لذکری. میرا ذکر کرنے کے لئے تو نماز قائم کر (ابن کثیر و خازن) رفع یدین اور جلسہ استراحت ایسے افعال ہیں کہ ان کے لئے کوئی ذکر نہیں اس لئے تعارض روایات کے وقت ہم نے ان کو چھوڑ دیا تکبیر تحریمہ قنوت وتر، اور تکبیرات عیدین میں ذکر ہے نیز ان میں اختلاف بھی نہیں اس لئے ان کو ہم نے رکھ لیا۔

(۴) حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تم کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں نماز میں سکون اختیار کرو (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۱) اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں رفع یدین سکون نماز کے منافی ہے، اور رفع یدین کرنے والے شرارتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ڈانٹا۔

(۵) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا صرف سات جگہ ہاتھ اٹھائے جائیں گے (۱) جب نماز کی طرف کھڑا ہو، (۲) جب بیت اللہ پر نظر پڑے، (۳) صفا پر (۴) مروہ پر (۵) عرفات میں (۶) مزدلفہ میں (۷) رمی جمار کے وقت۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

(۶) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں تو آپؓ نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی دفعہ رفع یدین کی۔ (ترمذی صفحہ ۶۴) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث حسن ہے صفحہ ۶۵۔ امیر علی غیر مقلد کہتا ہے کہ "حق یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے ابن حزم نے محلی میں اس کی تصحیح کی ہے" عین الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۸۔

(۷) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب انہوں نے نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر کیا اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا اور رکوع سے اپنا سر اٹھانے کے بعد پس رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ

دونوں سجدوں کے درمیان (مسند حمیدی جلد ۲ صفحہ ۲۷۷۔ ابو عوانہ جلد ۲ صفحہ ۹۰)

(۸) حضرت ابن عمرؓ سے ہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے دوبارہ نہ کرتے (بیہقی خلافیات بحوالہ زیلعی جلد ۱ صفحہ ۴۰۴)

(۹) حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کی پہلی تکبیر میں (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

(۱۰) عبدالعزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کی شروع کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اس کے علاوہ کسی جگہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے (مؤطا امام محمد صفحہ ۹) واضح ہو کہ ابن عمرؓ مدینہ میں رہتے تھے اور مدینہ کے امام مالک جو ۹۳ھ میں پیدا اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے، یعنی خیر القرون کے دور میں، وہ فرماتے ہیں کہ میں پہلی رفع یدین کے علاوہ کو پہچانتا نہیں حالانکہ مدینہ میں پوری دنیا کے مسلمان حاضری دیتے ہیں اور خود امام مالکؒ اس رفع یدین کے مؤطا اور بخاری میں راوی ہیں مگر عمل کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ میں کسی کو یہ عمل کرتے پہچانتا نہیں بلکہ مدینہ میں رہ کر کھلم کھلا یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ میرے نزدیک رفع یدین ضعیف ہے (المدونۃ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۱)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں یہ سب سوائے نماز کے شروع کی پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرتے تھے راوی ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ ہم تمام نمازوں میں اس عمل کو لیتے ہیں (دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۲۹۵)

(۱۲) حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں (طحاوی ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۰)

(۱۳) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر میں جس سے

نماز شروع کرتے رفع یدین کرتے پھر کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(العلل دار قطنی جلد ۴ صفحہ ۲۶۔ بحوالہ مجموعہ رسائل جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

(۱۴) حضرت علیؓ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۳۲۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

(۱۵) ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ اور حضرت علیؓ کے سارے شاگرد شروع نماز کے علاوہ کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

(۱۶) عبدالمالک بن الجبر فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی ابراہیم نخعی اور ابو اسحاق کو دیکھا ہے کہ وہ صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

(۱۷) ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سمجھ دار کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۳۴) ان کی پیدائش ۱۰۰ھ میں اور وفات ۱۹۴ھ میں جو خیر القرون کا دور ہے اس میں شریر گھوڑوں والا عمل متروک ہو چکا تھا۔

(۱۸) حضرت براء ابن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر سلام پھیرنے تک رفع یدین نہ کرتے۔

(المدونۃ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۹۔ ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶۔ طحاوی۔ دار قطنی۔ عبدالرزاق)

(۱۹) حضرت ابراہیم نخعیؒ کے سامنے رفع یدین والی حدیث کا تذکرہ ہوا تو وہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ حضرت وائلؓ نے شاید اس ایک دن کے عمل کو دیکھ کر یاد کر لیا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ کو یہ عمل یاد نہ رہا میں نے تو کسی صحابی سے یہ مسئلہ سنا تک نہیں وہ تو صرف نماز کی ابتداء میں تکبیر کہتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے (مؤطا امام محمد صفحہ ۵۴)

نوٹ: حضرت ابراہیم کی پیدائش ۴۶ھ میں اور وفات ۹۶ھ میں ہوئی جو صحابہ کرام کا دور

ہے معلوم ہوا کہ اس دور میں رفع یدین کرنا تو بجائے خود اس کی روایت سن کر لوگوں کو غصہ آ جاتا تھا یہ بھی یاد رہے کہ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(۲۰) حضرت عباد بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو ابتدا میں رفع یدین کرتے پھر فارغ ہونے تک نماز میں کہیں رفع یدین نہ کرتے۔ (زیلعی جلد ۱ صفحہ ۴۰۴)

مسئلہ نمبر ۱۳:

دیکھ کر قرآن پڑھنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ درمختار جلد ۱ صفحہ ۲۹۱، عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۱۳۹، ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۲، منیہ صفحہ ۱۰۰ ...... یہ مسئلہ بھی بیت الفرقان والوں نے حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۹۷۔۱۹۶ سے لیا ہے مگر اس میں بھی سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں کیونکہ درمختار میں ہے کہ نمازی کا قرآن دیکھ کر پڑھنا مطلقاً (یعنی قلیل ہو یا کثیر) نماز کو فاسد کر دیتا ہے کیونکہ یہ نماز میں علم کا سیکھنا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت ہے۔ (الدر المختار مع الشامیہ جلد ۱ صفحہ ۶۲۳، جلد ۱ صفحہ ۶۲۴) ...... اسی طرح عالمگیری میں ہے کہ نمازی کا قرآن سے قراءۃ کرنا امام صاحبؒ کے نزدیک نماز توڑ دیتا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۰۱) البتہ صاحبینؒ کا مسلک عدم فساد کا لکھ کر اس کی تردید کی ہے اور امام صاحبؒ کی یہ دلیل لکھ کر کہ قرآن پاک سے الفاظ لے کر پڑھنا یہ نماز میں علم حاصل کرنا ہے اور یہ تعلیم نماز کے افعال میں سے نہیں ہے۔ اس علت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو اٹھا کر پڑھنا یا بغیر اٹھائے دیکھ کر پڑھنا دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہی صحیح قول ہے۔ (عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۱۰۱) یہ وضاحت کر دی ہے کہ اس کے خلاف قول غیر مفتٰی بہ ہے اور غیر مفتٰی بہ قول پر فتویٰ دینے کو صاحب درمختار نے خلاف اجماع لکھا ہے۔ (الدر المختار جلد ۱ صفحہ ۱۷) ...... ہدایہ کے حوالے سے عین الہدایہ کا صفحہ تحریر کیا ہے اور وہ بھی ناقص حوالہ ہے کیونکہ ہدایہ میں امام صاحب کا

مسلک یہی لکھا ہے کہ قرآن دیکھ کر نماز پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (عین الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۱) البتہ عین الہدایہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ یہی مسلک سعید بن المسیب، حسن بصری، شعبی اور سلمی رحمہم اللہ کا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۵۰۱) مگر اس معروف عمل کو بیت الفرقان والوں نے محمد یوسف جے پوری کی تقلید شخصی میں چھوڑ دیا اور اس علاقے کا جو منکر عمل تھا اس کو اگلے صفحہ سے نقل کیا گیا اور یہ بیان نہیں کیا ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک قرآن دیکھ کر پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس میں مشابہت ہے۔ (عین الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۲) ...... اب معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے کے معروف عمل کو چھڑوا کر عوام کو یہ لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ پھر اسی صفحہ پر بھی امام صاحبؒ کی دو دلیلوں پر بحث کرنے کے بعد امیر علی غیر مقلد نے لکھا: محقق تعلیل دوم ہے کہ مصحف پر دیکھ کر پڑھنے سے تلقن لازم آتا ہے اور وہ مفسد ہے خواہ مصحف اٹھائے ہو یا رکھا ہو یا محراب پر لکھا ہو لہٰذا کافی میں لکھا کہ بہر حال میں مفسد ہے اور یہی صحیح ہے۔ (عین الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۲) ...... معلوم ہوا کہ تعصب کی وجہ سے صحیح قول نظر نہیں آتا۔ غیر صحیح لکھ کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں ...... منیۃ المصلی میں بھی اس مسئلہ میں امام صاحب اور صاحبین کا مذکورہ بالا اختلاف ذکر کیا ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہر حال میں نماز ٹوٹ جاتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے مگر علامہ حلبیؒ نے شرح میں لکھا ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک مکروہ ہے کہ قرآن نماز میں دیکھ کر پڑھا جائے اور وجہ بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت ذکر کی ہے۔ (غنیۃ المستملی صفحہ ۴۲۳) ...... معلوم ہوا کہ چاروں کے چاروں حوالے غیر مقلدانہ خیانت اور تحریف معنوی کا شکار ہو چکے ہیں۔

اصل مسئلہ:

غیر مقلدین کا مجموعی مزاج یہ ہے کہ معروف عمل کے خلاف کسی منکر عمل میں عوام کو

الجھاؤ اور معروف کو صرف چھڑواؤ ہی نہیں بلکہ اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھو..... تو ان علاقوں میں فقہ حنفی کے مطابق عمل چل رہا ہے اور تمام مسلمان قراءۃ قرآن دیکھ کر کرنے کو مفسد صلوٰۃ سمجھتے ہیں مگر نواب وحید الزمان غیر مقلد نے فتویٰ دے دیا کہ نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (نزل الابرار جلد ا صفحہ ۱۱) اسی کو یوسف جے پوری اور مبشر ربانی اور بیت الفرقان والوں نے لے لیا حالانکہ نبی اقدس ﷺ کے ۲۳ سالہ دور نبوت میں کہیں ایک نماز کی ایک رکعت میں بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے دیکھ کر قرآن پڑھا ہو اور نہ ہی آپ ﷺ نے کسی کو قرآن دیکھ کر پڑھنے کا حکم دیا۔ البتہ یہ تو ثابت ہے کہ (۱) حدیث رفاعہ میں آپ ﷺ نے مسیُ الصلوٰۃ کو حکم دیا کہ اگر قرآن نہ آتا ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تکبیر و تہلیل کر لے۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۷) یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی صفحہ ۷۰) اسی طرح (۲) حضرت ابن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں قرآن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا آپ مجھے کسی ایسی چیز کی تعلیم دیں جو قرآن کی جگہ مجھے کفایت کرے تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ کلمات کہہ لیا کر سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلیّ العظیم (نسائی صفحہ ۹۴) دیکھئے حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر قرآن یاد نہیں ہوتا تو دیکھ کر پڑھ لیا کر..... تو جس طرح یہ مسئلہ قول و فعل نبوی علیہ السلام سے ثابت نہیں اسی طرح تقریر نبوی ﷺ سے بھی ثابت نہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے کسی نے قرآن دیکھ کر نماز میں پڑھا ہو اور آپ ﷺ خاموش رہے ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دورِ نبوی میں کسی صحابی کو یہ جرأت نہ تھی کہ حضور ﷺ کے سامنے نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھتے۔ (۳) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ منع فرماتے تھے کہ لوگوں کی امامت قرآن دیکھ کر کرائی جائے۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۲۵)

معلوم ہوا کہ یہ کام سنت خلفاء راشدینؓ کے بھی خلاف ہے۔ (۴) عیاش عامریؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن حنظلہ بکری ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو قرآن دیکھ کر لوگوں کو امامت کرا رہا تھا تو انہوں نے اس کو پاؤں مارا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۸) کاش! کہ ان غیر مقلدوں کو بھی کوئی پاؤں کی ٹھوکریں مارنے والا مل جائے۔ شاید ٹھوکر کھا کر اس فعل سے باز آجائیں۔ (۵) حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ ابوعبدالرحمٰن قرآن دیکھ کر امامت کرانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ) (۶) امام اعمشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی قرآن دیکھ کر امامت کرانے کو ناپسند کرتے تھے کہ کہیں یہودیوں اور عیسائیوں سے مشابہت نہ ہو جائے۔ (۷) حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ عمومی طور پر لوگ قرآن دیکھ کر امامت کرانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۹)

واضح رہے کہ یہ ابراہیم نخعیؒ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور صحابہ کرامؓ کے دور ۴۶ھ میں ان کی پیدائش اور صحابہ کرامؓ ہی کے دور ۹۶ھ میں ان کا وصال ہوا، تو یہ صحابہؓ اور تابعینؒ پر عمومی حکم لگاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی یہودیوں اور عیسائیوں والے اس عمل کو پسند نہیں کرتا تھا۔ (۸) حضرت مجاہدؒ بھی اس کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی قرآن دیکھ کر امامت کرائے۔ (ابن ابی شیبہ) (۹) حضرت سعد بن المسیبؒ بھی قرآن دیکھ کر امامت نہیں کرواتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ) (۱۰) حضرت حسن بصریؒ بھی اس کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایسا کام عیسائی کرتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ) (۱۱) حضرت حماد اور قتادہ نے رمضان میں ایک شخص کو قرآن دیکھ کر نماز پڑھاتے دیکھا تو اس کو ناپسند فرمایا۔ (ابن ابی شیبہ) (۱۲) حضرت عامرؒ بھی فرماتے تھے کہ قرآن دیکھ کر امامت نہ کروائی جائے۔ (ابن ابی شیبہ)

☆ اس مسئلہ پر مبشر احمد ربانی لکھتے ہیں کہ کہ نماز میں قرآن مجید کو اٹھا کر قراءۃ کرنا جائز و درست ہے لیکن اسے معمول نہیں بنانا چاہئے۔ (آپ کے سوال قرآن و سنت کی روشنی

میں جلد اصفحہ ۱۱۸) اس عبارت میں ایک جزء مثبت ہے یعنی قرآن دیکھ کر قراءۃ کرنا جائز ہے اور دوسرا جزء منفی ہے کہ اسے معمول نہیں بنانا چاہئے...... ربانی صاحب نے جزء مثبت کو مدلل کرنے کی کوشش کی ہے جو ان کے نزدیک بھی معمول بہ نہیں ہونا چاہئے اور قرآن دیکھ کر قراءۃ نہ کرنا جو ان کے نزدیک بھی اصل معمول بہ ہے اس کی طرف نظر التفات نہیں فرمائی ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معروفات کے مقابلہ میں منکرات ومتروکات کی ترویج کی طرف ان کی توجہ ہے مگر نہ تو کتاب اللہ سے اس کے جواز کو ثابت کر سکے ہیں، نہ نبی اقدس ﷺ کے قول، فعل یا تقریر سے۔ البتہ حضرت عائشہؓ سے بخاری کی ایک روایت بلا سند ذکر کی ہے جس کے بارہ میں غیر مقلد امیر علی بھی یہی کہتا ہے کہ اس روایت کی تصحیح چاہئے ہے۔ (عین الہدایہ جلد اصفحہ ۵۰۲) پھر یہاں یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین ہیں یا عائشہؒ بنت طلحہ ہیں۔ ربانی صاحب کے (ؓ) سے نشان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین ہیں مگر ابن ابی شیبہ سے عائشہ بنت طلحہ کا شبہ ہے، اگر حضرت ام المؤمنینؓ ہی ہوں تو بھی علامہ حلبی فرماتے ہیں کہ **ان صح فھو محمول علی انہ کاف یراجعہ قبیل الصلوٰۃ لیکون یذکرہ اقرب** (غنیۃ المستملی صفحہ ۴۲۳) یعنی اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس کو اس معنی پر محمول کرنا چاہئے کہ ذکوان نماز سے تھوڑی دیر پہلے قرآن کی طرف مراجعت کرتا تھا تاکہ قرآن پاک کو تکبیر تحریمہ سے زیادہ قریبی حالت میں یاد کرلے جیسا کہ آج کل بھی کچھ حافظ جن کا سامع نہیں ہوتا وہ قرآن پاک قریب رکھ لیتے ہیں اور اگر بھول جائیں تو سلام پھیرنے کے بعد قرآن دیکھ کر اپنی تصحیح کر لیتے ہیں یا **یؤمھا من المصحف** میں **من** تبعیضیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ نماز میں پوری سورۃ نہیں پڑھتے تھے بلکہ بعض بعض حصہ پڑھ کر سورۃ کو ختم کرتے تھے۔

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ شمس الائمہ السرخسیؒ کی

ہے اور یہ راجح ہے۔ (تقریر بخاری شریف جلد ۳ صفحہ ۸۵) اور امام بخاریؒ نے بھی اس روایت سے نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھنے پر استدلال نہیں کیا بلکہ غلام کی امامت کے جائز ہونے کے باب میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک بھی یہ استدلال درست نہیں ہے۔ ربانی صاحب نے ایک یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ابن شہاب زہریؒ نے فرمایا جب سے اسلام آیا ہے اس وقت سے وہ لوگ جو ہم سے بہتر تھے قراءۃ قرآن مجید سے کرتے رہے ہیں۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۶۸) مگر اس کی سند ذکر نہیں کی...... معروف عمل کے خلاف بے سند اقوال ذکر کر کے ہی لوگوں کو غیر مقلد بنایا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ قیام اللیل کے مصنف محمد بن نصر ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے جبکہ ابن شہاب زہری ۱۲۵ھ میں انتقال فرما چکے تھے تو ۷۷ سال بعد پیدا ہونے والے نے ابن شہاب سے یہ قول کیسے نقل کیا ہے؟

مسئلہ نمبر ۱۴:

انکساری کے لئے سر کھول کر نماز پڑھنا درست ہے (درمختار ج ۱ ص ۲۹۹) یہ مسئلہ بھی حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۷ سے نقل کیا ہے اور حسب سابق اس کے نقل کرنے میں انتہائی خیانت سے کام لیا ہے۔ درمختار میں ہے کہ نمازی کا سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عاجزی کے لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نماز کی اہانت کے طور پر ننگے سر نماز پڑھنا کفر ہے اور اگر نمازی کی ٹوپی گر پڑے تو بغیر عمل کثیر کے اس کا سر پر رکھ لینا افضل ہے (درمختار مع الشامیہ ص ۶۴۱، ج ۱) اور تکاسل اور سستی کی تشریح علامہ شامی نے یہ کی ہے کہ نماز میں سر چھپانے کو اہم چیز نہ سمجھے (شامی ص ۶۴۲، ج ۱) اور غور کرنے سے غیر مقلدین کی حالت بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس سر چھپانے کو اہم نہیں سمجھتے بلکہ بعض تو اہانت تک پہنچ جاتے ہیں جس بناء پر **واما للاھانۃ فکفر** تک نوبت پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ تو غیر مقلدین جن عبارات کے

مصداق ہیں وہ ذکر نہیں کیں اور تذلل اور عاجزی والی عبارت جس کے وہ مصداق نہیں پیش کردی ہے، بلکہ ہمارے عرف میں ننگے سر رہنے کو عاجزی سمجھنے کا رواج نہیں۔ سر کو چھپانا عاجزی اور ادب سمجھا جاتا ہے۔

لطیفہ: غیر مقلدین کے قرآنی آیات، احادیث اور فقہی عبارات بے موقع استعمال کرنے پر لطیفہ یاد آیا کہ ایک آدمی استنجاء خانے میں بوقت استنجاء یہ دُعا پڑھ رہا تھا کہ اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ (اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سنگھانا اور جہنم کی بدبو نہ سنگھانا) کسی نے باہر نکلنے پر پوچھا کہ یہ کیا پڑھ رہے تھے؟ تو کہا کہ حدیث میں یہ دُعا آئی ہے۔ اس نے کہا یہ دُعا تو وضو میں ناک میں پانی ڈالنے کے وقت کی ہے، استنجے کے وقت کی تو نہیں۔ اس نے کہا جا میں کوئی تیرا مقلد تو نہیں۔ بس حدیث میں آگئی ہے میں جہاں چاہوں پڑھوں۔ نصیحت کرنے والے نے کہا کہ بھائی ٹھیک ہے کہ تو غیر مقلد ہے، مگر خدا نے یہ پانچ سیر کا سر جو تیرے جسم پر رکھا ہے یہ کوئی سزا کے طور پر پھٹو نہیں لگایا ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عقل والا ایک قیمتی جوہر رکھا ہے۔ اس سے ہی تو سوچ لے کہ خوشبو اور بدبو کا ادراک اس سوراخ (استنجا والے) سے ہوتا ہے جس پر تو یہ دُعا پڑھ رہا تھا یا اس ناک کے سوراخ سے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں؟ تو جس طرح وہ غیر مقلد دُعا کا سوراخ بھول گیا اسی طرح یہ غیر مقلد درمختار کی اس عبارت کا موقع اور محل بھول گیا ہے۔

پھر علامہ شامی نے لا باس کی تشریح میں شرح منیہ کا ایک قول یہ بھی ذکر کیا تھا: فیه اشارة الی ان الاولی ان لا یفعله یعنی لفظ لا باس (ص ۶۴۲، ج۱) میں اشارہ ہے کہ اگر کسی علاقہ میں تذللاً سر ننگا رکھا جاتا ہے تو بھی بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے (فرمانِ خداوندی خذوا زینتکم پر عمل کرتے ہوئے) یہ فعل اختیار نہ کرے۔ ایک دوسرے مقام پر بھی علامہ شامی فرماتے ہیں کلمۂ لا باس کا غالب استعمال اس مقام میں ہوتا ہے جس کا

ترکِ اولیٰ ہو (شامی ص ۱۱۹، ج۱)

اصل مسئلہ: جمہور اُمت نے قرآن وسنت کی روشنی میں نماز میں سر چھپانے کو مستحب قرار دیا تھا اور اسی پر اُمت کا متواتر عمل تھا۔ یہاں تک کہ ہندوستان پر انگریز کا تسلط ہوا۔ اُن کے ہاں اکثر ننگے سر رہنے اور سلوٹ مار کر ایک ہاتھ ملانے کا رواج تھا۔ کچھ لوگوں نے ایسی باتوں کو حکمرانوں کی رسم سمجھ کر اپنا لیا اور کچھ سرکاری مولویوں نے اس کو سنت قرار دیا۔ ابتداء میں تو کچھ لوگ اس کو انگریز کی سنت سمجھتے رہے، مگر جب اُنہوں نے احادیث دلیل میں پیش کرنی شروع کیں تو پتہ چلا کہ یہ لوگ اس انگریزی عمل کو سنتِ نبویہ کے عنوان سے رائج کرانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ ستاریہ میں ہے: بے شک ننگے سر نماز پڑھنا بھی مسنون طریقہ ہے (فتاویٰ ستاریہ ص ۹۸، ج۱) نیز مولوی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں: ننگے سر نماز پڑھنا، جوتی پہن کر نماز پڑھنا، نماز میں تین بار آمین بالجہر کہنا، یا رب اغفرلی آمین کہنا یہ سب اُمور مسنونہ و مشروعہ ہیں (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۲۲، ج۱)

ادلۂ جمہور: (۱) قرآن پاک میں ہے: اے اولادِ آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو (الاعراف آیت ۳۰) اس آیت کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مقصود نہیں بلکہ لباسِ زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے (معارف القرآن ص ۵۴۴، ج۳) نیز فرماتے ہیں: سر مونڈھے کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیتِ قرآنی کے لفظ زینت سے بھی مستفاد ہے اور رسول کریم ﷺ کی تصریحات سے بھی (معارف القرآن ص ۵۴۴، ج۳) خاتم المحدثین حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ اسی آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ لفظ زینت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی نماز کے وقت بہ نسبت غیر نماز کے اچھی حالت میں ہو اور اس کی وضاحت حدیث اور

فقہ نے کی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ (۱) حضور ﷺ کی نماز میں پگڑی سات ہاتھ ہوتی تھی اور فقہ میں ہے کہ مستحب ہے کہ آدمی تین کپڑوں میں نماز پڑھے جن میں سے عمامہ بھی ہے (فیض الباری ص ۷، ج ۲)...... (۲) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ مُحرِم کیا کچھ پہن سکتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ محرم قمیص، شلوار اور ٹوپی نہ پہنے الخ (بخاری ص ۵۳) امام بخاریؒ اس حدیث کو کتاب الصلوٰۃ میں لاکر بتا رہے ہیں کہ عام نمازی تو سر کو چھپاتے تھے مگر محرم کو حضور ﷺ نے سر چھپانے سے روک دیا کہ وہ نماز میں بھی سر ننگا رکھے گا۔...... (۳) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ لوگ (گرمی کی شدت کے وقت) پگڑیوں اور ٹوپیوں پر سجدہ کیا کرتے تھے (بخاری ص ۵۶، ج ۱) یہ حضرت حسن بصری تقریباً ۲۱ھ عہدِ فاروقی میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوموسیٰ الاشعری، حضرت ابوبکرہ، حضرت عمران ابن الحصین، حضرت جندب بجلی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت امیر معاویہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت انس، حضرت جابر رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ بہت سے صحابہ اور تابعین کے شاگرد ہیں جنہوں نے ان اکابرین کو گرمی سے بچنے کے لئے پگڑیوں کے پیچوں پر سجدہ کرتے دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ صحابہ اور تابعین پگڑیوں سمیت نماز پڑھا کرتے تھے۔...... (۴) صالح بن حرانؒ مرسلاً نقل کرتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنی پیشانی سے عمامہ کو اُٹھا لیتے (کنز العمال ص ۲۱، ج ۷)...... (۵) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: پگڑی کے ساتھ دو رکعتیں بغیر پگڑی کے ستر رکعتوں سے بہتر ہیں (کنز العمال ص ۱۳۳، ج ۱۵)........ (۶) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ پگڑی کے ساتھ نفل یا فرض نماز بغیر پگڑی کے پچیس نمازوں کے برابر ہے اور پگڑی کے ساتھ جمعہ پڑھنا بلا پگڑی کے ستر جمعوں کے برابر ہے (کنز العمال ص ۱۳۳،

ج ۱۵) ...(۷) ابوالنخعی فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی شریح کو اپنی ٹوپی میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ج ۱)...... (۸) عبدالرحمٰن بن الاسود اپنے باپ اسود کے بارہ میں نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنے لباس کے ساتھ کلی ٹوپی میں سجدہ کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵، ج ۱)...... (۹) محدث عبیداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسود کو اپنی سبز ٹوپی میں سجدہ کرتے دیکھا ہے اور میں نے عبدالرحمٰن بن یزید کو شامی ٹوپی میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔...... (۱۰) موسیٰ بن نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر کو ٹوپی میں نماز پڑھتے دیکھا ہے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۶، ج ۱)...... (۱۱) ابواسحاقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے علقمہ اور مسروق کو اپنی ٹوپیوں میں نماز پڑھتے دیکھا ہے (ابن ابی شیبہ)...... (۱۲) حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ میں سے بعض اپنی پگڑیوں پر سجدہ کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۶، ج ۱)...... (۱۳) عبدالرحمٰنؒ ابن یزید اپنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ کیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱)...... (۱۴) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ سعید بن المسیب اور حسن بصریؒ پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷، ج ۱)...... (۱۵) حمید فرماتے ہیں کہ بکر پگڑی باندھنے کی حالت میں سجدہ کرتے تھے (ایضاً)...... (۱۶) محمد بن راشدؒ حضرت مکحول سے نقل کرتے ہیں کہ وہ پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے تھے تو میں نے سوال کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ میں کنکریوں کی ٹھنڈک کی وجہ سے اپنی نظر کے نقصان کا خوف کرتا ہوں (اس لئے پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتا ہوں (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷، ج ۱)...... (۱۷) جعفر بن برقان ابن شہاب زہری سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا: پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷)...... (۱۸) ابوورقاء فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفیٰ کو اپنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷، ج ۱)...... (۱۹) محمود بن ربیع حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ

جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو اپنی پگڑی کو پیشانی سے اوپر کر لیتے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷، ج ۱)...... (۲۰) ابن ابی لیلیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنی پیشانی سے پگڑی کو ہٹا لے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸ ج ۱)............... (۲۱) حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ نہیں کرتے تھے (یعنی پیشانی سے پگڑی ہٹا لیتے) (ابن ابی شیبہ)...... (۲۲) عیاض بن عبداللہ قرشی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کو پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے دیکھا تو اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا کہ پگڑی کو اوپر اٹھا لے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸، ج ۱)...... (۲۳) اشعث فرماتے ہیں کہ محمد بن سیرین پگڑی کے پیچ پر سجدہ مکروہ سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸، ج ۱)...... (۲۴) ہشام اپنے باپ (حضرت عروہ) سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ پگڑی باندھنے والا اپنی پیشانی کو زمین پر لگائے (ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸، ج ۱)...... (۲۵) ابن علاثہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک آدمی کو (بطور انکار) فرمایا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے ہیں۔
(ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸، ج ۱)

نوٹ: نمبر ۱۲ تا ۲۵ سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں یہ اختلاف تو تھا کہ پگڑی کے پیچ پر سجدہ مکروہ ہے یا نہیں۔ مگر اس بارہ میں اتفاق تھا کہ وہ پگڑی وغیرہ سے سر چھپا کر نماز پڑھا کرتے تھے بلکہ غیر مقلدین میں سے اکثر پرانے حضرات سر ڈھانپنے کو ہی افضل سمجھتے تھے۔ چنانچہ......
نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ نمازی کا سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ عاجزی کے طور پر کوئی حرج نہیں (نزل الابرار ص ۱۱۴، ج ۱) اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ اس علاقہ میں سر کھولنا عاجزی نہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ اگر نماز میں پگڑی گر جائے تو اس کا سر پر رکھ لینا افضل ہے (نزل الابرار ص ۱۱۴، ج ۱)...... اسحٰق بھٹی صاحب مولانا داؤد غزنوی کے بارہ میں لکھتے ہیں "ننگے سر نماز پڑھنا اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا ان کے نزدیک نہایت

ناپسندیدہ فعل تھا (نقوشِ عظمت رفتہ ص ۲۳) نیز انہی کے بارہ میں لکھا ہے: ننگے سر نماز پڑھنا مولانا کو ناگوار گزرتا تھا۔

<u>اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:</u> ایک مرتبہ مسجد چینیاں والی میں بیٹھے تھے کہ ملک محمد رفیق جو ان کے پرانے عقیدت مند اور حلقۂ مسجد چینیانوالی کے رہنے والے تھے ان کی موجودگی میں مسجد میں آئے اور ننگے سر نماز پڑھنے لگے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو بلایا اور فرمایا: ملک صاحب! ایک بات عرض کروں؟ انہوں نے کہا: مولانا فرمایئے! کیا ارشاد ہے؟ کہا: "ننگے سر نماز نہ پڑھا کریں۔" (داؤد غزنوی ص ۱۳۴)

...... اسی طرح مولوی اسمٰعیل امیر جماعت اہل حدیث اور بدیع الدین شاہ راشدی بھی ننگے سر نماز پڑھنے کے خلاف تھے۔

وساوس:

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا اور ان کا فرمانا کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا (بخاری) <u>جواب:</u> حدیث میں صراحت ہے کہ انہوں نے بیانِ ضرورت کے لئے ایسا کیا اور کسی روایت میں یہ نہیں کہ حضرت جابرؓ کا زندگی کا معمول ہی یہ تھا۔ خلافِ معمول تو بخاری شریف میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، منبر پر نماز پڑھنا، بچی کو اُٹھا کر نماز پڑھنا وغیرہ بھی ہے۔ پھر حدیث جابرؓ میں ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر اعتراض بھی ہے جو اس کی دلیل ہے کہ یہ عام صحابہ کرامؓ کا معمول نہیں تھا اور پھر بخاری شریف میں یہ بھی ہے کہ یہ بات اس وقت کی ہے جب دو کپڑے ملنا بھی مشکل تھا اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو تم بھی وسعت کرو (بخاری ص ۵۳) نیز ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سر ننگا ہو۔ بڑی چادر میں سر اور پورا جسم آدمی چھپا سکتا ہے۔ لہٰذا عبداللہ کھپیانوالی غیر مقلد کا یہ کہنا کہ "ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے سر ننگا رہتا ہے" (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۲۶ ج ۱) صحیح نہیں۔ نیز امام بخاریؒ نے

حضرت عکرمہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر عورت ایک کپڑے میں اپنا جسم چھپا لے تو نماز جائز ہے (بخاری ص۵۲) تو اب غیر مقلد عورتوں کو بھی ننگے سر نماز پڑھنی چاہئے، کیونکہ یہاں ایک کپڑے کا ذکر ہے۔ نیز امام بخاریؒ نے بھی اس حدیث سے ننگے سر پر استدلال نہیں کیا۔

(۲) مبشر احمد ربانی اور مولوی عبدالستار امام غرباء اہل حدیث نے لا تقبل صلوٰۃ حائض الا بخمار سے استدلال کیا ہے کہ عورت کی تخصیص سے رجل خارج ہے۔ معلوم ہوا مرد کی نماز ننگے سر جائز اور مقبول عورت کی نماز ننگے سر ناجائز و مردود ہے۔ اگر مرد کی نماز بھی ننگے سر ممنوع ہوتی تو عورت کے لئے اتنا تقید و تخصیص سکوت و جواز نہ ہوتا بالفاظ امام غرباء (فتاویٰ ستاریہ ص۱۲۲، ج۱)

جواب: اگر حائض کے تقید و تخصیص سے آدمی کی نفی ہو رہی ہے تو جناب خمار (دوپٹہ) کی تقید و تخصیص سے شلوار اور قمیص کی نفی کیوں نہیں ہوگی۔ پھر ذرا کھل کر اعلان کریں کہ عورت کے لئے صرف دوپٹہ کی ضرورت ہے، شلوار اور قمیص کی ضرورت نہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ صرف شریعت کا جنازہ غیر مقلدوں نے نہیں نکالا بلکہ شرم و حیا بھی بے گور و کفن اُن کے دروازہ پر تڑپ رہی ہے اور اگر دوسری کسی روایت کے سہارے سے آپ ان دو کپڑوں کا عورت کے لئے ضروری ہونا ثابت کریں گے تو ہمارے مذکورہ بالا دلائل آدمی کے سر چھپانے کے لئے کافی کیوں نہ ہوں گے؟ یبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد میں بنی آدم میں مرد داخل نہیں؟ حدیث پاک میں ہے: العمائم وقار للمومن وعزّ للعرب الخ (کنز العمال ص۱۳۳، ج۱۵) اس حدیث سے پگڑی کا وقار اور زینت ہونا واضح ہوا اور قرآنی آیت سے اس کے نماز میں استحباب پر پوری اُمت نے اتفاق کیا ہے۔ پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اہل سنت سر چھپانے کو مستحب کہتے ہیں اور غیر مقلدین عدمِ فرضیت کی دلیل سے اس کا رد کرتے ہیں، یعنی جس کی تردید کر رہے ہیں اس کا تو دعویٰ ہی نہیں اور جس

چیز کا دعویٰ ہے اس کی تردید نہیں۔ "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" والا محاورہ سنا تو بچپن سے تھا مگر سمجھ غیر مقلدین کے اس جیسے استدلالات سے آیا ہے۔

(۳) مولوی عبدالستار امام غرباء اور عبدالجلیل سامرودی فرماتے ہیں کہ مرد کے لئے سر ستر نہیں، لہٰذا سر کا ڈھانپنا ضروری نہیں (فتاویٰ ستاریہ) جواب: فرض اور ضروری ہونے کی تو بحث نہیں، استحباب کی بات چل رہی ہے، اس کی طرف غیر مقلدین آتے نہیں، پھر اگر ستر نہ ہونے سے سر کو ننگا رکھتا ہے تو قمیص، جرابیں، دستانے وغیرہ سب کچھ اُتار پھینکنے چاہئیں۔ سر میں اللہ نے عقل کا جوہر رکھا ہے، کیا اس لئے آپ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں؟

(۴) مولوی عبدالجلیل سامرودی فرماتے ہیں: "محرم برابر سر برہنہ فرض نوافل سب ادا کرتا ہے الخ (فتاویٰ ستاریہ ص۱۳۴، ج۱) جواب: سبحان اللہ، ائمہ مجتہدین کے قیاس کو کارِ ابلیس کہنے والے خود بالکل نصوص کے مقابلہ میں اسی طرح قیاس کرتے ہیں جیسے ابلیس نے کیا تھا۔ ہمارے مذکورہ بالا دلائل کے سامنے یہ قیاس بمقابلۂ نصوص ہے۔ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حالتِ احرام اور غیر حالتِ احرام کا کچھ فرق نہیں۔ یہ درست نہیں، کیونکہ حالت احرام میں سلا کپڑا پہننا مرد کے لئے ناجائز اور غیر سلے کپڑوں میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔ کیا اپنے اس فتویٰ کی بنا پر غیر مقلد یہ اعلان کریں گے کہ آدمی کے لئے ہر حالت میں سلے کپڑے میں نماز ناجائز ہے؟

(۵) عبدالجلیل سامرودی کہتے ہیں کہ گاہے نبی اکرم ﷺ کلاہ اُتار کر سترہ کی جگہ رکھ دیا کرتے تھے (فتاویٰ ستاریہ ص۱۳۴) جواب: بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے اس روایت کو تسلیم نہیں کیا۔ اگر یہ روایت کہیں ہو تو اس سے سر کا ننگا ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ حضور ﷺ اکثر پگڑی کے نیچے ٹوپی رکھا کرتے تھے، جیسا کہ شمائل سے معلوم ہوتا ہے، تو ٹوپی کے آگے رکھنے سے پگڑی کا اُتارنا لازم نہیں آتا۔ حضور ﷺ نے تو ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں

فرمایا کہ اگر عصا نہ ہو تو خط کھینچ دیا کرو۔ ٹوپیاں اُتار کر رکھنے کا کہیں حکم نہیں دیا۔ اگر بفرضِ محال ایسا واقعہ کہیں پیش آیا بھی ہو تو ضرورت سُترہ پر محمول ہوگا۔ عام حالت میں ننگے سر پر تو استدلال ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی کہے کہ غسل خانہ میں بضرورت کپڑے اُتارے جاتے ہیں تو ہم عام حالت میں بھی کپڑے اُتار کر پھریں گے۔ الضرورات تتقدر بقدر الضرورة (یعنی ضرورت والی چیز حدِ ضرورت تک ہی بند رہتی ہے) والے عقلی اور شرعی اصول سے انحراف کا نام ہی غیر مقلدیت ہے۔ اسی طرح سامرودی صاحب نے حضرت شریکؒ کے ٹوپی کو سترہ بنانے سے بھی استدلال کیا ہے۔ تو وسوسہ نمبر ۵ کے جوابوں کے علاوہ ذکر ہے کہ جناب کے ہاں تو قولِ صحابی حجت نباشد (عرف الجادی ص ۳۸، ص ۱۰۱) یعنی صحابہ کرام کے اقوال بھی حجت نہیں۔ تو اب تابعین کے دروازہ پر کاسۂ گدائی کیسے لئے پھر رہے ہیں۔

☆ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنے کی کوئی صریح روایت ذخیرۂ احادیث میں نہیں ہے۔ اس کو فیشن بنانا مزاجِ شریعت کے خلاف ہے۔

ضرورتِ اتحاد

قارئین کرام پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ مسلمانوں کو ماضی میں جتنی اتفاق واتحاد کی ضرورت تھی اس سے کئی گنا زائد اس وقت ضرورت ہے عالمِ کفر شعائرِ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی فکر میں ہے۔ پوری کفریہ طاقتیں اہلِ اسلام کے خلاف متحد ہو گئی ہیں مگر مسلمانوں کو مادر پدر آزادی اور خود رائی نے ایسی سر پھٹول میں مبتلا کیا ہے کہ الامان و الحفیظ۔

صورتِ اتحاد:

ضرورتِ اتحاد تو ایک بدیہی چیز ہے جس پر کوئی دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص نعرۂ اتحاد بلند کرتا ہے مگر صورتِ اتحاد میں اتفاق نہیں۔ ہر نیا فرقہ بنانے والا بڑے زور شور سے اتحاد کا اعلان کرتا ہے مگر کہتا یہ ہے کہ میری جماعت میں سارے شریک ہو جائیں۔ منکرِ حدیث اتحاد اس کو قرار دیتے ہیں کہ سارے مسلمان نعوذ باللہ منکرِ حدیث بن جائیں، منکرِ فقہ سب کو منکرِ فقہ بنا کر اتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں، اہلِ بدعت اپنی بدعات میں سُنّت کو مدغم کر کے اعلانِ اتحاد کے منتظر ہیں، منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم انکارِ حیات کے آئینہ میں وحدتِ ملت دیکھنا چاہتے ہیں، خارجیت زدہ لوگ اپنے نظریات کے پھیلاؤ میں اتحاد کو مضر سمجھتے ہیں مگر صحیح صورتِ اتحاد یہی ہے کہ جہاں کہیں افتراق ہوا ہے اس افتراق کو ختم کیا جائے، خود بخود صورتِ اتحاد پیدا ہو جائے گی۔

بہت سے فرقے تو وہ ہیں جو پاکستان بننے کے بعد معرضِ وجود میں آئے ہیں اور

اگر ایک یا ڈیڑھ صدی قبل کا مطالعہ کرلیا جائے تو بہت سے جدید نظریات سامنے آئیں گے۔ ان کو ختم کر کے اُمت میں وحدت پیدا ہو سکتی ہے۔ دورِ حاضر میں رد رفض کے نام پر ایک نیا فرقہ معرضِ وجود میں آ چکا ہے جس کی عمر پاکستان کی عمر سے کم ہے۔

محمود احمد عباسی نے اس فرقہ کی داغ بیل ڈالی اور بہت سے لوگ حب حضرت معاویہؓ کے نام سے بُغضِ اہلِ بیت کے مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اہلِ رفض کے بارہ میں مشہور تھا کہ ان میں حب علیؓ نہیں بلکہ بُغضِ معاویہؓ ہے۔ بالکل اسی طرح اس عباسی گروہ میں حب معاویہؓ نہیں بلکہ بُغضِ علیؓ کارفرما ہے حالانکہ اہلِ سُنّت والجماعت کا طرۂ امتیاز ہمیشہ یہی رہا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو نجومِ ہدایت سمجھ کر سمتِ منزل متعین کر کے حب اہل بیت کے سفینۂ نوح میں بیٹھ کر اپنی روحانی منزلِ مقصود تک پہنچتے رہے ہیں۔

رفض کی تائید یا تردید:

یہ گروہ رافضیت کی تردید کا نعرہ بلند کرتا ہے حالانکہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر رافضیت کے مؤید ہیں اور اہلِ سُنّت والجماعت کے مخالف کیونکہ رافضی دُنیا کو ہمیشہ یہ باور کرانے کی کوشش میں رہے ہیں کہ اہلِ سُنّت اہلِ بیت کے منکر ہیں مگر اس دعویٰ پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی، ان کی ضرورت تھی کہ کوئی نام نہاد سُنّی کہلانے والا اہلِ بیت کی توہین کرے تاکہ ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہوں۔ اس گروہ نے نام نہاد سُنّی بن کر رافضیت کی دیرینہ آرزو پوری کر دی ہے کہ کبھی حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ کو اہلِ بیت سے خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی حضرت حسینؓ کی صحابیت کا انکار کرتے ہیں اور کبھی حضرت علیؓ کے ایمان میں ان کو شک ہوتا ہے کہ نابالغی کا ایمان نعوذ باللہ معتبر نہیں۔ حضرت خاتونِ جنتؓ اور حضراتِ حسنین کریمینؓ کے فضائل کا انکار تو ان کے ہاں اوّلین قدم ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو باقی صاحبزادیوں پر اور حضراتِ حسنینؓ کو دوسرے نواسوں پر کوئی فضیلت نہیں۔ کبھی ہر فاطمی کو رافضیت کا شاخسانہ کہا جاتا ہے۔ اسی

طرح رافضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ معصوم مانتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں یہ لفظ استعمال نہیں کرتے مگر عملاً روافض سے پیچھے نہیں، کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ کی خطاء اجتہادی کا لفظ سن کر فوراً آگ بگولا ہو جاتے ہیں حالانکہ خطاء اجتہادی عبادت کے درجہ میں ہے جس پر ایک ثواب کا ملنا حدیث پاک سے ثابت ہے۔

اسلاف پر سب و شتم:

روافض کی طرح یہ گروہ بھی عوام کو اسلاف سے متنفر کرنے میں پورا زور صرف کرتا ہے۔ کبھی عوام کو یہ ذہن دیتا ہے کہ یہ مولوی صحابی رسول کو خطاکار کہتے ہیں اور خطائے اجتہادی کا صحیح مفہوم ان کو نہیں بتاتے کہ یہ صورۃً خطاء ہے، حقیقتاً عبادت کی ایک قسم ہے۔ ان کا یہ پروپیگنڈہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کل اہلِ بدعت ومکروا ومکر اللّٰہ، لیغفر لک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک اور ووجدک ضالاً کے تراجم عوام کو دکھلا کر بڑے بڑے اہلِ تفسیر سے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں اور ان آیات کی تفسیر عوام سے چھپاتے ہیں۔

کم فہمی یا کج فہمی:

یہ لوگ عدمِ علم یا تعصب کی بنا پر اکابر کی عبارات کو بگاڑنے میں بھی پوری کوشش کرتے ہیں۔ ایک شخص نے مجھے کہا کہ قاضی مظہر حسین صاحبؒ اور سید نفیس شاہ صاحب مدظلہ نے حضرت امیر معاویہؓ کی توہین کی ہے۔ قاضی صاحب نے تو دفاعِ معاویہؓ نامی کتاب میں اور حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے قاری قیام الدین صاحب پنڈ دادن خان والوں کی حضرت معاویہؓ کی سوانح کے مقدمہ میں۔ میں نے کہا کہ حضرت قاضی صاحبؒ حضرت مدنیؒ کے معتمد علیہ ہیں اور حضرت شاہ صاحب مدظلہ حضرت رائے پوریؒ کے...... ان کے بارے میں ایسی بات ہمارے تصور میں نہیں آ سکتی۔ میں نے یہ دونوں کتابیں دیکھی نہیں مگر معلوم ہوتا ہے جیسے بریلوی ''تحذیر الناس'' میں انکارِ ختم نبوت دیکھتا ہے اسی طرح آپ نے ان بزرگوں کی عبارت سے توہین معاویہؓ کو اخذ کر لیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جس کتاب کا نام دفاعِ معاویہؓ

ہے اس میں توہین معاویہؓ کیسے آسکتی ہے اور واقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ دفاعِ معاویہؓ میں حضرت امیر معاویہؓ کا صرف دفاع ہے، خطاءِ اجتہادی کو انہوں نے خطاءِ عنادی سمجھ کر شور مچایا ہے اور حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ کی تو اپنی عبارت ہی نہیں بلکہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی مرحوم کی عبارت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی ؒ کے حوالے سے انہوں نے نقل فرمائی ہے کہ حضرت علیؓ کی صفِ نعال میں بھی اگر حضرت امیر معاویہؓ کو جگہ مل جائے تو یہ ان کی سعادت ہے۔ یہ بالکل اہلِ سُنّت کے عقیدہ کی وضاحت تھی کہ اصحابِ ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد اہلِ سُنّت کے ہاں حضرت علی کرم اللہ وجہ کا مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ میں حضرت امیر معاویہؓ شامل نہیں تو یہ الفاظ حضرت علیؓ کی نسبت سے لکھے تھے، یار لوگوں نے صرف صفِ نعال یاد کر لی اور اس نسبتِ علیؓ کو حذف کر دیا۔ یاد رکھیں کہ یہ صفِ نعال مولانا عبدالشکور لکھنویؒ یا مولانا نعمانی ؒ یا حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ کی نہیں حضرت علیؓ کی ہے جو بالاتفاق خلیفہ راشد ہیں۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے بعض عظیم ہستیوں کے بارہ میں لکھ دیا کہ خدا تعالیٰ کے حضور یہ سب ذرہ ناچیز ہیں۔ اہلِ بدعت نے نسبتِ خداوندی کو حذف کر کے ذرہ ناچیز یاد کر لیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر شاہ صاحبؒ نے اپنے اعتبار سے ذرہ ناچیز کہا ہے تو واقعتاً توہین ہے اور اگر خدا تعالیٰ کے اعتبار سے کہا ہے تو یہ توہین نہیں فرقِ مراتب ہے۔ بہر حال ایک تو عبارت کا مفہوم غلط سمجھا دوسرے عبارت حضرت لکھنویؒ کی تھی جو حضرت شاہ صاحب کے ذمہ لگا دی، حالانکہ شاہ صاحب صرف ناقل ہیں اور یہ مسلمہ اُصول ہے کہ ناقل جب حوالہ دے دے تو وہ بری الذمہ ہوتا ہے۔ پھر صفِ نعال کا بھی محاورہ میں حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا بلکہ مجازاً مقام خدام لیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی پہلو توہین والا نہیں۔

مودودی صاحب اور مسلک اکابر میں فرق:

بعض اوقات پوچھا جاتا ہے کہ مودودی صاحب نے بھی حضرت امیر معاویہؓ کو خطا کار کہا ہے اور اکابرین نے بھی، تو فرق کیا رہا۔ تو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ مودودی صاحب

خطاءِ عنادی کے قائل ہیں نہ کہ خطاءِ اجتہادی کے جبکہ اکابرِ اہلِ سُنّت خطاءِ عنادی والے مسلک کو رافضیت کا اثر سمجھتے ہیں اور خطاءِ اجتہادی کو عبادت سمجھتے ہیں۔

وکالت یزید:

اس گروہ نے آج کل یزید کو سیدنا امیر المومنین اور خلیفہ عدل جیسے الفاظ سے متعارف کرانا شروع کیا ہے جو اہلِ سُنّت کے مسلک سے خروج ہے کیونکہ اہلِ سُنّت میں اختلاف ہے کہ یزید کافر ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ، ابن جوزیؒ وغیرہ کفر کے قائل ہیں۔ اسی وجہ سے وہ لعنتِ شخصی کے بھی قائل ہیں اور بہت سے اہلِ سُنّت کفر میں توقف کرتے ہیں مگر اس کے فسق پر متفق ہیں لیکن کسی نے اس کو امیر عادل وغیرہ قرار نہیں دیا۔ حافظ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ فرماتے ہیں کہ بے شک اہلِ سُنّت والجماعت کا حضرت معاویہؓ کے بیٹے اور ان کے ولی عہد یزید کی تکفیر میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے سبط ابن جوزی وغیرہ کے اس قولِ مشہور کی بنا پر کافر کہا ہے کہ جب اس کے پاس حضرت حسینؓ کا سر آیا تو اہلِ شام جمع ہوئے تو یزید حضرت حسینؓ کے سر کو بانس کی لکڑی سے کریدنے لگا اور زبعری کے یہ شعر پڑھنے لگا کہ کاش میرے بدر والے شیوخ حاضر ہوتے یعنی مشہور اشعار اور ان میں دو شعر ایسے داخل کئے جو صریح کفر ہیں اور ابن جوزی نے سبط ابن جوزی کی حکایت کے مطابق فرمایا کہ ابن زیاد کے حضرت حسینؓ سے قتال پر تعجب نہیں ہے، تعجب تو یزید کے حضرت حسینؓ کی مدد چھوڑنے اور ان کے اگلے دانتوں پر چھڑی مارنے اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹوں کے کجاووں پر سوار کرنے پر ہے اور ابن جوزیؒ نے بہت سی قبیح چیزوں کا ذکر کیا جو یزید سے حد شہرت کو پہنچ چکی ہیں اور یزید کے حضرت حسینؓ کے سرِ مبارک کو بدبو کی حالت میں مدینہ کی طرف لوٹانے کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا یزید کا مقصد صرف رسوائی اور سر کو سرِ عام ظاہر کرنا تھا۔ یہ عمل تو خارجیوں اور باغیوں کے ساتھ بھی جائز ہے کہ ان کو کفنا کر جنازہ پڑھ کر دفن کیا

جائے اور اگر یزید کے دل میں جاہلیت والا کینہ اور بدری کھوٹ نہ ہوتی تو سرِ مبارک جب اس کے پاس پہنچا تھا تو اس کا احترام کرتا اور اس کے کفن دفن کا انتظام کرتا اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا۔ ابن جوزی کی کلام ختم ہوئی۔

اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یزید کافر نہیں کیونکہ اُن اسباب میں سے جو کفر کو واجب کرنے والے ہیں ہمارے نزدیک سب ثابت نہیں اور اصل اس کا اپنے اسلام پر باقی رہنا ہے۔ جب تک اس کو اسلام سے نکالنے والی کوئی چیز یقیناً ثابت نہ ہو اور جو پہلے مشہور بات گزری ہے اس کے مقابلہ میں یہ روایت بھی ہے کہ جب یزید کے پاس حضرت حسینؓ کا سر آیا تو یزید نے کہا اے حسینؓ! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے یقیناً تجھے ایسے آدمی نے قتل کیا ہے جو رشتہ داری کے حق کو پہچانتا نہیں ہے اور ابن زیاد پر دگرگوں ہوا اور کہا تو نے ہر نیک و بد کے دل میں میری عداوت کا بیج بو دیا اور حضرت حسینؓ کی عورتوں اور بقیہ اولاد کو آپؓ کے سر کے ساتھ مدینہ بھیج دیا تاکہ وہاں دفن کر دیا جائے، اور تو جانتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی اور اصل میں وہ مسلمان تھا۔ پس ہم اسی اصل کو لیں گے جب تک کوئی ایسی چیز پایہ ثبوت کو نہ پہنچ جائے جو اس کے اسلام سے اخراج کو واجب کرے اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ درست قوی طریق کفر یزید میں توقف کرنا ہے اور اس کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنا ہے اس لئے کہ وہ مخفیات کا جاننے والا ہے اور پوشیدہ رازوں پر مطلع ہے۔ پس ہم اس کی تکفیر کے پیچھے بالکل نہیں پڑیں گے کیونکہ یہی زیادہ لائق اور سلامتی کا راستہ ہے اور اس قول پر کہ وہ مسلمان ہے پس وہ فاسق، شریر، نشہ باز، ظالم ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارہ میں خبر دی۔ چنانچہ ابو یعلی نے اپنی مسند میں سندِ ضعیف سے ابو عبیدہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کا معاملہ ہمیشہ انصاف کے ساتھ چلتا رہے گا یہاں تک کہ سب سے پہلا شخص جو اس

میں رخنہ ڈالے گا بنواُمیہ کا آدمی ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا اور رویانی نے مسند میں حضرت ابو الدرداءؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، فرماتے تھے کہ سب سے پہلا شخص جو میری سُنّت کو تبدیل کرے گا وہ بنی اُمیہ کا آدمی ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔ ان دونوں حدیثوں میں کتنی قوی دلیل ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت ان کے بعد والے بنو اُمیہ کی خلافت جیسی نہیں تھی اس لئے کہ یہ تحقیقی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت کے معاملہ میں سب سے پہلا رخنہ ڈالنے والا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سُنّت کو تبدیل کرنے والا یزید ہوگا تو یہ بات سمجھ لے حضرت معاویہؓ نے نہ اس اُمت کے معاملہ میں رخنہ اندازی کی ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کو تبدیل کیا ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے بوجہ اس بات کے جو پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ مجتہد تھے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو ایک ہدایت یافتہ امام نے کیا جیسا کہ اس کو ابن سیرین وغیرہ نے نقل کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس کسی شخص نے حضرت امیر معاویہؓ کو برا بھلا کہا تو انہوں نے اس کے تین کوڑے لگائے اور اس شخص کو جس نے یزید کو امیر المومنین کہا تھا بیس کوڑے لگوائے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

تو غور کریں کہ ان دونوں باتوں میں کتنا فرق ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یزید کے بارہ میں گزشتہ روایات تھیں اسی وجہ سے وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں ساٹھویں سال اور بچوں کی حکومت سے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول کی۔ پس ۵۹ھ میں ان کو وفات دے دی اور حضرت امیر معاویہؓ کی وفات اور ان کے بیٹے کی حکومت ۶۰ھ میں ہوئی تو حضرت ابو ہریرہؓ کو اس میں ولایت یزید کا علم تھا تو وہ اس سال سے پناہ مانگتے تھے۔

یزید کے ان قبیح احوال کے جاننے کی وجہ سے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے

اس کے ان کو خبر دینے کے واسطے سے اور نوفل بن ابی فرات نے کہا ہے کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس تھا، ایک آدمی نے یزید کا ذکر کیا تو امیر المومنین یزید بن معاویہ کہا تو حضرت عمر بن العزیزؒ نے فرمایا کہ تو امیر المومنین کہتا ہے، پھر اس کے بارہ میں حکم دیا تو اس کو بیس کوڑے لگائے گئے اور یزید کے معاصی میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے ہی اہلِ مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی تھی کیونکہ واقدی نے بہت سی سندوں سے نقل کیا کہ عبداللہ بن حنظلہؓ غسیل ملائکہ نے فرمایا اللہ کی قسم! ہم نے یزید کے خلاف بغاوت نہیں کی یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ آسمان سے ہمارے اوپر پتھر نہ برسائے جائیں الخ (الصواعق المحرقہ، صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱)

یہ ابن حجر مکی کی عبارت اس لئے ذکر کی ہے کہ آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم ہندوستانی مولویوں کی بات نہیں مانتے۔ یہ کتاب مکہ میں لکھی گئی ہے۔

اسلاف سے بدگمانی:

اسلاف سے جب کسی کو بدگمانی ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ بدزبانی ہوتی ہے جس سے بالآخر نعمت ایمان بھی زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ جامعہ عربیہ اسلامیہ بوریوالہ کی تدریس کے ایام میں بندہ کو پتہ چلا کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نعمانیؒ محرم میں سیالکوٹ کے ایک جدید محقق کی کتابوں کا مطالعہ کر کے طلباء کو یزید کی صفائی پر کچھ نوٹ لکھواتے ہیں۔ دو تین سال تو میں اسباق میں طلباء کا ذہن صاف کرتا رہا۔ ایک محرم میں حسب معمول حضرت نے طلباء میں اعلان کیا کہ آج دس محرم ہے، میں کچھ ایسی اہم چیزیں آپ کو ظہر کے بعد لکھواؤں گا جو عام کتب میں نہیں ملتیں اس لئے کاغذ قلم تیار رکھنا۔ طلباء نے مجھے بتایا، دوپہر کو میں حضرت کے کمرہ میں گیا تو اسی ذہن کا لٹریچر نکال رکھا ہے اور مطالعہ فرما رہے ہیں۔ میں نے پوچھا حضرت یہ حکیم صاحب کون ہیں جن کی کتاب کا مطالعہ

فرما رہے ہیں کہا میں واقف تو نہیں ہوں، کتاب بہت اچھی لکھی ہے، شیعوں کا ستیاناس کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ تھوڑا بہت ہی مصنف کا تعارف ہو؟ فرمایا کچھ نہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، شاہ عبدالعزیزؒ صاحبان سے کچھ تعارف ہے؟ فرمایا کہ ان کو کون نہ جانے ہے، سارا جہان ان سے واقف ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! اگر یہ کتاب پڑھ کر کسی کا یہ ذہن بن جائے کہ ان بڑے بڑے حضرات کو بھی صحیح واقعات نہیں مل سکے اور اس فن سے یہ جاہل رہے تو کیا ایسی کتاب پڑھنی چاہئے......؟ فوراً کتاب بند کر کے ایک طرف رکھ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد لائبریرین مولوی محمد حنیف کو آواز دی کہ ان کو اٹھا کر لے جاؤ۔

بہر حال دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فتنہ میں مبتلا ہونے والوں کو غور کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اختلاف کی خلیج کو کم سے کم کر کے متفق و متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ایسے وساوس کے علاج کے لئے علیؓ و حسینؓ مصنفہ قاضی محمد اطہر صاحب مبارک پوری حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

ایک خط کا جواب

مسئلہ فسقِ یزید

معزز قارئین کرام! گزشتہ محرم ۱۴۲۵ھ کے شمارہ میں بندہ نے "ضرورت اتحاد اور صورت اتحاد" پر مضمون لکھا تھا۔ میرے مخاطب تمام وہ فرقے تھے جو اہل سنّت سے کسی نہ کسی مسئلہ میں شذوذ اختیار کر گئے ہیں مگر محرم کی مناسبت سے کچھ رفض و خروج کی مثالیں زیادہ ذکر کر دیں۔ اب بھی بندہ اس موقف کو درست سمجھتا ہے کہ اسلاف سے کٹ کر نئے فرقے معرضِ وجود میں آتے ہیں۔ اسلاف پر عدمِ اعتماد سے صرف ایک آدھ مسئلہ نہیں چھوٹے گا بلکہ پورے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ پہلے اسلاف سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور بعد میں بدزبانی اور اولیاء اللہ پر بدزبانی ایمان لیوا ثابت ہوتی ہے کیونکہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت رکھے گا میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے اور اس خداوندی محاربہ سے ایمان کا سلامت رہنا مشکل ہے۔ اس کی بہت سی واقعاتی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مرزائیت، نیچریت، انکارِ حدیث، موجودہ دور کے اکثر لامذہب فرقے اسی درخت کا کڑوا پھل ہیں۔ ایک یہ بات بھی قارئین کرام کے پیشِ نظر رہے کہ دُنیا اور دین کے تمام شعبوں میں اہلِ فن کے خلاف کوئی نہ کوئی شاذ قول مل جاتا ہے۔ وہاں جس طرح دُنیاوی شعبوں میں جمہور اہلِ فن کی رائے کو آخری فیصلہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں بھی **علیکم بالسواد الاعظم** کے فرمان ذیشان سے شاذ اقوال کو چھوڑ کر اہلِ سنّت کے سوادِ اعظم سے وابستہ رہنے کا حکم فرمایا ہے اور شذوذ کی صورت میں جہنم کی وعید سنائی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

بندہ نے اپنے مضمون میں سیدنا امیر معاویہؓ اور یزید کے بارہ میں جمہور اہلِ سنّت کا موقف سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ سیدنا حضرت علیؓ کے ساتھ محاربہ میں حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں رافضیت اور ناصبیت کی دو متضاد رائے افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں کہ رافضی ان کی خطائے عنادی کا قول کر کے ایمان کے ہی منکر ہو گئے اور ناصبی ان کو درجہ عصمت دینے کی فکر میں ہیں جبکہ اہلِ سنّت والجماعت کا مسلک معتدل یہ ہے کہ حضرت علیؓ برحق تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ سے خطاء اجتہادی ہوئی جس پر انہیں ایک اجر ملے گا یہ بات اہلِ سنّت والجماعت کی تقریباً تمام کتابوں میں موجود ہے اور بندہ نے اس کو ازقسمِ عبادت لکھا تھا اور یہ لکھا تھا کہ کچھ لوگ خطاء اجتہادی کا لفظ سن کر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ وہ روافض کی طرح حضرت امیر معاویہؓ کو معصوم سمجھتے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

ایک دفعہ ایسا ہی ایک شخص مجھے کہنے لگا کہ ہدیۃ الشیعہ میں مولانا نانوتویؒ نے حضرت امیر معاویہؓ کی توہین کی ہے۔ میں نے کہا کہ اس وقت ہدیۃ الشیعہ میرے پاس نہیں اس سے قبل آپ نے دفاعِ معاویہؓ پر اعتراض کیا تھا مگر اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو توہین والا مفہوم آپ اس سے نکالتے ہیں وہ اس میں موجود نہیں تو انہوں نے کہا کہ وہاں میں نے بھی بعد میں وہ کتاب دیکھی تھی، اس میں وہ بات نہیں۔ میں نے کہا اسی طرح حضرت نانوتویؒ کی عبارت اگر آپ غور سے پڑھیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ اس میں کوئی توہین نہیں ہے۔ چنانچہ کتاب دیکھنے پر پتہ چلا کہ حضرت نانوتویؒ نے حضراتِ شیخینؓ یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت کا نقشہ پیش کرتے ہوئے شیخینؓ کی زندگی کو زاہدانہ اور حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی کو ملوکانہ لفظ سے تعبیر کر دیا ہے۔ بس اس عبارت کے سیاق و سباق کو چھوڑ کر لفظ "ملوکانہ" کو لے کر حضرت نانوتویؒ کو گستاخِ صحابہؓ کہنا شروع کر دیا حالانکہ حضرت نانوتویؒ نے ساتھ ہی یہ لکھ دیا تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان کی حکومت

جابرانہ تھی کیونکہ ان کا عدل دُنیا میں مشہور ہے۔ طرزِ زندگی میں فرق ہوتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی زاہدانہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی ملوکانہ تھی۔ (ملخص ہدیۃ الشیعہ)

میں نے بعد میں یہ پوری عبارت دکھا کر ساتھیوں کو مطمئن کیا کہ اس میں کوئی توہین والا پہلو نہیں، اگر لفظ ملوکانہ سے توہین ہے تو وہی لفظ حضرت نانوتویؒ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے استعمال کیا ہے حالانکہ وہ نبی ہیں تو جو لفظ ایک نبی کے لئے استعمال ہونا توہین نہیں تو صحابی کے لئے وہ توہین کیسے بن گیا؟ کیا ان لوگوں میں حضرت امیر معاویہؓ کی عظمت حضرت سلیمان علیہ السلام سے زیادہ ہے......؟

بہر حال میرے گزشتہ محرم کے مضمون بہت جگہ ماتم ہوا۔ اکابرین پر تبرا کا رُخ میری طرف پھر گیا، تقریروں کے علاوہ ایک سترہ صفحے کی تحریر بھی اسلام آباد سے موصول ہوئی جس میں یہ لکھا کہ:...... ''اس مضمون میں حضرت امیر معاویہؓ کی صراحۃً اور دیگر بعض صحابہ و تابعین کی اشارۃً توہین کی گئی ہے اور اپنے خط کے جواب لکھنے کا اولاً بندہ سے اور پھر حضرت مہتمم صاحب قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہٗ سے اور حضرت مولانا محمد ازہر صاحب سے پرزور مطالبہ کیا گیا۔ اس لئے بندہ اس مضمون کی وضاحت کے لئے قلم اٹھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سہو ونسیان سے امن وحفاظت میں رکھیں۔ **وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز**

۱:...... پہلا سوال انہوں نے خطاء اجتہادی کو عبارت اور اس پر اَجر ملنے پر کیا ہے کہ یہ بات تکملہ فتح الملہم اور نوویؒ کی وضاحت کے خلاف ہے۔

میں نے خطا کی دو قسمیں ذکر کی تھیں۔ عنادی اور اجتہادی۔ خطاء محض پر اَجر ذکر نہیں کیا۔ ترمذی شریف میں اصلاح بین الناس کے لئے جھوٹ کو حلال کہا گیا ہے یعنی اصلاح کے ساتھ کذب اپنے اصلی حکم لعنت سے خارج ہو جاتا ہے، اسی کو شیخ سعدی نے فرمایا:...... ''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز'' دروغ مصلحت کی آمیزش سے بہتر بن

جاتا ہے۔ اسی طرح خطا اجتہاد کی آمیزش سے خطائے محض یعنی **رفع عن امتی الخطاء والنسیان** سے خارج ہو کر اجتہادی حکم میں مدغم ہو گئی اور اگر عناد سے ملتی تو گناہ کے اندر داخل ہو جاتا۔ بہر حال یہ بات تو مسلم ہے کہ مجتہد مخطی ایک اَجر کا مستحق ہوتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ خطاء اجتہادی کی صورت میں ماجور ہیں خواہ آپ خطاء پر اَجر نہ مانیں اجتہاد پر مانیں۔ اصل مسئلہ جس پر سارا ماتم ہو رہا ہے وہ خطائے اجتہادی کا ہے۔ صاحب فتح الملہم اور امام نوویؒ بھی اس کے قائل ہیں۔ ہر باطل گروہ اصول اکابر سے چوری کر کے نتیجہ اسلاف کے خلاف نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ منکرین حدیث یہ اتفاقی اصول اکابر سے لیتے ہیں کہ خلاف قرآن جو حدیث ہو وہ واجب الرد ہے اور پھر تمام روایات جو ان کے ذہن کے موافق نہ ہوں ان کو قرآن کے مخالف کہہ کر رد کر دیتے ہیں حالانکہ وہ قرآن کے مخالف نہیں ہوتیں بلکہ ان کے تشید کردہ غلط مفہوم کے مخالف ہوتی ہیں۔ اسی طرح آپ نوویؒ اور صاحب فتح الملہمؒ سے صراحۃً ذکر کردہ خطاء اجتہادی کو نہیں لیتے۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق تو یہ دونوں گستاخ صحابہؓ ہوں گے پھر ان کے اقوال نقل کرنے میں آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟

۲:...... خطائے اجتہادی جس سے بھی ہو اس کو ایک اَجر ملے گا مگر صفین اجتہاد میں آیت استخلاف اور اجماع اہلِ سنّت سے حضرت علیؓ کا حق پر ہونا ثابت ہے اس لئے جانب مخالف میں خطاء یقینی ہو گئی اس لئے اگر کوئی اس کے خلاف حضرت علیؓ کو خطاء اجتہادی کا مرتکب کہے تو وہ قرآن اور اجماع اہلِ سنّت کا مخالف ہے اس لئے آپ کا یہ عقلی احتمال ختم ہو گیا۔ ویسے آپ خلیفہ راشد کے بارہ میں یہ خطاء کا احتمال ذکر کر کے گستاخ علیؓ تو نہیں بنے؟ نیز تھوڑا سا غور کریں کہ گستاخ قرآن اور انکارِ اجماع کے مرتکب تو نہیں ہو گئے؟

۳:...... آیت استخلاف اور اجماعِ اُمت کی مخالفت سے بچانے کے لئے جب خطاء اجتہادی کا قول کیا جائے تو وہ حضرت امیر معاویہؓ کی براءت کے لئے ہے نہ محض تخطئہ کے لئے۔

۴:...... حضرت قاضی صاحبؒ کی پوری عبارت پڑھیں تو آپ کا اعتراض غلط ہے کیونکہ انہوں نے حضرت علیؓ کو کہیں معصوم نہیں لکھا۔ آیت استخلاف ولیمکن لهم دینهم الذی ارتضیٰ لهم کہ خلافتِ راشدہ میں اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین مروج ہوگا سے حضرت علیؓ سے خطاء اجتہادی کے احتمال کی نفی کی ہے، اگر ذاتی طور پر معصوم ہوتے تو اس آیت کی مخالفت کی دلیل ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

تو حضرتؒ کا یہ فرمان کہ اللہ کی مرضی کے خلاف وہ کام کر ہی نہیں سکتے یہ آیت ارتضیٰ لهم دینهم کی وجہ سے ہے نہ عصمتِ ذاتیہ کی وجہ سے آپ کے اس خطا کے ذکر کرنے سے تو اس وعدہ خداوندی کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی صفِ نعال:...... آپ نے اس فرقِ مراتب کے انداز کو حضرت امیر معاویہؓ کی توہین وتنقیص شمار کیا ہے اور ایک کو دوسرے کے جوتوں میں بٹھلانا اور سوءِ ادب قرار دیا ہے۔

محترم! یہ عبارت آپ نے بھی تسلیم کرلی ہے کہ امام اہلِ سُنّت حضرت لکھنویؒ کی ہے اور مولانا نعمانیؒ نے ان کے حوالہ سے لکھی ہے۔ آپ نے میرے بارہ میں لکھا ہے کہ:...... ''آپ نے اس عبارت کی تصدیق کرتے ہوئے اس کو عقیدہ اہلِ سُنّت قرار دیا ہے۔'' اور پھر لکھا ہے کہ:...... ''حضرت لکھنویؒ کی شخصیت کے پیشِ نظر اس کی کوئی مناسب توجیہ تو کی جائے گی۔'' (الخ)

جواباً عرض ہے کہ بندہ نے تو اس کی توجیہ بھی ذکر کی تھی۔ جناب کی نظرِ شفقت میں باریابی حاصل نہیں کرسکی۔ بندہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:...... ''یہ بالکل اہلِ سُنّت کے عقیدہ کی وضاحت تھی کہ اصحابِ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد اہلِ سُنّت کے ہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ میں حضرت امیر معاویہؓ شامل نہیں۔'' (الخیر صفحہ ۲۱، کیا

یہ بات الفاظ کی ہے یا معنی کی؟)

اور بندہ نے یہ بھی لکھا تھا کہ:...... ''صفِ نعال کا بھی محاورہ میں حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا بلکہ مجازاً مقامِ خدام لیا جاتا ہے، اس میں کوئی پہلو توہین والا نہیں۔'' (صفحہ ۲۲)

میں نے تو حضرت لکھنویؒ کی عبارت کی یہ بھی توجیہ کی تھی اور لکھا تھا کہ ان الفاظ کا حقیقی معنی مراد نہیں مگر آپ پھر بھی لکھ رہے ہیں کہ:...... ''ایک کو دوسرے کے جوتوں میں بٹھلانا سوءِ ادب اور توہین ہے۔'' (خط، صفحہ ۴) آپ نے لکھا ہے کہ:...... ''ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت لکھنویؒ نے یہ بات کس موقع پر اور کس سیاق وسباق میں کہی۔'' اور پھر لکھا ہے کہ اس انداز کو توہین کے شائبہ سے بھی پاک جان کر اس کی تصحیح ہرگز ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ صحابہ کرامؓ کے متعلق ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے۔'' (خط، صفحہ ۳) اور پھر لکھا ہے کہ:...... ''اس کو اس طرح صحیح بتلانا بالکل غلط ہے اصول اہلِ سُنّت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔'' (خط، صفحہ ۴) نیز آپ نے لکھا ہے کہ:...... ''اس میں عظمتِ معاویہؓ کو فراموش کرنا ہے۔'' (مفہومیہ خط، صفحہ ۴)

تبصرہ:...... مکرمی! جب آپ کو حضرت لکھنویؒ کی بات کے سیاق وسباق کا ہی علم نہیں تو آپ مولانا لکھنویؒ پر ایسے سخت فتوے لگا کر رافضیوں کو خوش کر رہے ہیں کہ زندگی بھر دفاعِ صحابہؓ کرنے والے شخص کو بھی عظمتِ صحابہؓ کا پاس نہیں تھا۔ آپ کا سیاق کلام کے بغیر اُدھوری بات لینا اس شخص کی طرح نہیں جو کہا کرتا تھا۔

لا تقربوا الصلوٰۃ زنهیم بخاطر است
و از امر یاد مانده کلوا واشربوا مرا

اسی طرح آپ نے حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ کے بارہ میں فرمایا کہ:...... ''ہمیں معلوم نہیں کہ نفیس شاہ صاحب کا اندازِ بیان سے کیا مطلب ہے۔ الفاظ بہرحال غلط ہیں۔''

(خط، صفحہ۳) اور اس پر بھی آپ نے توہین کا حکم لگایا ہے۔ (صفحہ۳) اور لکھا ہے کہ:
"نفیس شاہ صاحب نے حضرت معاویہؓ کو نیچا دکھانے بلکہ بنانے کے لئے استدلال کیا ہے۔
(خط، صفحہ۴)

محترمی! جب آپ کو حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ کا انداز بیان ہی معلوم نہیں تو آپ اتنے سخت فتوے ان پر کیسے لگا رہے ہیں۔ میں نے لکھا تھا کہ حضرت شاہ صاحب تو ناقل ہیں اور ناقل جب حوالہ دے دے تو وہ بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ (الخیر، صفحہ۲۲) آپ نے لکھا ہے کہ:...... "یہ اصول مودودی صاحب اور لعل شاہ صاحب پر بھی لاگو ہوگا۔ نیز کیا روافض حضرات صحابہ کی توہین و تنقیص بلکہ تکفیر تک میں بھی قرآن و حدیث اور سُنی کتب تک کے حوالے نہیں دیا کرتے۔" (خط، صفحہ۴) اور آپ نے لکھا ہے کہ:...... "شاہ صاحب نے صرف حوالہ نہیں دیا بلکہ استدلال کیا ہے، اگر وہ حوالہ سے بری الذمہ بھی ہو جائیں تو استدلال سے بری الذمہ نہیں ہوں گے۔ (بمفہومہ خط، صفحہ۴) تو جواباً عرض ہے کہ مودودی صاحب اور لعل شاہ صاحب اور روافض کے بہت سے حوالے غلط ہوتے ہیں۔ بہت سے مقامات پر آپ کی طرح سیاق و سباق سے کاٹ کر عبارت نقل کرتے ہیں اور بعض جگہ عبارت سے آپ کی طرح غلط مفہوم اخذ کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کو ان پر قیاس کرنا اور ان کے انداز بیان سے لاعلمی کے ساتھ ان پر اعتراض کرنا مودودیت اور رافضیت ہے یا بغضِ اہل بیت کا شاہکار ہے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی نے نہ کوئی اپنا دعویٰ کیا ہے، نہ استدلال۔ انہوں نے مولانا نعمانیؒ کے اس دعویٰ کو کہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ میں غیر معمولی اعتدال تھا ان کی دلیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور صرف یہ لکھا ہے کہ اس زمانے میں محمود عباسی کی تحریروں سے متاثر ہونے والے اکثر لوگ حضرت سیدنا معاویہؓ کا دفاع کرتے ہوئے جادہ حق سے

تجاوز کر جاتے ہیں اور خاتم الخلفاء الراشدین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی تنقیص و تنقید کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی افراط و تفریط سے بھی مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔ (تذکرہ کاتب وحی سیدنا معاویہؓ، صفحہ۱۹)

اس کے بعد حضرت نے مولانا نعمانیؒ کی عبارت ان کے دعویٰ اور دلیل کے ساتھ نقل کی ہے۔ جس پر آپ کو اعتراض ہے۔ بندہ الفرقان کی پوری عبارت نقل کرتا ہے۔ مولانا نعمانیؒ "مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے حالات لکھتے ہوئے "غیر معمولی اعتدال" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:...... "مناظرہ کے میدان میں رہنے کے بعد راہ اعتدال پر قائم رہنا بڑی مشکل بات ہے۔ اللہ ہی اگر توفیق دے اور دستگیری فرمائے تو آدمی اعتدال پر قائم رہ سکتا ہے ورنہ اس میدان میں قدم رکھنے والے کا افراط یا تفریط میں مبتلا ہو جانا ایک عام بات اور اکثری تجربہ ہے۔ ناچیز نے اس پہلو سے حضرت مولانا کو بہت ہی ممتاز اور باتوفیق پایا۔ صرف ایک مقولہ نقل کرتا ہوں جو مولانا سے میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ ایک موقع پر حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درجات کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:...... "حضرت علیؓ سابقین اولین کی پہلی صف کے بھی اکابر ہیں اور حضرت معاویہؓ اگرچہ صحابی ہونے کی حیثیت سے ہمارے سرتاج ہیں لیکن حضرت علیؓ سے ان کو کیا نسبت؟ ان کی مجلس میں اگر صفِ نعال میں بھی حضرت معاویہؓ کو جگہ مل جائے تو ان کے لئے سعادت اور باعثِ فخر ہے۔" (الفرقان لکھنؤ وفیات نمبر، اپریل، مئی، جون ۱۹۷۷، صفحہ ۱۰۵)

لیجئے بندہ نے امام اہل سُنّت مولانا لکھنویؒ کی بات کا سیاق و سباق بھی آپ کو دے دیا اور مولانا نعمانیؒ کا دعویٰ غیر معمولی اعتدال اور مولانا لکھنویؒ کا حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے فرق درجات کا دعویٰ اور مبحوث عنہا عبارت کا بطور دلیل مذکور ہونا بتلا دیا ہے۔ امید ہے کہ اب اگر بغضِ اہل بیت نہ ہو تو حضرت شاہ صاحب کا پیچھا چھوڑ دیں گے اور

روئے سخن امام اہل سنّت کی طرف کریں گے تا کہ ناصبیت کے ساتھ ساتھ رافضیت سے بھی
آپ کو داد ملے، مگر یہ سوچ لیں کہ یزیدیت اور رافضیت نے حضرت حسینؓ کے اخلاق کی قدر
نہیں کی تو آپ کی قدر کیسے کریں گے؟ اور یا روئے سخن ناقل اور مدعی اول حضرت مولانا
نعمانیؒ کی طرف کریں گے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ کا سباق:

قارئین کی اطلاع کے لئے کہ صاحب خط نے حضرت شاہ صاحب مدظلہ پر جو
حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے یہ سراپا غلط ہے۔
حضرت شاہ صاحب کی عبارت کا ماقبل ذکر کرتا ہوں، حضرت مدظلہ فرماتے ہیں:.......
''اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزو ایمان ہے۔ سعادت مند ہیں وہ لوگ جن
کے قلوب میں ان کی محبت وعقیدت موجزن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ سے ادنیٰ
صحابی بھی اس مقام رفیع پر فائز ہے جہاں اُمت کے دوسرے افراد کی رسائی نہیں، چاہے وہ
غوث ہوں، قطب ہوں، ابدال ہوں، فقہاء ہوں، محدثین ہوں یا مجددین ہوں۔ تیرہ بخت
ہیں وہ لوگ جن کے سینہ ودل صحابہ کرامؓ کے بغض وکینہ کی کمین گاہیں ہیں۔ چاند پر تھوکا اپنے
منہ پر گرتا ہے۔ جس مقدس جماعت کی شان پر قرآنِ کریم شاہد ہو اور جس کی مدح میں خود سید
الاولین والآخرین ﷺ رطب اللسان ہوں اسے مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں، لیکن
افسوس ہے ان پر جنہوں نے ان پاک بازانِ اُمت کی عداوت میں اپنا ظاہر وباطن سیاہ کرلیا۔
آخرت میں جب اپنے انجام کو پہنچیں گے اور اپنے کئے کی سزا پائیں گے تو سوائے حرمان و
یأس کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ان نفوسِ قدسیہ کے درجات عالیہ تو لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر ہیں۔
خاک اڑانے والے اپنے ہی سروں پر خاک ڈالتے رہیں گے۔ یوں تو پوری جماعت صحابہ ہی
ان ظالموں کے سب وشتم کا نشانہ ہے لیکن ان میں سب سے زیادہ امام مظلوم حضرت سیدنا

عثمانؓ اور حضرت سیدنا معاویہؓ اُن کے زہر آلود تیروں کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بدبختوں سے
پوری اُمت کو محفوظ فرمائے۔ (تذکرہ کاتب وحی سیدنا معاویہؓ صفحہ ۱۸، ۱۹)

آپ خود فیصلہ کریں کہ ایسی ذات کے بارہ میں یہ حکم لگانا کہ وہ حضرت معاویہؓ کی
توہین کرتے ہیں کتنا بڑا ظلم ہے۔

اصحابِ ثلاثہؓ اور حضرت علیؓ میں فرقِ مراتب اور بعض بزرگوں میں تقابل:

آپ نے لکھا ہے کہ:...... ''اگر کوئی خارجی یا ناصبی یہی طریقہ اصحاب ثلاثہؓ اور
حضرت علیؓ میں فرقِ مراتب بیان کرتے ہوئے اپنائے اور یوں کہے کہ اصحاب ثلاثہؓ کی صفِ
نعال میں بھی اگر حضرت علیؓ کو جگہ مل جائے تو یہ ان کی سعادت ہے اور ایسے ہی اگر کوئی یہ
کہنے لگے کہ حضرت مدنیؒ کی صفِ نعال میں بھی حضرت رائے پوری کو جگہ مل جائے تو یہ ان کی
سعادت ہے یا کوئی یوں کہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ کی صفِ نعال میں بھی حضرت نفیس شاہ
صاحب کو جگہ مل جائے تو یہ ان کی سعادت ہے تو کیا آپ کے نزدیک فرقِ مراتب بیان کرنے کا
یہ انداز صحیح ہوگا؟ کیا آپ کے نزدیک اس اندازِ بیان میں کوئی قباحت نہیں؟'' (خط صفحہ ۳)

تو جواباً عرض ہے کہ اصحاب ثلاثہؓ اور حضرت علیؓ میں فرقِ مراتب نص اور اجماع
جیسے دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور باقی بزرگوں میں کوئی واضح دلیل نہیں، لہٰذا اصحاب ثلاثہؓ
اور حضرت علیؓ میں اگر امام اہل سنّت حضرت لکھنویؒ جیسا شخص یہ فرقِ مراتب بیان کرے اور
حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانیؒ جیسا شخص جو کلام کے معانی، حقیقت ومجاز کے فرق کو
سمجھنے والا ہو نقل کرے تو اس میں یقیناً کوئی توہین نہیں ہوگی، البتہ آپ جیسا جلا بھنا ناصبی اگر
بیان کرے جو محاوراتی معانی سے ناواقف ہو تو اس کے لئے یقیناً ناجائز ہوگا۔ یہ بات کر کے
آپ نے ان بزرگوں کے متعلقین میں اختلاف پیدا کرنے کے لئے شیطان کی طرح شہد کی
انگلی لگائی ہے۔ جب ان بزرگوں کے حالات سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ وہ تو ایک

دوسرے پر جان نثار کرنے کے لئے تیار تھے اور الحمد للہ ان کے متعلقین کی بھی یہی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسی الفت ومحبت پر خاتمہ فرمائے۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

حامد رضا خان صاحب کی شاگردی:

حضرت تھانویؒ کی عبارت حفظ الایمان کو آپ کی طرح سیاق وسباق سے جدا کر کے احمد رضا خان نے کفر کا فتویٰ حاصل کیا تھا۔ پوری عبارت کے مفہوم سے واقفیت کے بعد فتویٰ دینے والے علمائے حرمین شریفین نے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا لیکن احمد رضا کی ذریت اسی پر ڈٹی رہی کہ اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ حامد رضا نے کہا کہ مولانا منظور احمد صاحب نعمانی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی جگہ اپنے پیر حضرت تھانویؒ کا نام لکھ کر یہی عبارت شائع کریں تو ہم مان جائیں گے کہ اس میں توہین نہیں مگر مولانا نعمانی ہرگز ایسا نہیں کریں گے جو اس کی دلیل ہے کہ یہ عبارت توہین والی ہے۔ تو جناب مولانا نعمانیؒ نے حضرت تھانویؒ کا نام لکھ کر وہ عبارت الفرقان میں شائع کر دی تو حامد رضا نے کہا کہ نعمانی صاحب نے اپنی مسلکی لاج رکھنے کے لئے یہ عبارت لکھ دی ہے ورنہ سمجھتے وہ بھی ہیں کہ یہ عبارت توہین والی ہے۔ مولانا نعمانیؒ نے فرمایا کہ تم عدالت میں مقدمہ کرو، میں عدالت میں ثابت کروں گا کہ یہ عبارت توہین والی نہیں ہے۔ اس پر رضا خانی غبارے سے ہوا نکل گئی۔ آپ نے بھی رضا خانی طرز اختیار کیا ہے مگر ان شاء اللہ جس طرح حامد رضا ذلیل ہوا تھا اسی طرح آپ بھی اس کے نقش قدم پر چل کر ذلیل ہوں گے۔

غیر صحابی کا صحابی سے تقابل:

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے معتمد علیہ ہیں اور حضرت شاہ صاحب حضرت اقدس شاہ

عبدالقادر رائے پوری کے معتمد علیہ ہیں۔ ان کے بارہ میں توہین صحابہ کرامؓ کا سوچنا صحیح نہیں۔ آپ نے فوراً ان کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہؓ کو لا کھڑا کیا کہ "سیدنا امیر معاویہؓ امام الانبیاء اور صحابہ کرام کے معتمد ہیں۔" (خط، صفحہ ۴)

میں نے تو آپ جیسے معترضین کو سمجھانے کے لئے لکھا تھا کہ آپ سے زیادہ ان میں حب صحابہ ہے کیونکہ یہ بزرگوں کے معتمد علیہ ہیں۔ اس کے جواب میں آپ اپنا کسی اللہ والے سے تعلق ثابت کر دیتے اور کوئی نہیں ملتا تھا تو یہی لکھ دیتے کہ ہم محمود عباسی کے معتمد علیہ ہیں۔ آپ نے ان بزرگوں کے مقابلہ میں صحابی رسول کو لا کھڑا کیا اور عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ یہ بزرگ صحابہ کرام کے خلاف ہیں حالانکہ یہ آپ کے غلط نظریہ کے خلاف ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے مرزائی اجرائے نبوت کا غلط نظریہ قرآن کی طرف منسوب کرتا ہے علماء جب اس کی تردید کرتے ہیں تو وہ شور مچاتا ہے کہ مولوی قرآن کی تردید کرتے ہیں۔ ہم نہ مرزائی کے غلط نظریے کو قرآن ماننے کے لئے تیار ہیں اور نہ آپ کے غلط نظریے کو تعلیم نبوی اور نظریہ صحابہ کرامؓ ماننے کے لئے تیار ہیں۔

لطیفہ:......

بورے والا کے علاقہ میں ایک ایسے ہی نظریہ کا شخص حب یزید میں مخمور مجھے کہنے لگا کہ تم ہمارے سامنے ہندوستانی مولویوں یعنی حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کو پیش کرتے ہو ہم صحابہ کے مقابلہ میں ان ہندوستانی مولویوں کو نہیں مانتے۔ میں نے کہا کہ آج تک تو ہم یہی سمجھتے آئے ہیں کہ ان بزرگوں کے ذریعہ ہمیں حب صحابہؓ ملی ہے مگر آپ کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ یہ بزرگ صحابہ کرام کا مقابلہ کرتے رہے۔ آپ کی یہ بات بالکل ایسے ہی ہے جیسے غیر مقلد کہتا ہے کہ ہم نبی کے مقابلہ میں اماموں کو نہیں مانتے، ہم ان کو بھی سمجھاتے ہیں کہ اماموں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو اُمت تک پہنچایا اور دین کی خدمت کی، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں

کیا۔ اسی طرح ہم آپ کو بھی سمجھاتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے عظمت صحابہ کرامؓ سے لوگوں کو روشناس کرایا ہے، صحابہ کرامؓ سے مقابلہ نہیں کیا۔

دفاع معاویہؓ:

میرے ان الفاظ پر کہ میں نے وہ کتاب دیکھی نہیں، آپ نے لکھا کہ:...... ''جب دیکھی نہیں تو اس کے بارہ میں تمہاری رائے غیر معتبر ہے۔'' آگے میں نے لکھا تھا کہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔ یہ الفاظ میں نے کتاب دیکھ کر ہی لکھے تھے مگر آپ کی نظر ان پر نہیں پڑی۔

دفاع معاویہؓ یا دفاع قاضی صاحبؒ:

آپ نے لکھا ہے کہ قاضی صاحبؒ نے اس کتاب میں اپنا دفاع کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا دفاع نہیں اور حضرت قاضی صاحبؒ کی تیرہ (۱۳) عبارتیں اپنا گستاخانہ مفہوم ڈال کر ان کو حضرت امیر معاویہؓ کی گستاخی کا مرتکب قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ ان میں بارہ (۱۲) عبارتیں خارجی فتنہ کی ہیں اور ایک دفاع معاویہؓ کی اور حضرت قاضی صاحبؒ کو مودودی بنانے کی کوشش کی ہے۔ یہ بھی علامات قیامت میں سے ہے کہ جن لوگوں نے ساری زندگی شیعیت کی تردید کی آج آپ انہیں شیعہ بنادیں اور جنہوں نے ساری زندگی مودودی کی تردید کی آپ اسے مودودی بنادیں۔ محترم! میں نے اپنے اصل مضمون میں بھی مودودیت اور اکابر اہل سنّت میں فرق لکھا تھا کہ مودودی صاحب خود لکھتے ہیں کہ:...... ''میں اسے محض غلطی سمجھتا ہوں، اس کو اجتہادی غلطی ماننے میں مجھے سخت تامل ہے۔'' (خلافت وملوکیت، صفحہ ۳۴۳)

مگر حضرت قاضی صاحبؒ بار بار اس کو خطاء اجتہادی فرماتے ہیں۔ جس پر ایک اجر ملتا ہے۔ مولوی مہر حسین نے بھی آپ کی طرح قاضی صاحب کی عبارات کو بگاڑ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ جمہور کا مسلک جو قاضی صاحب نے پیش کیا ہے اس میں بھی حضرت معاویہؓ کی توہین ہے تو حضرت قاضی صاحبؒ نے بتایا کہ حضرت امیر معاویہؓ پر اس

لئے طعن نہیں کہ وہ مجتہد تھے تو یہ حضرت امیر معاویہؓ کا دفاع ہوا نہ کہ حضرت قاضی صاحب کا اپنا دفاع۔

توضیح عبارات:

ا...... آپ نے لکھا ہے:...... ''(حضرت امیر معاویہ) نے بہر صورت اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔ (خارجی فتنہ، صفحہ ۴۶۱، ۴۶۲) اور پوچھا ہے کہ یہ حضرت امیر معاویہؓ کی توہین نہیں؟

جواب:......

یہ سب آپ کے ہاتھ کا کرشمہ ہے ورنہ حضرتؒ کی اصل عبارت دیکھیں، حضرت آیت استخلاف کے ترجمہ کے بعد فرماتے ہیں:...... ''جبکہ حضرت علی المرتضیٰؓ آیت استخلاف کے امر و وعدہ کے مطابق برحق خلیفہ (صاحب امر) ہیں تو ان کا حکم رعیت کے لئے واجب التسلیم ہوگا اور سندیلوی صاحب کے اپنے استدلال مذکور کے تحت ان کی خلافت بھی نص قرآنی سے ثابت ہے جس سے لازم آئے گا کہ اگر حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت کو ہی تسلیم نہیں کیا تو یہ گویا اللہ کے حکم کی مخالفت ہے اور خلیفہ مان کر ان کا وہ حکم تسلیم نہیں کیا جو خلاف حکم خدا اور رسول کے نہ تھا تو یہ بھی آیت اولی الامر کے خلاف ہے، اس لئے سندیلوی صاحب اس بحث میں بڑے پریشان ہیں اور مختلف بولیاں بول کر اپنا جی بہلا لیتے ہیں۔ (خارجی فتنہ، صفحہ ۴۶۱، ۴۶۲)

اس عبارت کو مکرر سہ کرر پڑھیں کہ حضرت قاضی صاحب سندیلوی صاحب کو یہ الزام دے رہے ہیں کہ جب آپ نے حضرت علیؓ کی خلافت کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق مان لیا (جواب شافی، صفحہ ۱۰) تو یہ بھی خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی طرح عبوری خلافت نہیں ہوگی اور نہ ہی یہ عزل کے قابل ہوگی تو اگر آپ حکمین کی خطائے اجتہادی کا قول نہیں کریں گے تو بہر صورت اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت لازم آئے گی یعنی خطائے عنادی کو

لازم ماننا پڑے گا اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا بھی قابل معزول ہونا لازم آئے گا۔ آپ نے بغیر سوچے سمجھے اس الزامی بات کو حضرت قاضی صاحبؒ کے ذمے لگا دیا۔ حضرت قاضی صاحبؒ تو خطائے اجتہادی کا قول کر کے حکمین اور حضرت معاویہؓ کو آیت کی صریح مخالفت سے بچا رہے ہیں اور آپ اور سندیلوی صاحب ان کو صریح مخالفت کا مرتکب بنا رہے ہیں۔ آپ حضرت امیر معاویہؓ کے نادان دوست ہیں اور قاضی صاحبؒ کی تمام عبارتیں تقریباً اسی طرح بگاڑ رہے ہیں۔ اصل میں حضرت قاضی صاحب یہی فرمانا چاہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کو خلیفہ موعود خلیفہ راشد مان لیا تو ان کی معزولی کا مطالبہ کرنے اور ان سے لڑنے والے آیت استخلاف کے مخالف اور قصوروار ٹھہرتے ہیں۔ ہاں خطائے اجتہادی کی تاویل سے وہ صرف معذور ہی نہیں بلکہ ماجور یا اجر واحد بھی ہوں گے اور جو خطائے اجتہادی کے مسلک کے قائل نہیں ان کے نزدیک نص قرآنی وحدیثی کی مخالفت لازم آئے گی جو گناہ ہوگا اور سخت نافرمانی۔ اسی طرح حضرت قاضی صاحب جابجا حضرت معاویہؓ کو رضی اللہ عنہ لکھ رہے ہیں مگر آپ نے دُور دُور کے صُغرے کبرے ملا کر لکھا کہ قاضی صاحبؒ کے نزدیک وہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے مصداق نہیں۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔

مکرمی! آپ نے حضرت قاضی صاحبؒ کی آخری عبارت ادھوری یہ لکھی کہ:......
''وہ صحابی نہ ہوتے تو ان کا حکم اور تھا۔'' (خط، صفحہ ۶) آپ کی اس ناقص عبارت سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت امیر معاویہؓ کی صحابیت کو دفاع حضرت معاویہؓ کے طور پر بیان فرما رہے ہیں کہ ان کی صحابیت ان کے دفاع کے لئے کافی ہے اور ساتھ ہی حضرتؒ نے ان کے اجتہاد کا ذکر کیا تھا جو اُجر واحد کا سبب ہے اس کو آپ نے درمیان سے حذف کر کے اپنے بغض کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرتؒ کی پوری عبارت یہ ہے:......

''حضرت معاویہؓ اگر صحابی نہ ہوتے اور پھر مجتہد ہونے کی وجہ سے ان کا اختلاف بلکہ جنگ و

قتال اجتہاد پر مبنی نہ ہوتا تو پھر ان کا حکم اور تھا۔'' (خارجی فتنہ، صفحہ ۵۵۰، جلد ۱)

آپ نے خط کشیدہ الفاظ کو عبارت سے حذف کر دیا اور پھر اسی صفحہ پر حضرت امیر معاویہؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں:...... ''اس وقت حضرت امیر معاویہؓ معذور تھے۔ مختلف حالات کے پیش نظر انہوں نے یہ مطالبہ کر دیا اور آخر میں اس مطالبہ سے بھی دستبردار ہو گئے۔'' (خارجی فتنہ، صفحہ ۵۵۰، جلد ۱)

لیجئے! حضرت قاضی صاحبؒ حضرت امیر معاویہؓ کا دفاع کر رہے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی معزولی کا اگر انہوں نے کچھ معروضی حالات کی بناء پر مجبوراً مطالبہ کیا تھا تو بعد میں اس سے دستبردار ہو گئے تھے۔ سندیلوی صاحب اس مطالبہ کو صحیح قرار دینے والے حضرت امیر معاویہؓ کے نادان دوست ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب ''خارجی فتنہ'' کی تائید بہت سے علمائے حق نے کی ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ فرماتے ہیں:...... ''بلاشبہ ان دو مسئلوں میں (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خلیفہ راشد ہونا اور ان کے مقابلہ میں آنے والوں سے خطاء اجتہادی کا صدور) جناب مصنف نے اہل حق کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے۔ اہل حق پر جس طرح روافض کی تردید لازم ہے اسی طرح خوارج و نواصب کی تردید بھی ان پر لازم ہے اور جس طرح خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے دفاع کرنا ضروری ہے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے مدافعت کرنا بھی اہل حق کا فریضہ ہے۔ جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اہل حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیا ہے۔

(بینات، جنوری ۱۹۸۴ء)

''البلاغ'' اکتوبر ۱۹۸۳ء نے لکھا کہ اہل سنّت والجماعت کے نزدیک اہل بیت

کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزاری اور ان کی مخالفت رفض و شیعیت ہے اور محبت اہلِ بیت کے باوجود صحابہ کرامؓ کی تعظیم و توقیر سُنّت ہے۔ مولانا مظہر حسین صاحب نے دو حصوں میں ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور پہلے حصہ میں مشاجراتِ صحابہؓ کے بارے میں اکابر علمائے حق کے اقوال اور ان کے تحریری اقتباسات پیش کئے ہیں اور ہر طرح مسلکِ اہلِ سُنّت کی ترجمانی فرمائی ہے۔ یہ کتاب محض تحفظ مسلکِ حق کی خاطر تحریر کی گئی ہے۔ (الخ)

ماہنامہ ''الحق'' نے لکھا حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی زیرِ تبصرہ کتاب میں ما نا علیہ واصحابی کے اُصول کے پیش نظر اصلاً خوارج اور ضمناً اہلِ تشیع کا زبردست نوٹس لیا ہے۔ (الحق، مارچ ۱۹۸۳ء)

ماہنامہ ''الخیر'' نے لکھا کہ مودودی صاحب جنگِ صفین میں حضرت معاویہؓ کو حقیقۃً باطل پر سمجھتے ہیں اور سندیلوی صاحب اور عباسی صاحب حضرت معاویہؓ کی خطائے اجتہادی کے بھی قائل نہیں ہیں لیکن اہلِ حق اس افراط و تفریط کے خلاف اعتدال پر قائم ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس موضوع پر قاضی صاحب نے قلم اٹھایا ہے وہ جمہور اہلِ سُنّت کا مختار اور راجح موقف ہے۔ (الخیر، فروری ۱۹۸۴ء) ان تبصروں کو مکرر سہ کرر پڑھیں کہ قاضی صاحب اہلِ سُنّت کے ترجمان ہیں یا آپ؟

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو حضرت امیر معاویہؓ کی زیارت:

حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ میں بندہ کو بفضلہ تعالیٰ چوتھی مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ منیٰ میں شب جمعہ ۹/ذی الحجہ نمازِ عشاء پڑھ کر جلدی سو گیا تو خواب میں حضرت امیر معاویہؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؓ نے بندہ ناکارہ سے معانقہ فرمایا۔ اس کے بعد بندہ

نے عرض کیا کہ حضرت! بندہ نے کتاب ''خارجی فتنہ'' لکھی ہے اگر اس میں آپؓ کے متعلق کوئی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے تو معاف فرمائیں۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ حضرت معاویہؓ کا چہرہ باوقار اور سفید نورانی تھا اور بندہ کی معافی کی درخواست پر آپؓ کے چہرہ پر کوئی ملال ظاہر نہیں ہوا بلکہ حسب سابق شفقت کی نگاہ تھی۔ (دفاع معاویہؓ صفحہ ۱۸۷)

حضرت قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں خواب گو شرعی حجت نہیں ہے لیکن حسب ارشاد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مبشرات میں سے ہوتے ہیں۔

بیعت یزید:

آپ نے لکھا کہ:...... ''یزید کی بیعت صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان نے کی، حتا کہ (نوٹ خط میں خط نویس نے حتیٰ کہ کو اسی طرح لکھا ہے شاید رسم الخط پہ بھی یزید کی مار پڑی ہے) یزید کی بیعت کرنے پر حضرت حسینؓ بھی آمادہ ہو گئے تھے جیسا کہ کتب تواریخ میں موجود ہے۔ تمام اطراف میں یزید کی بیعت ہو گئی تھی اور صحابہؓ و تابعین، آلِ ابی طالب اور بنی عبد المطلب آخر تک یزید کی بیعت پر قائم تھے۔ (خط صفحہ ۶)

جواب:

یہ بات تو صحیح ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد نامزد کیا تو اکثر حضرات نے ولی عہدی کو تسلیم کر لیا، البتہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت حسینؓ، عبد اللہ بن الزبیرؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے اس کی ولی عہدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور قبل ازیں حضرت معاویہؓ نے زیاد سے مشورہ لیا تو اس نے بھی اس کی ولی عہدی کو ناپسند کیا تھا اور عبید بن کعب نمیری کو حضرت امیر معاویہؓ کی اس رائے کو تبدیل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس نے پہلے یزید کو زیاد کی طرف سے سمجھایا کہ وہ ولی عہدی کا مطالبہ نہ کرے اس لئے کہ اس کا اس بات کو ترک کرنا اس کے کوشش کرنے سے بہتر

ہے تو یزید بھی اس مطالبہ سے باز آ گیا اور حضرت امیر معاویہؓ نے بھی ولی عہدی کے ترک پر ان سے اتفاق کر لیا۔ زیاد کی ناپسندیدگی کی وجہ یزید کے لہو و لعب اور شکار کا رسیا ہونا تھا۔ زیاد کے فوت ہونے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے بعض لوگوں کے مطالبہ پر پھر نامزدگی کا ارادہ فرمایا تو ان پانچ صحابہ کرامؓ نے ولی عہدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ احنف بن قیس (جو مخضرمین میں سے ہیں اور صحاح ستہ کے راوی ہیں) نے حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے یزید کی مجالست کے بعد اس کی ولی عہدی کی ناپسندیدگی کا جو اظہار کیا وہ البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۳، جلد ۸ پر مذکور ہے۔

اسی طرح مذکورہ صفحہ پر حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے حضرت سعید کا اس بارے میں ناپسندیدگی والا مکالمہ حضرت امیر معاویہؓ سے مذکور ہے۔ بہر حال یہ ابتدائی معاملہ ہے انجام کار کیا ہوا بندہ نے پہلے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا کہ اکثر صحابہ کرامؓ نے اس کی بیعت توڑ دی تھی۔ چنانچہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ:...... ''یزید کے معاصی میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی۔ چنانچہ واقدی نے بہت سی سندوں سے نقل کیا ہے کہ غسیل ملائکہ حضرت حنظلہؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم نے یزید کے خلاف بغاوت اس وقت تک نہیں کی جب تک ہمیں اس بات کا خطرہ نہ ہو گیا کہ ہم پر اب آسمان سے پتھروں کی بارش نہ شروع ہو جائے۔ یزید یقیناً ایسا شخص تھا جو امہات اولاد اور بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا تھا اور شراب پیتا تھا اور بالعموم نماز کا تارک تھا، اور علامہ ذہبیؒ نے فرمایا کہ جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ وہ حشر کیا جو کیا اور اس کے خمر پینے اور منکرات کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے لوگ اس کے سخت مخالف ہو گئے اور بہت سے لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور اس کی عمر میں برکت نہیں ہوئی۔

ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ ذہبیؒ کے قول کہ اہل مدینہ سے جو حشر کرتا تھا کیا اس سے

۶۳ھ کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ یزید کو یہ خبر پہنچی کہ اہل مدینہ نے بغاوت کر کے اس کی بیعت کو توڑ دیا ہے تو اس نے ایک عظیم لشکر اہل مدینہ کی طرف بھیجا اور اس کو اہل مدینہ کے قتل کا حکم دیا، تو وہ لشکر اہل مدینہ تک پہنچا اور مدینہ طیبہ کے دروازے پر حرہ کا معرکہ واقع ہوا اور تجھے کیا معلوم کہ حرہ کی لڑائی کیا ہے؟ حضرت حسن بصریؒ نے ایک مرتبہ حرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی قسم! کہ قریب تھا کہ اہل مدینہ میں سے کوئی ایک بھی نہ بچتا۔ اس حرہ کی لڑائی میں صحابہؓ وغیرہ میں سے ایک عظیم مخلوق قتل ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (الصواعق المحرقہ، صفحہ ۲۲۱) نیز حافظ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں واقعہ حرہ میں تین سو صحابہؓ شہید ہوئے۔ (الصواعق، صفحہ ۲۲۲) اور قرآن کے سات سو قاری شہید ہوئے۔
(الصواعق، صفحہ ۲۲۲)

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حرہ کی لڑائی کا سبب یہ بنا کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی اور قریش کا گورنر حضرت عبداللہ بن مطیعؓ کو بنا دیا اور انصار کا گورنر عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر کو بنا دیا۔ ۶۳ھ کے شروع میں انہوں نے اس بات کا اظہار کر دیا اور منبر کے پاس جمع ہو گئے۔ کوئی شخص اپنے سر سے پگڑی اتار کر پھینکتا کہ میں نے جس طرح یہ پگڑی پھینکی اسی طرح یزید کی بیعت پھینکی، کوئی جوتا پھینک کر کہتا کہ میں نے یزید کی بیعت اس طرح پھینکی جیسے جوتا پھینکا، یہاں تک کہ بہت سی پگڑیاں اور جوتے وہاں جمع ہو گئے۔ پھر سب نے اتفاق کیا کہ یزید کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان جو یزید کا چچازاد تھا اس کو اور بنو اُمیہ کو مدینہ سے نکال دیا جائے۔ بنو اُمیہ مروان بن الحکم کے مکان میں جمع ہو گئے اور اہل مدینہ نے ان کا احاطہ کر لیا۔ امام زین العابدینؒ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے آپ کو ان لوگوں سے الگ تھلگ رکھا اور یزید کی بیعت نہیں توڑی بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی بیعت توڑنے سے سختی سے منع کیا اور انہوں نے اہل مدینہ سے موت پر بیعت لینے پر بھی انکار کیا اور کہا کہ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میدانِ جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت کرتے تھے (نہ موت پر

اور بنی عبدالمطلب میں سے کسی نے بیعت نہیں توڑی اور محمد بن الحنفیہ خود بھی بغاوت سے بچے اور دوسروں کو بھی روکنے کی کوشش کی۔

(البدایہ والنہایہ، صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱، جلد ۸)

ان چند نفوسِ قدسیہ کی وجہ سے یہ لکھنا کہ سب صحابہؓ و تابعین یزید کے طرف دار تھے صحیح نہیں۔ خود ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ایک گروہ یزید پر لعنت کا قائل ہے اور دوسرے حضرات لعنت سے روکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ عدمِ لعنت کے باوجود وہ حاکم فاسق تھا اور حاکم صرف فسق کی وجہ سے زیادہ صحیح قول کے مطابق معزول نہیں ہوتا بلکہ فتنہ، فساد، خونریزی، لوٹ کھسوٹ اور عورتوں کی بے حرمتی وغیرہ ان مفاسد کی بناء پر جو حاکم کے فسق سے کئی گنا زائد ہیں بغاوت کی اجازت نہیں۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷، جلد ۸)

تو جن حضرات نے بغاوت میں حصہ نہیں لیا وہ یزید کو صالح نہیں کہتے تھے بلکہ ان مفاسدِ عظیمہ کی وجہ سے دور کے رہے، تو جب صحابہ کرامؓ میں سے اکثر نے بیعت توڑ دی اور بقول ابن شہاب زہری کے یزیدی لشکر نے بڑے بڑے مہاجرین و انصار میں سے سات سو کو اور ان کے علاوہ دس ہزار آزاد اور غلام لوگوں کو قتل کروایا۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۴، جلد ۸) نیز حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ساداتِ صحابہ میں سے ایک بہت بڑی جماعت لشکرِ یزید کے خوف سے چھپ گئی تھی جن میں حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ بھی تھے۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اہلِ مدینہ کی پسپائی پر جب عورتوں اور بچوں کو چیختے چلاتے دیکھا تو فرمایا کہ ربِ کعبہ کی قسم! یہ شہادتِ عثمانؓ کے ساتھ ملتا جلتا ظلم ہے۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۴) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ صحابی ہیں جو حرمِ مکہ میں خطبہ میں فرمایا کرتے تھے، بندروں والا یزید، شراب پینے والا، نمازیں ترک کرنے والا، گانے والیوں کے پاس بیٹھنے والا۔ (ابن کثیر، صفحہ ۲۲۲، جلد ۸) حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: ...... یکون خلف من بعد ستین سنة

اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غياً (ابن کثیر، صفحہ ۲۲۳، جلد ۸)

غور فرمائیں کہ صحابیٔ رسول قرآنِ پاک کی اس آیت کا مصداق زمانے کے اعتبار سے متعین فرمارہے ہیں اور ابن کثیرؒ یزید کے ترجمہ میں اس روایت کو ذکر کرکے اس کا اوّلین مصداق یزید کو قرار دے رہے ہیں۔ گویا حضرت ابو سعیدؓ بھی یزید کو تارکِ صلوٰۃ اور شہوات کا پیرو اور جہنمی قرار دے رہے ہیں۔ عبیداللہ بن زیاد کو یزید نے مکہ پر چڑھائی کے لئے جب حکم دیا تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس فاسق کی وجہ سے دو کام اکٹھے نہیں کروں گا کہ ایک تو حضور ﷺ کے نواسے کو قتل کیا ہے اور اب مکہ پر حملہ کروں۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۲)

یزید کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ (جس کو اسلاف مسرف بن عقبہ کہتے تھے) نے حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے حضرت عمرو کو بلایا جو واقعہ حرہ میں غیر جانبدار بن کر گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان سے کہا کہ تیرا مقصد یہ ہے کہ اگر اہلِ مدینہ غالب آجائیں تو تو کہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور اگر اہلِ شام غالب آجائیں تو تو کہے کہ میں امیر المومنین کا صاحبزادہ ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے کارندوں کو حکم دیا، انہوں نے ان کی داڑھی اکھیڑ دی جو بڑی تھی۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۳، جلد ۸) حضرت سعید بن المسیب کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو کسی نے یہ کہہ کر چھڑوایا کہ یہ مجنون ہے۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۴) حضرت جابر بن عبداللہؓ کے دو صاحبزادے محمد اور عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ہم ایامِ حرہ میں اپنے باپ کے ساتھ مدینہ سے نکلے، ان کی نظر جاچکی تھی۔ انہوں نے فرمایا: ...... "ہلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوفزدہ کیا۔" ہم نے عرض کیا کہ ابا جی! کیا کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خوفزدہ کرسکتا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، فرماتے تھے کہ جس نے انصار کے اس قبیلے کو خوفزدہ کیا اس نے میرے ان دو پہلوؤں کے درمیان والی چیز (دل) کو خوفزدہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۴، جلد ۸) حافظ ابن کثیرؒ واقعہ حرہ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یزید نے مسلم بن

عقبہ کو یہ کہہ کر کہ تیرے لئے مدینہ تین دن کے لئے مباح ہے خطائے فاحش کی کیونکہ یہ بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے اور اس کے ساتھ صحابہ کرامؓ اور ان کی اولاد کا قتل بھی ملا ہوا ہے اور یہ بات بھی پہلے گزر چکی ہے کہ اس نے عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروایا اور حرہ کے ان تین ایام میں مدینہ منورہ میں غیر محدود اور نا قابل بیان مفاسد واقع ہوئے جن کا پورا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اس نے مسلمہ بن عقبہ کو بھیج کر بلا منازعت اپنی سلطنت وحکومت کو مضبوطی اور دوام کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مراد کے خلاف اس کو عذاب دیا اور اس کی خواہشات کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے ہلاک کرنے کی طرح اس کو ہلاک کیا اور غالب قدرت والے کی گرفت کی طرح اس کی گرفت کی۔ **وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید** (یعنی تیرے رب کی گرفت ایسے ہی ہے جب ظالم بستیوں کی گرفت کرتا ہے، بیشک اس کی گرفت دردناک شدید ہے) (البدایہ، صفحہ ۲۲۵، جلد ۸)

ان چند حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور خیر القرون والے یزید کے ساتھ نہیں تھے اور یہ کہنا تو بہت بڑی ڈھٹائی ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ آخر تک یزید کی بیعت پر قائم رہے۔ تو جب صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کی اکثریت یزید کے خلاف تھی تو اب خیر القرون اور صحابہ کرامؓ کی عظمت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ یزید کو فاسق، فاجر جانا جائے ورنہ اگر یزید کو عادل، صالح مانا جائے تو صحابہ کرامؓ پر حرف آئے گا کہ انہوں نے ایک عادل، صالح کے خلاف خروج کیوں کیا؟ باقی خروج کرنے والے سمجھتے تھے کہ ہم میں قوت ہے کہ ہم حکومت کو تبدیل کریں اور بعض حضرات جنہوں نے خروج نہیں کیا انہوں نے یزید کے حق میں کوئی صفائی کا کلمہ نہیں کہا۔ البتہ وہ خونریزی اور دوسرے مفاسد کی وجہ سے خاموش رہے۔ اس کی واضح دلیل حضرت ابن عباسؓ کا خط ہے جو آپ نے یزید کو لکھا۔ چنانچہ شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں کہ شہادت حسینؓ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

نے حضرت ابن عباسؓ کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ حضرت ابن عباسؓ نے بیعت نہ کی تو یزید نے شکریہ کا خط لکھا اور دوسرے لوگوں کو بھی بیعت سے روکنے کا کہا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں بڑا سخت خط لکھا کہ میں نے ابن زبیر کی بیعت ترک کر کے تیرے احسان اور تیری تعریف کا ارادہ نہیں کیا۔ میری جو نیت تھی اس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ تو اپنے احسان کو مجھ سے ڈور رکھ، میں اپنے احسان کو تجھ سے ڈور رکھتا ہوں اور تو نے کہا ہے کہ میں لوگوں کے دل میں تیری محبت اور ابن زبیر کا بغض ڈالوں اور اس کی نصرت چھوڑنے پر آمادہ کروں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اس میں کوئی خوشی اور عزت نہیں، میں یہ کیسے کر سکتا ہوں جبکہ تو نے حضرت حسین اور عبدالمطلب کے نوجوانوں کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور نشانِ راہ کے ستارے تھے اور تو نے ان کے کفن دفن کا بھی انتظام نہ کیا۔ تیرے دل میں خدا اور اس کے رسول اور اس کے ان اہل بیت کی عداوت تھی جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست کفر وشرک کو دور کر کے ان کو خوب پاک صاف کر دیا تھا اور تم نے ان کو ایسے قتل کیا جیسے عجمی کافروں کو قتل کیا جاتا ہے، میرے لئے اس سے بڑی عجیب بات نہیں کہ تو میری محبت کا طالب ہے حالانکہ تو نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کر دیا اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے، اب تو میرے انتقام کا ہدف ہے۔ آج تیرا ہم پر فتح پانا تجھے اچھا نہ لگے کیونکہ ضرور ہم بھی ایک دن تجھ پر فتح پائیں گے۔ والسلام

(ملخص کامل ابن اثیر، جلد ۲، صفحہ ۶۰۴)

عوامی انداز یا علمی:

آپ نے فرمایا کہ علماء کو عوامی انداز کی بجائے علمی انداز کو اختیار کرنا چاہئے۔ (خط، صفحہ ۶) جناب! عرض ہے کہ مشاجرات صحابہ کرامؓ کے مسئلہ میں تو علماء کا انداز ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو اس پاک خون میں ملوث ہونے سے بچایا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو بھی ان پاکباز ہستیوں کے مشاجرات سے بچائیں گے۔ مگر جب اہل تشیع نے عوام میں غلط روایات پھیلانی شروع کیں اور ناصبیوں نے بھی تردید شیعہ کے عنوان

سے اکابر کی ڈاڑھیاں عوام کے ہاتھ میں پکڑا دیں تو اب عوام کا ذہن صاف کرنے کے لیے عوامی انداز ہی ہمیں مجبوراً اختیار کرنا پڑا۔ آخر آپ کی عباسی پارٹی نے عوام کو جو ذہن دیے ہیں کہ خطاء اجتہادی کا مفہوم سمجھائے بغیر عوام میں یہ بات پھیلائی کہ دیکھو مولویوں نے صحابیٔ رسول کو خطا کار کہہ دیا۔ ہندوستانی مولویوں (مولانا نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ وغیرہ) نے حضرت امیر معاویہؓ کی توہین کی ہے۔ ہم صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ اور ان ہندوستانی مولویوں کو نہیں مانتے۔ ہمارے اکابر فقہ اور حدیث پڑھتے پڑھاتے رہے شہادت حسینؓ تاریخی مسئلہ تھا اسکی ان کو پوری تحقیق نہ ہوئی۔ یہ اکابر غیر شعوری طور شیعہ ذہنیت سے متاثر ہو گئے۔ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے بارے میں عوامی جلسوں میں یہ کہنا کہ میں آج کے بعد ان کو حجۃ الاسلام نہیں بلکہ جو، جو، جو کہوں گا کیونکہ انھوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی نعوذ باللہ توہین کی ہے یہ اور اس جیسے ہزاروں عنوان آپ کی پارٹی نے عوام کو دیے جس کی وجہ سے عوام کا ذہن صاف کرنے کی ضرورت سے ہمیں مجبوراً اس انداز کو اپنانا پڑا۔

"اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست"

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ویسے یہ معلوم نہیں کہ آپ نے میرے انداز کو عوامی انداز کیوں کہہ دیا۔ شاید مثالوں سے عوام کو مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے تو ان مثالوں سے آپ الرجک ہیں۔ تو یاد رکھیں کہ مثالوں سے مسئلہ کو سمجھانا یہ قرآن سنّت کا انداز ہے امثلہ قرآنیہ احادیث پر نظر کریں تو پتہ چلے گا کہ یہ انداز علمی بھی ہے اور عوامی بھی۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مسلک:

آپ نے ازالۃ الخفاء کے حوالہ سے لکھا ہے اگر کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنائیں جس

میں یہ شرائط (خلافت) نہ پائی جائیں تو اس کی خلافت کے بانی گنہگار ہوں گے۔ (خط، صفحہ ۷) کیا حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر لاعلمی میں ایسا خطاب ہو جائے تو بھی بنانے والے گنہگار ہوں گے۔ یا بنانے کے بعد وہ فسق فجور کرنے لگے تو بنانے والے گنہگار ہوں گے۔ یا کسی بڑی خرابی سے بچنے کے لئے اہون البلیتین سمجھ کر اس کو اختیار کیا تو تب بھی وہ گنہگار ہوں گے۔

محترم! یہ شیعوں کا پرانا اعتراض تھا کہ یزید کو خلیفہ منتخب کرنے والے گنہگار ہیں اور یزید کے تمام افعال ناشائستہ میں وہ نعوذ باللہ برابر کے شریک ہیں۔ اور اکابرین اہلسنّت نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یزید اول صالح تھا۔ بعد خلافت کے خراب ہوا تھا۔ (تالیفات رشیدیہ، صفحہ ۲۴۴) اور اگر اس میں کچھ فسق و فجور تھا وہ ظاہر نہیں تھا۔ اور اُمت کے اتحاد کے پیشِ نظر وہ کوتاہیاں قابلِ نظر انداز تھیں۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ کے دل میں دوسروں کو چھوڑ کر اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کا داعیہ پیدا ہوا اسکی وجہ اُمت کے اتفاق اتحاد کی مصلحت تھی۔ بنو امیہ کے اہلِ حل و عقد اس پر متفق ہو گئے تھے۔ کیونکہ وہ اس وقت اپنے علاوہ کسی پر راضی نہ ہوتے اور اس وقت قریش کی سربرآوردہ جماعت رہی تھی اور اہلِ ملّت کی اکثریت ان ہی میں سے تھی اس لئے حضرت معاویہؓ نے ان کو ترجیح دی اور افضل سے غیر افضل کی طرف رجوع کیا...... حضرت معاویہؓ کی عدالت اور صحابیت اس کے سوا کچھ اور گمان کرنے سے مانع ہے (ابن خلدون بحوالہ حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸) اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسنؓ کا وصال ہو گیا تو یزید کا معاملہ حضرت معاویہؓ کے نزدیک قوت پکڑ گیا اور حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو اس امارت کا اہل سمجھا اور یہ بات باپ کی اپنی اولاد سے شدتِ محبت کی بنا پر اور اس وجہ سے کہ جب امیر معاویہؓ اس میں دنیوی شرافت خیال کرتے تھے اور اس میں

شہزادوں جیسی علامتیں اور فنون جنگ سے واقفیت اور انتظام سلطنت اور اس کی ذمہ داری پوری کرنے کی صلاحیت دیکھتے تھے۔ اور ان کا گمان یہ تھا کہ کوئی صحابی اس انتظام کو اتنا قائم نہیں رکھ سکے گا اسی وجہ سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں خوف کرتا ہوں کہ اپنے بعد رعایا کو ان منتشر بکریوں کی طرح نہ چھوڑ جاؤں جن کا کوئی چرواہا نہ ہو (البدایہ والنھایہ، صفحہ ۸۳، جلد ۸)

یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کی نامزدگی کے بعد یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اگر میں نے یزید کی ولی عہدی کا فیصلہ اس بنا پر کیا ہے کہ مجھے اس میں یہ فضیلت نظر آئی ہے تو اس کو میرے مقصد تک پہنچا اور اس کی مدد کر اور اگر مجھے اس کام پر صرف اس کی محبت نے آمادہ کیا ہے جو باپ کو بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ اس نامزدگی کا اہل نہیں ہے تو اس کے اس مقصد تک پہنچنے سے پہلے اس کی روح قبض کر لے۔ (تاریخ ذہبی بحوالہ حضرت معاویہؓ، تاریخی حقائق، صفحہ ۱۱۰) ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات نامزدگی میں مخلص تھے ان کی نیت پر شبہ کرنا رافضیت ہے البتہ نامزد ہونے کے بعد اگر یزید نے باپ کی وصیت پر عمل نہیں کیا تو اس میں ان پاکباز ان صحابہ کرامؓ کا کیا قصور؟ کیا قرآن یہ نہیں کہتا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور یہ کہ ہر انسان کے لیے وہی ہے جس کی خود اس نے کوشش کی (سورۃ نجم) اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ مجرم اپنے جرم پر خود ہی ماخوذ ہوگا دوسرے سے اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدثؒ کا مقصد یہ ہے کہ اگر غیر عادل سمجھ کر بغیر کسی مجبوری کے خلیفہ بنایا تو من سن سنۃ سیئۃ والی حدیث کے تحت وہ اس گناہ میں شریک ہوں گے اور یزید کی نامزدگی کا قصہ بالکل اس کے خلاف ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو گیا۔ پھر اگر آپ کو شاہ ولی اللہ محدثؒ پر ہی اعتماد ہے تو ان کی واضح عبارت دیکھ لیتے، صغرے کبرے ملانے کی

ضرورت نہ رہتی۔ حضرتؒ فرماتے ہیں دعاۃ ضلال یعنی گمراہی کی دعوت دینے والے شام میں یزید اور عراق میں مختار تھے (حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ ۲۱۳، جلد ۲)

نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ خیر القرون کے ہر شخص کو غیر خیر القرون کے ہر شخص پر فضیلت دینا ممکن نہیں کیونکہ خیر القرون میں بالاتفاق وہ شخص بھی ہیں جو منافق یا فاسق ہیں اور ان میں سے حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار بھی ہیں (حجۃ اللہ ص ۲۱۵ ج ۲) اور حضرت شاہ صاحبؒ شرح تراجم بخاری میں یزید کو قتل حسینؓ، مدینہ کو ویران کرنے اور شراب خمر پر اصرار جیسے قبائح کا ارتکاب کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ (بخاری، صفحہ ۶۲ مقدمہ) شاہ صاحب اپنے کلیوں کو زیادہ سمجھتے تھے ان کے کلیے نقل کر کے ان کے خلاف جزوی نتیجے نکالنا ہر باطل فرقہ کا کام ہے نہ اہل حق کا شیوہ۔

حضرت حسینؓ کی یزید کی بیعت پر آمادگی:

آپ نے البدایہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ بھی غیر عادل کی بیعت پر آمادہ ہو گئے اور اس کے ثبوت میں آپ نے البدایہ، الاصابہ، اور نبراس کے تین حوالے دیئے ہیں۔ البدایہ میں حافظ ابن کثیرؒ نے مختلف روایات نقل کی ہیں۔ ۱۔ ۲ عبد اللہ بن سلیم اور مزری بن مشمعل اسدی کی اس میں حر بن یزید نے حضرت حسینؓ کو تیسرا راستہ اختیار کرنے کا اور یزید کو خط لکھنے کا حکم دیا ہے اور قتل کی دھمکی پر حضرت حسینؓ وہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ ہے کہ: ...... ''میں یقیناً اپنے مقصد پر چل رہا ہوں اور جب انسان کا مقصد حق ہو اور اسلام کی حالت میں جہاد کرے تو اس پر موت عار نہیں۔'' اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر تم نے مجھے ناپسند کیا ہے تو میں تمہیں چھوڑ کر واپس جاتا ہوں (البدایہ، صفحہ ۱۷۶ جلد ۸) ابن زیاد نے یزید کی بیعت پر مجبور کرنے کا حکم دیا۔ پھر عمر بن سعد رات گئے حضرت حسینؓ کے ساتھ دونوں لشکروں میں کافی دیر اس بارہ

میں ہم کلام رہا لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہاں کیا باتیں ہوئیں لیکن بعض لوگوں نے گمان کیا کہ حضرت حسینؓ نے عمر بن سعد سے کہا کہ میرے ساتھ یزید کے پاس شام چل اور ہم دونوں لشکر یہاں چھوڑ دیں لیکن عمر بن سعد نے کہا کہ ابن زیاد میرا مکان گرا دے گا۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میں تیرا مکان پہلے سے عمدہ بنا دوں گا، عمر بن سعد نے کہا کہ وہ میری جائیداد پر قبضہ کر لے گا۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میں اپنی حجاز کی عمدہ جائیداد تجھے دوں گا۔ تو عمر بن سعد یہ بات سن کر ناراض ہو گیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت حسینؓ نے اس سے سوال کیا کہ دونوں یزید کے پاس چلیں یا حضرت حسینؓ کو حجاز یا ترکوں کی لڑائی کے لیے کسی سرحد پر جانے کی اجازت دے، عمر بن سعد نے عبید اللہ کو لکھا، عبید اللہ بن زیاد راضی ہو گیا مگر شمر نے اسے کہا کہ تو اپنے ہاتھ پر بیعت لے۔ (البدایہ، صفحہ ۱۷۷، جلد ۸)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تین شرطوں والی روایت محض اٹکل ہے ورنہ حقیقت حال کسی کو معلوم نہیں کہ وہاں کیا باتیں ہوئی پھر اس روایت میں بھی یزید کے پاس جانے کا ذکر ہے بیعت کا کوئی ذکر نہیں اس کے بعد ابن کثیرؒ نے عقبہ بن سمعان کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ سے لے کر حضرت حسینؓ کی شہادت تک ان کے ساتھ رہا ہوں اللہ کی قسم انہوں نے کسی مقام پر کوئی بات نہیں کی جو میں نے نہ سنی ہو اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے یہ سوال نہیں کیا کہ وہ یزید کے پاس جا کر اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھیں اور نہ کسی سرحد کی طرف جانے کا مطالبہ کیا، ہاں دو چیزوں میں سے ایک کا مطالبہ کیا تھا کہ یا جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس چلیں جائیں یا انہیں چھوڑ دیں اور وہ اللہ کی وسیع زمین میں چلیں جائیں تا کہ دیکھیں کہ لوگوں کا ان کے ساتھ کیا معاملہ ہے (البدایہ، صفحہ ۱۷۷، جلد ۸)

اس روایت میں ابن کثیر واضح طور پر آپ والی روایت کا انکار کر رہے ہیں اور اسی بات کو علامہ محمد خضری نے نقل کیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ حضرت حسینؓ نے ان پر یہ بات

پیش کی تھی کہ میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھتا ہوں۔

(محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، صفحہ ۱۲۸)

نیز البدایہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت حسینؓ کو آخری رات حضور ﷺ نے خواب میں بشارت دی کہ شام تک تو ہمارے پاس آ جائے گا۔ آپ نے آخری رات ساری عبادت میں گزاری اور اپنے ساتھیوں کو حکم دے دیا کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں اس لیے تم میں سے جو واپس جانا چاہے جا سکتا ہے۔ لیکن ساتھیوں نے اپنی جانثاری کا عہد کیا۔ پھر حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسینؓ نے فرمایا ''اے لوگو! مجھے چھوڑ دو میں زمین سے اپنے امن کی جگہ لوٹ جاؤں تو لوگوں نے کہا کہ آپؓ کو اس بات سے کیا چیز مانع ہے کہ آپؓ اپنے چچا زاد بھائیوں کے فیصلے سے راضی ہو جائیں تو آپؓ نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ ہے۔ انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ پکڑتا ہوں ہر ایسے متکبر سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہ لاتا ہو'' (البدایہ والنحایہ، صفحہ ۱۸۱، جلد ۸) اسی طرح جب قیس بن الاشعث نے بیعت کا مطالبہ حضرت حسینؓ کے واپسی کے مطالبہ پر کیا تو حضرت حسینؓ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا، میں ان کو اپنا ہاتھ ذلت کے طور پر نہیں دوں گا، اور نہ ان کے حق میں غلاموں جیسا اقرار کروں گا۔

(البدایہ، صفحہ ۱۸۱، جلد ۸)

پھر اسی صفحہ پر حر بن یزید کا قول تین خصال میں سے ایک کو قبول کرنے کا ہے مگر ان کی تفصیل نہیں اور زہیر بن قین کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ اس نے ابن زیاد کے لشکر کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اس (حسینؓ) اور اس کے چچا زاد بھائی کے معاملہ میں نہ آؤ اس کو جہاں چاہے جانے دو۔ (البدایہ، صفحہ ۱۸۲، جلد ۸)

پھر حر بن یزید کا اہل کوفہ کا خطاب نقل کیا ہے کہ تم نے حسینؓ کو اپنی طرف آنے کی

دعوت دی جب وہ تمہارے پاس آئے تو تم نے ان کی مدد چھوڑ دی اور تم نے کہا تھا کہ ہم اس کے لیے جان دے دیں گے۔ پھر تم ان کے مخالف ہو کر انہیں قتل کرنا چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ان وسیع وعریض شہروں میں ان کو جانے سے روکتے ہو جہاں سے کتے اور خنزیر کو بھی نہیں روکا جاتا اور تم ان کے اور فرات کے اس جاری پانی کے درمیان حائل ہو گئے ہو جس سے کتے اور خنزیر بھی پانی پیتے ہیں۔ (البدایہ، صفحہ ۱۸۲، جلد ۸)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مطالبہ وسیع عریض شہروں میں واپسی کا تھا ایک روایت ابن کثیرؒ نے عمار دہنی شیعہ کی تین شرطوں والی ذکر کی جس میں فاذھب الی یزید کے لفظ ہی۔ (البدایہ، صفحہ ۱۹۹، جلد ۸) اس میں بھی بیعت کا کوئی لفظ نہیں آپ ابن کثیرؒ کے وہ لفظ دکھائیں جن سے صرف بیعت یزید کی آمادگی معلوم ہوتی ہو۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی شیعہ کی ایسی روایت ہے جس میں تیسرا مطالبہ ہاتھ میں ہاتھ رکھنے کا تھا۔ تو جناب ہاتھ میں ہاتھ رکھنا یہ بیعت کرنے پر نہ عبارۃ النص ہے نہ اشارۃ النص اور نہ اقتضاء النص، یہ استدلال بھی غیر مقلد کا ہو گا۔ پھر وضع کا لغت میں معنی ذلیل ورسوا کرنا بھی آتا ہے تو اس وہمی اور شیعہ کی روایت کا معنی یہ ہو سکتا تھا اگر دو مطالبے نہیں مانتے تو میں اس کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کو بامر مجبوری رسوا کر سکتا ہوں۔ اس کا معنی معاملہ نپٹانا بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایک پروفیسر نے تو مرادی معنی پنجہ آزمائی بھی کیا ہے۔ بہر حال یہ روایت عقبہ بن سمعان کے قول کے مطابق جھوٹی ہے اور صفحہ ۷ والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف بعض لوگوں کا وہم وگمان تھا، اور اگر آپ والے الفاظ کہیں سے ثابت بھی ہو جائیں تو یہ تین مطالبوں میں سے ایک مطالبہ تھا اگر آپ اس مردود روایت پر ہی اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ تین مطالبوں کی وجہ سے حضرت حسینؓ ۱/۳ حصہ بیعت کی طرف مائل ہوئے تھے جو معقولیوں کے ہاں ظن اور شک سے بھی کم درجہ یعنی وہم بیعت کا بنتا ہے۔ اگر آپ سو فیصد آپؓ کا بیعت

کا ارادہ ثابت کرتے تو آپ کا ایک وہمی روایت کی بنا پر سو فیصد مدعی ثابت ہو جاتا اور اگر آپ ساٹھ فیصد آپؓ کا اس طرف رجحان ثابت کر دیتے تو ہم مان لیتے کہ ایک جھوٹی وہمی روایت کی بنا پر آپ کا دعویٰ یقینی نہیں ظنی طور ثابت ہو گیا اور آپ دو مطالبوں کے ضمن میں اس مطالبہ کو ۵۰ فیصد ثابت کر دیتے تو آپ کے دعویٰ کا ثبوت مشکوک ہوتا مگر کیا کریں آپ نے تو تین مطالبوں کے ضمن میں اس کا تیسرا حصہ ثابت کیا...... ۳۳ فیصد وہم کا بھی ادنیٰ درجہ ہے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ ایک جھوٹی اور وہمی بات لے کر ایک اور وہم میں ڈوب گئے۔ پھر شریعت کا بھی یہ اصول ہے اور عرف میں بھی یہی ہے الیقین لا یزول بالشک کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا حضرت حسینؓ کی یزید سے مخالفت یقینی ثابت ہے اور آپ اس یقینی بات کو شک نہیں بلکہ وہم سے دور کرنا چاہتے ہیں کیا آپ نے سمجھ لیا ہے کہ دنیا میں کوئی اصول شرع اور قوانین عقلیہ کی حفاظت کرنے والا نہیں رہا؟

فائدہ:

واضح رہے قرآن پاک نے الا متحرفاً لقتال (الانفال) میں لڑائی میں پینترا بدلنے کی اجازت دی ہے حضور ﷺ نے بھی فرمایا:...... الحرب خدعة کہ لڑائی دھوکا ہے یعنی لڑائی میں دھوکا دینے کی اجازت ہے لہٰذا اگر ایسے الفاظ کہیں ثابت مان بھی لیں تو اس کو عربی میں "مخادعہ" کہا جائے گا۔ کیا البدایہ میں اور باقی کتب میں یہ واقع نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے جب مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو خط لکھا کہ میری بیعت کے بارہ میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ ابن زبیرؓ، حضرت حسینؓ سے شدید مواخذہ کر، تو ولید بن عقبہ نے حضرت حسینؓ اور حضرت ابن زبیرؓ کو بلایا اور حضرت معاویہؓ کی وفات کی خبر دی اور بیعت کا کہا تو حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت کرے؟ اور ایسی بیعت تو شاید تو بھی مجھ سے کافی نہ سمجھے اور لیکن جب لوگ جمع ہو گئے تو ہم کو ان کے

ساتھ بلانا تاکہ معاملہ متحد رہے۔ (البدایہ، صفحہ ۱۵۰، جلد ۸) اور اس کے بعد موقع پا کر مکہ تشریف لے گئے جس طرح یہ مخادعۃ حربیہ تھی۔ اس روایت کو بھی مخادعت پر محمول کرنا موزوں ہوگا۔

واضح حکم کو چھوڑ کر مبہم استدلال ہر باطل فرقے کا کام ہے۔ آپ بھی ابن کثیر صغرے کبرے ملا کر یزید کی عدالت ثابت کرنا چاہتے ہیں کیا ابن کثیر نے واضح طور پر یزید کو فاسق فاجر نہیں لکھا اور صحابہؓ اور تابعین کے صریح اقوال بندہ پہلے نقل کر چکا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی اصابہ سے بھی آپ نے یدی فی ید یزید والی منکر روایت ذکر کر کے یزید کی عدالت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کی واضح عبارات کو چھوڑ دیا۔ تہذیب التہذیب، صفحہ ۳۶۱ پر تفصیل کے ساتھ انہوں نے یزید کے افعال قبیحہ کا ذکر کیا ہے جو البدایہ کے حوالے سے پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ اور تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ یزید اس کا اہل ہی نہیں کہ اس سے کوئی روایت نقل کی جائے۔ (تقریب، صفحہ ۳۸۴)

صاحب نبراس مولانا عبدالعزیز صاحب پرہارویؒ سے بھی آپ نے وہی روایت بیان کی ہے اور عدالت یزید ثابت کی ناکام کوشش کی ہے۔ واضح رہے کہ نبراس نے لفظ لا بایعہ پر محشی نے اعتراض کیا ہے کہ یہ الفاظ میں نے کہیں نہیں دیکھے البتہ تاریخ الخلفاء میں ہاتھ دینے کی روایت ہے۔ (شاید آپ کی طرح کسی نے یہ روایت بالمعنی کر دی ہے جس کی تردید پہلے ہو چکی) یہاں بھی آپ نے مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کے واضح فیصلے چھوڑے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی اور اس کو معزول کر دیا اور ان میں صحابہ اور تابعین بھی تھے۔ (نبراس، صفحہ ۵۴۰، صفحہ ۵۴۱) اور آپ نے عبارت نقل کی ہے اس کی ایک سطر پر اس کے کچھ کفریہ شعر بھی نقل کئے گئے ہیں اور یہ فرمایا کہ حضرت معاویہؓ نے اس کو صالح سمجھ کر نامزد کیا پھر دُعا کی کہ اے اللہ! اگر یزید میرے گمان کے مطابق ہے تو درست ورنہ اس کو جلدی موت دے دینا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی دُعا قبول ہوئی، چنانچہ اس کی سلطنت لمبی نہ ہوئی۔ (نبراس، صفحہ ۵۴۱) پھر فرماتے کہ کہ بعض اسلاف سے منقول ہے کہ ہم نے یزید کے خلاف بغاوت اس وقت تک نہیں کی جب تک ہمیں آسمان سے پتھروں کے برسنے کا خوف نہیں ہوا۔

(نبراس، صفحہ ۵۴۲)

نیز فرماتے ہیں کہ یہ تحقیقی بات ہے کہ یزید سے اور بہت سے فسق وفجور والے منکر امور صادر ہوئے ہیں اور سب سے زیادہ وہ منکر معاملہ ہے جو اس نے اہل بیعت سے کی۔

(نبراس، صفحہ ۵۵۱)

اسی صفحہ پر یزید کو امیر المومنین کہنے پر بیس کوڑوں کی سزا نقل کی ہے۔ نیز فرماتے ہیں یزید کے قبیح افعال مشہور ہیں اور حب اہل بیت واجب ہے۔ (نبراس، صفحہ ۵۵۵)

ایسی واضح عبارات چھپا کر مبہم استدلات ذکر کرنا علم اور دیانت کا خون کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرما کہ صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

لفظ امیر المؤمنین:

اگر اضافتِ تشریفی کی بنا پر ہو تو فاسق فاجر کے لئے اس کا استعمال درست نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید کے لئے اس لفظ کے استعمال کرنے پر (۲۰) بیس کوڑے لگوائے اور اگر شرافت سے قطع کر کے صرف اضافی معنی مراد ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ نے جو حضرت نعمانؓ بن بشیر اور امام زین العابدینؒ کے اور البدایہ، ابن تیمیہ کے جو حوالے دیئے ہیں وہ سارے اس دوسرے مفہوم کے اعتبار سے ہیں، اس اعتبار سے تو آپ اپنے دور کے تمام ظالم حکمرانوں کو اس لقب سے یاد کر سکتے ہیں۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ابن کثیر اس لقب کے استعمال کے باوجود یزید کو فاسق فاجر لکھتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

امام زین العابدینؒ:

امام زین العابدینؒ کا پورا واقعہ آپ نے نقل نہیں کیا کہ واقعہ حرہ میں مسلم بن عقبہ جس کو اسلاف مسرف بن عقبہ کہتے تھے، نے مدینہ کو تین دن مباح قرار دیا اور اشراف مدینہ اور قراء مدینہ میں سے خلقِ عظیم کو قتل کیا اور وہاں کے اموال لوٹے اور عظیم شر اور بڑا فساد واقع ہوا تو اس نے امام زین العابدینؒ کو بلایا جو مروان بن الحکم اور عبدالملک بن مروان کے ساتھ امان حاصل کرنے کے لئے آئے، ان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ یزید نے ان کے بارہ میں مسلم کو کوئی حکم دیا ہے۔ جب امام زین العابدینؒ اس کے سامنے بیٹھے تو مروان نے کوئی پینے کی چیز منگوائی۔ مسلم بن عقبہ شام سے جو برف لایا تھا اس کو اس میں ملایا گیا۔ مروان نے تھوڑا سا پی کر اپنا جھوٹا امام زین العابدینؒ کو دیا تا کہ اس سے ان کے لئے امان ثابت ہو جائے۔ مروان امام زین العابدین سے مؤدت ہی چاہتا تھا مگر یزید کے سپہ سالار مسلم بن عقبہ نے جب پیالہ حضرت امام زین العابدینؒ کے ہاتھ میں دیکھا تو کہا کہ ہمارا مشروب مت پی، پھر حضرتؒ سے کہا کہ تو ان دونوں کو اس لئے ساتھ لایا ہے کہ ان کی وجہ سے امن حاصل کرے؟ تو امام زین العابدینؒ کے ہاتھ کانپنے لگے۔ نہ وہ پیالہ رکھتے تھے نہ پیتے تھے، پھر مسلم نے کہا کہ اگر تو پینا چاہتا ہے تو پی لے اور اگر تو چاہتا ہے تو اور پانی منگوالیں تو امام زین العابدینؒ نے فرمایا کہ جو میرے ہاتھ میں ہے میں اسی کا ارادہ رکھتا ہوں، پھر پانی پی لیا۔ (البدایہ، صفحہ ۲۲۳، جلد ۸)

آپ نے ابن مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے۔ اس کے راوی محمد باقرؒ ہیں۔ وہ روایت بیان کرتے ہوئے مسلم کو مسرف، کہتے ہیں اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ کو قتل کرنے کے بعد یزیدی سپہ سالار نے پوچھا کہ امام زین العابدین یہاں ہیں، لوگوں نے کہا ہاں، تو اس نے کہا میں ان کو دیکھتا کیوں نہیں۔ یہ بات حضرت الامام کو پہنچی تو وہ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ آپ کے دو بیٹے عبداللہ اور احسن بھی تھے۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو مرحبا کہا اور اپنے ساتھ بٹھایا اور کہا کہ امیرالمومنین نے مجھے تیرے ساتھ حسن

سلوک کی وصیت کی ہے تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امیرالمومنین کو اس حسنِ سلوک کا صلہ دے۔ (طبقات، صفحہ ۱۶۶، جلد ۵)

اس میں صنعتِ مشاکلت ہے جیسے جزاء سیئۃ کو سیئۃ قرآن پاک میں کہا ہے حالانکہ برائی کا برائی کے برابر بدلہ لینا برائی نہیں مگر پہلے لفظ کی مشاکلت کی وجہ سے اس کو سیئہ کہا ہے۔ اسی طرح چونکہ مسلم بن عقبہ نے وصلی اللہ امیرالمومنین کہا تھا تو جواب میں انہوں نے بھی وہی الفاظ استعمال کر دیئے۔ حضرت قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ جزاء الاحسان بالاحسان کے بطور کہا تھا پھر اس کی وصیت پر بھی جو عمل کیا البدایہ کی روایت سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ قتل کی دھمکیاں اس کے باوجود دی جا رہی ہیں، پھر انہی امام محمد باقر کی روایت طبقات بن سعد میں ہے کہ امام زین العابدینؒ جمرات کی طرف پیدل جاتے تھے اور آپ کا مکان منیٰ میں تھا۔ اہل شام آپ کو تکلیف دیتے تھے تو آپ قرین ثعالب یا اس کے قریب منتقل ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد، صفحہ ۱۶۹، جلد ۵)

منہال بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام زین العابدینؒ کے پاس گیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تندرست رکھیں، آپ نے کیسے صبح کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس شہر کے تجھ جیسے شیخ کے بارہ میں میرا خیال نہیں تھا کہ اسے معلوم نہ ہو کہ ہم نے کیسے صبح کی ہے۔ بہر حال جب تجھ کو علم نہیں ہے تو تجھے خبر دیتا ہوں ہم نے اپنی قوم میں ایسے صبح کی ہے جیسے بنی اسرائیل آلِ فرعون میں صبح کرتی تھی کہ وہ ان کے بچوں کو ذبح کرتے تھے اور بچیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ ہمارے دشمن کا قرب ہمارے شیخ اور ہمارے سردار کو منبروں پر سب وشتم سے حاصل کیا جاتا ہے اور قریش سمجھتے ہیں کہ ہمیں تمام عرب پر اس لئے فضیلت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں، ان کی یہی فضیلت شمار کی جاتی ہے اور تمام عرب ان کے لئے اس فضیلت کا اقرار کرنے والے ہیں اور تمام عرب عجم پر اس لئے اپنی فضیلت شمار کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں، ان کی فضیلت اسی کے

ساتھ ہے اور اہلِ عجم ان کی اس فضیلت کا اقرار کرنے والے ہیں۔ تو اگر عرب اس بات میں سچے ہیں کہ ان کو عجم پر فضیلت ہے اور قریش اس بات میں سچے ہیں کہ ان کو باقی عرب پر فضیلت ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں تو بیشک ہم اہلِ بیت کو بھی باقی قریش پر فضیلت ہے اس لئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہیں۔ اس کے باوجود یہ لوگ ہمارا حق لیتے ہیں اور ہمارے کسی حق کو پہچانتے نہیں۔ ہم نے اس طرح صبح کی ہے اگر تو یہ نہیں جانتا کہ ہم نے کس طرح صبح کی ہے۔ (ابن سعد، صفحہ ۱۷۰، جلد ۵)

ان حالات میں حضرت خود بھی صبر کرتے تھے اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت کے پوتے علی بن محمد فرماتے ہیں کہ اہلِ خراساں نے حضرت امام زین العابدینؒ کے پاس اپنے احکام کے ظلم کی شکایت تو آپ نے ان کو صبر اور لڑائی سے رکنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں تو ایسے ہی کہتا ہوں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ:...... ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم ”اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو بخش دیں تو آپ غالب حکمت والے ہیں۔“ (طبقات ابن سعد، صفحہ ۱۶۷، جلد ۵)

اور ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تارک کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے والے کی طرح ہے مگر یہ کہ اس کو خطرہ ہو۔ پوچھا گیا کہ خطرے سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ کسی جبار سرکش کا خوف ہو کہ وہ زیادتی کرے اور یا سرکشی کرے۔ (ابن سعد، صفحہ ۱۶۵، جلد ۵)

تو جو وقت کے حکام سے اس طرح خوفزدہ ہو اور ان کو فرعون کے ساتھ تشبیہ دے اس کے ساتھ صنعت مشاکلت کے طور پر امیر المؤمنین بھی کہہ دے تو اس سے اضافتِ تشریفی کہاں سے مفہوم ہوگی۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ:

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے بھی اضافتِ تشریفی کے طور پر امیر المؤمنین نہیں کہا بلکہ وہ تو امیر المؤمنین کہہ کر یہ فرماتے ہیں انشدک اللہ فی عشیرتک وانصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (البدایہ، صفحہ ۲۲۱، جلد ۸) یعنی اے امیر المؤمنین! میں نے آپ کو اپنے قبیلہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کے بارہ میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں (یعنی اہل مدینہ پر چڑھائی نہ کریں) تو وہ اس گناہ سے اس کو باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ اس سے باز نہ آیا۔ ابن تیمیہ کی عبارت میں آپ نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ کوئی شخص بزور شمشیر فاسق و فاجر مسلمانوں پر مسلط ہو جائے اور اس کا حکم نافذ ہو تو اس کو خلیفہ اور امیر المؤمنین کہہ سکتے ہیں۔ (خط صفحہ ۸، بحوالہ خارجی فتنہ)

تو عرض ہے کہ آپ اپنے نقل کردہ حوالے کے مطابق یزید کو فاسق فاجر بزور شمشیر مسلط ہونے والا مان کر امیر المؤمنین کہہ لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس وقت یہ اضافت تشریفی نہیں ہوگی۔ میرا مقصد تو یہ تھا کہ اضافتِ تشریفی کے طور پر یہ لفظ استعمال کرنا صحیح نہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر (۲۰) بیس کوڑے لگوائے تھے وہ شخص اگر ساتھ ساتھ اس کو فاسق فاجر بھی کہہ دیتا تو یقیناً کوڑے نہ کھاتا۔

خلاصہ یہ کہ:...... صرف اضافی معنی مراد ہو تو اس کا استعمال فاسق فاجر پر جائز ہے اور اضافتِ تشریفی کے طور پر جیسے کہ آج کل عام یزیدی کرتے ہیں درست نہیں۔

یزید کے مامورین کفار یا مؤمنین؟

آپ نے اس عنوان کے تحت لکھا ہے کہ اس کے مامورین خیر القرون، عالم اسلام، صحابہ کرام و تابعین تھے اور یہ سب مؤمنین ہیں تو یزید امیر المؤمنین ہوا اور آپ مامورین کو مؤمن نہیں مانتے تو یزید دشمنی میں آپ دورِ خیر القرون صحابہ و تابعین اور اہل بیت

سب کو کافر کہہ رہے ہیں۔ (خلاصہ خط صفحہ ۷)

جواب:...... یزید کے مأمورین کافر ذمی بھی تھے اور معاہد حربی بھی تھے اور وہ مومنین بھی تھے جو یزید کو شرابی، زانی، تارک صلوٰۃ، دشمن اہل بیت، سرکش، جبار، ارجاء کے عقیدہ والا خیال کرتے تھے اور انہی وجوہ کی بناء پر بیعت کرنے والوں میں سے تقریباً سب نے بیعت توڑ دی، سوائے ایک دو صحابہ کرام کے۔ بہرحال آپ کا یہ کہنا کہ اگر امیر المومنین نہیں تو امیر الکافرین ہوگا اور اس سے تمام صحابہ کرام اور تابعین اور خیر القرون کو کافر کہنا لازم آئے گا۔ میں نے تو امیر المومنین کی حیثیت اضافتِ تشریفی والی متعین کر دی ہے۔ باقی اس کے جو لوازمات آپ ذکر کر رہے ہیں یہ لوازمات تو بریلی سے صادر ہوا کرتے تھے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عموم قدرت باری تعالیٰ کی عبارت لے کر لکھ دیا کہ اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کر سکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے، جس میں کھانا پینا، سونا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، جلنا، ڈوبنا، مرنا سب کچھ داخل ہیں۔

(الکوکبۃ الشہابیہ، صفحہ ۱۵)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا مولانا احمد رضا خان بریلوی کی میں نے ایک کتاب جس میں سو کفریات وہابیہ کے نام سے لکھی ہے، دیکھی کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانو، آگے اس پر حاشیہ لگایا کہ گویا رسول کو بھی نہ مانو، فرشتوں کو بھی نہ مانو، قیامت کو بھی نہ مانو کیونکہ یہ سب اللہ کے سوا ہی تو ہیں اور یہ تین کفر ہوئے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے۔ (مجالس حضرت رائے پوری، صفحہ ۱۷۴)

ایسے لوازمات کی وجہ سے نہ احمد رضا خان ہمارے بزرگوں کو خائف کر سکا تھا اور نہ ہی آپ ہی کر سکتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے کچھ اقوال میں پہلے لکھ چکا ہوں، اگر امیر المومنین نہ کہنے سے آپ کے بقول اگر صحابہ کرامؓ اور تابعین کو نعوذ باللہ کافر کہنا لازم آتا ہے تو

اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ دور یزید میں جو ذمی کافر تھے امیر المومنین کہنے سے ان سب کفار کا مومن ہونا تو لازم نہیں آتا۔ یہ آپ کا لزوم آپ کو لے ڈوبے گا۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مسئلہ تکفیر ولعنِ یزید:

اس بارہ میں، میں نے امام احمد اور ابن جوزی وغیرہ کا قول نقل کر کے آگے لکھ دیا تھا کہ محققین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ درست قوی طریق کفر یزید میں توقف کرنا ہے اور اس کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنا ہے اس لئے کہ وہ مخفیات کا جاننے والا ہے اور پوشیدہ رازوں پر مطلع ہے۔ پس ہم اس کی تکفیر کے پیچھے بالکل نہیں پڑیں گے کیونکہ یہی زیادہ لائق اور سلامتی کا راستہ ہے۔ (الخیر، محرم الحرام صفحہ ۲۳، ۱۴۲۵ھ) اور اس کے بعد ابن حجر مکی کے حوالے سے یہ بھی لکھا تھا کہ اس قول پر کہ وہ مسلمان ہے پس وہ فاسق شریر، نشہ باز ظالم ہے۔ (الخیر، ایضاً) آپ نے یہ آخری قول جو محقق ہے یہ نہ دیکھا اور تکفیر اور لعنت کی فضول بحث شروع کر دی۔ یاد رکھیں کہ بندہ جمہور کی طرح فسق یزید کا قائل ہے تکفیر کا نہیں۔ پہلا قول اس لئے لکھا تھا کہ یزید کو عادل اور صالح ثابت کرنے والے جان لیں کہ اہل سنّت کے اس کے بارہ میں صرف دو قول ہیں (۱) کفر)، (۲) فسق، صالح اور عادل والا قول کسی کا نہیں، تکفیر اور لعنِ شخصی کی بحث آپ نے خط میں فضول چھیڑی ہے۔ البتہ اس فضول بحث میں بھی آپ نے بہت سی فضول باتیں کی ہیں۔ (۱) سند کی بحث کی ان روایات کی سند نہیں۔ آج کل غیر مقلدین بھی آپ کی طرح فقہ کے ہر مسئلہ کی امام صاحب تک سند کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر قدوری، ہدایہ وغیرہ کے مسائل کی سند نہ ہو تو اس کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنا جعل سازی قرار دیتے ہیں حالانکہ متواترات اور مشہورات کے لئے سند کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ بات صرف اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث ہی کی نہیں بلکہ تمام فنون کا دارومدار اس پر ہے۔ کوئی

جوارش جالینوس کی جالینوس تک سند تلاش کرے تو ہرگز نہیں ملے گی، نمک سلیمانی کا استعمال بغیر سند کے نہ کرے تو اپنا ہی نقصان اٹھائے گا جو کتب مشہور ہو چکی ہیں ان کی سند تلاش کرے۔ صرف کی کتاب کی واضع صرف تک اور نحو کی ہر کتاب کی واضع نحو تک سند بیان کرو تو اس کا مقصد تحقیق نہیں بلکہ ان فنون کو تباہ و برباد کرنا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ متواترات بلا سند کا درجہ خبر واحد باسند سے قوی ہے۔ اس کے مقابلہ میں سند متروک ہوتی ہے، اس کی صرف ایک مثال ذکر کرتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے چھ سندوں کے ساتھ والذکر والانثیٰ کی قراءۃ نقل کی ہے اور وما خلق الذکر والانثیٰ والی ایک سند بھی ذکر نہیں کی جبکہ یہ دوسری قراءۃ متواتر ہے۔ اب اس کی وجہ سے چھ سندوں والی قراءۃ چھوڑ دی جائے، نہ کہ سند کا لحاظ کر کے اس متواتر قراءۃ کو چھوڑا جائے۔

__لطیفہ:__ ...... ہمارے ایک دوست قاری عبدالاحد صاحب کسی دعوت میں شریک ہوئے جس میں غیر مقلد مولوی بھی مدعو تھے تو ایک غیر مقلد کو شرارت سوجھی، قاری صاحب سے کہنے لگا کہ تمہاری نماز حنفی کی سند ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو یاد نہیں، تو انہوں نے شور مچا دیا کہ تمہاری بے سندی نماز معتبر نہیں اس کو چھوڑ دو۔ اس سے توبہ کرلو، قاری صاحب فرماتے ہیں کہ میں کچھ شرمندہ سا ہوا مگر فوراً ذہن میں ایک بات آئی، میں نے اس غیر مقلد سے سوال کیا کہ تو اپنا نسب آدم علیہ السلام تک سند سے ثابت کرے گا؟ اس نے کہا نہیں، تو میں نے کہا کہ میری تو نماز گئی تیرا نسب ہی گیا۔ اب بتا کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے تو تو نہیں اب ہم تجھے کس طرف منسوب کریں۔

یاد رکھیں کہ یزید کے افعال ناشائستہ پوری اُمت میں شہرت سے پھیلے ہوئے ہیں اس لئے بیان سند کی ضرورت نہیں۔ تلقی بالقبول مستقل دلیل ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ ان افعال ناشائستہ کو حلال سمجھ کر کرتا تھا یا حرام سمجھ کر، جن کو پہلی بات محقق ہو گئی۔ انہوں

نے کفر کا قول کیا مگر جمہور اہلِ سُنت کہتے ہیں کہ ان افعال کی حلیت قطعی طور پر ثابت نہیں اس لئے کفر میں کفِ لسان ضروری ہے۔

مومن کو کافر کہنا کفر ہے:

آپ نے اس بارہ میں مسلم کی حدیث نقل کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے تو اگر وہ کافر نہ ہو تو کفر اس پر لوٹتا ہے۔ (مسلم، صفحہ ۵۷) آپ اس کے نیچے نووی کا حاشیہ بھی دیکھ لیتے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کو بعض علماء نے اس وجہ سے مشکلات میں سے شمار کیا ہے کہ اس کا ظاہری معنی مراد نہیں اور یہ اس لئے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کسی مسلمان کی زنا، قتل جیسے معاصی کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی اور اسی طرح کسی کا اپنے بھائی کو کافر کہنا دین اسلام کے بطلان کے اعتقاد کے بغیر کفر نہیں۔ (نووی، صفحہ ۵۷)

معلوم ہوا کہ یہ کفر کا حکم اس وقت لگے گا جب دین اسلام سے بغض رکھ کر کسی مسلمان کو کافر کہے۔ یزید کو جن حضرات نے کافر کہا ہے اس کی وجہ اس کے افعال ناشائستہ ہیں، دین اسلام سے بغض نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ڈانٹ اور تشدید پر محمول ہے۔ اس حدیث کا ظاہری مفہوم مراد نہیں۔ اگر آپ نے اس حدیث کا خلاف اہل حق ظاہری ہی مطلب لینا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے ائمہ مجتہدین جن کی امامت یزید کے فسق و فجور کی طرح متواتر ہے کو کافر بنانا ہے تو سب لوگوں کو یقین ہوگا کہ آپ کی تکفیر سے وہ تو ان شاء اللہ محفوظ رہیں گے تو تکفیر امام احمد بن حنبلؒ کس گھر کی طرف لوٹے گی؟ حُبِ یزید میں مست ہو کر آپ کے اپنے بقول یہ کڑوا گھونٹ آپ کو نہ بھرنا پڑے۔ باقی امام احمدؒ کے مسلک کو آج تک تمام نے قبول کیا ہے اس لئے یہ کہنا کہ آپ کے اس تکفیری اصول سے ڈر کر امام احمد بن حنبلؒ اپنے مسلک کو چھوڑ دیں گے یا لوگ ان سے اعتماد اٹھا لیں گے، ان شاء اللہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ بہتر ہے کہ آپ ہی اپنی

اداؤں کو چھوڑ دیں۔ باقی یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ خیر القرون اس کے فسق و فجور پر متفق تھا ایک آدھ آدمی نے اگر اس کے خلاف کام نہیں کیا تو اس کو امام عادل وغیرہ بھی قرار نہیں دیا۔ بیعت کے توڑنے والے حوالے پہلے آ چکے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ حنبلیؒ:

امام احمدؒ کے مسلک کو بقول آپ کے زیادہ جانتے تھے، لہٰذا ابن حجر مکی کی نقل درست نہیں۔ (ملخصاً)

جواباً عرض ہے!

امام ابن تیمیہؒ نے بھی منہاج السنۃ میں فرمایا ہے کہ:...... ونقلت عنه رواية فى لعن يزيد کہ امام احمدؒ کی روایت لعنِ یزید کی بھی ہے۔ (بحوالہ خارجی فتنہ، صفحہ ۱۳۵) مگر اس روایت کو منقطع شمار کیا ہے مگر جس روایت پر آپ کی نظر ہے وہ کس سندِ متصل سے منقول ہے وہ تو آپ ذکر کرتے، پھر آپ نے مُلّا علی قاریؒ پر اعتماد کیا ہے وہ بھی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:...... وَلَعَلَّهٗ وجه ما قال الامام احمدؒ بتكفيره (شرح فقہ اکبر، صفحہ ۸۷) یعنی خمر کو حلال سمجھنے اور یزید کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ میں نے قتلِ حسینؓ سے بدر کا بدلہ لیا ہے شاید اس کی بنا پر امام احمدؒ نے اس کی تکفیر کی ہے۔ پھر حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ یزید سے محبت کرتے ہیں، تو امام احمدؒ نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! یزید سے کوئی ایسا آدمی محبت کر سکتا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو؟ میں نے کہا اے اباجی! آپ کس وجہ سے اس پر لعنت نہیں کرتے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تو نے کب اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے دیکھا ہے؟

(فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۲، ایضاً، جلد ۴، صفحہ ۴۸۳)

مہنا فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کے بارہ میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہی شخص ہے کہ جس نے مدینہ میں وہ کام کیا جو اس نے کیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو قتل کیا اور بھی کچھ کیا، میں نے پوچھا کہ اور کیا کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے مدینہ کو لوٹا، میں نے کہا کہ اس کی حدیث لی جائے تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ اس کی حدیث نہ لی جائے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ، صفحہ ۴۸۳، جلد ۴) اور ایک قول میں یہ بھی فرمایا کہ یزید کی روایت میں کوئی تکریم نہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۲) لیجئے حافظ ابن تیمیہؒ کے بقول حضرت امام احمد بن حنبلؒ یزید کی محبت کو خدا اور آخرت پر ایمان سے متضاد سمجھتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ اور یزید:

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ یزید کے بارہ میں دو گروہ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ ایک گروہ اس کو کافر کہتا ہے اور دوسرا گروہ اس کو امامِ عادل، ہادی، مہدی، صحابی، ولی بلکہ بعض اس کو نبی تک کہتے ہیں۔ دونوں طرفوں کا یہ غلو اہل علم و ایمان کے اجماع کے خلاف ہے۔

(فتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۰)

پھر فرماتے ہیں کہ یزید ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو دین اور صلاح میں مشہور ہیں۔ (ایضاً، صفحہ ۴۱۰) اور فرماتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کے بعد بعض مسلمانوں کی رضا اور بعض کی عدمِ رضا کے باوجود حاکم بن گیا۔ (ایضاً صفحہ ۴۱۰) نیز فرماتے ہیں کہ یزید سے قتلِ حسینؓ کے انکار کا ظہور نہیں ہوا اور اس نے اس کا انتقام اور قصاص جو اس پر واجب تھا نہیں لیا۔ پس اہل حق اس پر ترکِ واجب اور بہت سے اُمور کی بنا پر اس پر ملامت کرتے ہیں۔ (فتاویٰ، صفحہ ۴۱۰، جلد ۳) نیز فرماتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑی اور اس کے نائبین کو مدینہ سے نکال دیا تو اس نے اہل مدینہ کی طرف لشکر بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ اگر یہ

تین دن تک اطاعت نہ کریں تو مدینہ میں تلوار داخل کی جائے اور اس کو تین دن کے لئے مباح قرار دیا جائے تو یزید کا لشکر مدینہ نبویہ میں قتل و غارت کرتا رہا اور حرام شرم گاہوں کے پردۂ بکارت زائل کرتا رہا، پھر اس نے مکہ کی طرف لشکر بھیجا۔ انہوں نے مکہ کا محاصرہ کیا۔ اسی حال میں یزید فوت ہوگیا اور یہ سب ظلم و زیادتی یزید کے حکم سے ہوئی۔ (فتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۲)

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل سنّت اور ائمہ اُمت کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ اس پر سب کی جائے اور نہ اس سے محبت کی جائے۔ (فتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۲) نیز فرماتے ہیں کہ یزید علمائے ائمۃ المسلمین کے نزدیک ایک بادشاہ ہے، وہ یزید سے صالحین اور اولیاء جیسی محبت نہیں رکھتے اور نہ اس پر سبّ کرتے ہیں۔ (فتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۲) اور فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود اہل سنّت کا ایک گروہ اس پر لعنت کو جائز قرار دیتا ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۳، صفحہ ۴۱۳)

اگرچہ جمہور کی طرح ابن تیمیہؒ اس رائے کو پسند نہیں کرتے مگر اس رائے رکھنے والوں کو اہل سنّت کہتے ہیں جبکہ آپ ایسے عقیدہ والوں کو اسلام سے خارج کرنا چاہتے ہیں نیز وہ تین گروہوں میں سے راجح اس گروہ کو قرار دیتے ہیں کہ اس کی حسنات بھی ہیں اور سیئات بھی وہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوا اور وہ کافر نہیں تھا لیکن اس کی وجہ سے حضرت حسینؓ شہید ہوئے اور اہل حرہ کے ساتھ اس نے جو سلوک چاہا کیا۔ وہ صحابی اور ولی نہیں تھا۔ یہ عام عقلاء علماء اور اہل السنۃ والجماعت کا قول ہے، پھر ان اہل سنّت کے تین گروہ نقل فرمائے۔ ایک وہ جو لعنت کرتا ہے اور دوسرا جو اس سے محبت رکھتا ہے، تیسرا نہ سبّ کرتا ہے اور نہ محبت، پھر اس تیسرے گروہ میں امام احمدؒ کو ذکر کیا کہ جو فرماتے ہیں کہ اللہ اور آخرت پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ یزید سے محبت نہ کی جائے اور اس کو صحابہ کرامؓ کا قاتل اور مدینہ کو لوٹنے والا اور پاک دامن عورتوں کی عصمتوں کو تار تار کرانے والا اور اس کی روایت کو

جائز قرار دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ باتیں بیان کرنا سبّ نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت ہے اور پھر یزید سے ترکِ محبت کے تحت لکھتے ہیں کہ محبتِ خاصہ تو صرف نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ یزید ان چار جماعتوں میں سے کسی سے نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے، اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے وہ اس بات کو اختیار نہیں کرے گا کہ وہ یزید یا اس جیسے ان بادشاہوں کے ساتھ ہو جو عادل نہیں۔ (فتاویٰ، جلد ۴، صفحہ ۴۸۴)

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ یزید کو غیر عادل کہنا اور مومن کا یزید کی معیت کو پسند نہ کرنا یہ سبّ نہیں، بیانِ حقیقت ہے۔ پھر یزید سے ترکِ محبت کے دو مآخذ ذکر کرتے ہیں:

۱:...... اس سے کوئی ایسا عمل صالح صادر نہیں ہوا جس کی وجہ سے اس کی محبت واجب ہو، تو وہ ان بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہوا جو بزور مسلط ہونے والے ہیں اور اس قسم کے اشخاص کی محبت جائز نہیں۔

۲:...... دوسری یہ بات ہے کہ اس سے ایسے افعال صادر ہوئے ہیں جو اس کے اوصاف میں ظلم و فسق کا تقاضا کرتے ہیں اور اس سے حضرت حسینؓ اور اہل حرہ کے معاملے کا صدور ہوا۔ (فتاویٰ، صفحہ ۴۸۵، جلد ۴)

اس کے بعد یزید سے محبت رکھنے والوں کے دو مآخذ ذکر کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ساری اس کی خطائے اجتہادی تھی اور کچھ تاریخی روایات کا درست نہ ہونا اور دوسرے اس کا امیر جیش لشکر قسطنطنیہ ہونا اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ لعنت اور محبت والے دونوں قول اجتہادی ہیں اس لئے کہ مرتکب معصیت پر لعنت کرنے میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور اسی طرح جو حسنات اور سیئات دونوں کا مرتکب ہو اس سے محبت بھی ہو سکتی ہے بلکہ ہمارے

نزدیک اس میں منافات نہیں کہ ایک آدمی میں تعریف اور مذمت دونوں، اسی طرح اَجر و ثواب دونوں کا اجتماع ہو جائے اور اسی طرح اس میں بھی منافات نہیں کہ دو مختلف اعتبار سے ایک شخص کے حق میں دُعا بھی کی جائے اور لعن طعن بھی کی جائے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ، صفحہ ۴۸۶، جلد ۴)

ابن تیمیہ کی مختلف عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن کو انہوں نے اہل محبت کہا ہے وہ بھی یزید کو عادلین، صلحاء میں شمار نہیں کرتے بلکہ اس کی خطاؤں کو اجتہادی قرار دے کر فاسق نہیں قرار دیتے۔ ان عبارات سے ابن تیمیہؒ کا مسلک بھی واضح ہو گیا کہ وہ یزید کو عادل اور صالح ماننے کے لئے تیار ہیں اور امام احمدؒ کا مسلک بھی انہوں نے بتا دیا کہ اگرچہ ان سے کفر کی روایت منقطع ہے مگر وہ اس کو فاسق، فاجر مانتے تھے۔

بارہ خلفاء:

آپ نے لکھا ہے کہ ابن تیمیہؒ، ابن حجر عسقلانیؒ، مُلّا علی قاریؒ، سید سلیمان ندوی جیسے حضرات اس کو بارہ خلفاء میں شمار کرتے ہیں۔ (الخ) (صفحہ ۱۰)

محترم! بات فسق یزید کی ہو رہی ہے۔ ان میں سے کسی ایک شخص سے اس کا عادل ہونا ثابت کر دیں، مجھے تو آپ طعنہ دیتے ہیں کہ سند ذکر نہیں کرتا اور صدیوں کی چھلانگ لگاتا ہے مگر آپ نے تو یہاں حوالہ بھی ذکر نہیں کیا بلا سند اور بلا حوالہ آٹھویں صدی تک پہنچ گئے ہیں اور پھر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابن تیمیہؒ اس کو فاسق فاجر وغیرہ بہت کچھ مانتے ہیں، پھر ملا علیؒ کی روایت کے مطابق لایزال الامر عزیزاً ہے کہ بارہ خلفاء تک اسلام کا غلبہ رہے گا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ سارے عادل اور صالح ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ یزید کو ان بارہ میں داخل کرنے کے باوجود بھی مُلّا علی قاری اس کو مبتدعین میں شمار کرتے ہیں۔ (مرقاۃ، صفحہ ۵۲، جلد ۴)

اور اسی شرح فقہ اکبر کے آخر میں فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ اکابر، یزید، حجاج اور زیاد جیسے لوگوں سے خائف تھے اور ان ارباب عناد کے خلاف بغاوت بھی کامیاب ہوتی نظر نہ آتی تھی، بلکہ اس بغاوت پر بہت سے فساد مرتب ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن زبیرؓ کو دعویٰ خلافت سے روکتے اور منع کرتے تھے باوجودیکہ حضرت ابن زبیرؓ بلا اختلاف خلافت کے زیادہ لائق اور حق دار تھے ان ظالم امراء سے۔ (شرح فقہ اکبر، صفحہ ۱۷۷) بہر حال بارہ خلفاء میں شامل کرنے والے بھی اس کو خلیفۂ عادل نہیں کہتے تھے۔

مسئلۂ لعنت:

شخصی لعنت چونکہ کافر جس کا خاتمہ یقیناً کفر پر ہوا ہو اس پر جائز ہے، باقی کسی پر جائز نہیں۔ اس لئے اس کا عدمِ فسق یزید سے کوئی تعلق نہیں، جن لوگوں نے لعنت سے روکا ہے وہ اکثر اس یزید کو غیر عادل مانتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ وغیرہ کے حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔

فاسق و فاجر بنانا یا بتانا:

آپ نے حضرت قاضی صاحبؒ کے بارہ میں لکھا کہ یزید کو فاسق و فاجر کہنے اور بنانے کے لئے بزعمِ خود خدمتِ دین کا عظیم کارنامہ سرانجام دیتے ہوئے سات آٹھ سو صفحات کی کتاب لکھ ماری۔ (خط، صفحہ ۱۱)

مرزائی وغیرہ تمام باطل فرقوں کا یہی طریق کار ہے کہ اہل حق جب ان کو ان کا کفر بتاتے ہیں تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں تو وہ عوام میں یہی شور مچاتے ہیں کہ دیکھو مولوی کافر بناتے رہتے ہیں لیکن یہ بات اس وقت تو یچی ہوگی جب کوئی مولوی ان کو کہے کہ تم مرزائی عقائد اپنا لو مگر علماء تو مرزائیت سے عوام کو بچاتے ہیں اور اگر کوئی اس بیماری میں مبتلا ہو جائے اس کا اس کو اس کا کفر بتاتے ہیں، جیسے ڈاکٹر عوام کو بیماریوں سے بچاتے ہیں مگر بیمار

ہونے کے بعد اس کو اس کی بیماری بتاتے ہیں اور یہ ان کا فرض ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ڈاکٹر لوگوں کو بیمار بناتے ہیں تو یہ غلط پروپیگنڈا ہوگا۔ اسی طرح پہرے دار عوام کو چوری سے بچاتا ہے، اگر کوئی چوری کا ارتکاب کرلے تو وہ اس کا چور ہونا بتاتا ہے مگر چور یہی شور مچائے گا کہ یہ پہرے دار لوگوں کو چور بناتا رہتا ہے۔

اگر تو حضرت قاضی صاحبؒ نے یزید کو مشورہ دیا تھا کہ تو یہ فسق و فجور کر اور وہ ان کے مشورہ کے بعد فسق و فجور میں مبتلا ہوتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ قاضی صاحبؒ نے اس کو فاسق بنایا، مگر افسوس ہے کہ آپ کو بنانے اور بتاتے کا فرق معلوم نہیں۔ یزید کو فاسق بنانے والوں میں تو سرجون بن منصور عیسائی تھا جس سے یزید نے حضرت حسینؓ کے بارہ میں مشورہ کیا تھا اور اس نے کوفہ عبید اللہ بن زیاد کے سپرد کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو امام حسینؓ اور واقعہ کربلا، مصنفہ حافظ ظفر اللہ شفیق، صفحہ ۲۶۹ تا ۲۷۲) ششم (ا) و (ب) از صفحہ ۱۱)

اس ساری بحث کا تعلق بھی تکفیر سے ہے جو ہمارا موضوع نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ نے بدر کے بدلہ کے بارہ میں یہ قول نقل کردیا ہے کہ بدر میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں اس کا نانا عتبہ اور عتبہ کا بھائی شیبہ اور اس کا ماموں ولید بن عتبہ قتل ہوئے تھے تو حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد اس نے اسی بدلہ کا ذکر کیا تھا۔ باقی اگر ایسے الفاظ اس نے کہے تو سب لکھتے ہیں کہ یہ کفریہ کلمات ہیں مگر چونکہ تاریخی روایات کی وجہ سے جمہور نے اس کے قبول کرنے میں احتیاط کی ہے۔

حضرت حسینؓ کا سر:

آپ نے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ کا سر مبارک یزید کے پاس نہیں گیا اور حافظ ابن تیمیہ کا حوالہ خارجی فتنہ سے دیا اور ابن کثیر کا بھی حوالہ دیا ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے ابن تیمیہؒ کا قول نقل کیا ہے مگر ابن کثیر کی عبارت نقل کرکے فرمایا کہ ابن کثیر کی عبارت سے واضح

ہوتا ہے کہ سر کاٹے جانے میں علماء کا اختلاف نہیں بلکہ یزید کے پاس لے جانے میں ہے اور خود ابن کثیرؒ کا رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے کہ یزید کے پاس سر بھیجا گیا تھا۔ واللہ اعلم

(خارجی فتنہ، حصہ دوم، صفحہ ۳۷۹)

حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ، جلد ۸، صفحہ ۱۹۳ پر غاز بن ربیعہ جرشی حمیری کی روایت یزید کے سامنے سر لانے کی نقل کی ہے اور پھر وہ شعر بھی نقل کیا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ:...... ''وہ تلواریں ان جوانوں کی کھوپڑیوں کو توڑ دیتی ہیں جو ہم پر گراں ہوتے ہیں اور وہ بڑے نافرمان اور ظالم تھے۔'' (ابن کثیر، صفحہ ۱۹۳، جلد ۸)

پھر اگلے صفحہ پر ابن کثیرؒ نے حضرت مجاہد سے یزید کے سامنے سر جانے اور اس کے چند شعر پڑھنے کا ذکر کیا ہے، جن کے آخری شعر کا ترجمہ یہ ہے:...... ''ہم نے تمہارے دگنے سرداروں کو قتل کیا ہے اور ہم نے بدر کی کجی کو سیدھا کیا ہے۔'' اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ حضرت حسینؓ کا سر شام میں یزید کے پاس گیا یا نہیں؟ دو قولوں میں سے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ابن زیاد نے اس سر کو یزید کے پاس بھیجا اور اس کے بارہ میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ (ابن کثیر، صفحہ ۱۹۴، جلد ۸)

یہ حوالہ حضرت قاضی صاحبؒ نے بھی خارجی فتنہ صفحہ ۳۷۹ حصہ دوم پر نقل کیا ہے۔ آپ کو ابن تیمیہؒ کا قول تو نظر آگیا مگر وہیں یہ حوالہ نظر نہیں آیا کہ خارجی فتنہ کے حوالہ سے اس کو بھی نقل کر دیتے، ایک آنکھ سے دیکھنا اور دوسری کو بند کر لینا علمی خیانت ہے۔ پھر ابن کثیرؒ نے اسی صفحہ پر قاسم بن بخیت اور امام جعفر صادقؒ اور حضرت حسن بصریؒ سے بھی سر مبارک پر چھڑی مارنے کا ذکر کیا ہے اور پھر البدایہ صفحہ ۱۹۶ اور صفحہ ۱۹۷ پر پھر یزید کے سامنے سر جانے کا ذکر کیا ہے اور صفحہ ۱۹۹، جلد ۸ پر امام محمد باقر کی روایت سر مبارک کو چھڑی مارنے والی ذکر کی ہے اور پھر اما رأس الحسين کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں

کہ اہل تاریخ واہل سیر کے نزدیک مشہور یہ بات ہے کہ ابن زیاد نے سر مبارک کو یزید کے پاس بھیجا تھا اور بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور میرے نزدیک پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے۔ (البدایہ والنہایہ، صفحہ ۲۰۵، جلد ۸)

پھر حضرت قاضی صاحبؒ نے یہ عنوان باندھا تھا ''سر حسین یزید کے دربار میں'' (مورخ خضری) اس میں علامہ الخضری کے محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۹ سے ثابت کیا تھا کہ سر مبارک یزید کے پاس گیا تھا۔ آپ نے خط میں حضرت قاضی صاحب کا حوالہ دے کر یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ کا مسلک بھی تمہارے والا ہے اور آپ نے ابن کثیرؒ کی جو عبارت نقل کی ہے والصحیح اللہ لم یبعث براس الحسین الی الشام یہ مذکورہ بالا ابن کثیر کی عبارات کے خلاف ہے اور ابن کثیر میں یہ عبارت ہمیں تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملی۔ شاید غارِ سُرَّمَنْ رَاٰی میں چھپے ہوئے نسخے سے یہ نقل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل حق سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

چند سوالات کے جوابات

''الخیر'' کے ایک قاری نے چند سوالات تحریر کر کے ''الخیر'' میں جواب کا مطالبہ کیا ہے۔ ان شاء اللہ ترتیب وار ان کے جواب تحریر کئے جائیں گے۔

''حضرت سید انور شاہ صاحب اور تحریفِ قرآن'':...... ڈاکٹر صاحب نے داؤد ارشد غیر مقلد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ تحریفِ قرآن کے قائل تھے اور آگے انہوں نے فیض الباری صفحہ ۳۹۵، جلد ۳ کا حوالہ دیا ہے۔ جواباً عرض ہے:...... کہ ہمیشہ چور چوکیدار کا دشمن ہوتا ہے۔ حضرت سید انور شاہ صاحبؒ نے ساری زندگی قرآن وسنت کا دفاع کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن پاک کی آیات میں تحریف معنوی کی آیت ختم نبوت اور حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دلالت کرنے والی آیات کے معنی بگاڑے، حضرت شاہ صاحبؒ نے ''عقیدۃ الاسلام''، ''اکفار الملحدین''، ''خاتم النبیین'' جیسی کتابیں لکھ کر اس کی تحریف معنوی کا قلع قمع کیا۔ اس لامذہب فرقے نے بھی قرآن پاک میں تحریف معنوی کی بتوں والی آیات اولیاء اللہ پر فٹ کیں۔ قرآن پاک نے خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا تھا:...... ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر (الآیہ) لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم مگر انہوں نے یہود احبار ورہبان کی آیات کو ائمہ مجتہدین پر فٹ کر کے تقلید کو بدعت اور شرک وغیرہ قرار دیا اور یہ سارا کام برصغیر میں انگریز کے تسلط کے بعد ہوا تو علماء حق نے اس باطل فرقہ کی سرکوبی کی اور ان کی تحریفات معنویہ کی قلعی کھولی تو انہوں نے اپنی طرف

سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے انہیں اکابرین پر تحریف لفظی کا بھی الزام لگا دیا کہ یہ سب لفظی تحریف کے قائل ہیں۔ ایضاح الادلہ میں سہواً ولو ردوہ الی الموسول والی اولی الامرمنهم (سورۃ نساء، آیت۸۳) کی جگہ فردوہ الی اللہ والرسول والی اولی الامرمنکم لکھا گیا تو اس کو انہوں نے تحریف قرار دے دیا حالانکہ پہلی آیت کے پیش نظر اگر ایضاح الادلہ کے مقام کو پڑھا جائے تو ساری تقریر اسی جگہ کی ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایضاح الادلہ ۱۳۳۰ھ میں مطبع قاسمی سے چھپ گئی تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ۱۳۳۵ھ میں ترجمہ قرآن لکھا جس میں یہ آیت بالکل درست چھپی، کیا اگر تحریف ہی نعوذ باللہ مقصد تھا تو پانچ سال بعد وہ آیت کیسے درست ہوگئی، کبھی اختلاف نسخ کو تحریف کے عنوان سے پیش کر رہے ہیں کہیں کتابت کی غلطی کو مصنف کی تحریف کہہ دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اب یہ کتابت قرآن کی غلطیوں کو خدا تعالیٰ اور کتب حدیث کی کتابتی غلطیوں کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیں۔ (معاذ اللہ)

حقیقت حال:

اسی طرح حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ بخاری شریف کی حدیث ابن عباسؓ:...... قد حدثکم اللہ ان اهل الکتاب بدلوا ما کتب اللہ وغیروا بایدیهم الکتاب یشتروا به ثمناً قلیلاً ''تحقیق تم سے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے نوشتہ کو بدل دیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اپنے ہاتھوں سے تغیر کیا تا کہ اس کے ذریعہ دُنیا کی قلیل پونجی کو حاصل کریں۔'' کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:...... واعلم ان فی التحریف ثلاثة مذاهب ذهب جماعة الی ان التحریف فی الکتب السماویة قد وقع بکل نحو فی اللفظ والمعنی جمیعاً وهو الذی مال الیه ابن حزم، وذهب جماعة الی ان التحریف قلیل، ولعل الحافظ ابن تیمیة جنح

الیه، وذهب جماعة الی انکار التحریف اللفظی راساً فالتحریف عندهم کله معنوی، قلت: یلزم علی هذا المذهب ان یکون القرآن ایضاً محرفاً، فان التحریف المعنوی غیر قلیل فیه ایضاً، والذی تحقق عندی ان التحریف فیه لفظی ایضاً اما انه عن عمدمنهم او لمغلطة فالله اعلم به ''یعنی جان تو کہ ما کتب اللہ میں تحریف کے بارہ میں تین مذہب ہیں۔ ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تحریف آسمانی کتابوں میں لفظوں اور معنوں میں ہر قسم کی واقع ہوئی ہے، اس مذہب کی طرف ابن حزم مائل ہوئے ہیں اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تحریف بہت کم ہے اور شاید کہ حافظ ابن تیمیہ اس مذہب کی طرف مائل ہیں اور ایک جماعت کا مذہب تحریفِ لفظی کا بالکل انکار ہے تو ان کے نزدیک تحریف ساری کی ساری معنوی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی بناء پر لازم آئے گا کہ قرآن بھی محرف ہو اس لئے کہ تحریف معنوی قرآن میں بھی بہت ہے اور جو چیز میرے نزدیک محقق ہے وہ یہ ہے کہ ما کتب اللہ میں تحریف لفظی بھی ہے یا اہل کتاب کے قصد اور ارادہ کی وجہ سے یا مغالطہ کی وجہ سے۔''

بندہ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت مع بخاری شریف کے متن کے ذکر کردی ہے اور بتا دیا کہ ان التحریف فیه لفظی میں فیه کی ضمیر واحد غائب کا مرجع بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ کا قول بدلوا ما کتب اللہ میں ما کتب اللہ ہے نہ کہ قرآن جیسا کہ داؤد ارشد غیر مقلد نے سمجھ لیا اور حضرت شاہ صاحبؒ پر تحریف قرآن کے کفریہ عقیدے کا الزام لگا دیا جس کی شاہ صاحبؒ نے بھی تردید کی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور اس فیه کی ضمیر کا مرجع ما کتب اللہ اس لئے متعین ہے کہ والذی تحقق عندی سے حضرت شاہ صاحبؒ اختلافی مذاہب مذکورہ میں قول محقق ذکر فرما رہے ہیں اور ماقبل میں اختلافی مذاہب کتب سماویہ یعنی ما کتب اللہ میں ذکر فرمائے ہیں نہ کہ قرآن پاک کے بارہ میں۔ نیز فیض

الباری کی عبارت:...... اما انه عن عمد منهم میں منہم کی ضمیر غائب کا مرجع بھی اہل الکتاب ہے جو بخاری میں قولِ ابن عباسؓ میں مذکور ہے اور فیض الباری کی عبارت میں وہ مرجع مذکور نہیں۔ داؤد ارشد اور زمانہ حال کے غیر مقلد ضمیر مبہم کے مرجع میں مغالطہ دے کر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی تحریف معنوی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ اور مسئلہ حفاظتِ قرآن:

حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک تو قرآنِ پاک کا متواتر اور محفوظ ہونا ان ضروریاتِ دین سے ہے جن کا منکر کافر ہے۔ اسی فیض الباری میں حضرتؒ فرماتے ہیں:...... ان الایمان تصدیق بامور مخصوصة علی کونها من الدین ضرورة ''یعنی ایمان اُمورِ مخصوصہ کی ان کے ضروریاتِ دین میں سے ہونے کی بنا پر تصدیق ہے۔'' (فیض الباری، صفحہ ۴۶، جلد ۱) پھر ضروریاتِ دین کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:...... والمراد من الضرورة ما یعرف کونها من دین النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بلادلیل بان تواتر عنه واستفاض حتی وصل الی دائرة العوام وعلمه الکواف منهم ''یعنی ضروریاتِ دین سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے ہونا بلادلیل معلوم ہوا، اس طرح کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہو اور یہاں تک پھیل جائے کہ عوام کے دائرے تک پہنچ جائے اور تمام عوام کو اس کا علم ہو جائے۔'' (فیض الباری، صفحہ ۴۹، جلد ۱) اور پھر اقسامِ متواتر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تواتر کی دوسری قسم تواتر من حیث الطبقہ ہے جیسے قرآنِ پاک کا تواتر اس لئے کہ یہ قرآن روئے زمین پر مشرق و مغرب میں درس، تلاوت و حفظ و قرأت کے اعتبار سے پھیل گیا ہے اور ہر ایک طبقے کے تمام لوگوں نے پہلے طبقے کے تمام لوگوں سے اس کو لیا ہے۔ پس یہ کسی سندِ معین کا محتاج نہیں کہ فلاں عن فلاں سے اس کی سند ہو۔ (فیض الباری، صفحہ ۷۰، جلد ۱) لیجئے شاہ صاحبؒ کی اسی کتاب

سے بدیہی طور پر ۲+۲=۴ کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن پاک اپنے تواتر کی وجہ سے ان ضروریاتِ دین میں داخل ہے جن کی تصدیق ایمان کے لئے ضروری ہے اور اس کے منکر کا ایمان ہی ختم ہو جاتا ہے تو حضرتؒ کے نزدیک تو تحریفِ لفظی کا قائل ضروریاتِ دین کا منکر ہو کر ایمان سے محروم ہے مگر یہ اہل اللہ سے سوءِ ظن کا نتیجہ ہے کہ ان کو ایک ضمیر مبہم کی وجہ سے قائل تحریف کہا جائے۔ نیز حضرت شاہ صاحبؒ کے شاگرد مولانا احمد رضا صاحب بجنوری حضرت سید انور شاہ صاحبؒ کا ملفوظ نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا:...... ''آیاتِ قرآنی متواتر ہیں اور قرآن و حدیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچی ہیں اس کی دو جانب ہیں ایک ثبوت کی دوسری دلالت کی، ثبوت قرآنِ مجید کا متواتر ہے، اگر اس تواتر کا کوئی انکار کرے تو پھر قرآن مجید کے ثبوت کی اس کے پاس کوئی صورت نہیں اور ایسے ہی جو شخص تواتر کی صحت کا انکار کرے اس نے دین کو ڈھا دیا۔'' (ملفوظات محدث کشمیریؒ، صفحہ ۵۴) نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:...... ''حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید سارا بسم اللّٰہ سے لے کر والناس تک قطعی الثبوت ہے۔'' (ملفوظات، صفحہ ۵۴) نیز فرمایا:...... ''متواتراتِ دین سے انکار کرنا کفرِ صریح ہے۔'' (ملفوظات صفحہ ۵۶) ارتداد کی تعریف میں فرمایا:...... ''ارتداد دینِ اسلام سے ایک مسلمان کا کلمہ کفر کہہ کر یا ضروریات و متواتراتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کر کے خارج ہو جانا۔'' (ملفوظات، صفحہ ۵۶) ملفوظات میں بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے تواتر کی اقسام ذکر کی ہیں۔ دوسری قسم تواترِ طبقہ کے بارہ میں فرمایا:...... تواتر طبقہ، جب یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کس سے لیا اور صرف یہی معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی نسل سے سیکھا جیسا کہ قرآنِ مجید کا تواتر ہے۔'' اس کے چند سطر بعد فرماتے ہیں:...... ''ان جملہ اقسام کے تواتر کا انکار کفر ہے، اگر متواترات کے انکار کو کفر نہ کہا جائے تو اسلام کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی، ان متواترات میں تاویل کرنا یا مطلب بگاڑنا کفرِ صریح ہے۔'' (ملفوظات، صفحہ ۵۷) ان

ملفوظات سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک تحریفِ لفظی جو قرآن کے تواتر طبقہ کے خلاف ہے کفر ہے اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ اپنی مایہ ناز کتاب "اکفار الملحدین" میں قرآنِ پاک کے تواتر کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:...... ہم آنے والی فصلوں میں زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ثابت کریں گے کہ اربابِ حل وعقد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ضروریاتِ دین میں کوئی ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے، جس سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتر سے ثابت ہے اور جو اب تک ہر زمانہ کے خاص و عام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر اُمت کا تعامل رہا ہے۔ علماء احناف تو اس پر اور اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی قطعی اور یقینی حکمِ شرعی یا عقیدہ کا انکار کفر ہے۔ (ترجمہ اکفار الملحدین از مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی، صفحہ ۷۲،۷۳)

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی عظمت علماء کے اذہان میں اتنی ہے کہ ان پر جرح کر کے داؤد ارشد جیسے غیر مقلدین خود مجروح ہو گئے ہیں کیونکہ علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ اس بات میں ذرا شک نہیں کہ جو شخص ایسے پیشوا کے بارہ میں کلام کرے جس کی عظمت اذہان میں پختہ ہو چکی ہو اور عام رواۃ اس کی خوبیاں نقل کریں تو یہ جرح کرنے والا اپنے نفس ہی کی طرف ملامت کھینچ لائے گا۔ (قاعدۃ فی الجرح والتعدیل، صفحہ ۵۶)

نیز فرماتے ہیں کہ:...... "جارح کی مفسر جرح بھی اس شخص کے حق میں قبول نہیں کی جاتی جس کی طاعات اس کے معاصی پر غالب ہوں اور اس کی مذمت کرنے والوں سے تعریف کرنے والے زائد ہوں اور اس پر جرح کرنے والوں سے اس کی صفات دینے والے زیادہ ہوں۔" (قاعدۃ فی الجرح والتعدیل، صفحہ ۲۳)

جواب سوال نمبر ۲:

نور الانوار میں ہے کہ بعض اوقات جہالتِ ناسخ ومنسوخ کی وجہ سے ادلہ میں صورتاً

ہمارے ہاں تعارض پیش آتا ہے۔ واقع میں وہاں تعارض نہیں ہوتا تو اس صوری تعارض کو ختم کرنے کے لئے وجوہِ ترجیح کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس جیسی صورتیں اجتہادی ہوتی ہیں تو جہاں حدیث قرآن کے خلاف بظاہر نظر آتی ہو تو یا تو وہ حدیث صحیح نہیں ہوگی یا تعارض صرف صوری ہوگا حقیقی نہیں ہوگا اور بعض اوقات آیت کے معنی میں دو احتمال ہوتے ہیں ایک معنی کے اعتبار سے مخالفت معلوم ہوتی ہے دوسرے معنی کے اعتبار سے مخالفت نہیں ہوتی، اسی طرح صحابہ کرامؓ کے اقوال اگر حدیث سے معارض معلوم ہوں تو وہ تعارض صوری ہمارے عدمِ علم کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ حقیقتاً اور وہاں وجوہ ترجیح کی ضرورت ہوگی تو تجلیات صفدر میں نفی اختلافِ حقیقی کی ہے اور احسن الکلام میں اختلافِ صوری کا اثبات ہے اس لئے کوئی اختلاف نہ رہا۔

جواب سوال نمبر ۳

تحقیق مسئلہ آمین مجموعہ رسائل میں شائع ہو چکا ہے۔ ادارہ خدام احناف نے اسے شائع کیا ہے۔ اس کے صفحہ ۱۱۷ پر یہ حدیث ہے:...... حضرت مغیرہ امام نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب تکبیر کہتے تو تھوڑا سا سکتہ فرماتے اور جب ولا الضالین کہتے تو تھوڑا سا سکتہ فرماتے۔ اس سے استدلال آمین کے آہستہ ہونے پر کیا ہے کیونکہ بلند آواز سے آمین کہنا سکوت کے منافی ہے۔ اس رسالہ میں آمین بالجہر کے قائلین سے زبردست مطالبات کئے تھے کہ عملی طور پر غیر مقلدین کے دعویٰ کے تین حصے ہیں۔

۱:...... غیر مقلدین جب نماز اکیلے پڑھتے ہیں تو ہر نماز میں خواہ فرض ہو خواہ سنت یا نفل آمین آہستہ کہتے ہیں۔

۲:...... اگر فرض باجماعت ادا کریں تو امام اور مقتدی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۳:...... باقی تمام اذکار اور دُعائیں ہر حال میں آہستہ پڑھتے ہیں جیسے ثناء، تسبیحات رکوع، سجود، تشہد، درود، آخری دُعائیں وغیرہ۔ الغرض ان کے دعوے کے تین حصے ہیں۔ آج تک پہلے اور تیسرے حصے تو یہ زیر بحث نہیں لاتے ان کے آمین کے رسائل اس سے بالکل خالی ہیں، صرف دوسرے حصے پر یہ قلم اٹھاتے ہیں لیکن اس میں بھی چھ رکعات کی یہ کوئی تخصیص نہیں دکھاتے کہ ہمارے یہ دلائل چھ رکعات کے متعلق ہیں، باقی گیارہ رکعات اس حکم میں داخل نہیں۔ (تحقیق مسئلہ آمین مع مجموعہ رسائل، صفحہ ۱۰۰)

یہ اتنا زوردار مطالبہ تھا کہ پوری غیر مقلدیت مع داؤد ارشد اس کے جواب سے عاجز تھی تو عوام کی توجہ اس سے ہٹانے کے لئے لکھ دیا کہ اس رسالہ میں ایک غلط روایت حضرت ابن مسعودؓ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے تو تھوڑی دیر خاموش رہتے اور جب وہ ولا الضالین کہتے تو تھوڑی دیر خاموش رہتے۔ الخ اور بعد میں لکھا ہے کہ ایسی کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں یہ مولوی امین اوکاڑوی کی سینہ گزٹ ہے (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۶۸)

پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ گروہ کتابتی غلطی کو تحریف سے تعبیر کرتا ہے۔ ولا الضالین کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سکتہ کرنا اسی رسالہ میں حضرت سمرہ بن جندبؓ اور ابی بن کعبؓ سے نقل کیا ہے جس سے واضح طور پر یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے آمین نہیں کہتے تھے۔ جس روایت پر داؤد نے اعتراض کیا ہے اصل میں وہ حضرت ابراہیم کا موقوف اثر تھا۔ گوجرانوالہ میں غیر مقلدین کی کتابت سے ابن مسعودؓ کی مرفوع روایت بنی ادارہ خدام احناف والوں نے اس کی تصحیح کر دی۔ تجلیات ملتان والوں نے غالباً وہ غیر مقلدین کی کتابتی غلطی والے نسخہ سے حوالہ نقل کر دیا حالانکہ یہ حضرت اوکاڑوی نے پہلے رسائل کی عدم تصحیح کی بنا پر گوجرانوالہ والوں سے حقوق تصنیف لے کر مولوی جمیل

الرحمٰن اختر کو دیے۔ چنانچہ برادر مکرم کا وہ خط مجموعہ رسائل جلد اوّل کے شروع میں شائع ہو چکا ہے اور یہ حضرت ابراہیم نخعی کا اثر ابن ابی شیبہ، جلد ۱، صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان میں مذکور ہے جب مصنف نے خود غلطیوں کی نشاندہی کی ہے تو اب اس کو تحریف کہنا غیر مقلدیت کا ہی کرشمہ ہے۔ غیر مقلدین کی تصحیح شدہ کتب میں اس مسئلہ آمین پر حضرت اوکاڑویؒ نے (۷) جھوٹ تحریر کئے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں مجموعہ رسائل، صفحہ ۲۶۴، ۲۶۳ کہ ہدایہ شرح وقایہ در مختار میں فقہاء کا نام لے کر جھوٹ بولے اور حافظ عبداللہ صاحب روپڑی نے ایک آمین کی روایت نقل کر کے لکھا کہ اس حدیث کو دار قطنی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسناد اس کی اچھی ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ حسن صحیح ہے۔

(امتیازی مسائل، صفحہ ۷۶)

اس پر برادرِ مکرمؒ نے لکھا تھا کہ یہ جھوٹ ہے۔ دار قطنی حاکم اور بیہقی نے اس حدیث کو روایت ہی نہیں کیا چہ جائیکہ اس کو حسن صحیح وغیرہ کہا ہو، نیز یہ بتایا تھا کہ نور حسین گرجاکھی اپنے رسالہ آمین بالجہر میں صفحہ ۲۲ پر سرخی لکھتے ہیں "یہود کا آمین بالجہر پر حسد کرنا" اور اس کے تحت دس نمبر دیئے ہیں جن میں سے ایک حدیث بھی صحیح نہیں اور جہر کا لفظ تو ان جھوٹی روایات میں بھی نہیں ہے۔ (مجموعہ رسائل، صفحہ ۲۶۴)

غیر مقلدوں کو یہ قرض ادا کرنا تھا یا انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ ان غلطیوں کو تسلیم کر لیتے مگر قبولِ حق کی بجائے کتابت کی ان غلطیوں کو تحریف کا نام دینا شروع کیا جن غلطیوں پر مصنف خود نوٹ بھی لکھ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ضد سے بچا کر راہِ حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

آپ نے داؤد ارشد کے حوالہ سے حبیب الرحمٰن کاندھلوی کے وضع حدیث کا حوالہ نقل کیا ہے کہ اس نے من ادرک الرکوع مع الامام فقد ادرک الرکعۃ روایت جعلی بنائی ہے۔ تو اصل مسئلہ سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ حبیب الرحمٰن کاندھلوی منکرِ حدیث ہے، جس کو حنفی دیوبندی کے نام سے داؤد ارشد نے عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کی کتاب ''مذہبی داستانیں'' پڑھنے والے کو خوب معلوم ہے کہ اس نے بخاری و مسلم کی کتنی روایات کو جعلی قرار دیا ہے۔ اس کتاب کے حصہ نمبر ۴ میں لکھتا ہے:...... ''میں کسی ایسی روایت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں جس کا راوی کوئی سبائی ہو، خواہ اس سے بخاری روایت کرے یا مسلم کیونکہ میرے نزدیک یہ حضرات بھی انسان تھے اور انسان سے بھول چوک اور غلطی واقع ہو سکتی ہے۔'' (مذہبی داستانیں، صفحہ ۱۸، جلد ۴)

نیز لکھتا ہے:...... ''یہ بھی ذہن میں رہے کہ میں نے بخاری و مسلم پر اس طرح کبھی ایمان نہیں رکھا کہ ان کی یہ کتابیں قرآن کے برابر ہیں بلکہ میرے نزدیک ان روایات پر اس طرح نظر ڈالنی ہوگی کہ کس روایت کا راوی رافضی ہے وہ روایت خبر واحد ہے یا نہیں، اگر وہ خبر مشہور ہے تو راویوں کے الفاظ میں کیا کیا فرق ہے اور یہ کہ ابتدائی دور کے علماء نے اس راوی کو قبول کیا یا نہیں۔'' الغرض اس پر بحث ہوگی لیکن اگر خبر واحد ہے اور اس کا راوی کوئی رافضی ہے خواہ وہ حارث اعور ہو یا خالد بن مخلد یا عبدالرزاق بن ہمام یا اور کوئی شیعہ بچہ تو اس کی روایت سے تو گندہ نالہ بھی ناپاک ہو جائے گا اور وہ بخاری و مسلم کے پاک کرنے سے ہرگز پاک نہ ہوگا۔ اس لحاظ سے بخاری و مسلم کو ان خبیث راویوں کی روایت سے پاک کرنا ہوگا۔ دیگر قسم کے جو راویوں پر اعتراضات ہیں ان کی حیثیت ایک جداگانہ ہے لیکن پہلے بخاری و مسلم کو اس گندہ نالہ سے پاک کر کے نکالنا ہوگا۔ میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ بخاری و مسلم کی ہر روایت قابل قبول ہے اور نہ کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ان کی ہر روایت قابل رد ہے۔ حاشا

وکلا میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا لیکن تب بھی بخاری و مسلم کی وہ تمام روایات جن کے راوی سبائی ہوں وہ تو ہرگز ہی قابل قبول نہ ہوں گی خواہ اہل علم مجھے منکر حدیث ہی کہیں۔ یہ تو ان کا فتویٰ ہے وہ اپنے فتویٰ کے خود جواب دہ ہیں...... ان حضرات کے پروپیگنڈے سے یہ ضرور ہوا کہ لوگوں نے مجھے منکرِ حدیث سمجھ لیا۔ (مذہبی داستانیں، صفحہ ۱۹، ۱۸، حصہ ۴)

اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھا ہے:...... ''ایمانیات اور اعتقادات احکام دین اور امر و نواہی اور حرام حلال سے متعلق ہر چیز اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرما دی ہے۔ قرآن سے باہر دین کا کوئی حصہ نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:...... انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں جبکہ احادیث کے لئے ایسی کوئی ضمانت نہیں۔'' (مذہبی داستانیں، صفحہ ۱۵، ۱۴، حصہ ۴)

بہر حال ایک منکرِ حدیث کو دیوبندی کہنا یہ دیوبندیت پر بڑا بہتان ہے اور ایسے دھوکے اور فراڈ اس جماعت کے خمیر میں داخل ہیں۔ محمد اشرف سلیم غیر مقلد نے مسئلہ رفع یدین پر تین لاکھ کا چیلنج شائع کیا ہے۔ اس اشتہار کی بائیں جانب ''محققین علمائے احناف کے فیصلہ کن فتوے'' کے عنوان کے تحت سترہ نام لکھ کر عوام کو یہ ذہن دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ بڑے بڑے حنفی بھی رفع یدین کے مسئلہ کو صحیح مان گئے ہیں۔ ان میں سب سے آخری نام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ہے جن کے بارہ میں سارا عالم جانتا ہے کہ وہ حنبلی ہیں، حنفی نہیں۔ ان سے پہلے مجد الدین فیروز آبادی کا نام ہے جو شافعی ہیں۔ اسی طرح نمبر ۱۴ پر محمد معین سندھی حنفی کا نام لکھا ہے جو شیعہ ہے اور نمبر ۸ پر ابن عربی مالکی کا نام لکھا ہے اور نمبر ۴ پر ابوالحسن غیر مقلد کا نام لکھا ہے۔ ان تمام حضرات کو حنفی بنا کر پیش کرنا انتہائی دجل و فریب ہے۔ یہی دجل داؤد ارشد نے کیا ہے کہ منکرِ حدیث کو حنفی دیوبندی لکھ دیا۔

اصل مسئلہ:...... یہاں اصل مسئلہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملنے سے رکعت مل جاتی ہے یا نہیں؟ ائمہ اربعہ بلکہ بعض غیر مقلدین کا بھی یہ مسلک ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت مل جاتی ہے۔ چنانچہ مولوی ولی محمد کوٹ کپوری غیر مقلد مولوی سعید خانیوالوی کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ جب آپ مولانا شرف الدین صاحب سے بخاری شریف پڑھا کرتے تھے تو اس وقت حدیث ابوبکرہ والی آئی تھی تو کیا آپ نے اس وقت مولوی صاحب سے یہ بات حل نہیں کروائی تھی جبکہ صحابیٔ رسول رکوع میں شامل ہوتے تھے تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:...... زادک اللہ حرصا اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے۔ بھلا بتلائیے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو دوبارہ رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا؟ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سکوت فرما گئے جو کہ جواز پر دال ہے یا پھر آپ بخاری شریف میں وہ لفظ دکھائیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ دوبارہ رکعت پڑھیں اور وہ بخاری شریف کے کون سے صفحہ پر مرقوم ہے؟ یہ یاد رہے کہ غلطی پر نبی ہرگز سکوت نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ یہ تو ایک پکے مسلمان کی شان کے بھی خلاف ہے۔

(صحیفہ اہلحدیث، ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ، صفحہ ۱۶)

آگے فرماتے ہیں:...... رکوع کی رکعت پر سکوت اس کو جائز ثابت کرتا ہے کہ رکوع پانے سے رکعت ہو سکتی ہے۔ (حوالہ بالا) اسی طرح مولوی عبداللہ ڈیروی غیر مقلد لکھتے ہیں آج کل اخباروں میں رکوع کی رکعت کا مسئلہ درپیش ہے اور بڑا زور لگایا جاتا ہے کہ رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، جب ان کے دلائل پر نظر کی جاتی ہے تو خیر سلا، سوا فاتحہ خلف الامام کی حدیثیں پیش کرنے کے اور کوئی دلیل واضح پیش نہیں کی جاتی۔ پیش کریں کہاں سے جبکہ کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ (صحیفہ اہلحدیث، یکم جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ، صفحہ ۵)

آگے فرماتے ہیں کہ:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے:...... اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا ومن ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلاۃ یعنی جب آؤ تم طرف نماز کے اور ہم سجدہ کی حالت میں ہوں تو تم سجدہ میں شامل ہو جاؤ لیکن سجدہ کو شمار نہ کرو اور جس شخص نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی۔

(رسالہ بالا، صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں:...... ماننا پڑے گا کہ من ادرک الرکعۃ میں رکوع مراد ہے کیونکہ دارقطنی صفحہ ۱۳۲ پر صاف حدیثِ نبوی ہے:...... من ادرک الرکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرکھا قبل ان یقیم الامام صلبہ یعنی جس نے رکوع پایا امام کی کمر اٹھانے سے پہلے تو اس نے رکوع پالیا۔ (رسالہ بالا، صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں:...... قبل ان یقیم الامام صلبہ کی تائید صاف لفظوں میں بیہقی شریف جلد ۲، صفحہ ۸۹ پر موجود ہے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جئتم والامام راکع فارکعوا وان کان ساجداً فاسجدوا ولا تعتدوا بالسجود اذا لم یکن مع الرکوع یعنی نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم آؤ اور امام رکوع کی حالت میں ہو پس رکوع کرو تم اگر امام سجدہ کی حالت میں ہو پس سجدہ کرو تم اور سجدہ کو شمار نہ کرو جبکہ تم نے اس سجدہ کے ساتھ رکوع نہ پایا ہو۔ (رسالہ بالا، صفحہ ۷،۶)

پھر فرماتے ہیں:...... اب صحابہ کرامؓ کے فتووں پر غور کریں۔ بیہقی جلد ۲، صفحہ ۹۰ میں ہے:...... عن ابن عمرؓ انہ کان یقول من ادرک الامام راکعاً فرکع قبل ان یرفع الامام راسہ فقد ادرک تلک الرکعۃ یعنی عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جس شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے جماعت میں شامل ہو گیا پس اس شخص نے یہ رکعت پالی۔ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۹۱ میں ہے عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں

کہ جب تم لوگوں کو رکوع میں پاؤ تو دو تکبیریں کہو ایک تکبیر شروع نماز کے لئے دوسری واسطے رکوع کے، تحقیق اس نے رکعت پالی۔ (رسالہ بالا، صفحہ ۷)

پھر فرماتے ہیں:...... ان دلائل سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ رکعت بمعنی رکوع ہے اور قبل ان یقیم الامام صلبه یہ الفاظ بالکل صحیح اور درست ہیں۔ (حوالہ بالا)

غیر مقلدین کے یہ چند حوالے ذکر کر دیئے گئے ہیں جس سے معلوم ہو گیا کہ ان کے ہاں بھی ائمہ اربعہ کی طرح رکعت رکوع میں ملنے سے مل جاتی ہے تو اب اگر کسی نے ائمہ اربعہ کی تائید میں روایت بالمعنی کرتے ہوئے لکھ دیا کہ:...... من ادرک الرکوع مع الامام فقد ادرک الرکعة تو اس میں کیا حرج ہے؟

حکم روایت بالمعنی:...... حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ روایت بالمعنی میں اختلاف مشہور ہے۔ اکثر علماء جواز کے قائل ہیں اور ان کی سب سے قوی دلیل عجمی جاننے والے کے لئے عجمیوں کے لئے عجمی زبان میں شریعت کی تشریح کے جواز پر اجماع ہے کیونکہ جب دوسری لغت میں تبدیلی (ترجمہ) جائز ہے تو عربی لغت میں اس کا بہ درجہ اولیٰ جواز ہو گا۔ (شرح نخبۃ الفکر، صفحہ ۸۴)

ابو الحسن سندھی فرماتے ہیں کہ:...... علامہ عراقیؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کا ایک قصہ کو مختلف الفاظ میں روایت کرنا روایت بالمعنی کے جواز کی دلیل ہے اور ابن دقیق العید نے فرمایا کہ تصنیفات سے ہمارے اجزاء اور ہماری تخریجات کی طرف نقل بالمعنی جائز ہے اور سخاوی نے شرح الفیہ میں کہا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی وجہ سے اپنی کتاب کو سات لغات پر نازل فرمایا تو کتاب اللہ کے ماسویٰ میں بدرجہ اولیٰ اختلاف لفظ جائز ہے بشرطیکہ معنی میں تغیر نہ ہو اور اسی جیسا قول یحییٰ بن سعید قطان سے منقول ہے۔

(بہجۃ النظر، صفحہ ۱۶۷)

اس کے بعد زہری کا بھی اس جیسا قول نقل کر کے ابو الحسن سندھی فرماتے ہیں:......

وهذا كله يدل على ان جواز الرواية بالمعنى عند هؤلاء لم يكن مقيداً بالضرورة على انه ربما يدعى ان الضرورة داعية اليه مطلقاً اذ لو لم يجز لعسر ضبط الالفاظ وقل التحديث بها فربما ادى الى قلّة نفعها بل الى فواته خصوصاً بالنسبة الى الازمنة المتاخرة (بهجة النظر، صفحه ۱۲۸) یعنی یہ پوری کلام اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان اکابرین کے نزدیک روایت بالمعنی ضرورت کے ساتھ مقید نہیں ہے، علاوہ اس بات کے کہ بسا اوقات یہ دعویٰ کیا جاتا ہے ضرورت مطلق روایت بالمعنی کی دعوت دینے والی ہے اس لئے کہ اگر روایت بالمعنی جائز نہ ہوتی تو الفاظ کا ضبط کرنا مشکل ہوتا اور الفاظ کا بیان کرنا کم ہوتا تو یہ بات بسا اوقات احادیث کے قلتِ نفع بلکہ نفع کے فوت ہونے تک پہنچاتی، خصوصاً مؤخر زمانوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف کے اکثر گروہ جن میں سے ائمہ اربعہ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ روایت بالمعنی تمام صورتوں میں جائز ہے جبکہ معنی کی ادائیگی یقینی ہو سکے، اس لئے کہ صحابہ کرامؓ اور اسلاف کے احوال اس کے گواہ ہیں اور اس پر دلیل صحابہ کرامؓ کا ایک قصہ کو مختلف الفاظ میں روایت کرنا ہے اور اس مسئلہ میں حدیث مرفوع بھی آئی ہے، جس کو ابن مندہ نے معرفۃ الصحابہ میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن سلیمان لیثیؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک میں آپ سے حدیث سن کر اس کو آگے اس طرح بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا جیسا کہ میں آپ سے سنتا ہوں، اس میں کوئی حرف زائد یا کم ہو جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام نہ کرو اور مقصد کو پا لو تو اس کی زیادتی میں کوئی حرج نہیں۔ تو یہ حدیث حضرت حسن بصریؒ کے سامنے ذکر کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو

ہم احادیث بیان کرنا چھوڑ دیتے۔ (تدریب الراوی، صفحہ ۵۸، جلد ۲)

بیہقی نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ میں اور ابو الازہر حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، ہم نے ان سے کہا اے ابو الاسقع! ہم سے ایسی حدیثیں بیان کریں جن کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، اس میں کسی قسم کا وہم، زیادتی اور بھول نہ ہو تو حضرت واثلہؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے کچھ قرآن پڑھا ہے؟ ہم نے کہا ہاں، لیکن ہم اتنے اچھے حافظ نہیں۔ کبھی (تشابہ کے طور پر) ہم واؤ اور الف کی زیادتی اور کمی کر دیتے ہیں، تو حضرت واثلہؓ نے فرمایا کہ یہ قرآن تمہارے سامنے رکھا ہوا ہے تم اس کے حفظ میں کوتاہی نہیں کرتے (اس کے باوجود) تم کہتے ہو کہ ہم سے اس میں زیادتی یا کمی ہو جاتی ہے تو ان احادیث کا کیا حال ہوگا کہ جن کو ہم نے ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک ہی مرتبہ سنا ہو۔ جب ہم تم تک حدیث کا مفہوم پہنچا دیں تو تمہیں کافی ہے اور مدخل میں بھی حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے سند سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ بے شک ہم عرب قوم احادیث کو بار بار بیان کرتے ہیں تو اس میں ہم سے تقدیم تاخیر بھی ہو جاتی ہے اور شعیب بن الحجاب سے بھی سنداً ذکر کیا گیا ہے کہ میں اور عبدان، حضرت حسن بصریؒ کے پاس آئے اور ہم نے کہا کہ اے ابو سعید! ایک شخص حدیث بیان کرتا ہے، اس دوران اس سے لفظی کمی یا زیادتی ہو جاتی ہے (اس کا کیا حکم ہے؟) تو حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ کذب علی النبی کا وبال اس پر ہوگا جو ارادۃً کمی زیادتی کرے اور جریر بن حازم سے بھی سنداً مذکور ہے کہ میں نے حضرت حسن بصریؒ سے بہت سی احادیث سنی ہیں۔ اصل مفہوم ایک ہوتا تھا اور الفاظ مختلف ہوتے تھے اور ابن عون سے سنداً منقول ہے کہ حضرت حسن بصریؒ حضرت ابراہیم، امام شعبی احادیث کو روایت بالمعنی کرتے تھے۔

(تدریب الراوی، صفحہ ۵۹، ۵۸، جلد ۲)

نیز علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ بیہقی نے ابو اویس سے سنداً نقل کیا ہے کہ ہم نے زہریؒ سے حدیث میں (لفظی) تقدیم وتاخیر کے بارہ میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب یہ (تشابہ کے طور پر) قرآن میں ناجائز نہیں تو حدیث میں کیسے ناجائز ہوگی، جب تو مفہوم حدیث کو بیان کر دے اور کسی حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ کرے تو کوئی حرج نہیں اور سفیان سے بھی سنداً نقل ہے کہ عمرو بن دینار حدیث کی روایت بالمعنی کرتے تھے اور حضرت وکیعؒ سے بھی سنداً منقول ہے کہ اگر روایت بالمعنی میں وسعت نہ ہوتی تو لوگ ہلاک ہو جاتے۔ (تہذیب الراوی، صفحہ ۵۹، جلد ۲)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سلفاً خلفاً حدیث کی روایت بالمعنی چلی آ رہی ہے، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ روایت باللفظ ہو اور روایت بالمعنی کی کچھ شرائط بھی ہیں اور بعض حضرات نے اس میں کچھ تفصیل بھی کی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے روایت بالمعنی جائز ہے نہ اوروں کے لئے یا الفاظ یاد ہونے کی شرط کے ساتھ روایت بالمعنی جائز ہے تاکہ اس معنی میں تصرف پر صحیح قدرت ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر الفاظ بھول گئے ہوں تو ضرورتاً روایت بالمعنی کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ...... مگر آج تک کسی نے روایت بالمعنی کو وضع حدیث قرار نہیں دیا تھا۔ یہ نصیب داؤد ارشد اور آج کل کے غیر مقلدین ہی کا ہے کہ روایت بالمعنی کو جھوٹی اور جعلی حدیث قرار دیتے ہیں اور خاص الفاظ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اب ہم اس انتظار میں ہیں کہ داؤد ارشد کب جمہور سلف خلف کو روایت بالمعنی کی وجہ سے جعلی حدیثیں گھڑنے والے قرار دے کر حضرت عبد اللہ بن سلیمان لیثیؒ، حضرت واثلہ بن الاسقعؓ، جابر بن عبد اللہؓ، حضرت حذیفہؓ، اور حضرت حسن بصریؒ، ابن شہاب زہریؒ، عمرو بن دینارؒ اور حضرت وکیع رحمہم اللہ کے خلاف اشتہار شائع کرے گا کہ یہ سارے لوگ روایت بالمعنی کر کے جعلی حدیثیں بنایا کرتے تھے۔

یہ تمام بحث ہم نے غیر مقلدین کی اصولی غلطی کو واضح کرنے کے لئے عرض کر دی ہے ورنہ حبیب الرحمٰن کاندھلوی کے بارہ میں ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ وہ منکر حدیث اور ترکِ تقلید کا قائل ہے اور اس کی صفائی دینا ہمارا مقصد نہیں۔

علامہ کشمیریؒ حضرت سید انور شاہ صاحب پر بھی لفظی گرفت مبارکپوری نے کی تھی کہ حضرت علیؓ کی ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہ ابوداؤد میں ہے اور نہ حدیث کی کسی اور کتاب میں ہے، ان الفاظ سے اس حدیث کا ابوداؤد یا حدیث کی کسی اور کتاب میں ثابت کرنا ضروری ہے۔ (تحفۃ الاحوذی)

معلوم ہوا کہ یہاں بھی صرف الفاظ کا مطالبہ ہے اور روایت بالمعنی کا انکار نہیں، مبارکپوری نے تو صرف یہی الفاظ پر اعتراض کیا تھا مگر داؤد ارشد نے اس کو موضوع اور گھڑی ہوئی روایت قرار دے دیا۔ اس کی جرأت مبارکپوری کو بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ حدیث کنز العمال میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:...... عن علیؓ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الضحیٰ حین کانت الشمس من المشرق فی مکانھا من المغرب صلوٰۃ العصر (کنز العمال، صفحہ ۱۸۷، جلد ۸)

اللہ تعالیٰ اہلِ علم سے بدگمانی اور ان پر بدزبانی سے محفوظ رکھیں اور اہل سنت والجماعت سے ہمیشہ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی مدظلہٗ پر اعتراض:

دورِ حاضر کے غیر مقلدین نے جن فروعی مسائل کو اصولی مسائل کا درجہ دے کر عوام میں سر پھٹول کروائی ہوئی ہے، ان میں سے ایک رکوع کو جانے اور رکوع سے سر اٹھانے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا مسئلہ ہے۔ ان علاقوں میں جب سے اسلام آیا اس وقت سے ترک رفع یدین والی نماز پڑھی جاتی تھی۔ انگریز کے ہندوستان پر تسلط کے بعد

جس طرح دوسرے مسائل میں اختلاف چلا اس مسئلہ رفع یدین کو مردہ سنت سمجھ کر زندہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ابو یحییٰ خان نوشہروی غیر مقلد کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے ہندوستان میں رفع یدین محمد یوسف پنشنر نے امرتسر شہر میں ۱۸۶۰ء میں کی جس کی وجہ سے وہاں انتشار رہوا۔ یہ شخص انگریز کا ملازم تھا اور بقول مولوی محمد حسین بٹالوی یہ بعد میں مرزائی ہو گیا تھا۔ اس شخص کا تعلق نہ کسی شافعیؒ یا حنبلیؒ سے تھا اور نہ ہی یہ کہیں سفر حرمین شریفین سے اس رفع یدین کو لایا تھا بلکہ خود لکھتا ہے کہ میں نے مشکوٰۃ کا اردو ترجمہ مظاہر حق دیکھ کر یہ کام شروع کیا تھا اور بقول اس محمد یوسف کے میاں نذیر حسین دہلوی کو بھی اسی نے رفع یدین کی ترغیب دی تھی اور پھر ان کے شاگردوں کے ذریعہ یہ سارے ہندوستان میں پھیل گئی اور گھر گھر جھگڑے شروع ہو گئے اور آج تک یہ انگریزی رفع یدین مسلمانوں میں تفریق کا سبب بنی ہوئی ہے۔ کبھی متواتر ترکِ رفع یدین والی نماز بدعت، گمراہی اور اس کا انجام جہنم بتایا جاتا ہے اور کبھی ترکِ رفع یدین کو فتنہ اور تارک کو مخالفِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دردناک عذاب میں پڑنے والے اور ان کے عمل کو برباد کیا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو جزء رفع یدین خالد گھرجاکھی، صفحہ ۷)

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری لکھتے ہیں کہ اگر تو اتنی صریح اور صحیح احادیث کے بعد بھی رفع یدین کو سنت نہیں مانتا تو احادیثِ رسول کا منکر ٹھہرتا ہے، اگر سنت مان کر پرواہ نہیں کرتا تو اللہ اور اس کے رسول کی لعنت کا مستحق ٹھہرتا ہے جو تارکِ سنت پر برستی رہتی ہے۔

(رسائل بہاولپوری، صفحہ ۳۱۷)

آگے فرماتے ہیں کہ نبی کی اطاعت نبی کی سنت پر چلنے میں ہے، جتنی سنتیں چھوٹتی جائیں گی اتنا اسلام گھٹتا جائے گا اور بالآخر بالکل ختم ہو جائے گا جیسا کہ آج کل نظر آ رہا ہے۔

(رسائل بہاولپوری، صفحہ ۳۱۹)

نیز پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:...... خدا خوف حنفیوں کو اب سوچنا چاہئے کہ جو رفع یدین کو جو سُنّت رسول ہے اور قطعاً منسوخ نہیں صرف حنفی ہونے کی وجہ سے ترک کئے ہوئے ہیں تو کیا یہ حنفیت ان کو اللہ اور اس کے رسول کی لعنت سے بچالے گی۔ کیا ان کو اللہ اور اس کے رسول کی لعنت سے ڈر نہیں لگتا جو رفع یدین والی اہم اور دائمی سُنّت کے صرف تارک ہی نہیں بلکہ مخالف بھی ہیں۔ (رسائل بہاولپوری، صفحہ ۸۱)

اسی طرح نور حسین گھرجاکھی غیر مقلد نے قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین صفحہ ۳ پر:...... قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین آیت کا ترجمہ کر کے رفع یدین سے اعراض کرنے والوں کو کافر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور پھر لکھا ہے ؎

یہی فیصلہ ہے کتابِ ہدیٰ کا
مخالف نبی کا ہے دشمن خدا کا

❁ گویا رفع یدین کا منکر نبی اقدس کا مخالف اور خدا کا دشمن ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:...... من اقتدی بی فھو منی ومن رغب عن سنتی فلیس منی جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ میری اُمت سے ہے اور جو شخص میری سُنّت سے روگردانی کرتا ہے وہ میری اُمت سے خارج ہے۔ (قرۃ العینین، صفحہ ۳)

❁ گویا رفع یدین کی سُنّت پر عمل نہ کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے خارج ہیں۔ نیز لکھتے ہیں:...... فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم (سورۃ النور، پارہ ۱۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ہمارے رسول کے حکم اور طریقہ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس بات کا خوف کرنا چاہئے کہ کہیں ان کو کوئی بلا یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔ (قرۃ العینین، صفحہ ۳)

❁ یعنی رفع یدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، اس کے تارک حکمِ رسول کے مخالف اور فتنہ اور عذاب الیم کے مستحق ہیں اور اسی رسالہ کے صفحہ ۴ پر ابن خزیمہ سے نقل کیا ہے کہ جس نے نماز میں رفع الیدین چھوڑ دی وہ نماز کے رکن کا تارک ہے۔

نیز بکی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ رفع یدین سُنّت مؤکدہ بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتا (کتاب میں لفظ جاتا ہی ہے از ناقل) ہے (قرۃ العینین، صفحہ ۲۹) اسی طرح خالد گھرجاکھی صاحب لکھتے ہیں کہ:...... مجھے علم ہے کہ ایک بھی صحیح حدیث سے عدمِ رفع ثابت نہیں ہے، نہ ہی کسی صحابی کا بسندِ صحیح بغیر رفع یدین کے نماز پڑھنا ثابت ہے تو جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں اگر نہ کروں تو منکرِ رسول بنتا ہوں جس کے لئے قرآن کا فیصلہ ہے:...... ومن یشاقق الرسول کہ جو بھی علم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (حدیث اور غیر اہلحدیث، صفحہ ۷)

غیر مقلدین کی ان جیسی بے اعتدالیوں کے پیش نظر مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی مدظلہٗ نے ایک کتاب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح لکھی جس میں اس علاقے کی متواتر ترک رفع یدین والی نماز کو صحیح ثابت کیا اور بتایا کہ بکی کا نماز باطل ہونے والا قول نور حسین نے بے موقع رکوع والی نماز پر فٹ کیا ہے اور نووی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام میں بھی واجب نہیں۔ (نور الصباح، صفحہ ۲۱) اور اس بات کو صفحہ ۲۰ تا ۲۴ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ غیر مقلدین کا غلو ہے۔ پھر غیر مقلدین کا یہ وسوسہ کہ رکوع کی رفع یدین پچاس صحابہؓ سے منقول ہے۔ مولانا حبیب اللہ صاحب نے شوکانی غیر مقلد علامہ زیلعی، شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد اور امیر یمانی غیر مقلد کے حوالوں سے ثابت کیا کہ یہ رفع یدین تکبیر تحریمہ والی ہے۔

(ملاحظہ ہو نور الصباح، صفحہ ۲۴، ۲۵)

نیز مولانا ڈیروی نے ابن حزم، علامہ احمد شاکر، مولوی عطاء اللہ حنیف، محمد خلیل ہراس، علامہ شعیب الارناؤط اور محمد زہیر الشاویش جیسے غیر مقلدین کے بزرگوں سے ترک رفع یدین والی حدیث کی صحت کو دلائل سے ثابت کیا اور مرزا حیرت کا یہ قول بھی نقل کیا کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص رفع یدین نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اس کو انصاف والا فیصلہ فرماتے تھے۔ (خلاصہ نور الصباح، صفحہ ۲۶، ۲۷)

پھر بڑے بڑے محدثین وفقہاء سے ترک رفع یدین والا مسلک نقل کیا، بلکہ یہ ثابت کیا کہ ۱۹۴ھ سے پہلے ایک فقیہ بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا اور اہل کوفہ (جہاں بقول عجلی پندرہ سو صحابہ مستقل رہائش پذیر تھے اور حضرت علی کرمؓ کا دار الخلافہ تھا (ناقل) کا ترک رفع یدین پر اجماع نقل کیا۔ (نور الصباح، صفحہ ۳۱ تا ۳۶) اور یہ بھی ثابت کیا کہ امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ نہ خود رفع یدین کرتے تھے اور نہ ان کے زمانے میں مدینہ میں رفع یدین ہوتی تھی۔ (نور الصباح، صفحہ ۳۸، ۴۰)

پھر نور الصباح میں صفحہ ۵۳ سے صفحہ ۱۶۹ تک ۱۹ مرفوع روایات سے اور صفحہ ۱۶۹ سے صفحہ ۱۸۹ تک صحابہ کرامؓ کے ترک رفع یدین کے آثار نقل کئے ہیں جنہیں صفحہ ۷۰ پر صحابہ کرامؓ کا ترک رفع یدین پر اجماع نقل کیا اور صفحہ ۱۸۹ سے لے کر صفحہ ۲۴۴ تک غیر مقلدین کے دلائل کا جواب نقل کیا تھا۔

بہر حال اس کتاب نور الصباح سے عوام کے اکثر مغالطات دور ہوئے اور ان کو اپنی نماز کے بارہ میں اطمینان قلبی حاصل ہوا۔ اس کتاب کی افادیت سے خوفزدہ ہو کر غیر مقلدین نے عوام کو اس کتاب سے متنفر کرنے کے لئے لکھ دیا کہ اس کے صفحہ ۲۱۹ پر ایک جعلی روایت بنا ڈالی ہے جس کا وجود کتب احادیث میں قطعاً نہیں پایا جاتا۔ وہ یہ کہ امام ابو حنیفہؒ نے ترک رفع یدین والی نماز اپنے استاد حماد وغیرہ سے سیکھی ہے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اور انہوں نے حضرت اسودؒ اور علقمہؒ سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور انہوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اور حضرت جبرئیل

علیہ السلام خدا تعالیٰ سے لے کر آیا۔ فلہذا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نماز میں رفع یدین نہ کیا کرو۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۷۰) یہ خلاصہ ہے داؤد ارشد کے اعتراض کا تاکہ لوگ اس کتاب سے متنفر ہو جائیں۔

حقیقت حال:

ہم حقیقت حال واضح کرنے کے لئے عوام کے سامنے نور الصباح کی عبارت بلفظہٖ درج کرتے ہیں:...... "(تنبیہ) مولوی نور حسین صاحب گھرجاکھی غیر مقلد اپنے رسالہ قرۃ العینین صفحہ ۱۱ میں عنوان قائم کرتے ہیں۔ دوسری حدیث صدیق اکبرؓ، پھر آگے لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے:...... "ابن جریج رفع یدین کرتے تھے، امام عبد الرزاق فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے نماز عطاء سے سیکھی ہے اور عطاء نے حضرت ابن زبیرؓ سے اور انہوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور انہوں نے جبرئیل علیہ السلام سے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام خدا سے لے کر آیا۔" (بیہقی، صفحہ ۷۴، جلد ۲) گھرجاکھی صاحب نے اس کو حدیث سمجھ کر اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے، حالانکہ یہ امام عبد الرزاق کا قول ہے۔ چنانچہ خود گھرجاکھی صاحب لکھتے ہیں کہ امام عبد الرزاق فرماتے ہیں اور حافظ عنایت اللہ صاحب اثری گجراتی غیر مقلد منکر معجزات نے اپنے رسالہ زینۃ الصلوٰۃ، صفحہ ۶ میں اسے عبد الرزاق کا قول کہا ہے۔ اگر اسی کا نام حدیث ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ترک رفع یدین والی نماز اپنے استاد حماد وغیرہ سے سیکھی ہے اور انہوں نے ابراہیم نخعی سے۔ الخ (نور الصباح، صفحہ ۲۱۹)

قارئین کرام! خط کشیدہ الفاظ کو پڑھیں کہ مولانا ایسے استدلال کو جہالت قرار دے رہے ہیں اور یہ کہ گھرجاکھی صاحب نے قول عبد الرزاق کو حدیث بنا دیا، پھر اگر اسی کا نام حدیث ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان الفاظ سے گھرجاکھی صاحب کو الزام دینا ہے کہ اگر ہمارے اس قول کو وہ حدیث نہیں مانتے تو عبد الرزاق کے قول کو کیوں حدیث بنا دیا،

یعنی جس طرح یہ جاہلانہ استدلال ہے اسی طرح گھر جاکھی صاحب کا بھی جاہلانہ استدلال ہے۔ داؤد ارشد نے پوری عبارت پیش نہیں کی اور الزامی جواب کو ان کی تحقیق بنا کر جعلی حدیث گھڑنے کا الزام دے دیا، اگر اسی کا نام حدیث گھڑنا ہے تو حقیقتاً یہ اعتراض نور حسین گھر جاکھی پر ہوتا تھا کہ انہوں نے اس کو تحقیق کے طور پر پیش کیا ہے مگر اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر اس کا کیا کرایا مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی مدظلہٗ کے گلے میں ڈال دیا تاکہ ان کی کتاب کا افادہ رک جائے، لیکن ان شاء اللہ ؎

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ازالۃ الریب کی عبارت بھی اسی طرح کی الزامی ہے۔

ننگے سر نماز کا مسئلہ:

جن چیزوں کو غیر مقلدین نے آج کل اپنا شعار بنا رکھا ہے ان میں سے ایک ننگے سر نماز ہے، حالانکہ حدیث پاک میں ہے کہ پگڑی کے ساتھ دو رکعتیں بغیر پگڑی کے ستر رکعت سے افضل ہیں۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵) ایک روایت میں ہے نفل یا فرض نماز پگڑی کے ساتھ بغیر پگڑی کے پچیس نمازوں کے برابر ہے اور پگڑی کے ساتھ جمعہ بغیر پگڑی کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵) نیز فرمایا کہ تم مسجدوں میں خود اتار کر اور کپڑا اوڑھ کر آؤ۔ (کنز العمال، صفحہ ۱۳۳) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی قوم پگڑی اور ٹوپی پر سجدہ کرتی تھی۔ (بخاری، صفحہ ۵۶)

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ پگڑی کے پیچ پر سجدہ مکروہ ہے یا نہیں۔ امام بخاریؒ کے استاد ابن ابی شیبہؒ نے پہلے عدم کراھۃ کا باب باندھا ہے اور اس میں عبدالرحمٰن بن یزید، سعید بن المسیب، حضرت حسن بصری، حضرت بکر، حضرت مکحول، امام زہری، ابن ابی اوفی رحمہم اللہ سے جواز کی روایات نقل کی ہیں اور پھر اس کے بعد کراہت کا باب باندھا ہے اور

درج ذیل روایات نقل کی ہیں۔

۱:...... حضرت عبادہ بن صامتؓ جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو اپنی پیشانی سے پگڑی کو ہٹا لیتے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۰۰، جلد ۱)

۲:...... حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پگڑی کو پیشانی سے ہٹا لے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۰۰، جلد ۱)

۳:...... حضرت ابن عمرؓ اپنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ نہیں فرماتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۰۰، جلد ۱)

۴:...... محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میرے سر میں زخم ہو گیا، میں نے حضرت ابو عبیدہؓ سے مسئلہ پوچھا کہ کیا میں اس پٹی پر سجدہ کر لوں تو انہوں نے فرمایا نہیں۔

۵:...... عیاض بن عبداللہ قرشی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنی پیشانی کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اپنی پگڑی کو اونچا کر لے۔

۶:...... حضرت ابراہیم نخعیؒ پگڑی باندھنے والے کے لئے پسند کرتے تھے کہ وہ اپنی پگڑی کے پیچ کو اپنی پیشانی سے ہٹا لے۔

۷:...... محمد بن سیرینؒ پگڑی کے پیچ پر سجدہ کو مکروہ سمجھتے تھے۔

۸:...... حضرت عروہؒ پگڑی باندھنے والے کے بارہ میں فرماتے تھے کہ وہ اپنی پیشانی کو زمین پر لگائے۔

۹:...... حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک شخص کو (انکار کے طور پر) فرمایا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱، جلد ۱)

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج نہیں

تھا، البتہ پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنے میں اختلاف تھا کہ یہ عمل مکروہ ہے یا نہیں اور عام حالات میں بھی ننگے سر پھرنے کا رواج نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے تو ان کے سر پر اُون کی ٹوپی تھی۔ (ترمذی شریف، صفحہ ۳۰۴، جلد ۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سیاہ پگڑی تھی۔ (ترمذی شریف، صفحہ ۳۰۴، جلد ۱) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پگڑی باندھتے تو (شملہ) کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ (ترمذی، صفحہ ۳۰۴، جلد ۱) حضرت ابن عمرؓ اور قاسم بن محمد اور سالم بھی اسی طرح شملہ لو لٹکاتے تھے۔ (ترمذی، صفحہ ۳۰۴، جلد ۱) ابو کبشہ انماری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی ٹوپیاں گول اور سروں سے چپکی ہوتی تھیں۔ (ترمذی، صفحہ ۳۰۸، جلد ۱) حضرت رکانہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، فرماتے تھے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان (ظاہری) فرق ٹوپیوں پر پگڑیاں باندھنا ہے۔ (ترمذی، صفحہ ۳۰۸) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ پر تیل سے آلودہ کپڑا تھا۔ (شمائل ترمذی، صفحہ ۸) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اکثر سر پر کپڑا رکھتے تھے، گویا آپ کا کپڑا تیلی کا کپڑا ہے۔ (شمائل ترمذی، صفحہ ۸)

ان روایات اور ان جیسی بہت سی اور روایات سے سر ڈھانپنے کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور پوری اُمت ان روایات پر عمل کرتی تھی حتیٰ کہ غیر مقلدین کے اکابر مولوی اسماعیل سلفی (فتاویٰ علمائے حدیث صفحہ ۲۸۸، جلد ۴) داؤد غزنوی، میاں نذیر حسین، مولوی ثناء اللہ، مولوی شرف الدین، مولوی عبدالغفار سلفی، عبدالمجید سوہدروی وغیرہ بھی ننگے سر نماز کو ناپسند کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۸۱، جلد ۱، فتاویٰ نذیریہ، صفحہ ۱۴۰، جلد ۱، فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۵۲۵، جلد ۱ و صفحہ ۵۲۳، جلد ۱، فتاویٰ ستاریہ، صفحہ ۵۹، جلد ۳)

تحفہ اہلحدیث:

مولانا محمد اسماعیل صاحب محمدی نے تحفہ اہلحدیث میں ایک ضدی غیر مقلد سے مکالمہ کی صورت میں اس مسئلہ کو شائع کر دیا۔ تو بجائے اس کے کہ غیر مقلدین اپنے عوام کو سر ڈھانپنے کی ہدایت کرتے داؤد ارشد نے بخاری سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی روایت ذکر کر دی اور یہ نہیں بتایا کہ محمد بن المنکدر نے اعتراض کیا کہ یہ آپ کیسے نماز پڑھ رہے ہیں اور بخاری صفحہ ۵۲ کی روایت کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے لئے دو کپڑے ہیں، سے معلوم ہوتا ہے کہ حالتِ عذر کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ پھر بخاری صفحہ ۵۳ پر حضرت عمرؓ کا حکم ہے کہ جب اللہ نے وسعت دے دی تو تم بھی وسعت پیدا کرو اور امام بخاریؒ نے باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب باندھا ہے۔ (بخاری، صفحہ ۵۱) اور حضرت حسنؒ کا قول (صلوٰۃ) فی الثیاب اور زہریؒ کا قول یلبس من ثیاب الیمن (بخاری، صفحہ ۵۲) جمع کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور جمع کا اطلاق تین سے کم پر نہیں ہوتا، پھر اگر ایک کپڑے سے سر کا ننگا ہونا ثابت ہوتا ہے تو باب فی کم تصلی المراۃ میں حضرت عکرمہ کا فرمان کہ لو وارت جسدھا فی ثوب جاز کہ عورت اگر اپنے جسم کو ایک کپڑے میں چھپا لے تو (نماز) جائز ہے۔ (بخاری، صفحہ ۵۴، جلد ۱) کا مطلب غیر مقلدین کے نزدیک یہی ہوگا کہ عورت ننگے سر نماز پڑھا کرے۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین!

تحفۂ اہلحدیث میں مولانا محمد اسماعیل صاحب نے مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے یہ لکھ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ننگے سر آدمی کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے اور جب مسح فرماتے ہیں تو ایک ہاتھ سے عمامہ مُبارک کو معمولی اوپر اٹھاتے ہیں اور ایک ہاتھ سے مسح فرماتے ہیں۔ اتنی دیر تک بھی ننگے سر رہنا پسند نہیں فرماتے کہ عمامہ کو اتار کر نیچے رکھ دیں اور مسح فرمالیں اور اُمتی ہمیشہ ننگے سر نماز پڑھیں، اکثر گلیوں، بازاروں میں ننگے سر پھریں اور

کہلائیں اہلحدیث۔ (تحفۂ اہلحدیث، صفحہ ۱۳)

بات تو مولانا کی بڑی مضبوط تھی، چاہئے تو یہ تھا کہ اس نصیحت کو قبول کر کے غیر مقلدین ننگے سر پھرنے کی عادت ترک کر دیتے مگر ہوا یہ کہ داؤد ارشد صاحب نے اس پر وضع احادیث کا عنوان باندھا اور لکھا کہ مولوی اسماعیل نے ایک صد سے کم صفحات کی کتاب تحفۂ اہلحدیث تحریر کی، اس کے ایک صفحہ میں دو روایات وضع کی ہیں۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۶۶)

اس کے بعد لکھتے ہیں یہ دونوں روایات مولوی ابو بلال اسماعیل کی وضع کردہ ہیں۔ مشکوٰۃ تو کجا پورے ذخیرۂ احادیث میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۶۶) پھر فرماتے ہیں کتب احادیث میں ان کا قطعاً کوئی وجود نہیں اور سینہ گزٹ روایات کا کوئی وجود نہیں ہوا کرتا۔ ہم آج بھی اپنے دین وایمان کی پختگی اور خداداد فراست کو بروئے کار لا کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ مولوی اسماعیل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔ (تحفہ، صفحہ ۶۷، ۶۸) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کا عنوان دے کر لکھتے ہیں ''اولاً'' مشکوٰۃ کو ہم نے دیکھ لیا ہے اس میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو آپ نے ذکر کی ہے۔ دوسری حدیث جو آپ نے ذکر کی ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ اس کا حوالہ دو کیونکہ ہمیں ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ بھی آپ نے جھوٹ بولا ہے۔ الغرض آپ نے یہ کذبات بول کر اکاذیب آل دیوبند میں مزید دو افتراء علی الرسول کا اضافہ کیا ہے۔

(تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۴۷)

نوٹ:...... قارئین کرام کو اندازہ ہو رہا ہوگا کہ داؤد ارشد کے غبارہ سے ہوا نکلتی جا رہی ہے۔ پہلے قطعی حکم لگایا تھا کہ دو روایات وضع کی ہیں۔ (صفحہ ۶۶) اب فرماتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ بھی آپ نے جھوٹ بولا ہے۔ کسی نے سچ کہا کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ:...... ''ہاں مؤلف تحفۂ اہلحدیث نے یہ کر دیا کہ اپنی طرف سے ایک حدیث بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی۔'' (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۵۱)

...... معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پہنچ کر ان کا غالب گمان یقین سے تبدیل ہو گیا ہے کہ دوسری حدیث ذخیرۂ احادیث میں موجود ہے۔ مگر واضح طور پر اعلانِ حق نہیں کرتے کہ دو حدیثوں میں سے ایک حدیث مجھے مل گئی ہے اور رجوع الی الحق کو عار سمجھ کر نار کو ترجیح دے رہے ہیں۔ پھر پہلی حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ:...... ''مشکوٰۃ کتاب اللباس میں ترمذی اور ابوداؤد کے حوالے سے ایک روایت ہے کہ:...... مر رجل وعلیه ثوبان احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فلم یرد علیه یعنی ایک آدمی گزرا اور اس کے اوپر دو سرخ رنگ کے کپڑے تھے، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ علیہ السلام نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ ۳۷۴، جلد ۲، الحدیث ۴۳۵۳)

(تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۴۸)

معلوم ہوتا ہے کہ پہلی حدیث کے بارہ میں بھی داؤد ارشد کو یہ بات کھٹک گئی ہے کہ مولانا اسماعیل صاحب کا مستدل یہ روایت بن سکتی ہے کیونکہ عرف میں دو کپڑوں سے مراد قمیص اور شلوار یا قمیص اور تہبند ہوتے ہیں۔ لامحالہ اس شخص کا سر ننگا ہوگا اور سر ننگا ہونے کا احتمال تو بہرحال ہے اور حدیث میں سلام کے جواب نہ دینے کا واضح طور پر ذکر ہے تو جب اس حدیث کے مولانا محمد اسماعیل صاحب محمدی کے مستدل ہونے کا احتمال ہے تو اب یہ تمام قسم کے الزامات ختم ہو جاتے تھے مگر داؤد ارشد صاحب اس استدلال پر مٹی ڈالنے کے لئے فرماتے ہیں، دیکھئے اس حدیث میں ترکِ سلام سرخ لباس پہننے کی وجہ بیان کیا گیا مگر مؤلف تحفۂ اہلحدیث کو جھوٹ کی اتنی کثرت سے عادت پڑ چکی ہے کہ اس نے اس روایت میں بھی تقلیدی آری چلا کر متنِ روایت میں ردوبدل کر دیا ہے۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۴۵)

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ پہلے تو بڑے زور شور سے دعویٰ کیا تھا کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں انہیں کوئی روایت نہیں ملی۔ اب کہتے ہیں کہ متن تبدیل کر دیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے کون سا متن ذکر کیا ہے۔ انہوں

نے سر ننگا ہونے کے مفہوم کو ذکر کیا ہے اور ترک سلام کی یہ وجہ بیان فرمادی آپ نے ترک سلام کی وجہ سرخ لباس پہننا ذکر کر دیا، حدیث پاک میں ترک سلام کی کوئی وجہ ذکر نہیں فرمائی گئی۔ یہ سب اُمتیوں کی فہم ہے ورنہ داؤد ارشد صاحب کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے یہ ثابت کریں کہ اس عدمِ جواب کی علت صرف سرخ رنگ کا پہننا ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی علت نہیں۔ محدثین کے ابواب ان کی ذاتی رائے ہے، ان کی تقلید کرنا غیر مقلدین کے ہاں شرک ہے۔ پھر اگر ترکِ سلام کی علت ننگے سر کو بیان کرنا متنِ روایت میں ردوبدل ہے تو یہ داؤد ارشد کا سرخ رنگ کو علت بنا کر یہ کہنا کہ:...... ''اس حدیث میں ترکِ سلام سرخ لباس پہننے کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے۔'' یہ متن میں ردوبدل نہیں۔ داؤد ارشد صاحب اپنے ذکر کردہ متن پر بھی نظر دوڑائیں (مر رجل وعلیہ ثوبان احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرد علیہ) اس میں کون سے الفاظ ہیں کہ جن میں ترکِ سلام سرخ لباس کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے، اگر نہیں اور ہر گز نہیں تو وہ ساری کی ساری گردان جو مولانا محمد اسماعیل صاحب پر پڑھی ہے وہ اپنے اوپر پڑھ لیں کہ میں نے بھی یہ حدیث وضع کی ہے اور متن میں ردوبدل کیا ہے، وغیرہ۔

اصل بات:...... یہ ہے کہ اس حدیث کے تحت ملا علی قاریؒ وغیرہ نے یہ تشریحی نوٹ لکھا تھا کہ یہ صریح دلیل ہے آدمیوں کے لئے سرخ لباس کے حرام ہونے کی اور اس بات کی بھی صریح دلیل ہے کہ منہی عنہ کا حالتِ سلام میں ارتکاب کرنے والا جواب اور سلام کا مستحق نہیں ہے۔ (مرقات، صفحہ ۲۵۷، جلد ۸) داؤد ارشد نے اس اُمتی کی تشریحی رائے کو حدیث بنا دیا اور قبول کر لیا اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی رائے کو کذب علی الرسول قرار دیا حالانکہ دونوں باتیں حدیث سے مستنبط ہیں۔ پھر ملا علی قاریؒ نے تو بات مزید بڑھا دی تھا کہ منہی عنہ کے مرتکب کے سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے اور ننگے سر پھرنا اور نماز پڑھنا بالخصوص آج کل کے نوجوان غیر مقلدوں کا سنّت کے ساتھ استخفاف ہے اور درمختار میں ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا

سستی کی وجہ سے مکروہ ہے اور اہانت کی بنا پر کفر ہے۔ (درمختار، صفحہ ۶۴۱، جلد ۱)

علامہ شامیؒ بھی فرماتے ہیں کہ نماز کے ساتھ استخفاف اور تحقیر کی غرض سے ہو تو یہ کفر ہے۔ (ردالمحتار، صفحہ ۶۴۱، جلد ۱ مع الدر) مولوی شرف الدین غیر مقلد بھی فرماتے ہیں یہ بعض کا جو شیوہ ہے کہ گھر سے ٹوپی یا پگڑی سر پر رکھ کر آتے ہیں اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور پھر اس کو سنّت کہتے ہیں بالکل غلط ہے۔ یہ فعل سنّت سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۵۲۳)

نیز فتاویٰ ثنائیہ میں ہے کہ صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام ثابت ہوا ہے۔ یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا، پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے۔ (صفحہ ۵۲۴، ۵۲۵)

مولوی اسماعیل صاحب سلفی فرماتے ہیں کہ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز پڑھنا یا ضد سے ہوگا یا قلتِ عقل سے۔ (فتاویٰ علماء حدیث، صفحہ ۲۸۸، جلد ۴) نیز فرماتے ہیں کہ اگر حسنِ لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز پڑھنا ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۲۸۹) مولوی داؤد غزنوی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اس بد (بُری) رسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہئے۔ اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی، اگر تعبد اور خشوع وخضوع وعاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد یا خشوع وخضوع کی علامت نہیں اور اگر کسل یا سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا۔ غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱، جلد ۴)...... جب نصاریٰ سے ننگے سر پھرنے میں تشبہ ہے تو ملا علی قاریؒ کے بقول منہی عنہ کا فرد ہونے کی وجہ سے اس حدیث میں داخل ہوگا خواہ گزرنے والا شخص ننگے سر نہ ہو کیونکہ ننگے سر پھرنا جب منافقوں کی عادت اور نصاریٰ سے تشبہ ہے تو اس کا منہی عنہ ہونا واضح ہے۔ عموم علت کی وجہ سے پائے جانے والے

حکم کی نسبت بھی قرآن وسُنّت کی طرف کر دی جاتی ہے اگر چہ وہ حکم قرآن یا سُنّت میں صراحۃً نہ پایا جاتا ہو۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے خوبصورتی کے لئے جسم گودنے والیوں، چہرے کے بال اکھیڑنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں فاصلہ پیدا کرنے والیوں یعنی اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اعضاء میں تغیر کرنے والیوں پر لعنت کی تو اُم یعقوب نامی ایک عورت نے کہا کہ یہ لعنت کیسی ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں اس شخص پر لعنت نہ کروں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور وہ اللہ کی کتاب میں بھی ہے، تو اُم یعقوب نے کہا اللہ کی قسم! میں نے تو دو گتوں کے درمیان پورا قرآن پڑھا ہے۔ میں نے اس قرآن میں نہیں پایا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اگر تو نے قرآن پڑھا ہے تو تو نے یقیناً اس کو پایا ہوگا کہ:...... وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یعنی ''اللہ کے رسول جو تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔'' (بخاری، صفحہ ۸۷۹، جلد ۲)

اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ میں ان مذکورہ عورتوں پر لعنت نہیں مگر حضرت ابن مسعودؓ نے ما اتاکم الرسول فخذوہ (الخ) کے عموم کی وجہ سے اس لعنت کو قرآن پاک کی طرف منسوب کیا ہے کہ چونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے اور قرآن کہتا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں دیں اس کو لے لو تو ان عورتوں کے لئے لعنت کا حکم قرآن سے ثابت ہو گیا اب کوئی داؤد ارشد کے ذہن والا آدمی کہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے قرآن کے متن میں ردوبدل کر دیا ہے یا قرآن پر نعوذ باللہ جھوٹ بولا ہے یا قرآن نیا بنا لیا ہے تو یہ غلط ہے۔ انہوں نے قرآن پاک کے عام حکم میں سے اس خاص جزئیہ کا حکم سمجھ کر اس جزئیہ کی قرآن پاک کی طرف نسبت کی ہے۔ اسی طرح مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اسی مشکوٰۃ شریف

والی روایت سے معلوم ہونے والے عمومی اصول کہ منہی عنہ کے مرتکب کو سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے کہ عموم میں ننگے سر پھرنے کے خالص جزئیہ کو تشبہ بالنصاریٰ منہی عنہ کی بناء پر اس حدیث کی طرف اگر منسوب کر دیا تو اس سے کوئی حدیث میں کمی یا زیادتی لازم نہیں آتی۔ اگر داؤد ارشد ایسے استدلال کو خدا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ممنوع ثابت کر دیں یا یہ ثابت کر دیں کہ یہ کذب علی الرسول ہے یا یہ روایت میں ردوبدل ہے تو درست ہے۔ ہم مولانا محمدی کی تردید کریں گے اور اگر وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے تو پھر شریعت ساز بن کر خدا یا رسول خدا کا منصب سنبھالنے سے توبہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

ہر کریماں کارہا دشوار نیست

پھر داؤد ارشد صاحب نے اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:...... ''اس حدیث کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۴۷، جلد ۲ میں ضعیف کہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کی تضعیف کی ہے۔ (کذا فی تنقیح الرواۃ، صفحہ ۲۳۰، جلد ۳) وجہ ضعف یہ ہے کہ اس کی سند میں ابو یحییٰ القتات راوی ہے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۲۰۷، جلد ۲) اور یہ لین الحدیث ہے۔ (تقریب، صفحہ ۴۳۲) تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۴۸)

ہمارا سوال:...... یہ ہے کہ اگر یہ روایت مولانا اسماعیل صاحب کا مستدل ہی نہیں تو اس پر جرح کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لئے چند امتیوں کو پیش کیا۔ (۱) البانی، (۲) ابن حجر مگر یہاں اپنا زوردار نعرہ

اہلحدیث کے دو اُصول

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

بھول گئے۔ یہاں البانی اور ابن حجر کی تقلید شروع کر دی۔ ذرا سوچ کر جواب دیں کہ حجر پرستی شرک ہے تو ابن حجر پرستی شرک نہیں؟ پھر البانی نے ضعف کا حکم لگایا ہے کوئی دلیل نہیں دی اور

آگے اس نے کہا تھا کہ سرخ کپڑے کی ممانعت میں کوئی صحیح حدیث نہیں، اس کو داؤد ارشد نے قبول نہیں کیا جیسا کہ فرماتے ہیں کہ:۔۔۔ ''اس حدیث میں ترک سلام سرخ لباس پہننے کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے۔'' (تحفہ، صفحہ ۱۲۸) پھر ابن حجرؒ کی تضعیف کا حوالہ بھی غلط دیا ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔ اخرجه ابوداؤد والترمذی و حسنه یعنی ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے اس کے بعد ابویحیٰ کو مختلف فیہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری، صفحہ ۳۷۶، جلد ۱۰) اور مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث، صفحہ ۷۶) علامہ مزی نے بھی ترمذی سے اس حدیث کی تحسین نقل کی ہے۔ (تحفۃ الاشراف، صفحہ ۳۷۷، جلد ۲) علامہ ابن حجرؒ نے النکت الظراف میں اس پر کوئی کلام نہیں کیا۔

دوسری حدیث:۔۔۔۔۔۔ رہی دوسری حدیث جس کی وجہ سے وضع حدیث کا الزام لگایا ہے اور کہا ہے کہ کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔ (خلاصہ تحفہ) تو عرض یہ ہے کہ یہ الزام بھی ان کا غلط ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرتے دیکھا اور آپ ﷺ کے اوپر قطری عمامہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل فرمایا پھر اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۲۰) اسی طرح نافع ابن عمرؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب اپنے سر کا مسح کرتے تو ٹوپی کو اٹھاتے اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح فرماتے۔ (دار قطنی، صفحہ ۱۰۷، جلد ۱) مولوی شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (التعلیق المغنی، صفحہ ۱۰۸، مع الدار قطنی) نیز مسند امام شافعیؒ میں ہے کہ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پگڑی کو ہٹایا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا یا ''فرمایا'' کہ اپنی ناصیہ کا پانی کے ساتھ مسح کیا۔
(احیاء السنن، صفحہ ۱۱)

ان روایات سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کا یہ فرمانا کہ نبی کریم علیہ السلام جب مسح فرماتے تو ایک ہاتھ سے عمامہ مبارک کو معمولی اوپر اٹھاتے

ہیں اور ایک ہاتھ سے مسح فرماتے ہیں۔ اتنی دیر تک بھی ننگے سر رہنا پسند نہیں فرماتے کہ عمامہ کو اتار کر نیچے رکھ دیں اور مسح فرمالیں اور امتی ہمیشہ ننگے سر نماز پڑھیں، اکثر گلیوں بازاوں میں ننگے سر پھریں اور کہلائیں اہلحدیث (تحفۃ اہلحدیث، صفحہ ۱۳) یہ بہت مضبوط گرفت ہے، صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یہ عمل نہیں صحابہ کرام کا بھی ہے۔ داؤد ارشد صاحب نے مولوی اسماعیل صاحب سے ملاقات کر کے جو توبہ نامہ لکھنے کا مخلصانہ مشورہ دیا تھا اب اس اخلاص سے اپنے ان الزامات سے توبہ کریں اور پھر اپنے تمام نوجوانوں کو جنہوں نے ننگے سر رہنے کو شعار بنا رکھا ہے توبہ کرنے کی تلقین کریں اور مولانا محمد اسماعیل صاحب سے پہلی ملاقات کی طرح ایک دوسری ملاقات کر کے ان سے معافی مانگ لیں اور وہ معافی نامہ آئندہ ایڈیشن میں شائع فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

حضرت شیخ الہندؒ پر وضع حدیث کا الزام:

داؤد ارشد مولانا محمود حسن خان صاحب کے عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ ان کا شمار آل دیوبند کے اکابرین میں ہوتا ہے۔ مولانا قاسم علی نانوتوی کے شاگرد رشید اور دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے۔ اہل حدیث کی مخالفت ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مختلف فیہ مسائل پر ان کی ایک کتاب ایضاح الادلہ ہے، اس میں تحریر کرتے ہیں کہ:

۔۔۔۔ قول عبداللہ بن مسعود رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرفعناہ وترک فترکناہ (ایضاح الادلہ، صفحہ ۱۷) یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کی تو ہم نے بھی کی، جب آپ علیہ السلام نے چھوڑ دی تو ہم نے بھی چھوڑ دی۔ یہ من گھڑت روایت فقہ حنفی کی معروف کتاب (بدائع الصنائع، صفحہ ۲۰۸، جلد ۱) میں موجود ہے مگر کوئی حنفی سپوت اور منکر سنت اس کا وجود کتب احادیث سے نہیں

ثابت کر سکتا۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۷۰۔۷۱) قارئین کے سامنے داؤد ارشد کی اصل عبارت مع اعتراض ہم نے تحریر کر دی ہے، اس میں لفظ آلِ دیو بند منکرِ سُنّت جیسے الفاظ سے اس کی شائستگی اور قاسم علی نانوتوی سے علمی استعداد پڑھنے والوں پر خوب واضح ہو گئی ہو گی۔ بہر حال میں اصل مسئلہ کی طرف آتا ہوں۔

حقیقت حال:

یہ ہے کہ انگریز کے دور میں جنم لینے والے اس فرقہ نے صدیوں سے متواتر چلی آنے والی نماز اور فقہ حنفی کے دوسرے چند دیگر مسائل پر ایک اشتہار محمد حسین بٹالوی کے ذریعہ علمائے لدھیانہ کے نام بالخصوص اور حنفیانِ پنجاب اور ہندوستان کے نام بالعموم شائع کیا، جس میں دس مسئلے لکھ کر یہ چیلنج دیا کہ:...... ”اگر ان لوگوں میں سے کوئی صاحب مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآن یا حدیثِ صحیح جس کی صحت پر کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس مسئلہ میں جس کے لئے نص صریح قطعی الدلالۃ ہو پیش کریں تو فی آیت اور فی حدیث کے بدلے دس روپیہ بطور انعام کے دوں گا۔“ (نقل اشتہار از ادلہ کاملہ، صفحہ ۹)

ان میں پہلا مسئلہ رفع یدین نہ کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے (حوالہ بالا صفحہ ۱۰) تھا۔ اس کے جواب میں حضرت شیخ الہندؒ نے ایک چھوٹا سا رسالہ ”ادلہ کاملہ“ تحریر فرمایا، اس میں حضرت فرماتے ہیں کہ:...... ”آپ ہم سے رفع یدین نہ کرنے کی حدیث صحیح متفق علیہ مانگتے ہیں جو در بارہ عدمِ رفع ”نص صریح“ بھی ہو۔ جنابِ من ہم آپ سے دوامِ رفع کی نص صریح حدیث متفق علیہ کے طالب ہیں، اگر ہو (تو) لائیے اور دس کی جگہ بیس لے جائیے ورنہ کچھ تو شرمائیے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو آپ آخری وقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں کسی نص سے آپ کا رفع یدین کرنا ثابت کیجئے اور اگر نہ ہو سکے تو پھر کسی کے سامنے منہ نہ کیجئے۔ زیادہ وسعت چاہئے تو ہم صحیح کی بھی قید نہیں لگاتے چہ جائیکہ متفق

علیہ ہو، اگر اس پر بھی آپ سے کچھ نہ بن آئے تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ متبع حدیث و سُنّت کون ہے؟ آپ یا ہم؟“ (ادلہ کاملہ، صفحہ ۱۲۔۱۳)

حضرت شیخ الہندؒ کی گرفت مضبوط تھی کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے۔ مولوی محمد حسین اور اس کا گروہ رفع یدین کا مدعی ہے اور مدعی بھی دوام اور بقائے رفع یدین کا ہے اسی لئے تو وہ اس مسئلہ پر ایک آیت یا ایک حدیث کا مطالبہ کرتا ہے کہ اس میں رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہو اور سلب جزئی ایجاب کلی کی نقیض ہے، معلوم ہوا کہ محمد حسین کا دعویٰ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر رفع یدین کی ہے اور رفع یدین آخر عمر تک باقی رہی۔ تو حضرت شیخ الہندؒ نے یہ بتایا کہ مولوی محمد حسین نے ہم منکرین رفع یدین سے دلیل کا مطالبہ کیا ہے، حالانکہ اصولاً دلیل منکر کے ذمہ نہیں ہوتی مدعی کے ذمہ ہوتی ہے۔ آپ دوامِ رفع یدین کے مدعی ہیں تو اس پر اپنی شرائط کے مطابق نص صریح حدیث متفق علیہ پیش کریں اور مزید ڈھیل دیتے ہوئے حضرت نے متفق علیہ اور صحت کی قید بھی ختم فرما دی کہ تمہارے دوامِ رفع یدین یا آخر تک بقائے رفع یدین اگر غیر متفق علیہ اور غیر صحیح حدیث بھی آپ پیش کر سکتے ہیں تو کریں ہم اس کو بھی قبول کر لیں گے اور یہ بھی متنبہ کر دیا تھا کہ غیر مقلدین کے پاس اپنے دعویٰ کے مطابق کوئی ضعیف حدیث بھی نہیں ہے۔ غیر مقلدین رفع یدین کے بارہ میں جو احادیث پیش کرتے ہیں ان میں اثبات رفع یدین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا مگر وہ باقی رہا اور آپ آخری نماز تک رفع یدین کرتے رہے، اس کی غیر مقلدین کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ محض قیاس کی ایک ادنیٰ قسم استصحاب حال سے یہ بقا کو ثابت کرتے ہیں کہ جب ثابت ہو گیا تو پھر ہوتا رہا ہو گا مگر ہمارے پاس ترکِ رفع یدین کی احادیث ہیں تو ہم نے حدیث پر عمل کیا اور غیر مقلدین قیاس پر عمل کر رہے ہیں، پھر حضرتؒ نے یہ بھی بتایا تھا کہ ثبوتِ رفع یدین بقائے رفع یدین اور نسخ

رفع یدین سے ساکت ہے کہ ایک دفعہ ہونے کے بعد باقی رہا یا منسوخ ہوگیا، غیر مقلدین نے تو قیاس کیا کہ باقی رہا ہوگا اور ہم نے ترک رفع یدین والی حدیث سے عدمِ بقا والے احتمال کو ترجیح دی۔ لہٰذا ہم تو حدیث کو ماننے والے ہوئے اور غیر مقلد صرف قیاس کو ماننے والے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے یہ اُصولی مطالبات اتنے قوی تھے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں جواب شائع کرنے کا بار ہا اعلان کرتا رہا مگر ان فولادی مطالبات کے سامنے آنے کی عملاً ہمت نہ ہوئی، بالآخر اس جماعت کے احسن المناظرین مولوی محمد احسن امروہی نے خانہ پوری کرنے کے لئے مصباح الادلہ لدفع الادلۃ الاذلہ نامی رسالہ لکھا۔ اس میں حضرت شیخ الہندؒ کے کسی اصولی مطالبہ کو پورا نہیں کیا بلکہ عام غیر مقلدوں کی طرح اپنے دوام رفع کے دعویٰ کو چھوڑ دیا اور لکھا کہ ہم تو دوام کے مدعی نہیں، نیز لکھا ہم وجوب رفع یدین کے بھی مدعی نہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ثابت کیا کہ ہم سے یہ مطالبہ کرنا کہ سلب جزئی کے طور پر ترک رفع یدین ثابت کرو، نیز فرمایا اگر وجوب رفع یدین کا دعویٰ نہیں تو سنیت واستحباب کا دعویٰ ہی ثابت کر دیتے۔ مولوی محمد احسن نے سنیت رفع یدین کی جو دلیل پیش کی اس میں اثبات رفع یدین فی الجملہ تھا بقاء اور دوام کا اس میں ذکر نہیں تھا۔ نیز شیخ الہندؒ نے یہ بھی فرمایا کہ احادیث ترک رفع یدین میں ترک بمعنٰی عدم فعل ہی نہیں بلکہ بعض احادیث رواج رفع یدین کے بعد رفع یدین کے موقوف ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسے رویت، ابوداؤد میمون مکی نے حضرت ابن زبیرؓ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو ابن عباسؓ کے پاس شکایت لگائی کہ میں نے ان کو ایسی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ کسی کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ (الخ) اس میں میمون مکی کا یہ جملہ کہ:...... ''میں نے ساری زندگی کسی کو ایسی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہؓ کے زمانے میں رفع یدین متروک ہو چکی تھی، مکہ میں رہنے والا میمون مکی یہ کہتا ہے کہ میں نے ساری عمر رفع یدین دیکھی

تک نہیں اور مکہ وہ شہر ہے جس میں حج کے موقع پر ساری دُنیا کے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رفع یدین صرف مکہ میں ہی متروک نہیں بلکہ دُنیا میں کسی خطہ پر رواج نہ تھا کہ مسنون فعل کو یک لخت صحابہؓ کا چھوڑ دینا یہ نسخ رفع یدین کے احتمال کی ترجیح کے لئے کافی دلیل ہے۔ نیز فرمایا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کی تو ہم نے بھی کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دی تو ہم نے بھی چھوڑ دی اور حضرت ابن عباس، عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ کے اقوال جو کتب فقہ میں مذکور ہیں وہ ترک رفع یدین پر دلالت کرنے والے ہیں اور چند احادیث کی کتابوں کے حوالے دیئے کہ طبرانی ومصنف ابن ابی شیبہ اور امام بخاریؒ کا رسالہ رفع یدین اور طحاوی وغیرہ کو دیکھ لیا جائے۔ ان میں بعض احادیث مرفوعہ وموقوفہ وآثار متعددہ ہمارے دعویٰ کی تائید کرتے ہیں اور عینی حلبی شارح منیہ نے بھی ان میں سے بہت سے دلائل نقل کئے ہیں۔

خدائی گرفت:

محمد احسن امروہوی نے حضرت شیخ الہندؒ کے خلاف انتہائی غلیظ زبان استعمال کی تھی جس کی نحوست اس پر یہ پڑی کہ وہ مرزائی ہو کر مرا۔ اس بات کا اقرار داؤد ارشد نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ادلہ کاملہ کا جواب مولوی محمد احسن امروہی (جو نواب صدیق حسن خان مرحوم کا ملازم تھا اور بعد میں مرتد ہو کر قادیانی ہو گیا) نے مصباح الادلہ کے نام سے لکھا۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۳۵)

بہر حال مولوی محمد حسین نے اشتہار ۱۲۹۰ھ میں لکھا، حضرت شیخ الہند کے سوالوں کا جواب نہ ہی مولوی محمد حسین دے سکا نہ محمد احسن امروہی اور نہ ہی آج تک کسی غیر مقلد نے ان کو ہاتھ لگایا۔ صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول میں دوام ثابت کرنے کے لئے یہ عنوان باندھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک رفع یدین کرتے رہے، اس

میں حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت نقل کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:...... فما زالت
تلک صلوته حتی لقی الله تعالٰی (تلخیص الحبیر) اور ترجمے کے بعد لکھا کہ یعنی
وفات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے تھے۔
(صلٰوۃ الرسول، صفحہ ۲۳۳) مگر اولاً تو یہ حدیث سنداً صحیح نہیں، مولوی عبدالرؤف غیر مقلد
نے صلٰوۃ الرسول کی احادیث کی تخریج کی ہے جو مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں، وہ
فرماتے ہیں حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر (صفحہ ۱، جلد ۲۱) میں اس روایت کو بیہقی سے
منسوب کیا ہے مگر مجھے یہ سنن بیہقی میں نہیں ملی، حافظ زیلعیؒ نے نصب الرایہ (صفحہ ۴۰۹،
جلد ۱) میں اسے سنن بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے۔ نصب الرایہ کے محقق نے کہا کہ یہ
روایت سننِ بیہقی کے مطبوع نسخہ میں نہیں ہے، شاید کہ یہ کتاب المعرفہ وغیرہ میں ہو۔ علی
کل حال یہ روایت انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن قریش بن
خزیمہ ہے اور یہ متہم ہے (صلٰوۃ الرسول مع التخریج، صفحہ ۲۷۳)

دوسرے ایڈیشن میں یہ لکھا ہے کہ اس حدیث میں فمازالت تلک صلوته
حتی لقی الله کا اضافہ انتہائی ضعیف ہے بلکہ باطل ہے۔ (صلٰوۃ الرسول مع حاشیہ
عبدالرؤف، صفحہ ۴۱۴) اس روایت پر پوری جرح ''تجلیاتِ صفدر'' جلد ۴ پر زیرِ عنوان رفع
یدین کی چار روایات کی تحقیق کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔ زمانہ حال کے بعض غیر مقلدوں نے
حضرت شیخ الہندؒ کا چیلنج قبول کرتے ہوئے دوامِ رفع یدین کی ایک اور حدیث تلاش کی جو سند
اور متن کے ساتھ درج کی جاتی ہے:...... قال محمد بن عصمه ناسوار بن عماره نا
رديح بن عطيه عن ابی زرعة بن ابی عبدالجبار ابن معج قال رايت اباهريرة
فقال لاصلين بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ازيد فيها و لا انقص
فاقسم بالله ان كانت هی صلوته حتی فارق الدنيا (الخ) ترجمہ:...... ''حضرت

ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں ضرور ضرور تمہیں نبی پاک والی نماز پڑھاؤں گا نہ اس میں کچھ کمی
کروں گا نہ زیادتی، پھر انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی نماز پڑھتے تھے
یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا چھوڑ گئے تو میں ان کی دائیں طرف کھڑا ہوا تو انہوں
نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی تو اپنا ایک ہاتھ اٹھایا، پھر کچھ دیر بعد رکوع کیا، اس کے بعد تکبیر کہہ
کر رفع یدین کی، پھر سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی، پھر سجدہ کیا اور تکبیر کہی یہاں تک کہ اپنی نماز سے
فارغ ہوگئے۔'' راوی نے کہا کہ انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
ہے یہاں تک کہ آپ دُنیا چھوڑ گئے۔ (کتاب المعجم، صفحہ ۹۷، جلد ۱)

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والی رفع
یدین کہاں ہے اور تیسری رکعت کی رفع یدین کہاں ہے۔ غیر مقلدین نے ان تین رفع یدین
کا دوام ثابت کرنا تھا۔ اس حدیث پاک میں ان میں سے کسی ایک کا دوام تو دُور کی بات ہے
نفسِ ذکر ہی نہیں، اگر دوام ثابت ہوا ہے تو رکوع کے اندر کی رفع یدین ثابت ہوتی ہے جس
کے غیر مقلدین قائل نہیں۔ اس کی تفصیلی بحث بھی آپ ''تجلیاتِ صفدرؒ، جلد ۴'' میں ملاحظہ
فرمائیں۔ بہرحال حضرت شیخ الہندؒ کی بات آج تک پکی ہے کہ غیر مقلدین دوامِ رفع یدین
والے احتمال کو قیاس سے ترجیح دیتے ہیں نہ کہ حدیث سے اور ہم عدمِ بقاءِ رفع یدین والے احتمال
کو احادیثِ کثیرہ سے ترجیح دیتے ہیں۔ بہرحال اس گرفت پر غیر مقلدیت پریشان تھی، اس
پریشانی کو دُور کرنے کے لئے حضرت شیخ الہندؒ پر کچھ جھوٹے الزام لگانے شروع کئے۔ مثلاً:

۱:...... مولوی محمود حسن خان حنفی دیوبندی دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے، حنفی انہیں
شیخ الہندؒ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے معروف سلفی عالم حضرت مولانا ابوسعید محمد
حسین بٹالوی مرحوم کے ایک اشتہار کا جواب ''ادلہ کاملہ'' کے عنوان سے لکھا، جس میں انہوں
نے ایک سطر عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اسے قرآن کریم کی آیت باور کرا کر تقلید کا

وجوب ثابت کیا۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ ۳۵)

نوٹ:...... ادلہ کاملہ میں بحثِ تقلید میں سرے سے کوئی عربی عبارت ہی نہیں چہ جائیکہ اسے آیت قرار دے کر وجوبِ تقلید کو ثابت کیا ہو۔

۲:...... اسی طرح دوسرا الزام سائل کے سوال کے شروع میں گزرا کہ ابن مسعودؓ کی من گھڑت روایت پیش کی ہے۔ (خلاصہ تحفہ حنفیہ، صفحہ ۱۷)

الجواب:...... بندہ یہ پہلے عرض کر چکا ہے کہ داؤد ارشد کے نزدیک کتابت کی غلطی بھی تحریف ہے، روایت بالمعنی بھی تحریف ہے، ان کو روایت بالمعنی اور تحریف میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا اور یہ بات خود تسلیم کر چکا ہے کہ یہ روایت بدائع الصنائع میں موجود ہے۔

قارئین کرام! علامہ کاسانی مؤلف بدائع ۵۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے، ان کے فوت ہونے کے بعد ۱۴۲۱ھ میں داؤد ارشد نے اس روایت کو من گھڑت کہا۔ ۹۳۴ سال تک کسی نے اس کو من گھڑت نہیں کہا تھا بلکہ اس کے ہم معنی روایت حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ سے بخاری کی شرح میں علامہ عینی نے نقل کیا ہے اور اس کو دلیل نسخ بنایا ہے۔ (دیکھئے عمدۃ القاری، صفحہ ۹۸، جلد ۵) نیز اس کے اور بھی شواہد ہیں جن میں ابن عمرؓ کی درج ذیل روایت ہے:......

حدثنی عثمان بن محمد قال قال لی عبدالله بن یحییٰ حدثنی عثمان بن سوادة بن عباد عن حفص بن میسرة عن زید بن اسلم عن عبدالله بن عمر قال کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم بمکة نرفع ایدینا فی بدأ الصلوٰة وفی داخل الصلوٰة عند الرکوع فلما هاجر النبی صلی الله علیه وسلم الی المدینة ترک رفع الیدین فی داخل الصلوٰة عندالرکوع وثبت علی رفع الیدین فی بدء الصلوٰة (اخبار الفقہاء والمحدثین، صفحہ ۲۱۴)

معلوم ہوا کہ مکی زندگی میں رفع یدین تھی اور مدنی زندگی میں متروک ہوگئی، بہر حال حضرت ابن عباسؓ والی روایت کی طرح یہ روایت بھی حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کی مؤید

ہے، لہٰذا اس روایت کو من گھڑت کہنا حضرت شیخ الہندؒ اور صاحب بدائع الصنائع پر بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ اسلاف سے بدگمانی اور بدزبانی کے مرض سے محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

صاحب ھدایہ پر وضع حدیث کا اعتراض:

قارئین کرام! صاحب ہدایہ چھٹی صدی ہجری کے آدمی ہیں۔ آپ کی وفات ۵۹۳ھ میں ہوئی۔ مولانا عبدالحی صاحبؒ ان کی توثیق ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ آپ امام، فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، جامع للعلوم، ضابطہ للفنون، متقن، محقق، نظار، مدقق، زاہد، ورع، بارع، فاضل، ماہر، اصولی ادیب تھے۔ (الفوائد البہیہ، صفحہ ۱۴۱) صاحب ہدایہ نے ۵۷۳ھ کو ہدایہ لکھنا شروع کیا اور ۵۸۶ھ میں اس کا اختتام ہوا۔ اس ۱۳ سال ہدایہ کی مدتِ تصنیف میں آپؒ نے مسلسل روزے رکھے اور روزے بھی ایسے رکھے کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ صبح کا کھانا آتا تو آپؒ خادم کو فرماتے، یہاں رکھ دو اور کسی طالب علم کو کھلا دیتے۔ خادم بعد میں برتن خالی لے جاتا اور سمجھتا کہ کھانا آپ نے کھا لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ اس وقت سے لے کر آج تک نصاب میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ مذاہب اربعہ کی کتب میں کوئی کتاب ہدایہ کے مرتبہ کی نہیں۔ فقہاء کی کلام کے خلاصہ ذکر کرنے میں اور اس کی عمدہ تعبیر میں اور مفاہیمِ نفس میں اہم مسائل کے ایسے کلمات کے ساتھ جمع کرنے میں جو تمام کے تمام چمکدار موتیوں کی طرح ہیں۔ نیز حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک (غیر مذہب) شیعہ فاضل نے یہ سچی بات کہی کہ مسلمانوں میں ادب عربی کی تین کتابیں ہیں۔ (۱) قرآن پاک، (۲) صحیح بخاری، (۳) ہدایہ ...... نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض فضلاء نے سوال کیا کہ آپ فتح القدیر جیسی کتاب لکھنے کی قدرت رکھتے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں...... انہوں نے کہا کہ ہدایہ جیسی کتاب؟ میں نے کہا، ہرگز نہیں...... اگرچہ اس کی چند

سطریں ہی کیوں نہ ہوں۔ (مقدمہ نصب الرایہ، صفحہ۱۴)

غیر مقلدین کی حالت:

انگریز کے دور میں پیدا ہونے والے اس فرقہ نے فقہ حنفی کے مقابلہ میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ مثلاً (۱) نزل الابرار من فقہ النبی المختار، (۲) ہدیۃ المہدی، (۳) کنز الحقائق، (۴) عرف الجادی، (۵) فقہ محمدی وغیرہا...... مگر ان کتابوں کو غیر مقلدین نے ہی قبول نہیں کیا۔ چنانچہ ان کتب میں سے کوئی کتاب آج ان کے نصاب میں داخل نہیں، البتہ ہدایہ انگریز یونیورسٹیوں کے علاوہ ان غیر مقلدین کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ اس سے اس کی قبولیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر نمک حرامی کی یہ حالت ہے کہ اگر پوچھا جائے کہ آپ فقہ حنفی کی کتابیں کیوں پڑھاتے ہیں......؟ تو کہیں گے کہ ہم تردید کے لئے پڑھاتے ہیں۔

بہرحال بقول مولانا رومؒ ؎

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند ہر کسے بر طینت خود مے تند

غیر مقلدین اس مقبولیت عامہ پر جلتے بھی ہیں۔ چنانچہ داؤد ارشد صاحب فرماتے ہیں:...... ''صاحب ہدایہ ان کا شمار فقہائے احناف کے ان لوگوں میں ہوتا ہے جن پر تمام مقلدین کو فخر ہے۔ انہوں نے موضوع و من گھڑت روایات اس قدر بیان کی ہیں کہ اگر ہم ان کو شمار کریں تو چالیس اربعین بنا سکتے ہیں۔ مگر ہمارا مقصود استیعاب نہیں صرف یہ بتانا مطلوب ہے کہ وضاعین میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنے مذہب کی وکالت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:...... لقوله عليه السلام من صلى خلف عالم تقى فكانما صلى خلف النبى (ہدایہ، صفحہ۱۲۲، جلد۱) پورے ذخیرہ حدیث میں اس کا قطعاً کوئی وجود نہیں، یہ صاحب ہدایہؒ نے اللہ کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر وضع کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے (درایہ صفحہ۱۶۱، جلد۱) میں لم اجد کہا ہے۔ ملا علی قاری حنفی نے (موضوعات ۱۲۱) میں لا اصل

له کہا ہے۔ علامہ زیلعیؒ حنفی نے (نصب الرایہ، صفحہ۲۶، جلد۲) میں غریب لکھا ہے۔ علامہ البانی نے لا اصل له کہا ہے۔ الضعیفہ رقم الحدیث ۵۷۳ علامہ فتنی نے لم اقف عليه بهذا اللفظ کہا ہے۔ تذکرہ، صفحہ۴۰ (تحفۂ حنفیہ، صفحہ۷۴، ۷۵)

قارئین کرام! صاحب ہدایہ کو آج تک کسی ناقد نے وضاع نہیں کہا۔ داؤد ارشد نے اس کو وضاع کہہ کر اسماء رجال کے پورے فن سے اعتماد اٹھا دیا ہے کہ نقدِ رجال کا یہ گوشہ تمام محققین سے پوشیدہ رہا ہے، تو معلوم نہیں کتنے وضاع حدیث پر کتب رجال میں پردہ ڈال دیا گیا ہوگا۔ یہاں بھی روایت بالمعنی کا چکر ہے۔ جو حوالہ جات داؤد صاحب نے ذکر کیے ہیں اگر وہ پورے ذکر کر دیے جائیں تو کسی کو کوئی اشکال پیش نہ آتا۔ حافظ ابن حجرؒ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ:...... ''میں نے اس حدیث کو نہیں پایا۔'' اور حاکم اور طبرانی نے مرثد بن ابی مرثد غنویؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:...... ''اگر تمہیں یہ بات اچھی لگے کہ تمہاری نماز مقبول ہو تو تمہارے نیک لوگ تمہاری امامت کرائیں۔'' اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ:...... ''تمہارے علماء تمہاری امامت کرائیں کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے قاصد ہیں۔'' اور اس حدیث کو دار قطنی نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:...... ''اپنے امام اپنے بہتر لوگوں کو بناؤ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے سفیر ہیں۔'' (الدرایہ بر حاشیہ ہدایہ، صفحہ۱۱۳)

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث سے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ الفاظ مجھے نہیں ملے اور پھر معناً حضرت مرثدؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی دو حدیثیں اس کی تائید میں ذکر کر دیں اور بتا دیا کہ اگر الفاظ نہ بھی ملیں تو حرج نہیں، یہ روایت بالمعنی ہوگی۔ اسی طرح ملا علی قاریؒ کا لا اصل له کہنا الفاظ کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس سے قبل ملا علی قاریؒ نے اس کو غیر معروف کہا ہے اور علامہ سخاوی کا قول:...... لم اقف عليه بهذا اللفظ (یعنی ان

الفاظ پر مجھ کو واقفیت حاصل نہیں ہوئی) نقل کر کے فرماتے ہیں:...... ولکن معناہ صحیح لما رواہ الدیلمی من حدیث جابر مرفوعاً بلفظ قدموا اخیارکم تزکوا اعمالکم وللحاکم والطبرانی بسند ضعیف عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی رفعہ ان سرکم ان تقبل صلوٰتکم فلیؤمکم خیارکم (موضوعات، صفحہ۷۸) یعنی اس حدیث کا معنی صحیح ہے۔ اس حدیثِ جابرؓ کی وجہ سے جس کو دیلمی نے مرفوعاً ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ اپنے بہتر لوگوں کو آگے کرو تاکہ تم اپنے اعمال کو پاکیزہ بناؤ اور حاکم اور طبرانی میں سندِ ضعیف سے مرثد بن ابی مرثد غنوی کی مرفوع روایت ہے کہ اگر تمہیں یہ بات اچھی لگے کہ تمہاری نماز قبول ہو تو اپنے اچھے لوگوں کو امام بناؤ۔

علامہ زیلعیؒ نے بھی اس حدیث کو غریب کہہ کر حضرت مرثدؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایات سے اس کی تائید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو نصب الرایہ، صفحہ۲۶، جلد۲) البانی غیر مقلد ہے۔ اس کی جرح کا اعتبار نہیں، اس نے تو صحاح اربعہ سمیت اکثر کتب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ضعیف صحیح علامہ محمد طاہر پٹنی نے بھی الفاظ سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ صاحب ہدایہ پر اعتراض نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ جن حضرات کے حوالے نقل کئے ہیں ان میں سے کسی نے اس حدیث کو موضوع نہیں کہا بلکہ دوسری روایات سے اس کے معنی کو درست قرار دیا اور روایت بالمعنی کو وضع سے تعبیر کرنا یہ غیر مقلدیت ہی کا نتیجہ ہے ورنہ پہلے بندہ نے روایت بالمعنی کے جواز کو بقدرِ ضرورت ذکر کر دیا ہے۔

نوٹ:...... واضح رہے کہ کسی حدیث کا غریب ہونا جرح نہیں، بخاری شریف کی پہلی اور آخری دونوں روایات غریب ہیں۔

فائدہ:...... اسی طرح ضعیف روایت فضائل میں ذکر کی جا سکتی ہے اور اگر دو ضعیف روایتیں مل جائیں تو وہ حدیث حسن بن جاتی ہے۔ (کذا فی کتب الاصول) بہر حال

صاحب ہدایہ پر ارشد صاحب نے وضع حدیث کا الزام لگایا، اس پر لازم تھا کہ اس کو دلیل سے ثابت کرتا اور دلیل اسکے نزدیک صرف کتاب اللہ اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ وہ اہلحدیث کا تعارف ان الفاظ میں کرواتے ہیں:...... ''جو ان تو ایجاد تخیلات اور تصورات سے دُور رہ کر صرف اور صرف کتاب وسُنّت پر عمل کرتے ہیں، کتاب وسُنّت کے مقابلہ میں ان کو کسی ایک کے قول ورائے سے کوئی سروکار نہیں۔ اس جماعت کا نام طائفہ منصورہ، اہلِ سُنّت اہلِ حدیث ہے۔'' (تحفۂ حنفیہ، صفحہ۲۱) اسی طرح وہ ابن قیم کا قول نقل کرتے ہیں کہ:...... ''وہ کسی ایک کے قول اور قیاس کی تقلید نہیں کرتے۔'' (تحفۂ حنفیہ، صفحہ۲۱) یہ تو یحییٰ گوندلوی کے اقوال انہوں نے ذکر کئے ہیں اسی طرح مبشر ربانی فرماتے ہیں کہ:......

''تمام شرعی احکام کا دارومدار قرآن وحدیث پر ہے۔'' (تحفۂ حنفیہ، صفحہ۱۵)

نیز داؤد صاحب فرماتے ہیں کہ:...... ''واجب الاطاعت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور انبیاء کی اتباع اور پیروی درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔'' (تحفۂ حنفیہ، صفحہ۱۲۷) نیز فرماتے ہیں کہ:...... ''ہمارے نزدیک احکامِ شرعیہ میں قرآن وحدیث ہی کافی ہے۔'' (تحفۂ حنفیہ، صفحہ۱۲۸) نیز فرماتے ہیں کہ:...... ''دین عبارت ہے قرآن وحدیث سے۔'' (تحفۂ حنفیہ، صفحہ۱۸۰) تو صاحب ہدایہ کے وضاع حدیث ہونے کے دعوٰی کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا تھا مگر بجائے قرآن وحدیث کے پیش کرنے کے چند اُمتیوں کے اقوال قطع وبرید کر کے پیش کئے جو داؤد صاحب کے نزدیک بے دینی اور شرک ہے۔ اب اس کتاب کو پڑھنے والے بھی داؤد کی تقلید کر کے مشرک بن جائیں گے تو بعض فقہاء کی کیسی مار پڑی کہ خود بھی ایمان کھو بیٹھے اور دوسروں کو بھی شرک کی راہ پر ڈال دیا اور دعوٰی خدا اور خدا کے رسول کو ماننے کا ہے۔ تمام غیر مقلدین عوام کو یہی کہتے ہیں کہ ہم خدا اور خدا کے رسول ہی کے فیصلے کو مانتے ہیں۔ اب داؤد ارشد کے اس فیصلے کو ماننا داؤد ارشد کو خدا

یا رسول کا درجہ دینا ہے جو شرک فی التوحید یا شرک فی الرسالۃ ہے۔ سوم ہوا کہ اس کتاب پر اعتماد کرنے والے شرک فی التوحید یا شرک فی الرسالۃ کے مرتکب ہوں گے۔ اگرچہ عوام کو ہزار بار توحید کے نام پر دھوکہ دیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین

نسخہ ابن ابی شیبہ:

بندہ نے پہلے بھی یہ لکھا تھا کہ داؤد ارشد کا کام یہ ہے کہ روایت بالمعنی کو تحریف یا کتاب کی غلطی ہو تو اس کو تحریف اسی طرح اختلاف نسخہ ہو تو اس کو بھی تحریف کے عنوان سے عوام میں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر کتاب کے مختلف نسخے ہوتے ہیں اور نسخوں میں کمی اور زیادتی بھی ہوتی ہے۔ بخاری شریف کے مختلف نسخے ہیں جن کا تعارف بخاری شریف کے دیباچہ میں کرایا گیا ہے اور بخاری شریف کے حواشی پر متعدد جگہ نسخوں کے اختلاف کی وضاحت کی گئی ہے۔ مؤطا امام مالک کے تقریباً ۱۶ نسخے ہیں اور ہر نسخے کا دوسرے نسخہ سے اختلاف ہے۔ آج تک کسی نے اس کو تحریف نہیں کہا۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ کے تحت السرۃ کے الفاظ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں موجود ہیں اور بعض نسخوں میں نہیں۔ علامہ محمد ہاشم سندھی متوفی ۱۱۷۴ھ محمد حیات سندھی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ تحت السرۃ کا لفظ مصنف ابن ابی شیبہ کے تین نسخوں میں پایا گیا ہے۔ (۱) شیخ محمد قاسم محدث دیار مصریہ کا نسخہ، (۲) محمد اکرم نصر پوری کا نسخہ جس کو ہم نے سندھ میں دیکھا، (۳) مفتی مکہ شیخ عبدالقادر کا نسخہ جس کو ہم نے مکہ میں دیکھا ہے۔ البتہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری کے نسخہ میں تحت السرۃ کے الفاظ ساقط ہیں۔ (خلاصہ ترصیع الدرۃ، صفحہ ۸۲)

اصل میں یہاں دو مسئلے ہیں۔ (۱) نماز میں ہاتھوں کا باندھنا، (۲) ناف کے نیچے باندھنا۔ ایک نسخہ میں صرف ہاتھ باندھنے کا ذکر ہوا اور تین نسخوں میں باندھنے کے مقام یعنی تحت السرۃ کو بھی ذکر کر دیا۔ ہم دونوں باتوں کو مانتے ہیں اور ہمارے نزدیک دونوں نسخوں

میں تعارض نہیں ہے۔ ہم ہاتھ باندھنے کے بھی قائل ہیں اور ناف کے نیچے باندھنے کے بھی قائل ہیں۔ غیر مقلد ان نسخوں میں تعارض سمجھتے ہیں حالانکہ تعارض تب ہوتا کہ عبداللہ بن سالم کے نسخہ میں تحت السرۃ کی نفی ہوتی حالانکہ اس میں تحت السرۃ کی نفی نہیں ہے۔ البتہ محمد حیات سندھی نے تعارض پیدا کرنے کے لئے یہ کہا کہ عبداللہ بن سالم کے نسخہ میں علی الصدر کے الفاظ ہیں تو مولانا محمد ہاشم صاحب فرماتے ہیں کہ یہ صریح کذب ہے جیسا کہ ہم نے خود اس نسخہ کو دیکھا ہے۔ (ترصیع الدرہ، صفحہ ۸۲)

پھر اگر بغرضِ محال تعارض ہوتا بھی تو تین نسخوں کو ایک پر ترجیح ہونی چاہئے نہ ایک کو تین پر بالخصوص جبکہ مکہ والا نسخہ بھی تحت السرۃ والا ہے تو مکہ کا نام لینے والے آج کل لوگوں کو مکی نسخہ چھڑا کر بصری نسخہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں تو طیب اکیڈمی ملتان والوں نے اگر بصری نسخہ کے ساتھ مکی ابن ابی شیبہ کا فوٹو لگا دیا تو غیر مقلدوں کو تو مکی نسخہ پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے تھا مگر وہ مکہ کے نام سے چڑتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ تحت السرۃ والا نسخہ طیب اکیڈمی سے پہلے کراچی سے بھی چھپ چکا ہے۔

تنبیہ:...... دورِ حاضر کے غیر مقلد عالم مولوی عبدالرؤف خریج کلیۃ الشریعہ الجامعۃ الاسلامیہ المدینۃ المنورہ نے بھی اس نسخہ کو صحیح تسلیم کیا ہے اور اس حدیث کی سند کو بھی صحیح مانا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:...... "مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں حدیثِ وائل بن حجر کے ایک طریق میں تحت السرۃ کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔ احناف میں سے بعض نے زیرِ ناف ہاتھ رکھنے پر اس سے بھی دلیل لی ہے۔" (ملاحظہ ہو التنقیح الضروری، حاشیہ صلوٰۃ الرسول، صفحہ ۲۳۰)

چور مچائے شور:

چور مچائے شور کا محاورہ مشہور ہے۔ یہاں بھی کچھ معاملہ یہی ہے کہ اپنی چوریوں پر

پردہ ڈالنے کے لئے اُمت کے دوتہائی سے زائد احناف مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں تحریف کا الزام لگا دیا تا کہ اس مسئلہ میں ان کی خیانتوں سے صرف نظر کر لیا جائے۔

محل وضع یدین میں غیر مقلدین کی بددیانتیاں اور خیانتیں

مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ ایت فصل لربک وانحر کا معنی کرتے ہیں کہ نماز پڑھو اور سینہ پر ہاتھ باندھو۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۵۳۴، فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۵، جلد ۳) حالانکہ یہ تفسیر مردود ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں اور جمہور مفسرین نے اس سے قربانی مراد لی ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب کے الفاظ یہ ہیں:...... وقیل المراد بقوله وانحر وضع الید الیمنیٰ علی الیسریٰ تحت النحر یرویٰ هذا عن علیؓ ولا یصح (تفسیر ابن کثیر، صفحہ ۳۸۸، جلد ۷) پھر اور اقوال تفسیر یہ نقل کر کے فرماتے ہیں:...... وکل هذه الاقول غریبة جداً والصحیح القول الاول ان المراد بالنحر ذبح المناسک یعنی یہ تمام تفسیری اقوال بہت ہی غیر مانوس ہیں۔ صحیح پہلا قول ہے کہ نحر سے مراد قربانی کے جانور ذبح کرنا ہے۔ (ابن کثیر، صفحہ ۳۸۹، جلد ۷) تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اکثر مفسرین اس مسلک پر ہیں کہ نحر سے مراد قربانی ہے۔ (روح المعانی، صفحہ ۴۴۳، جلد ۱۵) علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ نحر کے مختلف تفسیری اقوال میں سے میرے نزدیک درستگی کے زیادہ لائق ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ اپنی قربانی اللہ ہی کے لئے کر نہ بتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی اس تکریم کا شکر ادا کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی۔ (جامع البیان، صفحہ ۲۱۲) غیر مقلدین کے وحید الزمان کے ترجمہ پر عبد الفتاح کے حواشی فوائد سلفیہ کے نام سے شائع کئے ہیں۔ اس میں لکھا ہے یعنی نماز کی طرح آپ کی قربانی بھی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ صحیح مسلم میں ہے

کہ جس نے اللہ کے سوا کسی اور کے لئے قربانی کی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (فتح البیان) اکثر مفسرین نے وانحر کے معنی قربانی کرنا ہی لئے ہیں اور یہی راجح ہے وبه قال غیر واحد من السلف مگر بعض نے اس کے معنی نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا بھی کئے ہیں۔ یہ حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے ولا یصح (فوائد سلفیہ برحاشیہ ترجمہ قرآن، صفحہ ۷۱۸)

عجیب بات یہ ہے کہ فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۳ میں تو اس آیت سے سینہ پر باندھنے پر استدلال کیا مگر جلد ۱۳ میں عبد الرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں:...... فصل لربک وانحر پس اپنے رَب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ تقریباً تمام قدیم جدید مفسرین کے نزدیک وانحر سے مراد دس ذوالحجہ کی قربانی ہے۔ چنانچہ فخر الدین رازی شافعیؒ متوفی ۶۰۶ھ، امام ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، مفسر شوکانی ۱۲۵۰ھ، مفسر محمود آلوسی حنفی ۱۲۷۰ھ، مفسر قرطبی مالکی ۶۷۱ھ، نواب سید صدیق حسن اور شیخ احمد مراغی ۱۹۴۵ء وغیرہ نے اس کو ترجیح دی ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ مفسرین نے اس کے علاوہ اور معنی بھی کئے ہیں، لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۱۹، جلد ۱۳)

جھوٹ نمبر ۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۴۵۷، جلد ۱)

تبصرہ:...... یہ بخاری شریف پر صریح جھوٹ ہے۔ بخاری شریف میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی کوئی روایت نہیں، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا تھا:......

"وہ خلیفہ جسکی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی هذا خلیفة الله المهدی (شہادۃ القرآن، صفحہ ۴۴) جس طرح یہ روایت بخاری میں نہیں اسی طرح سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت بخاری شریف میں نہیں۔

جھوٹ نمبر۳:

سینہ پر ہاتھ باندھنا نماز میں صحیح احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے:...... حدثنا یحیٰ بن هلب عن ابیه قال رایت النبی صلی الله علیه وسلم ینصرف عن یمینه وعن شماله ویضع یده علی صدره ووصف یحیٰ الیمنی علی الیسریٰ فوق المفصل رواه الامام احمد فی سنده (فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۴۴۵، ۴۴۶، جلد۱) عن قبیصه بن هلب عن ابیه قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم ینصرف عن یمینه وعن یساره ورایته یضع یده علی صدره الخ قبیصہ بن حلب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) دائیں بائیں طرف پھرتے اور (نماز میں) سینہ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۴۵۸، جلد۱)

تبصرہ:...... پہلے حوالہ میں قبیصہ بن ہلب کی جگہ یحیٰ بن ہلب بنا دیا ہے، اگرچہ دوسرے حوالہ میں قبیصہ بن ہلب درست کر دیا، مگر اس حدیث میں یضع هذه علی صدره تھا۔ (مسند احمد، صفحہ ۲۲۶، جلد۵) مگر ان دونوں حوالوں میں یضع یده علی صدره کر دیا اور ترجمہ بھی ید کا ہاتھ کر دیا اور پھر دوسرے حوالہ میں ترجمہ کرتے ہوئے بریکٹ میں (نماز میں) کا لفظ بڑھا کر اپنا استدلال بنایا حالانکہ اصل روایت میں فی الصلوٰۃ کا لفظ نہیں ہے اور پھر یہ بھی نہیں بتایا کہ اس روایت میں صدرہ کا لفظ سماک بن حرب کے چھ شاگردوں (زہیر، سفیان، شریک، شعبہ، ابوالاحوص، زائدہ) میں سے صرف سفیان کے طریق میں ہے اور پھر سفیان کے شاگرد یحیٰ اس کو نقل کرتے ہیں۔ وکیع کی روایت میں صدرہ کے لفظ نہیں پھر اجمال اور تفصیل میں مطابقت نہیں۔ هذه علی صدره کی تفصیل خود یحیٰ نے الیمنیٰ علی

الیسریٰ کے ساتھ کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل الفاظ هذه علی هذه تھا کہیں کاتب کی غلطی سے صدرہ بن گیا اس کو غیر مقلدین نے علاقے کے متواتر عمل کے خلاف پیش کرنا شروع کر دیا، اور اگر هذه علی صدره کے الفاظ تسلیم کر لئے جائیں تو هذه اسم اشارہ مفرد ہے تو ایک ہاتھ کا سینہ پر رکھنا ثابت ہوگا، دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھنے کا مسئلہ پھر بھی ثابت نہ ہوگا۔

نوٹ:...... ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اس روایت کو ذکر کیا ہے مگر اس میں سینہ کے الفاظ نہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے بھی صفحہ ۶۷ پر ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے اس روایت کو سینہ کے لفظ کے بغیر ذکر کیا ہے۔

جھوٹ نمبر۴

ابن خزیمہ کی روایت میں علی صدره کا لفظ تھا جس کی سند درج ذیل ہے:......

اخبرنا ابوطاهر نا ابوبکرنا ابو موسیٰ نامؤمل نا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر اس ضعیف سند کی جگہ مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری مولوی عبید اللہ مبارک پوری اور مولوی علی محمد سعیدی نے مسلم شریف کی یہ سند لگا دی:......عن محمد بن یحییٰ عن عفان عن همام عن محمد بن جحاده عن عبدالجبار بن وائل من[1] علقمة بن وائل و مولیٰ لهم عن ابیه انتهی اور اسی سند سے مسلم میں یہ متن بغیر زیادت علی الصدر کے بایں الفاظ مروی ہے:...... ثم وضع یده الیمنیٰ علی الیسریٰ (صفحہ ۱۷۳، جلد۱) (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۴۴۴، فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۱، ۹۲) ([1] اصل لفظ عن ہے نہ کہ من)

نوٹ:...... مسلم شریف کی سند میں بھی گڑبڑ کر دی ہے۔ مسلم شریف میں سند اس طرح ہے:...... زهیر بن حرب قال ناعفان قال ناهمام قال نامحمد بن جحاده قال حدثنی عبدالجبار بن وائل عن علقمة بن وائل ومولی لهم الخ یعنی امام

مسلم کے استاد اور عفان بن مسلم کے شاگرد زہیر بن حرب تھے۔ ان حضرات نے زہیر کو محمد بن یحیٰی بنادیا۔

جھوٹ نمبر ۵:

مولوی ثناء اللہ صاحب ابن خزیمہ کی روایت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ (ابن خزیمہ نے) اس کو صحیح بھی بتلایا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۴۵۷، جلد۱) یہ بھی جھوٹ ہے۔ ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح نہیں کی۔

نوٹ:...... واضح رہے کہ یہ فتاویٰ ثنائیہ وہ فتویٰ کی کتاب ہے جس کے بارہ میں علامہ احسان الٰہی ظہیر فرماتے تھے کہ اُردو فتاویٰ میں جامع اور صحیح ترین مجموعہ ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۱۵) نیز فرماتے ہیں کتاب و سُنّت کے اس قدر قریب اور مسلکِ سلف کے اس قدر مطابق فتاویٰ کا اور کوئی مجموعہ اُردو میں موجود نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، صفحہ ۱۵)

ع جس کی بہار یہ ہو اس کی خزاں نہ پوچھ

جھوٹ نمبر ۶

سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت صحیح ہے۔ بلوغ المرام، صفحہ ۴۶ و تخریج زیلعی ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۵، جلد۳) یہ ابن حجرؒ اور زیلعیؒ پر سفید جھوٹ ہے۔ انہوں نے صرف حدیث کو نقل کیا، اس کی تصحیح نہیں کی۔

جھوٹ نمبر ۷

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تاوفات سینہ پر ہاتھ باندھنے کے سوال کا جواب دیتے ہوئے مولوی شرف الدین دہلوی فرماتے ہیں:...... ''دوام کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفسِ نماز پڑھنے پر دوام کیا ہے اور یقیناً کیا ہے تو پھر ان اُمور مذکورہ بالا پر (یعنی سینہ پر ہاتھ رفع یدین، آمین بالجہر، ناقل) جو احادیث متفقہ سے ثابت ہے

دوام ان کا بھی ثابت ہے۔'' (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۱، جلد۳) ان مسائل ثلاثہ میں دوام کی ایک روایت بھی صحیح نہیں۔ یہ ایک ہی سانس میں تین جھوٹ ہیں اور پھر احادیث متفقہ سے عرف میں بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایات مراد ہوتی ہیں جبکہ سینہ پر ہاتھ باندھنے اور آمین بالجہر کوئی صریح روایت نہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں چہ جائیکہ متفق علیہ ہو۔

جھوٹ نمبر ۸

علمائے حنفیہ مثلاً مولنا عبدالحی لکھنوی مرحوم بکثرت اور مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم بھی ان کے قائل تھے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹۱، جلد۳) یہ بھی دونوں بزرگوں پر جھوٹ ہے۔ حضرت مولنا عبدالحی صاحبؒ تحت السرۃ کے حاشیہ میں حدیثِ علیؓ سے استدلال کرتے ہیں اور حدیثِ وائل تحت السرۃ والی کو ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نقل کرکے فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیثِ علیؓ کے لئے شاہد ہے، پھر فرماتے ہیں کہ سینہ والی روایت ہمارے نزدیک عورتوں کے حق میں ہے کیونکہ یہ ان کے لئے زیادہ ستر والی چیز ہے۔ (خلاصہ حاشیہ شرح وقایہ، صفحہ ۱۳۵، حاشیہ نمبر۲) اسی طرح مولنا عبدالحی صاحب حدیثِ علیؓ میں عبدالرحمٰن بن اسحٰق کا ضعف نقل کرکے فرماتے ہیں:...... لکن له شواهد لیکن اس زیرِ ناف والی حدیث کے بہت سے شواہد ہیں، پھر حضرت علیؓ کے اپنے عمل اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو شاہد کے طور پر ذکر کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ:...... تحت السرة والامسک اقرب الی التعظیم اور اہل کتاب کے تشبہ سے زیادہ بعید اور سترِ عورت اور حفظِ ازار کے زیادہ قریب ہے۔ (خلاصۃ السعایہ، صفحہ ۱۵۶) اسی طرح حضرت گنگوہیؒ اس مسئلہ میں ائمہ کے دونوں قسم کے اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں۔ پس اب تقلیداً جس پر چاہے عمل کرے اور اولیٰ جانب کی کوئی گنجائش رد و قدح کی نہیں۔ البتہ ان جملہ مسائل میں بندہ کے نزدیک رائے امام ابو حنیفہؒ کی ہی راجح ہے۔

(سبیل الرشاد مع تالیفات رشید، صفحہ ۵۱۵) اسی طرح حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں تیسیر الوصول میں روایت ہے:...... عن ابی جحیفة ان علیاؓ قال السنة وضع الكف فی الصلوٰة تحت السرة (اخرجہ رزین) اور سنت فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے تو بس اس روایت سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے خوب روشن ہیں۔ انکار اس کا بجز تعصب اور کیا ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ مع التالیفات، صفحہ ۲۱۶) اسی طرح حضرت فرماتے ہیں:......

"ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مستحب ہے اور اس مسئلہ میں خلاف امام شافعیؒ صاحب کا ہے، وہ ناف کے اوپر مستحب فرماتے ہیں۔" (فتاویٰ رشید مع التالیفات، صفحہ ۲۶۳) اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت گنگوہیؒ کا اپنا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے استحباب کا ہے، البتہ ترکِ مستحب گناہ نہیں اس لئے حضرت نے دوسرے ائمہ کی تقلید میں اگر کوئی دیانۃً اس کو ترک کرے تو اس کو جائز لکھا ہے اور اگر ہوائے نفسانی کی وجہ سے ترک کرے تو ناجائز لکھا ہے۔ بہرحال حضرت گنگوہیؒ کے بارہ میں یہ کہنا کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل تھے یہ محض بہتان ہے۔

جھوٹ نمبر ۹

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے۔ (ہدایہ، صفحہ ۳۵۰، جلد ۱)

جھوٹ نمبر ۱۰

سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے۔ (صفحہ ۳۵۰، جلد ۱) (شرح وقایہ، صفحہ ۹۳)

جھوٹ نمبر ۱۱

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں ہے۔ وہ قول حضرت علیؓ سے

ہے اور ضعیف ہے۔ (شرح وقایہ، صفحہ ۹۳، حقیقۃ الفقہ، صفحہ ۱۹۳، حصہ دوم) یہ تینوں سفید جھوٹ ہیں۔ ہدایہ اور شرح وقایہ میں یہ تینوں باتیں موجود نہیں بلکہ ہدایہ میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث ہے۔ قدوری کے قول تحت السرة کو مدلل کیا ہے اور امام مالکؒ کے ارسال یدین والے مسلک کی اور امام شافعیؒ کی سینے والی روایت کی تردید کی اور پھر قیاس سے بھی اس حدیث کی تائید کی ہے کہ نماز میں مقصود تعظیم خداوندی ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اقرب الی التعظیم ہے۔ (ملاحظہ ہو ہدایہ، صفحہ ۸۶، جلد ۱) اور یہ اصول صرف فقہا کا نہیں بلکہ محدثین کا بھی ہے کہ جب کوئی فقیہ کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ اس کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ بیہقی کی جرح کردہ ایک حدیث کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:...... وقد احتج بهذا الحديث احمد و ابن المنذر وفی جزمهما بذلک دلیل علی صحة عندهما (تلخیص الحبیر، صفحہ ۱۷۰، جلد ۱) (بحوالہ مقدمہ اعلاء السنن، صفحہ ۳۸، مع الحاشیہ) یعنی اس حدیث سے امام احمدؒ اور ابن المنذرؒ نے استدلال کیا ہے اور ان کے اس استدلال کے یقین کر لینے میں ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ ابن جوزی اپنی کتاب التحقیق میں فرماتے ہیں:...... فاذا اورد الحديث محدث واحتج به حافظ لم يقع فی النفوس الا انه صحيح (نصب الرایہ، صفحہ ۱۳۷، جلد ۲) کہ جب کوئی محدث حدیث کو ذکر کرے اور کوئی حافظ اس سے استدلال کرے تو دلوں میں یہی بات آتی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نماز میں سورۃ کی چند آیات پر اکتفاء کے جائز ہونے پر حضرت حسن بصریؒ کا یہ اثر ذکر کرتے ہیں:...... قال غزونا خراسان ومعنا ثلاث مأة من الصحابة فكان الرجل منهم يصلی بنا فيقرء الآيات من السورة ثم يركع اور فرماتے ہیں:...... اخرجه ابن حزم محتجاً به یعنی ابن حزم نے اس اثر کو استدلال کے طور پر ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری،

صفحہ ۳۲۶، جلد ۲) مگر یوسف جے پوری اس کی طرف تضعیف کی نسبت کرتا ہے اور صاحب ہدایہ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی تردید کی ہے اور وہ کہتا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح شرح وقایہ میں صرف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مسئلہ ہے، سینے پر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ ہی ذکر نہیں کیا اور فریقین کے استدلال کو ذکر ہی نہیں کیا چہ جائیکہ تحت السرۃ والی حدیث کو ضعیف اور سینے والی کو قوی قرار دیا ہو۔ شرح وقایہ اور ہدایہ عربی کی کتابیں ہیں کوئی غیر مقلد ان کی عربی عبارت پیش نہیں کرسکتا جس میں یہ تینوں مسئلے ہوں۔

غیر مقلدین کا عذر گناہ بدتر از گناہ

آج کل بعض غیر مقلد یہ کہتے ہیں کہ حقیقۃ الفقہ کے ہر صفحہ پر لکھا ہے کہ کتب مندرجہ فقہ سے مراد ان کے تراجم ہیں اور صفحہ ۱۳۷ پر لکھا کہ حوالہ میں عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ اور نورالہدایہ ترجمہ شرح وقایہ کے صفحات قلم بند کئے ہیں۔ (ملخص، صفحہ ۱۳۷، حقیقۃ الفقہ) تو جواباً عرض ہے کہ عین الہدایہ امیر علی کی کتاب ہے جو میاں نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلد کے شاگرد ہیں۔

مولانا عبدالحی صاحب الحسنی لکھتے ہیں:...... ثم سافر الی دهلی واخذ الحدیث عن الشیخ المحدث نذیر حسین الدهلوی وقرء علیه الصحاح والسنن قراءة تدبر واتقان (نزہۃ الخواطر، صفحہ ۸۵، جلد ۸) یعنی پھر امیر علی نے دہلی کا سفر کیا اور علم حدیث نذیر حسین محدث دہلوی سے پڑھا اور صحاح اور سنن ان کو تدبر اور مضبوطی سے سنائیں۔ نیز لکھتے ہیں:...... غیر متصلب فی المذهب الحنفی یتبع الدلیل ویترک التقلید اذا وجد فی مسئلة نصا صریحاً مخالفاً للمذهب غیر منسوخ (نزہۃ الخواطر، صفحہ ۸۵، جلد ۸) یعنی مذہب حنفی میں پختہ نہیں تھے۔ جب کسی مسئلہ میں مذہب کے خلاف نص صریح غیر منسوخ پاتے تو تقلید چھوڑ دیتے۔ ابو یحییٰ خان نوشہروی

غیر مقلد فرماتے ہیں:...... ''یہ بزرگ اہل حدیث عقیدے پر تھے۔'' (حاشیہ تراجم علمائے حدیث، صفحہ ۵۴۶) پھر عجیب بات یہ ہے کہ عین الہدایہ میں بھی امیر علی غیر مقلد نے فتح القدیر اور عینی سے تلخیص کر کے نووی کا یہ قول نقل کیا کہ:...... ''اس روایت کے ضعیف ہونے پر ائمہ حدیث متفق ہیں۔'' (عین الہدایہ، صفحہ ۳۵۰) اور پھر اس روایت کے ضعف کو دور کرنے کے لئے ابن ابی شیبہ کی روایت ذکر کی ہے، اور پھر فائدہ کے عنوان پر فرماتے ہیں:...... اس اثر (تحت السرۃ) سے مسنون ہونا منصوص ہے جس کی تائید بہ شہادت اہل علم صحابہ وتابعین موجود۔'' علاوہ اس کے حدیث ابن ابی شیبہ صحیح الاسناد ہے اور اثر مذکور میں کوئی ایسا ضعف نہیں جو دفع نہ ہو حتیٰ کہ امام احمدؒ نے اس کو روایت کیا ہے۔ (عین الہدایہ، صفحہ ۳۵۰)

قارئین کرام! غور کریں کہ یہ غیر مقلد بھی تسلیم کرتا ہے کہ ناف کے نیچے والی روایت سے مسنون عمل کا ثبوت ملتا ہے (اور سینہ والی روایت میں سُنّت کا لفظ نہیں) اور اس ناف سے نیچے والے مسئلہ میں اہل علم، صحابہؓ اور تابعینؒ کی تائید موجود ہے اور ابن ابی شیبہ والی ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث صحیح الاسناد ہے اور ہدایہ میں ذکر کردہ اثر میں کوئی ایسا ضعف نہیں جو دفع نہ ہو سکے۔ امام احمدؒ کا اس اثر کو نقل کرنا بھی صحت کی دلیل ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہدایہ یا عین الہدایہ کی طرف قول مذکور کو منسوب کرنا کتنی بڑی بددیانتی ہے۔ صاحب ہدایہ پر تو جھوٹ بولا ہی تھا اپنے غیر مقلد کا ہی خیال کر لیتے۔

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

اسی طرح شرح وقایہ کا ترجمہ نورالہدایہ بھی غیر مقلد وحید الزمان کی کتاب ہے جیسا کہ ابو یحییٰ خان نوشہروی غیر مقلد نے علمائے اہلحدیث کی علمی خدمات، صفحہ ۵۹ میں اس کا ذکر کیا ہے تو نورالہدایہ کے حوالہ کو شرح وقایہ کے نام سے پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے مرزائی یا نیچری تفسیر کو قرآن کے نام سے پیش کیا جائے۔

جھوٹ نمبر ۱۱

محمد یوسف جے پوری لکھتا ہے، حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کو حدیث کی بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ مقدمہ ہدایہ جلد ۱، صفحہ ۱۱۱، صفحہ ۳۵۱، (حقیقۃ الفقہ، صفحہ ۱۹۳)

قارئین کرام! مرزا مظہر جان جاناںؒ کی وفات ۱۲۵۶ھ میں ہوئی تو یہ تیرہویں صدی کے شخص کا عمل ہدایہ کے مقدمہ میں کیسے آگیا کیونکہ ہدایہ ۵۸۶ھ میں لکھا گیا۔ یہ عقدہ سارے غیر مقلد مل کر حل کریں کہ تقریباً سات سو سال اپنے پیدا ہونے سے پہلے یہ بات حضرت مرزا صاحب نے صاحب ہدایہ کو کیسے بتادی کہ میں سینے والی حدیث قوی ہونے کی وجہ سے سینہ پر ہاتھ باندھتا ہوں۔

فائدہ:...... آج کل اکثر غیر مقلدین بعض احناف کے شاذ اقوال جو غیر مفتیٰ بہ ہوں ان کو عوام میں پھیلا کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں کہ فلاں فلاں حنفیوں نے بھی فقہ کو چھوڑ دیا ہے تم بھی چھوڑ دو، حالانکہ یہ بات اسی طرح غلط ہے جیسے کوئی شاذ قرائتیں اکٹھی کر کے عوام کو کہے کہ فلاں فلاں صحابیؓ نے اس موجودہ قرآن کو چھوڑ دیا تھا تم بھی چھوڑ دو۔ غیر مقلدین کی یہ حرکت نہ تحقیقاً صحیح ہے نہ الزاماً۔ تحقیقاً اس لئے کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ دلیل صرف قرآن یا حدیث ہے۔ اب جن بزرگوں کو وہ پیش کرتے ہیں ان کو قرآن کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں یا حدیث کی حیثیت سے، اگر تحقیقی طور پر پیش کرتے ہیں تو وضاحت کریں کہ ہم ان کو خدا یا رسول سمجھتے ہیں اور اگر ہمیں الزام دینے کے لئے پیش کرتے ہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ الزام مدِ مقابل کے مسلمات سے ہوتا ہے۔ حنفیوں کے ہاں فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ قول حجت ہوتا ہے، غیر مفتیٰ بہ روایت اگر امام صاحب کی بھی ہو تو وہ ہمارے لئے الزام نہیں بن سکتی۔ بالفاظ دیگر ہم فقہ حنفی کے مفتیٰ بہ اقوال کے مقابلہ میں دوسرے مجتہدین کے اقوال کو چھوڑ دیتے ہیں تو

مقلدین کے غیر مفتیٰ بہ اقوال ہمارے خلاف کیسے پیش ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام:...... یہ کہ غیر مقلدین کے جب اس مسئلہ پر ایسے جھوٹ مجموعہ رسائل وغیرہ میں شائع ہوئے تو انہوں نے اپنے ان جھوٹوں سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے یہ حربہ اختیار کیا کہ طیب اکیڈمی والوں نے اپنی طرف سے تحت السرۃ والی روایت کا جعلی ورق لگا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ضد کو چھوڑ کر صحیح بات پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

فارسی میں قراءۃ کا مسئلہ:

۶:...... باطل فرقوں کا کام یہ ہے کہ قرآن پاک کی شاذ اور متروک قراءتوں سے متواتر قرآن پر اعتراض کرتے ہیں منکرین حدیث ضعیف اور متروک روایات کو لے کر پورے ذخیرہ احادیث پر اعتراض کرتے ہیں اسی طرح فقہ کی غیر مفتیٰ بہ روایات کو لے کر غیر مقلد ذخیرہ احادیث پر اعتراض کرتے ہیں فارسی میں قراءۃ والی روایات بھی غیر مفتیٰ بہ اور متروک ہیں۔ نوح بن ابی مریم نے امام صاحب کا اس سے رجوع نقل کیا۔ (کما فی کتب الفتاوی)

۷:...... مسند امام اعظمؒ پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور اس میں امام اوزاعیؒ سے امام ابو حنیفہؒ کا مناظرہ مذکور ہے جن کتابوں کی شہرت ہو جائے ان کے راویوں کی بحث خلاف اصول محدثین وفقہاء ہے۔

۸:...... محمد بن اسحٰق کے بارہ میں محدثین کا اختلاف ہے کوئی تو اس کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتا ہے اور کوئی سخت جرح کرتا ہے۔ ذہبی نے اس کے بارہ میں آخری فیصلہ یہ لکھا ہے کہ مغازی اور تاریخ میں اس اکیلے کی روایت معتبر ہے فرائض اور عقائد میں اس کا تفرد معتبر نہیں۔

۹:...... حضرت سید انور شاہ کشمیریؒ کا فرمانا کہ عمر ضائع کردی کا مطلب ان کے پورے بیان سے واضح ہے کہ شافعیت حنبلیت اور مالکیت جو مذاہب حق ہیں ان کی تردید کی بجائے

قادیانیت اور لامذہبیت (جو قادیانیت چکڑالویت انکار حدیث اور دہریت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہیں) کی تردید کی ضرورت تھی یہ مطلب نہیں کہ فقہ حنفی میں مشغولیت زندگی کا ضیاع ہے کیونکہ اس قول کے باوجود حدیث کی طرح آخر تک فقہ پڑھاتے رہے۔

۱۰:...... شہنشاہ کا معنی بڑا بادشاہ ہے اگر یہ مراد ہو کہ ساری کائنات کے تاج فرمان ہے تو اس کا مصداق اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی غیر اللہ پر اس کا بولنا شرک ہوگا اور اگر پوری کائنات کا متبوع مراد نہ بلکہ علم حدیث یا علم فقہ کے بادشاہوں کا بادشاہ مراد ہو تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کو حدثنا شاہنشاہ کہنا جائز ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ محدثین وفقہاء کے بادشاہ تھے جیسے اللہ اکبر میں اگر اکبر من کل شیء مراد ہے تو غیر اللہ پر اکبر کا اطلاق شرک ہے اور اگر قوم کے سردار پر اکبر القوم کے اعتبار سے بولا جائے تو یہ کوئی شرک نہیں۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

۱۱:...... محمد بن اسحٰق کے بارہ میں آخری فیصلہ بندہ نے نمبر ۸ میں لکھ دیا ہے ان پر صرف تدلیس کا الزام نہیں کہ صرف تدلیس کی اقسام سے اس کا حکم بیان کیا جائے بلکہ اس پر تشیع اور منکر تقدیر ہونے اور مرغ باز وغیرہ جیسے اور بھی الزام ہیں جو تقریب اور تہذیب وغیرہ میں منقول ہیں اور یہ بات بھی یاد رہے کہ تدلیس کی تعریف اور اس کی اقسام خدا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ نہیں بلکہ امتیوں کے اصطلاحی امور ہیں جو لوگ یہ نعرہ لگاتے ہیں ہم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی امتی کے قول کو ماننا شرک سمجھتے ہیں تو وہ تو ان اقسام کو تسلیم کر کے مشرک بن جائیں گے۔

فائدہ:...... یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ کسی روایت یا راوی کے صحیح یا ضعیف ہونے کے اصول منصوص نہیں بلکہ اجتہادی ہیں اس لئے غیر مقلد جو صرف قرآن وحدیث کے دلیل ہونے کا مدعی ہے وہ کسی حدیث یا راوی کو صحیح یا ضعیف نہیں کہہ سکتا ہم چونکہ اجماع اور قیاس مجتہد کے حجت ہونے کے بھی قائل ہیں تو ہم جس روایت یا راوی کی صحت پر امت کا

اجماع ہو اس کو دلیل اجماع سے صحیح کہیں گے اور جس روایت یا راوی میں ائمہ کا اختلاف ہو تو ہم اپنے امام صاحبؒ کے اصول کے مطابق اس راوی یا روایت کو صحیح یا ضعیف کہیں گے۔ اس کے خلاف کسی امام کا قول بھی ہمارے لئے حجت نہیں ہوگا چہ جائیکہ کہ ابن حجرؒ جیسے مقلد کی رائے ہمارے سامنے پیش کی جائے۔

۱۲:...... بریلوی جو عبارات پر اعتراضات کرتے ہیں ان کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ فرمائیں:......

(۱) المہند علی المفند معروف بہ عقائد علمائے دیوبند، (۲) سیف یمانی فتوحات نعمانی اگر مل جائے تو اس میں مولانا منظور احمد صاحب نعمانی کے سارے مناظرے آجائیں گے۔
(۳) مجموعہ رسائل سید مرتضی حسن صاحب چاندپوری ۲ جلدیں (۴) مقامع الحدید (۵) براہین قاطعہ (۶) عبارات اکابر (۷) الشہاب الثاقب (۸) الجنۃ لاہل السنۃ (۹) مطالعہ بریلویت۔

عیسائیت کی تردید کے لئے:...... (۱) بائبل سے قرآن تک (۲) اعجاز عیسوی (۳) رسائل مولانا عبداللطیف مسعود ڈسکہ شائع کردہ مجلس تحفظ ختم نبوت (۴) کتب مولانا بشیر احمد حسینی شورکوٹ (۵) تریاق اکبر بزبان صفدر (۶) مقدمہ انجیل برنباس شائع شدہ در تجلیات صفدر (مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان)

۱۳:...... آپ نے مجھے دور حاضر کے بعض غیر مقلدین کی کتب کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے بندہ آپ کے مبلغ علم سے اچھی طرح واقف نہیں البتہ آپ کے خطوط سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان غیر مقلدین کے وساوس سے کچھ مرعوب ہیں اس لئے بندہ آپ کو اور تمام اہلسنت والجماعت عوام ترغیب نہیں بلکہ تاکید کرتا ہے کہ جس طرح کسی ماہر ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر کوئی دوا نہیں کھاتے کیونکہ اس میں جان کا خطرہ ہے اسی طرح آپ بغیر کسی ماہر عالم کے ہر لٹریچر نہ پڑھیں کیونکہ اس میں ایمان کا خطرہ ہے۔ آج پندرہویں صدی میں کوئی نیا

حکیم نازل نہیں ہوا کہ اس کی اب تحقیق کی ضرورت ہو پہلے بزرگوں میں علم کی پختگی اور امانت
ودیانت آج کے لوگوں سے زیادہ تھی اور ان کی تحقیق پر پوری امت کو اعتماد ہے ان کی اتباع
میں بڑے بڑے اولیاء، محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے، بخلاف آج کے محققین کے جن کی نہ
اصول کی کتاب ہے اور نہ ہی کوئی فروع کی کتاب اپنے مدارس میں قدوری اور ہدایہ پڑھاتے
ہیں اور فقہائے احناف کے فتاوی جاری کرتے ہیں اور پھر ان کو مشرک بھی کہتے ہیں اگر
انہوں نے کوئی فقہ کی کتاب مثلاً الروضۃ الندیہ یا نزل الابرار، کنز الحقائق، عرف الجادی،
ہدیۃ المہدی لکھی تو انہوں نے اپنی کتب کو اپنے مدارس میں داخل نصاب نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہؒ
جن کی امامت پر اتفاق ہے سے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں اور اپنی جماعت کے اس مولوی کی
کتاب پڑھواتے ہیں جن کو ان کی اپنی جماعت فقیہ تو کیا مسلمان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں
جو اس علاقے کی متواتر فقہ ہے اس کو چھڑوا کر اپنے توہمات کے پیچھے لگاتے ہیں۔ امانت
دیانت کا یہ حال ہے قرآن کی آیت اور حدیث پوری نہیں لکھیں گے بلکہ اپنی نفسانی خواہش
کے مطابق بعض تحریر کریں گے یا شاذ روایت کا انتخاب کریں گے اور عملی تواتر والی آیات او
ر احادیث کو چھوڑ دیں گے اور اپنے اس غلط انتخاب کو اللہ اور اس کے رسول کا انتخاب کہیں گے
یعنی ہر جاہل خدا یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے گا تو ایسے توہمات کو پڑھنے کی بجائے اپنے اکابر
کی علمی تحقیق پر اعتماد میں سلامتی ہے۔

اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ آمین!

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا امام ابوحنیفہؒ کا اسم گرامی نعمان اور والد کا نام ثابت ہے آپ کی کنیت
ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے، آپ کے سن ولادت میں مختلف اقوال ہیں زیادہ مشہور قول
۸۰ھ ہے خطیب بغدادی نے زواد بن علبہ سے ۶۱ھ سن پیدائش نقل کیا ہے۔ ابن حجر، ابن
طولون اور ابن جوزی نے امام صاحب کی بعض ایسے صحابہ کرام سے بلاواسطہ روایات نقل کی
ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ۶۱ھ تسلیم کی جائے کیونکہ اس کے بغیر ان صحابہ
کرام سے بلاواسطہ روایات ممکن نہیں بنتیں۔ ابن حبان نے آپ کا سن ولادت ۷۰ھ ذکر کیا
ہے۔ ابوالقاسم سمنانی خطیب بغدادی کے ہمعصر نے آپ کی ولادت کے بارہ میں ۷۰ھ
، ۸۰ھ دو قول نقل کیے ہیں۔ حافظ عبدالقادر القرشی نے جواہر المضیہ میں ۶۱ھ، ۶۳ھ اور
سن ۸۰ھ کی تین روایات نقل ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی نے ۶۱ھ، ۷۰ھ اور ۸۰ھ کی تین
روایات نقل کی ہیں۔ علامہ زاہد الکوثریؒ فرماتے ہیں کہ ولادت کے بارہ میں جو ۸۰ھ کی
شہرت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ولادت تدوین تاریخ رجال کے زمانہ سے پہلے ہے اور
قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ولادت میں احدث التواریخ اور وفات میں اقدم التواریخ کو لیا جائے
تاکہ روایات کے اتصال وانقطاع میں احتیاط پر عمل ہو سکے۔ لیکن یہ قیاس وہاں چلے گا جہاں
کسی روایت کے وجوہ ترجیح نہ پائے جائیں اور یہاں ۸۰ھ کو سن ولادت قرار دینے کے
خلاف بہت سے قرائن ہیں جو ۸۰ھ والے قول کو مخدوش کرتے ہیں۔

(۱) ابوعبداللہ محمد بن المخلد العطار متوفی ۳۳۱ھ (جو دار قطنی کے اساتذہ میں سے بڑے حافظ

اور فائق ہیں) نے اپنی کتاب ماروہ الاکابر عن مالک میں امام ابوحنیفہؒ کے صاحبزادے کو ان اکابر میں شمار کیا ہے جنہوں نے امام مالکؒ سے روایت نقل کی ہے۔ تو ابن مخلد کا حماد کو اکابرین مالک سے شمار کرنا اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ان کی ولادت امام مالکؒ سے پہلے ہوئی ہو اگر امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ میں مانیں تو حضرت حماد امام مالک کے اکابرین میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (۲) عقیلی نے حماد بن ابی سلیمان کے ترجمہ میں یہ بات ذکر کی ہے کہ ابراہیم نخعی کی وفات پر اہل کوفہ میں سے پانچ آدمی جن میں عمر بن قیس اور ابوحنیفہؒ بھی تھے انہوں نے چالیس ہزار درہم اکٹھے کر کے حماد بن سلیمان کو دیکر مسند علم پر بٹھایا۔ حضرت ابراہیمؒ ۹۵ھ میں فوت ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں کوئی شخص ایسا اہتمام نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ اس وقت حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عمر کافی بڑی تھی جس میں یہ مسند علم کا اہتمام کیا۔

بشارات:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی وآخرین منهم لمّا یلحقوا بهم تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کون لوگ ہیں تو حضور ﷺ نے جواب نہیں دیا یہاں تک کہ تین دفعہ سوال کیا اور ہمارے درمیان سلمان فارسیؓ بھی تھے، حضور ﷺ نے حضرت سلمان پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا ستاروں تک پہنچ جائے تو ان میں سے چند آدمی یا فرمایا کہ ایک آدمی اس کو حاصل کرے گا۔ شیخ جلال سیوطیؒ وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان ہیں (تفسیر عثمانی ص ۷۲۳) چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ تبییض الصحیفہ مناقب الامام ابی حنیفہ میں ذکر تبشیر النبی ﷺ کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ یہ بات تحقیقی ہے کہ حضور ﷺ نے امام ابوحنیفہؒ کی اس حدیث میں بشارت دی ہے جس کو ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے

کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر علم ثریا ستاروں تک پہنچ جائے تو فارس کے لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ اور شیرازی نے القاب میں قیس بن سعد بن عبادہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر علم ثریا ستاروں سے معلق ہو تو ابنائے فارس میں سے ایک قوم اس کو حاصل کرلے گی۔ پھر سیوطیؒ حضرت ابن مسعودؓ سے بھی یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ صحیح اصل ہے، جس پر امام صاحبؒ کی بشارت اور فضیلت پر اعتماد کیا جاتا ہے (تبییض الصحیفہ ملخصاً ص ۲۱،۲۰) علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصکفیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو مجھ پر فخر ہے اور مجھے میری امت کے ایک شخص پر فخر ہے جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہؒ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے۔ اور حضور ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ سارے نبی مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہؒ پر فخر کرتا ہوں۔ جو اس سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی اور جو اس سے بغض رکھے گا اس نے مجھ سے بغض رکھا شرح مقدمۂ وابی اللیث کے دیباچہ میں اسی طرح ہے (قاضی ابوالبقاء نے) الضیاء المعنوی میں فرمایا کہ ابن جوزی کا اس حدیث کو موضوع کہنا تعصب ہے، کیونکہ یہ مختلف سندوں سے نقل کی گئی ہے (الدر المختار مع الشامی ص ۵۳،۵۲ ج ۱)

ابن حجر مکیؒ نے ان روایات پر کچھ کلام نقل کیا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان روایات میں سے جو امام ابوحنیفہؒ کی عظمتِ شان پر دلالت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں وہ حدیث بھی ہے، کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ۱۵۰ سال میں دنیا کی زینت اٹھ جائے گی اسی وجہ سے شمس الائمہ کردری نے فرمایا کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ پر محمول ہے کیونکہ ان کی وفات اسی سال ہوئی ہے (الخیرات الحسان ص ۳۳) موفق بن احمد مکیؒ متوفی ۵۶۸ھ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا عنقریب ایک شخص نعمان بن ثابت پیدا ہوگا جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور میری سنت کو زندہ

کریگا۔ (مناقب موفق ص ۱۲) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد ایک شخص ظاہر ہوگا جو ابوحنیفہ سے معروف ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر میری سنت کو زندہ کرے گا (مناقب موفق ص ۱۴ ج ۱) ابن لہیعہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی ہر صدی میں کچھ لوگ سبقت لے جانے والے ہیں ابوحنیفہ اپنے زمانے میں سبقت لے جانے والا ہے (مناقب موفق ص ۱۶ ج ۱)

ابن احمد بن محمد بن نعیم فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کو اکھیڑ کر آپ کی ہڈیوں کو اپنے سینے کے ساتھ لگا رہے ہیں تو اس خواب نے آپ کو خوفزدہ کر دیا آپ نے بصرہ جا کر محمد بن سیرینؒ سے اس کی تعبیر پوچھی تو ابن سیرین نے کہا یہ خواب تیری نہیں یہ خواب تو ابوحنیفہ کی ہے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ابوحنیفہ ہوں تو انہوں نے کہا کہ اپنی پشت سے کپڑا اٹھا آپ نے کپڑا اٹھایا تو ابن سیرین نے آپکے دونوں کندھوں کے درمیان ایک تل دیکھا پھر ابن سیرین نے ان سے فرمایا کہ تو وہ ابوحنیفہ ہے کہ جس کے بارہ میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کو ابوحنیفہ کہا جائیگا۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان تل ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر سنت کو زندہ کریگا۔ (مناقب موفق ص ۱۶ ج ۱) عبدالکریم بن مسعر فرماتے ہیں کہ میں نے اہل علم کی ایک جماعت کو فرماتے سنا ہے کہ تورات میں کعب احبار نعمان بن ثابت اور مقاتل بن سلیمان کی صفات مذکور ہیں۔ یحییٰ قصری فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن سائب کلبی کو امام صاحبؒ کی بہت تعریف کرتے سنا ہے اور وہ ذکر کرتے تھے کہ میں نے ان کی صفات کو بعض کتب میں پایا ہے اور یہ کہ وہ حکمت سے اس طرح پر ہوں گے جیسے انار دانوں سے پر ہوتا ہے (موفق ص ۱۷ ج ۱) کعب احبار سے ہے کہ میں ہر ہر زمانے کے علماء اور فقہاء کے نام صفات اور نسب لکھے پاتا ہوں اور میں ایک شخص کا نام نعمان بن ثابت پاتا ہوں جس کی کنیت

ابوحنیفہ ہوگی میں اس کی علم، فقہ، حلم، عبادت، اور زہد میں بڑی عظیم شان پاتا ہوں وہ اپنے زمانے کے اپنے جیسے علماء کا سردار ہوگا وہ ان میں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا اس کی زندگی اور موت دونوں قابل رشک ہوں گی (موفق ص ۱۷ ج ۱) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سنا فرماتے تھے کہ میں تمہیں کوثا جو تمہارے اس شہر کوفہ کی سرزمین سے ہے کے ایک آدمی کی خبر نہ دوں جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی اس کا دل علم وحلم سے بھرا ہوگا اور اس کی وجہ سے آخر زمانے میں ایک قوم ہلاک ہوگی جن میں باہمی عیب لگانا غالب ہوگا ان کو بنانیہ کہا جائے گا۔ وہ ایسے ہی ہلاک ہوں گے جیسے روافض ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کیوجہ سے ہلاک ہوئے ہیں (موفق ص ۱۸ ج ۱)

ضحاک ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے بعد تمام خراساں پر ایک چودھویں رات کے چاند جیسا شخص پیدا ہوگا جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی (موفق ص ۱۸ ج ۱) ابو حازؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حمادؒ کے پاس تھا کہ ان کے پاس ابوحنیفہؒ آئے تو حضرت حمادؒ نے ان سے کہا کہ اے ابوحنیفہ تو وہی نعمان ہے جس کا تذکرہ ہم سے ابراہیمؒ نے کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس زمانے کو سیراب کرے جس میں ایک نعمان نامی شخص ہوگا جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو زندہ کرے گا اور وہ احکام اس کے بعد جب تک اسلام باقی رہیگا جاری رہیں گے۔ جو شخص ان احکام کو لے کر عمل کریگا وہ ہلاک نہیں ہوگا۔ اگر تیری اس سے ملاقات ہو جائے تو اس کو میرا اسلام کہنا (موفق ص ۱۸، ۱۹ ج ۱) حضرت ضحاکؒ ابن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ اچھی رائے یہی ہے کہ اس رائے والا اس کے مطابق فتویٰ دے سکے اور تحقیق ہمارے بعد ایک ایسی رائے ہوگی جو باطل سے پھر کر حق کی طرف آنیوالی ہوگی وہ اسلام کے باقی رہنے تک احکام کو جاری کرے گی اور تحقیق وہ ہماری رائے اور ہمارے احکام کی طرح ہوگی۔ اس رائے کے قائم

کرنیوالے کو نعمان بن ثابت کہا جائے گا اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی وہ کوفہ والوں میں سے ہوگا اسلام اور فقہ میں کھرے کھوٹے میں امتیاز کرنے والا ہوگا۔ احکام کو صحیح طریقوں پر جاری کرے گا۔ دین حنیف اور اچھی رائے والا ہوگا۔ (موفق ص ۱۹ ج ۱) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے دادا قیس بن مرزبان بیت المقدس میں کعب احبار کے پاس سے گزرے تو کعب احبار نے کہا کہ جو شخص بختِ نصر کو دیکھنا چاہے اس شخص کو دیکھ لے تو کعب احبار کے شاگردوں میں سے ایک شخص اس کی طرف اٹھا اور اس کو آواز دی تو کعب احبار نے اس سے پوچھا کیا تو عراقی ہے؟ تو اس نے کہا ہاں تو انہوں نے پوچھا کس شہر سے ہے؟ تو اس نے کہا کوفہ سے۔ کعب احبار نے پوچھا فارسی النسل ہے انہوں نے کہا ہاں۔ کعب احبار نے پوچھا بختِ نصر کی اولاد سے ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ کعب احبار نے کہا تیری اولاد میں ایسی ایسی صفات اور ایسی ایسی خوبیوں والا کوئی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو کعب احبار نے کہا کہ عنقریب تمہاری اولاد میں ایسا شخص پیدا ہوگا جو زمین کو علم سے بھر دے گا۔ جیسا کہ تیرے باپ (بخت نصر) نے زمین کو ظلم وکفر سے بھر دیا تھا (مقدمہ کتاب التعلیم ص ۱۱۷) ابوعلی جبائی نے مبتدا کتاب میں ابن المقفع سے ایک طویل حکایت میں ذکر کیا ہے کہ بخت نصر نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک بہت بڑا پتھر ایک ایسے درخت پر گرا جس کا تنا سونے کا اور شاخیں چاندی، تانبے، لوہے اور قلعی کی ہیں۔ اس پتھر نے اس درخت کو ریزہ ریزہ کر دیا صرف اس کا ایک پتہ سبز رہ گیا وہ پتا کچھ زمانہ کے بعد روئے زمین پر پھیل گیا اور شرفا اور عوام اس کے سایہ میں ہیں اور اس کے ساتھ ایسے چمٹے ہوئے ہیں جیسے کیڑے درخت کے پتوں سے چمٹے ہوتے ہیں۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ پتھر وہ نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام ہیں جو ملکِ فارس پر غلبہ کریں گے۔ اور انکے مختلف طبقات کو مغلوب کریں گے اور اس بخت نصر کی اولاد میں سے ایک شخص اس نبی کے

دین کو قبول کرے گا اور وہ اس نبی کی امت کا فقیہ ہوگا روئے زمین کے لوگ اس کی اتباع کریں گے اور قیامت قائم ہونے تک اشراف اس کی اتباع میں رہیں گے۔ بخت نصر نے یہ تعبیر سن کر کہا کہ پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں (مقدمہ کتاب التعلیم ص ۱۱۷، ۱۱۸)

نوٹ: امام اعظم ابوحنیفہؒ بخت نصر کی اولاد میں سے ہیں۔ ساتویں صدی ہجری کے بزرگ مسعود بن شیبہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اطلبوا العلم ولو بالصین (علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو) اور چین میں صرف امام ابوحنیفہؒ کا علم آیا ہے۔ کیونکہ اس میں فقہ حنفیہ کے علاوہ اور کوئی فقہ نہیں اور چین میں اسلام غالب ہو گیا ہے اور اس میں مساجد اور مدارس بن چکے ہیں اور وہاں کے لوگوں نے سامانیوں اور سیاریوں کے زمانہ میں بہت سے علوم شرعیہ میں تصانیف لکھی ہیں (مقدمہ کتاب التعلیم ص ۱۰۵، ۱۰۶) امام ابوحنیفہؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد نے ایک لمبی بات میں یہ فرمایا کہ (امام صاحبؒ کے والد) ثابت کو حضرت علی بن ابی طالبؓ کی خدمت میں بچپن میں لایا گیا تو حضرت علیؓ نے انہیں اور ان کی اولاد میں برکت کی دعا فرمائی۔ اسماعیل فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے بارہ میں حضرت علیؓ کی دعا کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں۔ ابوعبداللہ احمد بن کرام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کی دعا کو قبول فرما لیا کہ زمین کے خلفاء اور جہانوں کے بادشاہ اور اکثر مسلمانوں کو دین میں ان کے تابع کر دیا اور فقہ میں ان کے محتاج بنا دیا (مقدمہ کتاب التعلیم ص ۱۱۷)

بشکریہ ماہنامہ "ملیہ" فیصل آباد

فضائل امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت:

شیخ الاسلام ابن حجرؒ کے فتاویٰ میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کو اپنی ۸۰ھ کی پیدائش کے بعد کوفہ میں پایا ہے۔ پس وہ تابعین میں سے ہیں اور یہ فضیلت امام صاحب کے ہمعصر آئمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ جیسے شام میں امام اوزاعی اور بصرہ میں دو حماد اور کوفہ میں ثوری اور مدینہ شریف میں امام مالک اور مصر میں لیث بن سعد وغیرہ (الخیرات الحسان مصنفہ ابن حجر مکی ص ۴۸)

واضح رہے کہ ابن حجر مکی شافعیؒ نے الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان نامی کتاب میں چھٹی فصل کا عنوان یہ دیا ہے کہ ان صحابہؓ کے ذکر میں جن کو امام ابوحنیفہؒ نے پایا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ جیسا علامہ ذہبی نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے بچپن میں حضرت انسؓ کو دیکھا ہے صحیح ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی مرتبہ دیکھا وہ مہندی کا خضاب لگاتے تھے (الخیرات الحسان ۴۷) ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام صاحب نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا ہے تو اس وقت وہ ان تابعین کی جماعت میں سے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کا قول۔

"والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوعنہ واعد لھم جنٰتٍ تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا ذالک الفوز العظیم" شامل ہے۔

یعنی امام صاحبؒ سابقین اولین مہاجرین وانصار کی بھلائی میں اتباع کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے

ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۴۸)

علامہ صمیری متوفی ۴۳۶ھ "من لقی ابو حنیفة من الصحابة رضی اللہ عنھم و مارواہ عنھم" کے عنوان میں قاضی ابو یوسف تک اپنی سندِ متصل سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے سولہ سال کی عمر میں ۹۴ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا تو اچانک ایک شیخ کے پاس پہنچے جن کے پاس کافی ہجوم تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا کہ یہ حضرت محمدؐ کے صحابی ہیں جن کو عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ کہا جاتا ہے۔ تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا ان کے پاس کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ حدیثیں ہیں جو انہوں نے نبیؐ سے سنی ہیں میں نے کہا مجھے آگے کیجئے میں بھی آپ سے احادیث سنوں تو میرے والد مکرم میرے آگے چلے لوگوں کو مجھ سے ہٹا کر کشادگی کرتے تھے یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ تو میں نے ان کو سنا فرما رہے تھے کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا کہ "من تفقه فی دین اللہ کفاہ اللہ ھمه ورزقه من حیث لایحتسب" (یعنی جو اللہ کے دین میں فقاہت حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے غم میں اس کو کفایت کریں گے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرمائیں گے جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا)

دوسری روایت بھی اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالکؓ کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کو سنا فرماتے تھے کہ خیر پر دلالت کرنے والا بھی اس خیر کے کرنیوالے کی طرح (اجر میں شریک) ہے اور اللہ تعالیٰ غمزدہ کی مدد کو پسند فرماتے ہیں (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۴)

پھر علامہ صمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوبکر ہلال نے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ میں سے عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ اور ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ کو بھی پایا ہے اور وہ دونوں صحابی

ہیں اور پھر اپنی سند سے ابونعیم سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ایک سو پچاس میں وصال فرمایا اور آپ نے حضرت انسؓ بن مالکؓ کو پچانوے میں دیکھا اور ان سے حدیث بھی سنی۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ ص۴)

اور پھر سندِ متصل سے امام صاحب سے نقل فرماتے ہیں کہ ہمارے (کوفہ کے) سب علماء یہی کہتے ہیں کہ سہو کے دونوں سجدے سلام کے بعد ہوں گے اور ان میں التحیات پڑھ کر سلام پھیرا جائے گا۔ حماد بن ابی سلیمان نے فرمایا کہ حضرت انسؓ اسی طرح فتوی دیتے تھے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالکؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔

نیز علامہ صمیریؒ نے اپنی سند متصل سے امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ گویا میں ابوقحافہؓ (والدِ گرامی حضرت صدیق اکبرؓ) کی ڈاڑھی کو دیکھتا ہوں کہ وہ عرفج درخت کے چنگارے کی طرح تھی (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۵) علامہ موفق بن احمد المکی متوفی ۵۶۸ھ اپنی کتاب مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ میں اپنی سندِ متصل سے ذکر فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے انسؓ بن مالکؓ کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا (مناقب موفق ص ۲۵ ج ۱)

نیز علامہ موفق اپنی سندِ متصل سے امام ابوحنیفہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ حضور فرماتے تھے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ مجھے جابر بن عبداللہؓ کے واسطہ سے روایت پہنچی کہ ایک انصاری صحابیؓ حضورا کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ا میرے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تو کثرتِ صدقہ اور کثرتِ استغفار سے دور ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتے ہیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص نے صدقہ اور استغفار کثرت سے شروع کیا حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے نو لڑکے

ہوئے۔ علامہ موفق فرماتے ہیں کہ یہ روایت عن سے ہے اس لئے متصل نہیں اور حضرت جابرؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات بھی نہیں۔ اس بات پر اشکال اس وقت ہوگا جب کہ قولِ مشہور کی بنا پر امام صاحبؒ کی پیدائش ۸۰ھ مانی جائے مگر علامہ زاہد الکوثری کے بقول اگر پیدائش ۷۰ھ مانی جائے تو اس حدیث کے متصل ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا اور ظاہر بھی یہی ہے۔ کیونکہ حضرت جابرؓ سے ملاقات تو بہت سے حضرات نے نقل کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری المقری الشافعی ایک جزء ان روایات کے بارہ میں لکھا ہے جن کو امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرامؓ سے (بلاواسطہ نقل کیا ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ا کے صحابہ کرامؓ میں سے سات سے ملاقات کی ہے اور وہ (۱) انسؓ بن مالک (۲) عبداللہؓ بن جزالزبیدی (۳) جابرؓ بن عبداللہؓ (۴) معقلؓ بن یسار (۵) واثلہؓ بن الاسقع (۶) عائشہؓ بنت عجرد رضی اللہ عنہم ہیں (تبییض الصحیفہ ۲۱، ۲۲)

اس میں عبداللہ بن انیسؓ کا ذکر رہ گیا ہے کمافی الحاشیہ اس میں حضرت جابرؓ کو دیکھنے کی خود امام صاحبؒ نے تصریح فرمائی ہے۔ اسی طرح ابوالمکارم عبداللہ بن حسین نیشاپوری اپنی سند سے ابوالعلاء سے نقل فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے حضورا کے صحابہ کرامؓ میں سے سات سے ملاقات کی اور ان میں سے ہر ایک سے حدیث سنی۔ پھر ان صحابہ کرام کی احادیث ذکر کرتے ہوئے پانچویں نمبر پر فرمایا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے ملاقات کی تو میں نے ان کو سنا فرمارہے تھے کہ ہم نے رسول اکرم ا سے آپ کا حکم سن کر اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان مرد اور عورت کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی (الرسائل الثلاثۃ الحدیثیہ ص ۱۷۰) اس میں بھی عن سے ارسال والے الفاظ نہیں بلکہ ملاقات کی تصریح ہے اور محمد بن احمد السراج الحنفی کی رباعی بھی ہے۔ ابو حنیفہ زین التابعین روی عن جابر وابن جزء والرضیٰ انس ومعقل و حربش وواثلہ و بنت عجرد علم

الطیبین قیس (عقود الجمان ص ۵۳)

ان تمام اقوال کا تقاضا یہی ہے کہ بجائے مذکورہ روایت کو ضعیف قرار دینے کے امام صاحب کے پیدائش والے ۷۰ھ والے قول کو راجح سمجھا جائے تو کوئی اشکال نہ رہے گا اور اگر قول مشہور کو لیا جائے تو حضرت جابرؓ کی روایت مرسل ہو گی مگر امام صاحبؒ کی تابعیت میں پھر بھی فرق نہیں آئے گا۔ علامہ موفق فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہؓ بن ابی اوفیٰ کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا۔

آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جس آدمی نے مسجد کی تعمیر کی اگرچہ سنگ خوار کے گڑھے کے برابر ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بنادیں گے۔ (مناقب موفق ص ۳۰ ج ۱) یہ صحابی عبداللہؓ بن ابی اوفیٰ ۸۷ھ میں کوفہ میں سب سے آخری فوت ہونے والے صحابی ہیں۔ نیز علامہ موفق اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور عبداللہ بن ابی انیسؓ کوفہ میں ۹۴ھ میں تشریف لائے۔ میں چودہ سال کی عمر میں ان سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے تھے کہ حبك الشیء یعمی و یصم (تیرا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرا بنادیتا ہے) یعنی اپنے محبوب کے بارہ میں نہ کسی عیب کو دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے (مناقب موفق ۳۰) موفق کی سند سے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے واثلہ بن الاسقعؓ کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ کو سنا فرماتے تھے:

"لا تظهرن شماتة لاخيك فيعافيه الله ويبتليك"

یعنی اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر اظہار خوشی نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو عافیت دیگا اور تجھے اس میں مبتلا کر دے گا (مناقب موفق ص ۳۰ ج ۱)

نیز اپنی سند سے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا مجھ سے واثلہ بن الاسقعؓ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "دع ما يريبك الى مالا يريبك" (یعنی جو چیز تجھے شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر اس چیز کی طرف جا جو تجھے شک میں نہ ڈالے) (مناقب موفق

ص ۳۱) نیز فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت عائشہ بنت عجردؓ سے سنا فرماتی تھیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ

"اكثر جند الله فى الارض الجراد لا آكله ولا احرمه" (یعنی زمین میں اللہ تعالیٰ کا بڑا لشکر مکڑی ہے نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ حرام کرتا ہوں (مناقب موفق ص ۳۱)

علامہ کردریؒ متوفی ۸۲۷ھ فرماتے ہیں کہ "امام شہرداد بن شیرویہ اور برہان الاسلام غزنویؒ نے اپنی اسانید صحیحہ سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ کو سنا فرماتے تھے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے تھے کہ جو آدمی دل کے اخلاص سے لا الٰہ الا اللہ پڑھے وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا اس پر توکل کرنے کا ہے تو تمہیں ایسی روزی دی جائے جیسے پرندے کو روزی دی جاتی ہے صبح سویرے وہ خالی پیٹ نکلتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتا ہے۔

(مناقب کردری مع الموفق ص ۶ ج ۱)

ابوالحسین عبداللہ بن ابی المکارم اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن انیسؓ سے ملاقات کی میں نے ان کو سنا فرماتے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے جنت کے دروازہ پر تین سطریں سونے کے پانی سے نہیں بلکہ خالص سونے سے لکھی دیکھیں پہلی سطر

"لا اله الا الله محمد رسول الله"

دوسری سطر "الامامُ ضامن والموذن موتمن (یعنی امام ضامن اور موذن امین ہے) فارشد الله الائمة وغفر للموذنين (اللہ تعالیٰ اماموں کی رہنمائی فرمائیں اور موذنوں کی بخشش فرمائیں)

اور تیسری سطر "وجدنا ما عملنا ربحنا ما قدمنا خسرنا ما خلفنا قدمنا على رب غفور (یعنی ہر چھوٹے بڑے عمل کے اجر کو ہم نے پالیا اور جو مال آگے ذخیرہ آخرت کیا تھا اس میں

ہم نے نفع حاصل کیا اور جو مال ہم نے پیچھے دنیا میں چھوڑا اس میں خسارا اٹھایا ہم پردہ پوشی کرنے والے پروردگار کے پاس آئے ہیں (الرسائل الثلاثہ ص ۱۷۰) نیز امام صاحب فرماتے ہیں کہ میری ملاقات معقل بن یسار مزنیؓ سے ہوئی۔ میں نے ان کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے تھے

علامة المومن ثلاث اذاقال صدق و اذا وعد وفی و اذا ائتمن لم یخن"

(یعنی مومن کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے گا تو سچ بولے گا اور جب وعدہ کرے گا تو پورا کرے گا اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت نہیں کرے گا) الرسائل الثلاثۃ الحدیثیہ ص ۱۷۰) نیز امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے واثلہ بن الاسقعؓ سے ملاقات کی انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لایظن احد کم ان یتقرب الی اللّٰہ با قرب من ھذہ الرکعات یعنی الصلوات الخمس

(تم میں سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب ان پانچ نمازوں سے زیادہ قریب کرنے والے چیز سے حاصل کریگا) (الرسائل الثلاثۃ الحدیثیہ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین ص ۱۷۰)

ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ عینی وغیرہ جو صحابہ کرامؓ سے امام صاحبؒ کے سماع کے قائل ہیں وہ روایات کو متصل مانتے ہیں اور جو ملاقات کے قائل نہیں وہ ان روایات کو منقطع کہتے ہیں اور محدثین کا اصول یہ ہے کہ اتصال کا راوی انقطاع کے راوی پر مقدم ہو گا۔ کیونکہ اس کے پاس علم کی زیادتی ہے (الخیرات الحسان ص ۵۵)

مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے ۲۳ صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا ہے اور ان کے نام بھی تحریر فرمائے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بشکریہ ماہنامہ "ملیہ" فیصل آباد

امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت

اور اُن کے

حیرت انگیز واقعات

حکایت نمبر ۱: ...... علامہ کردری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی ابو یوسفؒ سخت بیمار ہو گئے۔ امام ابوحنیفہؒ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد تجھ سے مسلمانوں کے نفع کی بڑی اُمید رکھتا تھا، اگر تو فوت ہو گیا تو بہت سا علم فوت ہو جائے گا۔ جب قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تندرست ہوئے تو اپنی املاء مسائل کی مجلس علیحدہ منعقد کر لی اور اپنے استاذ امام اعظم ابوحنیفہؒ کو اطلاع نہیں کی، تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی تو آپؒ نے ایک شخص کو بھیجا، اس نے امام ابو یوسفؒ سے پانچ مسئلے پوچھے۔

مسئلہ نمبر ۱: ...... کسی شخص نے دھوبی کو دھونے کے لئے کپڑا دیا۔ دھوبی نے انکار کر دیا کہ تو نے مجھے کوئی کپڑا نہیں دیا۔ اس انکار کے کچھ وقت بعد دھوبی نے وہ دھلا ہوا کپڑا مالک کو واپس کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں دھوبی دھلائی کی اُجرت کا مستحق ہو گا یا نہیں؟ قاضی ابو یوسفؒ نے جواب دیا کہ اُجرت کا مستحق نہیں ہو گا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ مسئلہ غلط ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے دوبارہ کچھ سوچ کر فرمایا کہ دھوبی اُجرت کا مستحق ہو گا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ بھی غلط ہے، پھر اس آدمی نے بتایا کہ اگر دھوبی نے کپڑے کا انکار کرنے سے پہلے اسے دھویا تھا تو اجرت کا مستحق ہو گا اور اگر انکار کرنے کے بعد دھویا تو (غاصب بن کر اپنی ذات کے لئے دھویا) لہٰذا اُجرت کا مستحق نہیں ہو گا۔

مسئلہ نمبر۲:...... اس نے پوچھا کہ نماز کے اندر دخول فرض کے ساتھ ہوتا ہے یا سُنّت کے ساتھ؟ تو قاضی صاحبؒ نے فرمایا فرض کے ساتھ۔ اس شخص نے کہا کہ غلط ہے۔ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ سُنّت کے ساتھ، تو بھی اس شخص نے کہا، غلط ہے۔ قاضی صاحبؒ حیران ہوئے تو اس شخص نے بتایا کہ فرض اور سُنّت دونوں کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہے کیونکہ تکبیر تحریمہ فرض اور رفع یدین سُنّت ہے۔

مسئلہ نمبر۳:...... اس شخص نے پوچھا کہ ایک پرندہ آگ پر چڑھی ہوئی اس ہنڈیا میں گر گیا جس میں گوشت اور شوربا تھا، آیا گوشت اور شوربا کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں، کھائے جا سکتے ہیں، تو اس شخص نے کہا غلط ہے۔ پھر قاضی صاحبؒ نے فرمایا نہیں کھائے جائیں گے تو اس شخص نے کہا غلط ہے۔ پھر اس شخص نے بتایا کہ اگر پرندہ گوشت پکنے کے بعد گرا ہے تو گوشت کو تین دفعہ دھو کر استعمال کیا جا سکتا ہے اور شوربا گرا دیا جائے گا اور اگر گوشت پکنے سے پہلے گرا تھا تو پوری ہنڈیا گرا دی جائے گی۔

مسئلہ نمبر۴:...... اس شخص نے پوچھا ایک مسلمان کی ذمیہ (اسلامی حکومت کے تحت رہنے والی عیسائی یا یہودیہ) بیوی حاملہ ہونے کی صورت میں فوت ہو گئی اور حمل مسلمان کا ہے، اس کو کس قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا مسلمانوں کے قبرستان میں (بچہ کے مسلمان ہونے کی وجہ سے) اس شخص نے کہا کہ آپ نے غلطی کی تو قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ذمیوں کے قبرستان میں (عورت کے ذمی ہونے کی وجہ سے) اس شخص نے کہا آپؒ نے غلط جواب دیا تو امام ابو یوسفؒ حیران ہوئے تو اس شخص نے کہا کہ اس کو یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا لیکن اس کا چہرہ قبلہ سے پھیر دیا جائے گا تا کہ بچہ کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے اس لئے کہ پیٹ میں بچہ کا چہرہ اپنی ماں کی پشت کی طرف ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵:...... کسی آدمی کی ''اُم ولد'' نے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر

لیا، پھر آقا مر گیا تو اس اُم ولد کو آقا کی عدت گزارنی پڑے گی یا نہیں؟ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس پر عدت گزارنا واجب ہے۔ اس شخص نے کہا غلط ہے۔ پھر قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس پر عدت واجب نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا غلط ہے، پھر اس شخص نے بتایا کہ خاوند نے اس سے ہمبستری کی ہے تو آقا کی عدت واجب نہیں اور اگر خاوند نے ہمبستری نہیں کی تو عدت واجب ہے...... تو امام ابو یوسفؒ کو اپنی کوتاہی کا یقین ہو گیا اور امام ابوحنیفہؒ کی مجلس کی طرف لوٹے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ تیری مثال ایسے ہی ہے جیسے انگور کچا ہونے سے پہلے کشمش بننے کی خواہش کرے اور ایک روایت میں ہے کہ جب امام ابو یوسفؒ امام صاحبؒ کے پاس آئے تو امام صاحبؒ نے فرمایا تجھے دھوبی والا مسئلہ ہی یہاں لایا ہے۔ تعجب ہے اس آدمی پر جو اللہ کے دین کے بارہ میں لب کشائی کرے اور (مسائل کی) مجلس منعقد کرے حالانکہ وہ اجارہ کے ایک مسئلہ کو اچھی طرح نہیں جانتا۔ پھر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے آپ کو حصول علم سے مستغنی سمجھ لے اس کو اپنے اوپر رونا چاہئے۔ (الاشباہ)

حکایت نمبر۲:...... امام صاحبؒ سے اس شخص کے بارہ میں سوال کیا گیا جو کہے کہ میں جنت کی اُمید نہیں رکھتا اور جہنم سے ڈرتا نہیں اور خدا کا خوف نہیں رکھتا اور مردار (بغیر ذبح کئے ہوئے جانور) کو کھاتا ہوں اور بغیر قراءۃ کے نماز پڑھتا ہوں اور رکوع، سجدہ نہیں کرتا اور بن دیکھے گواہی دیتا ہوں اور حق سے بغض رکھتا ہوں اور فتنہ سے محبت کرتا ہوں تو امام صاحبؒ کے شاگردوں نے کہا کہ اس شخص کا (دینی) معاملہ بڑا مشکل ہے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کو جنت کی اُمید نہیں بلکہ اللہ سے اُمید قائم ہے اور جہنم سے نہیں ڈرتا بلکہ خدا سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے عذاب میں ظلم کا خوف نہیں رکھتا اور مچھلی اور ٹڈی (بغیر ذبح کئے) کھاتا ہے اور نماز جنازہ (بغیر قراءۃ اور رکوع اور سجود کے) پڑھتا ہے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی (بن دیکھے) دیتا ہے اور موت (جو برحق ہے) سے بغض رکھتا ہے اور

مال اور اولاد سے محبت کرتا ہے جو فتنہ ہیں تو سائل نے اٹھ کر آپ کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپ بہت وسیع علم والے ہیں۔(الاشباہ)

حکایت نمبر ۳:...... حضرت قتادہؒ کوفہ میں تشریف لائے اور وہاں ایک مجلس قائم کی اور لوگوں سے اعلان کیا کہ فقہ کا جو مسئلہ پوچھنا چاہو پوچھو۔ امام ابوحنیفہؒ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ ایک آدمی بیوی چھوڑ کر کہیں گم ہو گیا، بیوی کو کسی نے اس کے مرنے کی خبر دی، بیوی نے موت کی عدت گزار کر دوسرے خاوند سے شادی کر لی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ پھر پہلا خاوند آ گیا، اس نے کہا اے زانیہ! میں تیرا خاوند موجود ہوں اور تو نے دوسری جگہ شادی کر لی ہے۔ دوسرے خاوند نے کہا، اے زانیہ! تیرا خاوند موجود ہے تو نے مجھ سے کیوں شادی کی؟ تو کیا اس صورت میں دوسرے خاوند پر جس سے اولاد پیدا ہو چکی ہے حد واجب ہو گی یا نہیں؟ تو حضرت قتادہؒ بہت متفکر ہوئے، پھر فرمایا کہ کیا یہ مسئلہ کہیں پیش آیا ہے؟ امام صاحبؒ نے فرمایا نہیں، لیکن ہم مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے اس کے (دفاع) کی تیاری کرتے ہیں (غمز عیون الابصار) ایک روایت میں ہے کہ حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ جب تک یہ لڑکا کوفہ میں ہے کوفہ میں مجلس علم منعقد نہیں کروں گا اور فرمایا کہ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ کوئی شخص مجھ سے یہ مسئلہ پوچھے گا۔(غمز عیون الابصار)

حکایت نمبر ۴:...... ایک رومی سردار نے اپنے قاصد کو بہت مال دے کر خلیفۃ المسلمین کے پاس بھیجا اور یہ پیغام بھی دیا کہ اپنے علماء سے میرے تین سوالوں کا جواب پوچھو۔ اگر انہوں نے تجھے جواب دے دیا تو یہ مال ان کو دے دینا اور اگر انہوں نے تجھے جواب نہ دیا تو مسلمانوں کو کہنا کہ میری حکومت کے ماتحت ہو کر مجھے خراج (ٹیکس) ادا کیا کرو، تو اس نے علماء سے سوالات کئے، مگر کسی نے اطمینان بخش جواب نہ دیا۔ امام ابوحنیفہؒ اس وقت بچے تھے۔ اپنے والد کے ساتھ وہ بھی مجلس میں حاضر تھے۔ انہوں نے اپنے والد محترم سے رومی سردار کو جواب دینے

کی اجازت مانگی، انہوں نے اجازت نہ دی تو انہوں نے خلیفۃ المسلمین سے اجازت مانگی تو ان کو اجازت مل گئی۔ رومی اب تک منبر پر بیٹھ کر سوال کر رہا تھا تو امام صاحبؒ نے اسے کہا کہ کیا تو (مجھ سے) سوال کرے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تو نیچے آ اور میں منبر پر بیٹھوں گا۔ رومی منبر سے نیچے اترا، امام صاحبؒ منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا کہ سوال کر، اس نے کہا کہ (۱) اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا چیز تھی؟ امام صاحبؒ نے فرمایا تجھے گنتی آتی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک (واحد) سے پہلے کیا ہے؟ اس نے کہا کہ واحد پہلا عدد ہے، اس سے پہلے کچھ نہیں تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جب ایک جو واحد مجازی ہے اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تو خدا تعالیٰ جو واحدِ حقیقی ہیں ان سے پہلے کیا ہو سکتا ہے۔...... رومی نے کہا (۲) اللہ تعالیٰ کس جہت میں ہے، تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جب چراغ جلایا جائے تو اس کا نور کس طرف ہوتا ہے؟ اس رومی نے کہا کہ چراغ کا نور تو ہر جہت کو روشن کرتا ہے، اس کی روشنی کی جہت متعین نہیں ہو سکتی تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جب چراغ کے مجازی عدم سے وجود میں آنے والا اور بالآخر معدوم ہو جانے والے نور کی جہت متعین نہیں ہو سکتی تو آسمانوں اور زمین کے خالق ہمیشہ باقی رہنے والی تمام مخلوق پر فیضان عام کرنے والی ذات جو حقیقی نور ہے اس کی جہت کیسے متعین کی جا سکتی ہے۔...... رومی نے کہا (۳) اللہ تعالیٰ کس کام میں مشغول ہیں؟ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تیرے جیسا ملحد منبر پر ہو تو اس کو نیچے اتار رہے ہیں اور میرے جیسا موحد جو زمین پر تھا اس کو منبر پر بٹھا رہے ہیں۔ وہ ہر دن ایک خاص شان میں ہوتے ہیں تو وہ مال چھوڑ کر روم واپس چلا گیا۔(الاشباہ)

حکایت نمبر ۵:...... امام صاحبؒ کو حج کے سفر میں پانی کی ضرورت پڑی تو ایک دیہاتی سے ایک مشکیزہ پانی کا بھاؤ معلوم کیا، اس نے کہا کہ میں پانچ درہم سے کم میں نہیں دوں گا۔ امام صاحبؒ نے وہ سارا مشکیزہ خرید لیا، پھر امام صاحبؒ نے ستو اس کے سامنے رکھ دیے۔ اس نے حسبِ خواہش وہ ستو کھائے تو اس کو پیاس لگی تو اس نے امام

صاحبؒ سے پانی مانگا، امام صاحبؒ نے فرمایا پانی مفت نہیں ملے گا۔ بالآخر اس نے پانچ درہم کا ایک پیالہ لے کر پیا۔

حکایت نمبر ٦:....... ایک مرتبہ اتفاق سے بنی ہاشم کے ایک سردار کے بیٹے کے جنازے میں درج ذیل حضرات اکٹھے ہو گئے۔ سفیان ثوری، ابن شبرمہ، قاضی ابن ابی لیلیٰ، ابوالاحوص مندل، امام ابوحنیفہؒ اور دیگر علماء بھی تھے۔ اچانک جنازہ رک گیا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ لڑکے کی ماں بھی جنازے کے ساتھ بے چین ہو کر تحیر کے عالم میں نکل آئی ہے اور پردے کا بھی کچھ خیال نہیں کیا تو اس کے خاوند نے اسے واپس جانے کا کہا تو اس نے جانے سے انکار کیا۔ خاوند نے قسم کھا کر کہا کہ اگر تو واپس نہ گئی تو تجھ کو طلاق۔ بیوی نے بھی قسم کھا کر کہا کہ اگر اس کی نماز جنازہ سے پہلے میں واپس جاؤں تو میرے سب غلام آزاد۔ جنازہ یکدم رک گیا کہ اب مسئلہ کا کیا حل ہو۔ اگر جنازہ گاہ تک جنازہ گیا اور والدہ واپس نہ گئی تو اس کو طلاق ہو جائے گی اور اگر وہیں سے واپس ہو جائے تو تمام غلام آزاد ہو جائیں گے۔ سب علماء حیران ہیں کہ اب کیا کیا جائے؟ امام صاحبؒ نے عورت اور خاوند کے الفاظ کی تحقیق کر کے فرمایا کہ چارپائی یہیں رکھ دو اور میت کے باپ سے کہا کہ جنازہ یہیں پڑھا دو اور بعد میں فرمایا کہ عورت واپس چلی جائے کہ اس کی قسم پوری ہو گئی اور اس کے خاوند سے کہا کہ میت کو قبرستان میں دفنا دو، تیری قسم بھی پوری ہو گئی کہ تیری بیوی یہیں سے واپس چلی گئی ہے۔ ابن شبرمہ بے اختیار پکار اٹھے کہ تیرے جیسا ذہین اور سریع الفہم بچہ جننے سے مائیں عاجز آ چکی ہیں۔ خدا بھلا کرے تیرے لئے علمی مشکلات کے حل کرنے میں کوئی کلفت نہیں۔

حکایت نمبر ۷:....... ایک مرتبہ ایک عورت امام صاحبؒ کے حلقہ میں آئی، امام صاحبؒ اپنے شاگردوں میں تشریف فرما تھے۔ عورت نے ایک سیب جس کا نصف رنگ سرخ تھا نصف زرد امام ابوحنیفہؒ کے سامنے چپکے سے رکھ دیا۔ امام صاحبؒ نے سیب کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا

اور عورت کے حوالے کر دیا۔ عورت اسے لے کر چلی گئی۔ یہ ایک معمہ تھا جس پر حاضرین متعجب تھے۔ حاضرین کی دریافت و اصرار پر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اس عورت کو حیض کا خون کبھی سرخ اور کبھی زرد آتا تھا تو اس نے سیب کے ذریعے سے اپنی حقیقت حال بیان کر دی اور اپنی طہارت کا مسئلہ پوچھا کہ زردی کی حالت میں طاہر شمار کی جاؤں گی یا نہیں تو میں نے سیب کاٹ کر مسئلہ بتا دیا کہ جب تک سیب کی اندرونی سفیدی کی طرح سفید پانی نہ آئے اس وقت تک پاک نہیں ہو گی۔ (حدائق حنفیہ)

حکایت نمبر ۸:....... ایک آدمی کے گھر میں چور آئے اور سارا سامان لوٹ لیا۔ وہ چور محلہ ہی کے تھے، جاتے ہوئے اس آدمی سے قسم لی کہ اگر میں کسی کو بتاؤں تو میری بیوی پر تین طلاق۔ صبح کو چور سامان بیچنے گئے، وہ آدمی ان کو سامان بیچتے دیکھ رہا تھا مگر قسم کی وجہ سے کسی کو بتا نہیں سکتا تھا، پریشان ہو کر امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ کیا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس محلے کے مشکوک لوگوں کو کسی مکان یا مسجد میں جمع کرو اور پھر اس کے سامنے ایک ایک کو نکالو۔ ہر آدمی کے بارہ میں اس سے پوچھتے جاؤ کہ کیا یہ تیرا چور ہے؟ جو چور نہ ہو تو صراحتاً کہہ دے کہ یہ چور نہیں اور اگر چور کو نکالا جائے تو یہ خاموش رہے اور اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہوا تو وہ چور پکڑے گئے اور سامان بھی برآمد ہو گیا اور طلاق بھی نہ ہوئی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں تین طلاقوں کو تین ہی سمجھا جاتا تھا جیسا کہ جمہور اہل سنت والجماعت حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی اور موجودہ سعودی حکومت کا فتویٰ ہے۔ اگر ایک آدمی بھی ایسا ہوتا جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے والا ہوتا تو اس کو سمجھا دیتا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی کے حکم میں ہیں، لہٰذا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک طلاق کے بعد حق رجوع خاوند کو باقی رہتا ہے، عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ قرآن پاک کی آیات اور احادیث سے یہ مسئلہ خوب روشن ہو چکا ہے۔ امام بخاریؒ نے باب من اجاز الطلاق الثلاث میں ایک آیت کریمہ اور تین احادیث سے اس حرمت کو مدلل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسلکِ حق سے تادمِ آخر وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

ایک خط کا جواب

مکرمی جناب رضوان المصطفیٰ صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ نے جو پندرہ سوالات غیر مقلدین کے ارسال فرمائے ہیں ان کے شروع میں لکھا ہے کہ ان سوالوں کے جوابات قرآن وحدیث سے دیں اور آخر میں بھی لکھا ہے کہ ان سوالوں کا جواب صرف قرآن مجید اور صحیح حدیث سے دیں اور پھر حنفی مذہب کو یہ چیلنج دیا ہے کہ قیامت تک ان سوالوں کے جواب قرآن وحدیث سے نہیں دے سکتے۔

تمہید جواب:...... مکرمی! سوال صحیح وہ ہوتا ہے جو مدعی کے دعویٰ کے موافق ہو۔ احناف نے یہ دعویٰ کب کیا ہے کہ دلائل صرف قرآن وسنّت میں منحصر ہیں۔ احناف کی تو تمام کتب میں دلائل اربعہ، (۱) کتاب، (۲) سُنّت، (۳) اجماع، (۴) قیاس کا ذکر ہے۔ یہ دعویٰ غیر مقلدین کا ہے کہ مسئلہ صرف قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ ہم ان کے دعویٰ کے ذمہ دار نہیں۔ جیسے منکرِ حدیث کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں اور وہ غیر مقلدین کو چیلنج دے دیں کہ نماز کا پورا طریقہ، اسی طرح روزہ، حج، زکوٰۃ کے تفصیلی احکام قرآن سے ثابت کر دو تو صحیح ورنہ تمہارا مذہب باطل ہے تو غیر مقلد بھی کہیں گے کہ یہ سوال ہمارے دعویٰ کے خلاف ہے، ہم اس کے ذمہ دار نہیں بلکہ تھوڑا سا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ شرط نہ قرآن سے ثابت ہے نہ سُنّت سے کہ مسئلہ صرف قرآن وسُنّت سے ثابت ہوتا ہے بلکہ یہ سوال کر کے سائل ان تمام آیات واحادیث کا منکر ہو گیا ہے جن میں حجیت اجماع واجتہاد کا ذکر ہے۔ ہمارا بھی غیر مقلدیت کو چیلنج ہے کہ ایک آیت یا ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں جس میں یہ ہو کہ ہر جاہل آدمی عالم سے دلیل کا مطالبہ کرے اور پھر دلیل بھی صرف

قرآن وحدیث سے اجماع اور قیاس مجتہد دلیل نہیں۔ تو چونکہ یہ سوال غلط ہے اس لئے جواب ہمارے ذمہ لازم نہیں مگر پھر بھی ترخیم العنان کے طور پر جواب دیتے ہیں۔

واللہ المستعان علی ما تصفون

سوال نمبر۱:...... دُعائے قنوت سے پہلے رفع یدین......؟

جواب:...... (۱) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس تکبیر میں جو رکوع سے پہلے ہوتی رفع یدین کرتے تھے یہاں تک کہ اپنی نماز پوری کرتے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۱۰۴، جلد ۱) تکبیر دعائے قنوت اور تکبیرات عیدین رکوع سے پہلے ہیں اس لئے اس حدیث پاک سے یہ دونوں رفع یدین تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کی طرح ثابت ہو گئیں۔

۲:...... ابو عثمان کہتے ہیں کہ ہم اور حضرت عمرؓ اکٹھے تھے۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر ہمارے ساتھ رکوع کے وقت دُعائے قنوت پڑھتے یہاں تک ہاتھ اٹھا کر کہ آپ کی دونوں ہتھیلیاں ظاہر ہو جاتیں اور آپ کے بازو باہر نکل آتے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری، صفحہ ۷۸)

۳:...... حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وتروں کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھتے، پھر رفع یدین کرتے، پھر رکوع سے پہلے دُعائے قنوت پڑھتے۔ (یہ احادیث صحیح ہیں جزء رفع یدین، صفحہ ۷۸)

۴:...... حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں سات جگہوں میں رفع یدین کی جائے گی۔ وتروں کی دُعائے قنوت کی تکبیر میں اور عیدین میں، حجر اسود کے استلام کے وقت اور صفا اور مروہ پر اور مزدلفہ اور عرفات میں اور دونوں جمروں کے پاس ٹھہرنے میں۔ (طحاوی، صفحہ ۴۱۷، جلد ۱) اس کی سند صحیح ہے۔ (مستدلات حنفیہ، صفحہ ۱۲۴)

۵:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات جگہوں میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے۔ تکبیر تحریمہ میں اور دُعائے قنوت کی تکبیر میں اور تکبیرات عیدین میں اور چار کا حج میں ذکر فرمایا۔ (ہدایہ کتاب الصلوٰۃ) علامہ زیلعیؒ اور ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ غریب بھذا اللفظ علامہ

زیلعیؒ حضرت ابن عباسؓ کی لاترفع الایدی الا فی سبع مواطن والی روایت جس میں دُعائے قنوت اور عیدین کی تکبیروں والی رفع یدین کا لفظ نہیں ان سات جگہوں میں حصر کی نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں وقد تواترت الاخبار بالرفع فی غیرھا کثیراً منھا الاستسقاء ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورفعہ علیہ السلام یدیہ فی الدعاء فی الصلوات وامرو بہ ورفع الیدین فی القنوت فی صلوۃ الصبح والوتر (نصب الرایہ، صفحہ ۳۹۱، جلد ۱)

اس عبارت میں وتروں کی دُعائے قنوت میں رفع یدین کو متواتر کہا گیا ہے۔ علامہ خوارزمی رکوع والی اختلافی رفع یدین کی بحث میں فرماتے ہیں کہ اس بارہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی روایات متعارض ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرف رجوع واجب ہے اور وہ حدیث مشہور ہے لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن افتتاح الصلوۃ وقنوت والوتر وتکبیرات العیدین وعند استلام الحجر وعند الصفا والمروۃ وعند الموقفین وعند الجمرتین ای الاولیٰ والوسطیٰ (کفایہ مع الفتح، صفحہ ۲۷۱، جلد ۱) یہاں علامہ خوارزمی نے اسے حدیث مشہور کہا ہے تو جب یہ رفع یدین متواتر اور مشہور ہے اور عملاً بھی متواتر ہے تو تلقی بالقبول کی وجہ سے اس کی صحت میں شک نہیں ہوگا۔ یحکم للحدیث بالصحۃ اذا تلقاہ الناس بالقبول وان لم یکن لہ اسناد صحیح (تدریب الراوی، صفحہ ۲۹، جلد ۱) نیز صاحب ہدایہ متوفی ۵۹۳ھ اور علامہ سرخسیؒ متوفی ۴۸۳ھ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور فقیہ کا کسی حدیث سے استدلال اس حدیث کی تصحیح ہوتی ہے اور علامہ سرخسیؒ نے تو اس کو حدیث معروف کہا ہے۔ فرماتے ہیں (ویرفع یدیہ حین یفتتح القنوت) للحدیث المعروف لاترفع الایدی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوۃ وقنوت والوتر وفی العیدین وعند استلام الحجر وعلی الصفا والمروۃ وبعرفات وبجمع وعند

الجمرتین (مبسوط، صفحہ ۱۶۵، جلد ۱)

یاد رہے کہ ان روایات میں حصر حقیقی نہیں اضافی ہے۔

(۶) حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ (خیر القرون والے) مستحب سمجھتے تھے کہ تو وتروں کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھے پھر تکبیر کہے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر تو دُعائے قنوت پڑھے۔ (قیام اللیل، صفحہ ۲۳۰)

سوال نمبر ۲:...... مرد اور عورت کا ہاتھ باندھنے میں فرق......؟

جواب:...... عورت کے بارہ میں:...... تو اجماع ہے کہ انہوں نے سینہ پر ہاتھ باندھنے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحبؒ فرماتے ہیں واما فی حق النساء فاتفقوا علی ان السنۃ لھن وضع الیدین علی الصدر لانہ استرلھن (السعایہ، صفحہ ۱۵۶، جلد ۲) اور قرآن پاک میں غیر سبیل المؤمنین (اجماع) کے تارک پر چلنے والے کو جہنمی کہا گیا ہے۔ (سورہ نساء، آیت ۱۱۶) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اجماع سے ایک بالشت بھی کٹ کر جدا ہوا اس نے اسلام کا پھندہ اپنے گلے سے نکال دیا۔ (مشکوۃ، صفحہ ۳۱) نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہاتھ جماعت پر ہے جو جماعت سے علیحدہ ہوا وہ جہنم میں بھی علیحدہ کر کے تنہائی میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۰) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان انسان کے لئے بھیڑیا ہے جیسے بکری کے لئے (بھیڑیا دشمن ہے) اور وہ ریوڑ کی بکریوں سے نفرت کر کے جدا ہونے والی یا چارے کے لالچ میں غفلت کی وجہ سے ریوڑ سے جدا ہونے والی بکری پر حملہ کرتا ہے، تم گھاٹیوں (میں جدا ہونے سے بچو) اور جماعت کو لازم پکڑو۔ (مشکوۃ، صفحہ ۳۱)

مردوں کے بارہ میں:...... حضرت وائلؓ کی حدیث ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۰، جلد ۱) حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے رکھے۔

(ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۸۰، جلد۱) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نماز کی سنّت یہ ہے کہ ہاتھوں کو ہاتھوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۱، جلد۱) ابومجلزؒ بھی فرماتے تھے کہ نمازی اپنی دائیں ہتھیلی کے اندر کے حصہ کو اپنی بائیں ہتھیلی کے ظاہر پر رکھے اور ان کو ناف کے نیچے رکھے۔ (ابن ابی شیبہ، صفحہ ۳۹۱، جلد۱) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں تمام انبیاء کے اخلاق سے ہیں۔ افطار جلدی کرنا، سحری مؤخر کرنا اور ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔ (مسند امام زید، صفحہ ۱۸۳) یہی مضمون حضرت انسؓ سے بھی منقول ہے۔ (الجوہر النقی) حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی تحت السرۃ کی روایت ابوداؤد میں منقول ہے۔ (الجوہر النقی) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (فیض القدیر، صفحہ ۲۷۱، جلد۵)

سوال نمبر ۳،۴:...... مسئلہ تلفظ نیت نماز و روزہ......؟

جواب:...... تلفظ نیت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحسن ہے۔ صرف امام مالکؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ محمد بن عبدالرحمٰن شافعیؒ جو آٹھویں صدی ہجری کے عالم ہیں، فرماتے ہیں:...... ومحل النية القلب والكمال ان ينطق بلسانه بمانواه بقلبه (رحمة الامه، صفحہ ۱۴) ترجمہ:...... ”محل نیت قلب ہے اور کمال یہ ہے کہ جس چیز کی دل میں نیت ہے اس کا تلفظ کر لے۔“ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ فرماتے ہیں:...... وان لفظ بمانواه كان تاكيداً (مغنی ابن قدامہ، صفحہ ۵۰۹، جلد۱) یعنی جس چیز کی نیت کی ہے اگر اس کا تلفظ کر لے تو معاملہ پختہ ہو جائے گا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی وضو، نماز، روزہ وغیرہ کی نیت کے تلفظ کو مستحب قرار دیا ہے۔ (غنیۃ الطالبین) البتہ مستحب کو لازم قرار دینا درست نہیں ہے۔ مطلق نیت کے تلفظ کو صرف آج کل کے نام نہاد عامل بالحدیث نے بدعت کہنا شروع کیا ہے اس سے قبل کسی نے اس کو بدعت نہیں کہا ہے۔

دلائل:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:...... لايستقيم قلبه حتى يستقيم لسانه (مسند احمد، صفحہ ۱۹۸، جلد۳) یعنی آدمی کا دل سیدھا نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی زبان سیدھی ہو۔ نیت جب دل کا فعل ہے تو اس کی استقامت زبان کی استقامت (یعنی تلفظ) سے ہے۔

۲:...... حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حج کی آواز بلند کرتے ہوئے۔ (مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۳)

۳:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے پوچھا جب تو نے حج فرض کیا تو کیا کہا تھا؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ اے اللہ! میں نے اس چیز کا احرام باندھا جس کا تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ ۲۲۴) یہاں قلت اور قلتُ کے الفاظ بھی تلفظ پر دلالت کرتے ہیں۔

۴:...... حضرت انسؓ فرماتے ہیں:...... كنت رديف ابى طلحةؓ وانهم ليصرخون بهما جميعاً الحج والعمرة (مشکوٰۃ، صفحہ ۲۲۳) اس میں بھی حج اور عمرے کا تلفظ باآواز بلند ثابت ہوتا ہے۔ قل ان صلاتى ونسكى الآية (الانعام) میں بھی نماز اور قربانی کے اخلاص نیت کے اظہار کا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے شروع میں انى وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض حنيفا اور مذکورہ بالا آیت کا پڑھنا بھی اظہار اخلاصِ نیت کی دلیل ہے۔

لطیفہ:...... بورے والا کے ایک دوست بندہ کے پاس آئے کہ ہمارے چک کے ایک حافظ صاحب غیر مقلد ہو گئے ہیں اور وہ یہ چیلنج کرتے ہیں کہ حنفی نماز قرآن وسنّت سے ثابت نہیں ہے۔ اس پر مناظرہ کر لیں۔ میں نے کہا غیر مقلدوں کی نماز تو کیا ان کی نیت بھی قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے، پھر میں نے ان کو چند سوالات لکھ کر دیئے کہ ان کے جوابات صحیح صریح غیر معارض مرفوع حدیث سے غیر مقلد دیں۔

۱۔ نیت کا معنی جو قرآن اور حدیث میں ہے وہ باحوالہ لکھیں، فقہ یا لغت سے چوری نہ کریں۔

۲۔ نیت فرض ہے یا واجب یا سُنّت ہے یا مستحب یا مباح، حدیث صریح پیش کریں۔

۳۔ جو حکم ہو اس کی یہ تفصیل بیان کریں کہ اس کے منکر کا کیا حکم ہے؟ کافر ہے یا فاسق ہے۔ اس پر شرعی حد کیا جاری ہوگی، قتل کیا جائے گا یا کوڑے لگائے جائیں گے؟ کوڑوں کی کیا تعداد متعین ہے اور اگر نیت کا منکر تو نہیں عمداً نیت نہیں کی یا سہواً نیت نہیں کر سکا تو اس کی کیا سزا ہے؟

۴۔ ادا اور قضا کی نیت ایک ہی ہے یا جدا جدا، صریح حدیث پیش کریں۔

۵۔ فرض نماز، واجب وتر، سنتوں اور نفلوں کی نیت ایک ہی ہے یا فرق ہے اور پھر فرضوں میں سے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی تعیین نیت میں ضروری ہے یا نہیں؟ صریح حدیث پیش فرمائیں۔

۶۔ نماز کی شرائط کا دل کی نیت میں استحضار ضروری نہیں تو بھی صریح حدیث پیش کریں۔

۷۔ اسی طرح نماز کے ارکان، واجبات، سنن مستحبات کا ارادہ بھی نیت میں ضروری ہے یا نہیں۔ صحیح حدیث پیش کریں۔

چند دن کے بعد اس دوست سے ملاقات ہوئی تو بتایا کہ ہم نے آپ کے سوالات دیئے تھے اور مسلسل دو تین دن ان سے جوابات کا مطالبہ کیا تو انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ تم جیتے ہم ہارے، اگر آپ ہم سے لکھوانا بھی چاہیں تو ہم لکھ کر دینے کو تیار ہیں۔ آپ ہمارا پیچھا چھوڑ دیں۔ میں نے پوچھا پھر آپ نے ان سے یہ تحریر لے لی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں ان پر ترس آ گیا تھا اس لئے ہم نے ان سے تحریر نہیں لکھوائی۔ میں نے کہا تحریر لکھوا لیتے تو آپ کو بعد میں کام دیتی، تحریر نہ لکھوا کر آپ نے اپنی محنت ضائع کر دی۔ واضح رہے کہ احناف کے نزدیک دل میں نیت کرنے سے بھی نماز بلا کراہت درست ہے۔

سوال نمبر ۵:...... بریلوی، دیوبندیوں کا مذہب حنفی کس آیت یا حدیث میں ہے......؟

جواب:...... قرآن پاک میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے جس کی سات متواتر قراءتیں ہیں۔ ان سات قاریوں کی قراءتوں کے نام نہ قرآن میں ہیں نہ حدیث میں، پوری اُمت کا اجماع ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ قرآن ہی لوگوں کو دیا ہے، اپنی طرف سے قرآن نہیں بنایا۔ اسی طرح اطیعوا الرسول کا حکم قرآن میں ہے مگر قرآن پاک کی کسی آیت یا حدیث سے صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کا ذکر نہیں۔ اسی طرح اہل استنباط کی اطاعت کا حکم سورہ نساء آیت ۸۳ اور فقہاء کی طرف رجوع سورہ توبہ آیت ۱۲۲ سے ثابت ہے اور ان فقہاء کی تعیین اُمت نے کی ہے کہ اس وقت جن فقہاء کا مذہب اصولاً اور فروعاً مدون ہو کر تمام عالم میں پھیلا ہے وہ چار فقہاء ہیں۔ (۱) امام ابوحنیفہؒ، (۲) امام مالکؒ، (۳) امام شافعیؒ، (۴) امام احمد بن حنبلؒ...... اگر یہ وسوسہ ڈال کر کہ ان کے نام قرآن وحدیث میں نہیں ان کی فقہ کو چھڑوایا گیا تو صرف فقہ ہی نہیں چھوٹے گی دین ہی چھوٹ جائے گا۔ جس طرح سات قاریوں کے چھڑانے سے قرآن چھوٹ جائے گا اور محدثینؒ کی کتب کے چھڑوانے سے حدیث ہی چھوٹ جائے گی تو غیر مقلدین کا مقصد صرف اماموں کو چھڑوانا نہیں دین کو چھڑوانا ہے۔ اس علاقہ میں تواتر سے فقہ حنفی ہی آئی ہے اور کوئی فقہ یہاں متواتر نہیں، اگر یہاں فقہ حنفی چھوڑی تو اسلام ہی چھوٹ جائے گا۔

غیر مقلدین جواب دیں کہ:...... جب آپ کا دعویٰ ہے کہ ہمارا ہر مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو یہ بتائیں کہ یہ حکم قرآن وحدیث کا ہے کہ جس کا نام قرآن وحدیث میں ہو اس کو ماننا ہے اور جس کا نام نہ ہو تو اس کو نہیں ماننا؟ صریح آیت یا حدیث پیش کریں؟ نیز درج ذیل مسائل پر بھی روشنی ڈالیں۔ (۱) جن رسولوں، فرشتوں اور صحیفوں کے نام قرآن پاک اور احادیث میں نہیں آپ ان کو مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر مانتے ہیں تو کس دلیل سے اور اگر کوئی کہے کہ میں تو ان رسولوں، فرشتوں اور صحیفوں کو نہیں مانوں گا جن کے نام نص میں نہیں ملیں گے

تو اس شخص کا شرعی حکم کیا ہے؟ (۲) جن دوائیوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ان کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟ (۳) کتب تفسیر، کتب اصول تفسیر، کتب اصولِ حدیث غیر مقلدین کی تمام کتب فتاویٰ ستاریہ، فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ وغیرہ جن کا کتب حدیث میں ذکر نہیں ان کو ماننا کس دلیل سے ثابت ہے؟ (۴) آپ مختلف جماعتیں ہیں، غرباء، اہلحدیث، جمعیت اہلحدیث، جماعت اہلحدیث، شبانِ اہلحدیث، تحریک محمدی وغیرہ ان کا ذکر کس حدیث میں ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ (۵) کیا آپ آسمان سے نازل شدہ غذائیں اور دوائیں استعمال کرتے ہیں یا زمینداروں کا کاشت کردہ غلہ بھی استعمال کرتے ہیں، اگر کوئی یہ کہے کہ میں تو اس زمیندار کی زمین کا غلہ استعمال کروں گا جس کا نام قرآن میں ہو، میں اس ڈاکٹر سے دوائی لوں گا، میں اس مٹھائی کو کھاؤں گا جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ہو، میں وہ پھل کھاؤں گا جس کا قرآن وحدیث میں ذکر ہو، میں وہ سبزی استعمال کروں گا جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ہو، یہ تحقیق ہوگی یا وسوسہ اور اس سے صرف حنفیت نہیں چھوٹے گی بلکہ زندگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

وسوسہ نمبر ۶:...... حنفی مذہب والے دائمی امام ابوحنیفہؒ کو مانتے ہیں اس کا ثبوت قرآن کی کس آیت یا حدیث میں لکھا ہے حالانکہ دائمی (یعنی قیامت تک کے لئے) امام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں!

جواب:...... سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ اعتراض صرف حنفی مذہب والوں پر کیوں ہے کہ وہ ہمیشہ حنفی رہتے ہیں، حنبلیوں پر کیوں نہیں حالانکہ حنبلی بھی دائمی حنبلی رہتے ہیں۔ کیا اس کا سبب یہ تو نہیں کہ حنبلیوں پر اعتراض کرنے سے ریال بند ہونے کا خطرہ ہے۔ یاد رہے کہ مذہب کا معنی راستہ ہوتا ہے جیسے ملکی راستے ہیں جو منزل تک پہنچاتے ہی، اگر کوئی ساری زندگی ایک راستہ سے کسی شہر میں داخل ہوتا ہو تو کوئی وجہ اعتراض نہیں، یہ بالکل ایسے ہے جیسے کوئی ساری زندگی قاری عاصم کوفی کی قراءۃ پڑھے اور کسی قاری کی قراءۃ نہ پڑھے تو یقیناً وہ

پورا قرآن پڑھنے والا ہے، ساری زندگی کوئی ایک ڈاکٹر کی دوائی کھائے، ساری زندگی ایک انجینئر سے نقشے بنوائے، ایک ہی عدالت میں مقدمات لے کر جائے یہ قابل اعتراض نہیں، پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اس ملک میں ایک فقہ حنفی ہی متواتر ہے اور کوئی فقہ یہاں آئی ہی نہیں اس لئے جب تک یہاں فقہ حنفی ہے اس پر عمل کرنا پڑے گا، پھر آخر میں جو لکھا ہے کہ امام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس میں بظاہر امام صاحب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تقابل دیا جارہا ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ امام ابوحنیفہؒ مجتہد ہیں، نبی نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں، امام بمعنی مجتہد نہیں۔ یہ وسوسہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قیامت تک تو خدا کو ماننا ہے تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں مانتے ہو؟

وسوسہ نمبر ۷:...... حنفی مذہب میں کئی فرقے ہیں۔ مثلاً سُنّی، وہابی، دیوبندی، بریلوی، نقشبندی، قادری، چشتی وغیرہ حالانکہ ان سب کا امام ایک، مذہب ایک، پھر یہ فرقے کیوں؟ ان سب میں حق پر کون ہے؟

الجواب:...... اختلافات کئی قسم کے ہیں۔

۱:...... بہت سے اختلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں اختلاف، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلافات، مجتہدین کے اختلافات، قراء کے اختلاف، محدثین کے اختلاف۔ یہ اختلافات ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں جیسے غذاؤں، دواؤں کے اختلافات۔

۲:...... اور کچھ اختلافات عذابِ خداوندی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی اور اس کو نیکیوں کو مونڈنے والا قرار دیا۔ ان کی مثال مضر صحت غذاؤں اور جعلی دواؤں کی ہے۔ پہلے اختلاف کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے فرقے یعنی جماعتیں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں جس طرح جسمانی مزاجوں کے اختلاف کی بناء پر ایک مزاج کے لئے ایک غذا اور دوا موافق ہے تو دوسرے کے مزاج سے دوسری غذا اور دوا میل کھائے گی۔ بعض

اوقات ایک آدمی تلذذ کے طور پر مختلف غذائیں اور پھل استعمال کرتا ہے، اسی طرح ایک روحانی مزاج کے موافق ایک مسئلہ یا ایک ذکر ہوگا تو دوسرے کے روحانی مزاج کے موافق دوسرا مسئلہ اور دوسرا ذکر ہوگا۔ بعض اوقات وقت کی تبدیلی یا شخص کی تبدیلی سے بھی حکم تبدیل ہوجاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرتؒ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا افضل ہے یا استغفار؟ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ درود پاک کی مثال عطر کی ہے اور استغفار کی مثال صابون کی ہے جو گناہوں کی میل کچیل کو دور کرتی ہے۔ اگر آدمی گنہگار ہے تو اس کو پہلے گناہوں کی گندگی دور کرنے کے لئے استغفار کے صابون کو استعمال کرنا چاہئے اور بعد میں درود پاک کا عطر لگانا چاہئے اور اگر اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے محفوظ رکھا ہے تو اس کو درود پاک کے عطر سے روح کو معطر کرنا چاہئے۔

سائل نے جو مطلق گروہ بندی اور فرقوں کو غلط کہا ہے کہ صحیح نہیں، ہاں اہل بدعت اور غیر مقلدین جو حنفیت سے کٹے ہیں یہ فرقے غلط ہیں باقی کسی بدعتی فرقہ کا حنفیت کا دعویٰ کرنے سے حنفی ہونا لازم نہیں آتا جیسے مرزائیوں کے دعویٰ اسلام سے ان کا واقعہ میں مسلمان ہونا لازم نہیں آتا۔

سُنّی:...... اہل سُنّت والجماعت کے مسلک پر چلنے والوں کو کہتے ہیں۔ اگر سُنّت پر عمل نہ کرے تو زبانی مدعی سُنّت ہے واقع میں وہ سُنّی نہیں ہوگا۔ اہل قرآن بمعنی منکر حدیث اور اہلِ حدیث بمعنی منکر فقہ کا اہل قرآن یا اہل حدیث کہلانا غلط ہے اور اہلِ سُنّت والجماعت حنفیوں کا فرقہ نہیں بلکہ حنفی اہلِ سُنّت والجماعت کی ایک شاخ ہیں کیونکہ مالکی، شافعی اور حنبلی بھی اہلِ سُنّت ہیں۔

وھابی:...... نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں کہ:..... وہابی بھی مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱ دشمن گورنمنٹ (برطانیہ) (ترجمان وہابیہ، صفحہ۳)

۲ بعض رسوم فتنہ انگیز کو موقوف کرنے والے (مثلاً تعزیہ سازی، پیر پرستی، گور پرستی وغیرہ، ترجمان وہابیہ، صفحہ۵)

۳ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین (ترجمان وہابیہ، صفحہ۱۰)

۴ میان دوآب میں وہابی وہ ہے جو قبر میں پوجے اور تعزیہ رکھنے اور ولیوں سے مدد چاہنے اور مولود کی مجلسوں سے منع کرے اور یا رسول اللہ اور یا علی کہنے سے باز رکھے۔ (صفحہ۱۲)

۵ حیدرآباد دکن میں وہابی وہ ہے جو سندھی نے پٹے اور پاجامہ ٹخنوں سے اونچا رکھے اور ڈاڑھی نہ منڈوائے اور نماز و روزہ ادا کرتا رہے۔ (صفحہ۱۲)

۶ اور بمبئی میں وہابی وہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جن کا مذہب حنبلی ہے اور ایک عالم دیندار تھے، ان کو مالک سارے جہان کا نہ جانے اور محفل مولود کو بدعت اور نئی تراش مسلمانوں کی بتاوے۔ (ترجمان وہابیہ، صفحہ۱۲)

۷ پوربیوں کے نزدیک مشرق کے ہندوستانی شہروں میں وہابی وہ ہے جو ان چار مذہبوں میں سے کسی مذہب خاص کا مقلد و مقید نہ ہو بلکہ سچے اور اچھے طریقہ پر پیغمبر ﷺ کے چلتا ہو اور ان نئی باتوں سے جو پیغمبر ﷺ کے بعد لوگوں نے اپنی عقل سے تراش لیں دور رہتا ہو اور بعض لوگوں کے نزدیک وہابی وہ ہے جس میں یہ سب باتیں موجود ہوں اور اکثر ہند میں وہابیہ بدعتیوں کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ (ترجمان وہابیہ، صفحہ۱۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ وہابی محمد بن عبدالوہاب کے متبعین کو اور غیر مقلدوں کو بھی کہا جاتا ہے جو حنفی نہیں اور بدعات کی تردید اور کافر حکومت کے مخالفین کو بھی جہاد کو بدنام کرنے کے لئے کہا جاتا ہے اور بدعت کی تردید جو حکم نبوی ﷺ ہے جیسا کہ جہاد حکم شرعی ہے یہ کوئی امام ابوحنیفہؒ کا اجتہادی مسئلہ نہیں اگر حنفیوں نے ان دونوں مسئلوں پر عمل کیا

ہے تو حکمِ نبوی کی بناء پر کیا ہے نہ کہ اجتہادِ ابو حنیفہؒ کی وجہ سے، بہر حال اس معنی میں حنفی محمدی فرقہ ہے۔

بریلوی:...... سائل نے بریلویوں کو حنفی کہا ہے۔ یہ صرف دعویٰ بلا دلیل ہے۔ بریلویوں کی بدعات اگر فقہ حنفی کے مفتیٰ بہ اقوال سے سائل ثابت کر دے تو واقعی وہ حنفی ہوں گے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو وہ اپنی نئی نئی بدعات میں غیر مقلد ہوں گے۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ وہ اَدب میں حد سے بڑھنے والے غیر مقلد ہوں گے اور نام نہاد اہل حدیث بے اَدب غیر مقلد ہیں۔

دیوبندی:...... یہ اہل سُنّت والجماعت کا گروہ ہے جو کتاب اللہ، سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ اُمت اور امامِ ابو حنیفہؒ کی فقہ کے مفتیٰ بہ اقوال کو ماننے والے ہیں۔ یہ نسبت اہلِ بدعت (خواہ وہ بدعتِ مکفرہ کے قائل ہوں جیسے مرزائی، منکرِ حدیث، منکرِ معجزات وغیرہ یا بدعتِ غیر مکفرہ کے قائل ہوں جیسے منکرین فقہ وغیرہ) سے امتیاز کے لئے ہے۔

چشتی، قادری، نقشبندی:...... یہ تزکیۂ نفس یعنی تصوف کے سلاسل ہیں۔ فقہی نسبتیں نہیں، نہ ان کا کوئی آپس میں تضاد ہے۔ ایک شخص ایک ہی وقت میں سلاسلِ اربعہ میں لوگوں کی اصلاح کر سکتا ہے اور نہ ہی ان کا فقہ حنفی سے تضاد ہے۔ یہ نسبتیں مختلف امتیازات کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسے ایک پاکستانی قوم کے بعض افراد پنجابی، بعض سرحدی، بعض بلوچی، بعض سندھی ہیں اس کے باوجود وہ پاکستان سے کٹے نہیں۔ اب کوئی کہے کہ ملک ایک، بادشاہ ایک پھر یہ اختلاف اور فرقہ بندی کیسے؟ تو ہر آدمی کہے گا کہ یہ فرقہ بندی نہیں۔

سائل کو ان فرقوں کی فکر ہے مگر اسے اس کی فکر نہیں کہ مدعیانِ اہل حدیث کے کتنے فرقے ہیں جو ایک دوسرے کو کافر تک کہتے ہیں۔

ا:...... پروفیسر محمد مبارک صاحب جماعت غربائے اہل حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں:...... ”جماعت غربائے اہل حدیث باغی جماعت ہے جس کا جماعت اہل حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ پوری جماعت مع امام کے واجب القتل ہے۔ افسوس! سید احمد شہید

کی تحریک کامیاب ہو جاتی تو ضرور جماعت غرباء اہل حدیث کو مع امام کے قتل کیا جاتا جس طرح سیدنا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا تھا۔ جس طرح مسیلمہ کذاب کی حمایت کرنے والے مجرم تھے اسی طرح وہ علماء جو جماعت غرباء اہل حدیث کے جلسوں کو رونق بخشتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔“

(علمائے احناف اور تحریک مجاہدین، صفحہ ۵۳، ۵۲)

مولوی عبدالحق غزنوی مولوی ثناء اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:...... ثناء اللہ امرتسری محدثین کے مذہب پر نہیں مُحْدِثین فی الدین میں سے ہے۔ مثل دیگر فرق ضالہ جہمیہ اور معتزلہ اور قدریہ وغیرہ کے جو تحریف کرنے والے ہیں۔

نیز لکھتے ہیں آج کل ایک تفسیر عربی مولوی ثناء اللہ کشمیری الاصل امرتسری الوطن میری نظر سے گزری۔ تفسیر کیا ایک اغلاط کا مجموعہ تاویلات کا ذخیرہ دیکھا۔ تعجب ہے یونیورسٹی کے فاضل کی فضیلت اور لیاقت پر کہ الفاظ غلط، معانی غلط، استدلالات غلط بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی۔ (الاربعین، صفحہ ۳)

مولوی عبدالاحد خانپوری نے مستقل کتاب لکھی اظہار کفر ثناء اللہ بجمیع ما امنت باللہ بلکہ ترکِ تقلید نے اکثر گمراہ جماعتوں کو جنم دیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحبؒ مدرس اول و مفتی مدرسہ عربیہ رائے پور گوجرانوالہ بزرگوار حضرت مولانا عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ و حضرت مولانا حبیب اللہ ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال فرماتے ہیں:...... ”واہ رے چودھویں صدی کے اہل حدیثو تم سے خدا سمجھے! نیچری، مرزائی، چکڑالوی سب فرقے غیر مقلدی ہی کی شاخیں ہیں۔ ان کے بانی سب غیر مقلد ہی تھے ترقی کر گئے۔“ (مباحثہ زیرہ، صفحہ ۱۵) مزید تسلی کے لئے الفیصلۃ الحجازیہ، فیصلہ مکہ، فتنہ ثنائیہ، مظالم روپڑی کا مطالعہ فرمائیں۔

وسوسہ نمبر ۸:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ تکبیروں کا ثبوت ملتا ہے۔ (یہ ثبوت ابوداؤد شریف میں ہے) چھ تکبیروں کا ثبوت کہاں ہے؟

الجواب:...... آج تک تو یہ سنتے تھے کہ تعصب سے متعصب کی بصیرت متاثر ہوتی ہے مگر غیر مقلد کی بصارت بھی متاثر ہوگئی ابوداؤد سے بارہ تکبیروں والی روایت نظر آ گئی مگر ساتھ ہی چھ تکبیروں والی روایت تھی وہ نظر نہیں آئی۔ لیجئے شاید ہماری راہنمائی کحل الجواہر ثابت ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد ابو عائشہ فرماتے ہیں کہ سعید بن العاصؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حذیفہ بن یمانؓ سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں تکبیریں کیسے کہتے تھے؟ تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ جنازہ پر تکبیروں کی طرح چار تکبیریں کہتے تھے تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ ابو موسیٰؓ نے سچ کہا، پھر حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ میں بصرہ میں جب اہل بصرہ کا امیر تھا تو ایسے ہی تکبیریں کہتا تھا۔ ابو عائشہ فرماتے ہیں کہ میں سعید بن العاصؓ کے پاس موجود تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۳، جلد ۱) حاشیہ میں ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ تکبیرات زوائد مل کر چار اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ چار بنتی ہیں۔ تفصیل کے لئے شوال ۱۴۲۵ھ کا "الخیر" اور "حدیث اور اہلحدیث" کا مطالعہ فرمائیں۔

وسوسہ نمبر ۹:...... تم حنفی کیوں کہلاتے ہو؟ نعمانی کیوں نہیں کہلاتے جبکہ امام صاحب کا نام نعمان ہے۔

الجواب:...... کیا اگر ہم نعمانی کہلاتے تو آپ نے راضی ہو جانا تھا؟ امام صاحبؒ کے نام کی طرف نسبت کر دیں یا کنیت کی طرف اس میں کوئی فرق نہیں۔ کنیت چونکہ زیادہ مشہور ہے اس لئے اس کی طرف نسبت ہو جاتی ہے۔ کیا آپ کو کوئی آیت یا حدیث مل گئی ہے کہ کنیت کی طرف نسبت ناجائز ہے۔ ذرا آپ بھی اپنے علماء سے پوچھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی احمد بھی ہے۔ آپ احمدی کیوں نہیں کہلاتے؟ [1]

وسوسہ نمبر ۱۰:...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو مذاہب اربعہ میں سے کس کی پیروی کریں گے؟

الجواب:...... غیر مقلد وحید الزمان نے تو حضرت امام مہدی کے لئے ہدیۃ المہدی

[1] آنحضرت ﷺ کی پوری امت "ملت حنیفیہ" کہلاتی ہے۔ احناف کے لئے یہ تشارک لفظی بھی باعث برکت ہے۔ (ازہر)

لکھ دی تھی اور وصیت کر دی تھی کہ:...... "اگر ہم فوت ہو جائیں تو ہر ایک مسلمان بھائی کو ہماری وصیت یہ ہے کہ ہمارا اسلام حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچا دے اور ہماری کتاب ہدیۃ المہدی آپ کے ملاحظہ میں گزار دے۔" (لغات الحدیث مادہ، صفحہ ۵۷، جلد) کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ غیر مقلدوں نے اس الجھن کا حل پیش کر دیا ہے۔ غیر مقلدین اگر وحید الزمان سے نالاں ہیں تو وہ بھی اجلاس بلا کر اس کی تحقیق کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قراء سبعہ میں سے کس قاری کی قراءۃ میں اتباع کریں گے جواب قرآن اور حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ہو؟ قرآن وسنّت کا مفہوم وہ "غرباء الحدیث" سے سیکھیں گے یا "جماعت اہل حدیث" سے یا "جمعیت اہل حدیث" سے، "شبان اہل حدیث" سے یا "اہل حدیث یوتھ فورس" سے "تحریک محمدی" سے یا "جماعت المسلمین" سے؟

توضیح:...... علامہ شامیؒ نے علامہ سیوطیؒ کے رسالہ "الاعلام" سے نقل کیا ہے کہ یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کے مطابق فیصلہ کریں گے باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور کسی نبی کے بارہ میں کیسے خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کسی مجتہد کو جو اس امت کا فرد ہے اس کی تقلید کریں، وہ تو صرف اجتہاد سے فیصلے کریں گے یا اس وحی کے ذریعہ سے جو ہماری شریعت کے بارہ میں پہلے سے ان کو معلوم ہو چکی ہے یا آسمان میں ان کو اس کی تعلیم دی گئی ہے یا وہ قرآن میں غور و فکر کر کے قرآن کو ایسے سمجھیں گے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سے احکام کو سمجھتے تھے۔ علامہ سبکیؒ نے صرف آخری احتمال کو ذکر کیا ہے اور ملا علی قاریؒ نے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام قرآن وسنّت کے حافظ بن کر نازل ہوں گے یا اپنے زمانے کے علماء سے قرآن وسنّت حاصل کریں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بارہ میں کوئی صریح بات منقول نہیں۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کے مقام کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چیزیں سیکھ کر اس کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں فیصلے فرمائیں گے کیونکہ حقیقت میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں (اھ) اور جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت

امام مہدی امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کریں گے۔ اس کی ملا علی قاری نے اپنے رسالہ المشرب الوردی فی مذہب المہدی میں تردید کی ہے۔ (شامی، صفحہ۵۷، جلد۱) قہستانی کا قول درمختار میں یہ نقل کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مذہب ابی حنیفہ کے موافق فیصلے فرمائیں گے۔ علامہ شامی نے اس بات کی تردید کردی کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہوں گے۔ البتہ ان کے اجتہاد کا امام صاحبؒ کے اجتہاد سے توافق بعید نہیں جو علامہ شعرانی شافعی کے کشف سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب تدوین کے اعتبار سے سب سے پہلا ہے اور ختم ہونے کے اعتبار سے سب سے آخر میں ختم ہونے والا ہے۔ (شامی، صفحہ۵۷، جلد۱) اس توافق کو تقلید نہیں کہا جاتا بلکہ اس سے امام صاحبؒ کے مذہب کی حقانیت واضح ہوتی ہے کہ ایک نبی کا اجتہاد ان کے اجتہاد کے موافق نکلا۔

وسوسہ نمبر ۱۱:...... امام ابو حنیفہؒ کس کی فقہ پر عمل کرتے تھے؟

الجواب:...... قرآن وسُنّت اور اجماع صحابہؓ پر عمل کرتے تھے اور اجتہادی مسائل میں خود اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے جیسے مقتدیوں کو تو امام کی اقتداء کی نیت ضروری ہے مگر امام کسی کی اقتداء کی نیت نہیں کرتا۔ مریض کو ڈاکٹر کی اتباع ضروری ہے۔ ڈاکٹر خود اپنی مرض کا علاج تجویز کرسکتا ہے۔ اب مریض کہے کہ ڈاکٹر کسی کے پاس دوائی لینے نہیں جاتا تو میں ڈاکٹر کے پاس کیوں جاؤں تو اس کا جو نقصان مریض کو ہوگا وہ واضح ہے۔

وسوسہ نمبر ۱۲:...... جس آیت یا حدیث کی دلیل پر تم نے مذہب بنا لئے ہیں ان پر عمل کرکے صحابہؓ نے، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی مذہب کیوں نہ بنائے۔ کیا صحابہؓ سے ان آیتوں یا حدیثوں پر عمل کرنا رہ گیا تھا؟

الجواب:...... صحابہ کرامؓ نے اجتہاد اور تقلید والی آیتوں پر عمل کیا کیونکہ ابن قیم نے کل فتویٰ دینے والے صحابہؓ کی تعداد تقریباً (۱۵۱) ذکر کی ہے جن میں سے سات کثیر الفتویٰ تھے۔ باقی صحابہ کرامؓ کو مذہب مدون کرنے کا موقع نہیں ملا جس طرح ان کو قرأتیں مدون

کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ائمہ اربعہ نے ان کے مسائل کو اپنی اپنی فقہ میں لے لیا۔ اب فقہ پر عمل کرنے والا قرآن وسُنّت اور صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ اور فقہاء کے اجتہاد پر عمل کرنے والا ہے۔ یہ وسوسہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قراء سبعہ اور اصحاب صحاح ستہ نے جن آیات اور احادیث پر عمل کرکے سات قراءتوں اور صحاح ستہ کو مدون کیا، کیا صحابہ کرامؓ نے ان پر عمل کرکے قراءۃ صدیقی، قراءۃ فاروقی، قراءۃ عثمانی، قراءۃ علوی اور صحیح صدیقی، صحیح فاروقی، سنن عثمانی، سنن علوی کیوں مدون نہ کیں۔ کیا صحابہؓ سے ان آیات اور احادیث پر عمل کرنا رہ گیا تھا؟ تو واضح ہے کہ یہ وسوسہ قرآن وسُنّت چھڑوانے کا ذریعہ بنے گا۔ اسی طرح غیر مقلد کا مذکورہ وسوسہ معانی قرآن سے متنفر کرنے کا ذریعہ ہے۔

وسوسہ نمبر ۱۳:...... اسلام کا انکار کفر ہے تو پھر تمہارے مذہب کا منکر کافر ہے یا نہیں اگر کافر نہیں تو پھر مذہب حنفی اسلام کیسے ہوا؟

الجواب:...... اسلام اور کفر کا مدار ایسے مسائل ہیں جن کا ثبوت اور دلالت دونوں قطعی ہوں۔ ان کا اقرار اسلام اور ان میں سے کسی ایک مسئلے کا بھی انکار کفر ہے۔ قرآن پاک اور احادیث متواترہ قطعی الثبوت ہیں۔ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ میں سے بعض کی دلالت ظنی ہے۔ اخبار آحاد میں سے ہر ایک حدیث ظنی الثبوت ہے اور دلالت میں بعض مفاہیم میں قطعی اور بعض میں ظنی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وسُنّت کے بھی جو مفاہیم ظنی ہیں ان کا انکار کفر نہیں، قطعیات کا انکار کفر ہے۔ اب اگر کوئی منکر حدیث یہ کہے کہ اسلام کا انکار کفر ہے اور خبر واحد کا انکار کفر نہیں لہٰذا خبر واحد اسلام نہ ہوئی یا کوئی منکر قرآن کسی آیت ظنی الدلالۃ کے مفہوم کو لے کر کہے کہ اسلام کا انکار کفر ہے اور اس ظنی المفہوم کا انکار کفر نہیں تو انکار قرآن کا دروازہ کھل جائے گا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ تمام منکر قرآن اور منکر حدیث ایسے ہی وسوسوں سے منکرِ قرآن اور منکر حدیث بنے ہیں۔ باقی فقہ حنفی کی کتب میں قرآن وسُنّت کے قطعی مسائل بھی ہیں اور اجتہادی مسائل بھی۔ ان قطعیات کا انکار کفر ہے، البتہ اجتہادی مسائل میں اگر نفسِ اجتہاد کا منکر ہے تو وہ قرآن وسُنّت کے قطعی مسئلہ کا منکر ہے

تو وہ فاسق وفاجر اور مستحق تعزیر ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جاہل انسان بلاد ہند اور بلاد ماوراء النہر میں ہو اس حال میں کہ یہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہیں اور نہ ان مذاہب کی کتب میں سے کوئی معتبر کتاب ہے تو اس پر امام ابوحنیفہؒ کی تقلید واجب ہے اور آپ کے مذہب سے اس کا خروج حرام ہے کیونکہ وہ اس وقت اس کا طوق اپنی گردن سے اتار دے گا اور بیکار اور مہمل ہو جائے گا۔ (الانصاف، صفحہ ۲۲)

وسوسہ نمبر ۱۴: ...... مذہب حنفی اسلام ہے تو صحابہؓ نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟

الجواب: ...... یہ سوال ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ صحابہ کرامؓ کے فتوے اگر اسلام ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کیوں عمل نہیں کیا۔ احادیث نبویہ سے ثابت ہونے والے مسئلے اگر اسلام ہیں تو قرآن نے ان کو کیوں ذکر نہیں کیا؟ قراء سبعہ کی قراءتیں اگر اسلام ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرامؓ نے یہ قراءتیں کیوں نہیں پڑھیں؟ صحاح ستہ کا پڑھنا اگر اسلام ہے تو صحابہؓ نے صحاح ستہ کیوں نہیں پڑھی؟ کیا صحابہؓ مسلمان نہیں تھے؟ ایسے سوال وہی کر سکتا ہے جو حدیث کو قرآن کے خلاف اور صحابہؓ کو حدیث کے خلاف اور قراءتوں کو قرآن کے خلاف تصور کرے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حدیث قرآن کی شرح ہے اور صحابہ کرامؓ نے مزید احادیث کی وضاحت فرمائی اور ائمہ مجتہدین نے قرآن وسنّت اور اقوال صحابہؓ کو لے لیا اور مزید اجتہادی مسائل کو ان سے مستنبط کر لیا۔ صحابہ کرامؓ کے اجماعی مسائل کو تو بلا چون وچرا لے لیا اور اختلافی مسائل میں اپنے اجتہاد سے کسی فقیہ صحابی کے قول کو ترجیح دی اور نئے پیش آمدہ سوالات میں بھی اجتہاد کر لیا۔ طب کی ترقی سے آئے دن نئی سے نئی ادویات سامنے آ رہی ہیں۔ کوئی کہے کہ ان ادویات سے صحابہ کرامؓ نے شفا حاصل نہیں کی تو ہم بھی نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ جان لیوا ثابت ہوگا، یہ کوئی علمی تحقیق نہیں ہوگی۔

وسوسہ نمبر ۱۵: ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ۷۳ فرقوں میں سے ایک حق پر ہوگا لیکن تم چار یا پانچ کو حق پر مانتے ہو تم سچے ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم؟

الجواب: ...... سائل نے یہ حدیث آدھی پڑھی ہے۔ اگر پوری پڑھ لیتا تو پریشان نہ

ہوتا۔ علامہ شہرستانی نے اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ناجی گروہ کون سا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل السنۃ والجماعت۔ پوچھا گیا کہ اہل سنّت والجماعت کون ہیں؟ تو فرمایا کہ جس پر آج کے دن میں ہوں اور میرے صحابہ (الملل والنحل برحاشیہ الفصل فی الملل والاھواء والنحل، صفحہ ۵، جلد ۱)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حق اور باطل کا ذکر فرمایا ہے اور حق یقیناً ایک ہے مگر حق تک پہنچنے کے لئے اجتہادی راستے مختلف ہو سکتے ہیں۔ مجتہدین کا اختلاف حق اور باطل کا نہیں ثواب اور خطا کا ہے اور خطا بھی اجتہادی جس پر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اجر کا وعدہ فرمایا۔ (بخاری) اور راستوں کا متعدد ہونا قرآن نے بھی بیان فرمایا:...... والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (العنکبوت) یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام (مائدہ:۱۶) ومالنا الا نتوکل علی اللہ وقد ھدانا سبلنا (ابراہیم:۱۲) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سبل (مذاہب) کا ذکر کیا ہے۔ اب کوئی منکر حدیث پوچھے کہ نبی پاک حق ایک مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت سے مذاہب یعنی راستوں کا ذکر فرماتے ہیں تو نعوذ باللہ بتائیں خدا سچا ہے یا رسول؟ تو ہم اس کو بھی اور منکر فقہ کو بھی ایک ہی جواب دیں گے کہ خدا بھی سچا ہے اور خدا کا رسول بھی سچا ہے اور مذاہب اربعہ حق ہیں، غیر مقلد اور منکرِ حدیث جھوٹے ہیں اور فریبی۔

اللہ تعالیٰ اگر سائل جاہل ہے تو اس کو علم کا نور عطا فرمائیں اور اگر متعصب اور ضدی ہے تو اس کی اصلاح فرمائیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز اور تمام اہل سنّت والجماعت کو آخر دم تک مسلکِ حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

الخیر الساری فی تشریحات البخاری

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم
صدر مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان

کے درسی افادات کا مجموعہ

استاذِ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم (صدر مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان) کا شمار استاذ العلماء عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہٗ کے مایہ ناز اور قابلِ فخر تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۹۴۴ء میں ایک طالب علم کی حیثیت سے خیر المدارس، ملتان میں آئے اور آج تک اِسی مادرِ علمی سے وابستہ ہیں۔ آپ کو یہ سعادت وخصوصیت حاصل ہے کہ فارسی سے دورۂ حدیث تک ''امہاتِ الکتب'' آپ نے بانی جامعہ قدس سرہٗ کی نگرانی وسرپرستی میں پڑھائیں۔ جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد خیر المدارس کی صدارتِ تدریس کے لئے مجلس شوریٰ نے آپ کا انتخاب کیا جو بلاشبہ آپ کے علمی وعملی کمالات اور جامعہ کے لئے آپ کی خدمات، غیر متزلزل وابستگی اور وفاؤں کا اعتراف واظہار تھا۔

اگرچہ حضرت علامہ کشمیری قدس سرہٗ کی حیات شریفہ کے آخری دور میں ان ہی کے حکم سے بخاری شریف کا اکثر حصہ آپ کے زیرِ درس رہا، لیکن شیخ الحدیث کی مسند پر آپ کا باضابطہ تقرر .... ء میں ہوا۔ اُس وقت سے تا حال آپ تشنگانِ علوم حدیث کو اپنے علوم و معارف سے سیراب فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تفہیم وتدریس اور بیانِ کا جو سلیقہ اور

صلاحیتیں آپ کو عطا فرمائیں ہیں وہ بہت کم مدرسین میں نظر آتی ہیں۔ مشکل سے مشکل فن اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ کو اس حسنِ ترتیب سے بیان فرماتے ہیں کہ سنتے ہی ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ تحقیق وتدقیق، نکتہ رسی، ترتیب وتفہیم اور دلنشین انداز بیان میں آپ اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کی تدریسی خصوصیات اور علوم ومعارف سے علمی حلقے بخوبی متعارف ہیں جن کی ایک طویل عرصہ سے خواہش تھی کہ آپ کی درسی تقاریر بالخصوص جو آپ نے درس بخاری شریف کے دوران ارشاد فرمائیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوں تاکہ خیر المدارس ملتان سے دُور افتادگان بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب کے علوم ومعارف اور کمالات سے مستفیض ہو سکیں۔

ان دروس کی افادیت واہمیت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے بقول یہ تقاریر درحقیقت حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد قدس سرہٗ کے مضامین ہیں۔ ان میں کچھ اضافے حالات حاضرہ کے پیشِ نظر کیے گئے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے جامعہ کے استاذ اور حضرت والا کے شاگرد رشید مولانا خورشید احمد صاحب تونسوی کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ انہوں نے آپ کے دروس بخاری پر تخریج و مراجعت اور نظر ثانی کا کام شروع کیا اور محنت شاقہ کے بعد ان تقاریر کو تحریر کے سانچہ میں ڈھالا، جس کی اشاعت اہل علم حضرات اور طلبہ واساتذہ حدیث شریف کے لئے ایک علمی خزینہ اور نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ درسی افادات ان شاء اللہ اہلِ علم کو بہت سی شروح وتعلیقات سے بے نیاز کردیں گے جو حضرت شیخ الحدیث کی ساٹھ سالہ تدریسی زندگی کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔

کتاب کے آغاز میں بطور مقدمہ علم حدیث کی تعریف، غرض وغایت، تدوین و حفاظت حدیث، آدابِ علم حدیث، مقاصد صحاح ستہ، منکرین حدیث کے ہفوات اور اُن کے جواب، ثلاثیات بخاری، امام بخاریؒ کے تفصیلی حالات، امام بخاریؒ کے حنفی اساتذہ کا تعارف اور وجوہ ترجیح فقہ حنفی سمیت دیگر متعلقہ مباحث کا تحقیقی وتفصیلی تذکرہ ہے۔

پہلی جلد "باب بدء الوحی" سے "کتاب العلم" تک ہے۔ کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ احادیث کے ترجمہ وتشریح کے ساتھ مکمل متن بھی درج کیا گیا ہے تاکہ قارئین کو مراجعت میں سہولت رہے۔ اس کے علاوہ مشکل لغات کا حل، مطالب حدیث کی دلنشین وضاحت، مذاہب فقہیہ کی تحقیق وتنقیح اور تفصیل، ترجمۃ الباب پر تسلی بخش کلام، امام بخاریؒ کے رجحان کی تعیین، احادیثِ مکررہ کی نشاندہی، متعلقہ احادیث کی امہات کتب سے تخریج، رواۃ حدیث بالخصوص صحابہؓ کے حالات اور عصرِ حاضر کے متنازعہ مسائل (بین اہل السنۃ واہل البدعۃ) میں علمائے دیوبند کے مسلک ومزاج کی شافی ووافی وضاحت کی گئی ہے۔

پانچ سو صفحات پر مشتمل اس علمی مجموعہ کو معروف اشاعتی ادارہ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ، ملتان۔ نے اپنے روایتی ذوقِ طباعت کے مطابق خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے۔ ان درسی افادات کے نام "الخیر الساری" سے نیک فال کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سلسلہ خیر طلبہ واساتذہ حدیث میں تاابد جاری وساری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث استاذ مکرم حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم کے ان علمی افادات کو اہلِ علم وفضل اور طلبہ واساتذہ حدیث کے لئے نافع اور ذریعہ حصول خیر بنائیں۔ آمین۔

Desgned by: Hafiz M. Nauman Hamid